تاریخِ شعرائے روہیلکھنڈ

مؤلف سید تعظیم علی نقوی شایاںؔ بریلوی

جلد اوّل

برصغیر کے مردم خیز علاقے، روہیلکھنڈ کی تاریخ کا تعارف اور اس کے مختلف اضلاع بدایوں، بریلی، بجنور، پیلی بھیت، رامپور، شاہجہانپور اور مُرادآباد کے تمام متقدمین متوسطین و متاخرین شعراء اور اکابرِ علم و حکمت کے واقعات و انتخابِ کلام کا مسلسل سلسلہ، عہد بہ عہد مطالعہ ــــ مستند مآخذ کے حوالوں سے مرتّبِ علمی، ادبی اور ثقافتی تاریخ۔

اشاعت	جلدِ اوّل	سنہ ۱۹۹۱ء
	جلدِ دوئم	سنہ ۱۹۹۰ء
	جلد سوئم	سنہ ۱۹۸۹ء
	جلد چہارم	سنہ ۱۹۸۹ء

تزئین و آرائش :- مائیکرو پرنٹرز۔ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
شائع کردہ :- فرحان پبلیکیشنز۔ کراچی

ناشر
سیّد تعظیم علی نقوی
شایاں بریلوی

نگران
سیّد عظیم القدر نقوی

بی ۱۹۸ بلاک "جے" نارتھ ناظم آباد کراچی۔ پاکستان

رابطہ فون :- ۶۱۹۰۷۹

قیمت :- ۲۵۰ روپیہ فی جلد
۱۰۰۰ " فی سیٹ

بابائے اُردو

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے "تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" کا ابتدائی مسودہ ملاحظہ فرماتے ہوئے جناب شایاں بریلوی کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"آپ نے روہیلکھنڈ کی سرزمین میں دفن ہونے والے بے شمار شعراء ادباء کی ہڈیوں کو دوبارہ کھڑا کرکے رُوح پھونکدی ہے اور تمام تر خوبیوں کے مالک افراد اور مقتدرین کو اُردو ادب کی تاریخ لکھتے ہوئے نئی زندگی عطا کردی ہے"۔

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

اُردو لغت بورڈ کے چیف ایڈیٹر ممتاز نقّاد، ادیب اور محقق جناب ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے فرمایا۔

" اُردو شعراء کا پہلا تذکرہ میر تقی میر نے اب سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے نکات الشعراءؔ کے نام سے لکھا تھا، بعد ازاں سیکڑوں کی تعداد میں تذکرے لکھے گئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ تازہ ترین تذکروں میں " تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" مرتبہ شاؔیاں بریلوی سب سے منفرد ہے صرف اس اعتبار سے نہیں کہ یہ چار جلدوں میں ہے اور اس میں ہر شاعر کے ذکر کے ساتھ ساتھ اسکے سلسلہ تلامذہ کا تذکرہ بھی اہتمام سے کیا گیا ہے بلکہ یہ اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں برِّاعظم پاک و ہند کی وہ ساری ثقافتی زندگی اور تہذیبی تاریخ سمٹ آئی ہے جسے تمدنِ اسلام کے آثار و اثرات کا ثمرہ و ورثہ خیال کیا جاتا ہے۔

" اس ضخیم تذکرے کی ترتیب و تالیف میں شاؔیاں بریلوی نے اپنی عمرِ عزیز کا بیشتر و بہترین حصّہ صرف کیا ہے۔ مواد کی دستیابی میں غیر معمولی کاوشس و محنت سے کام لیا ہے۔ شہر کے اکثر کُتب خانوں سے استفادہ کیا ہے اور سارے معتبر ماخذوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ متعدد تاریخی و تہذیبی کتابوں سے مسالا یکجا کیا ہے پھر اُسے اس قرینے سے مرتب کیا ہے کہ اُردو شاعری کا یہ تذکرہ محض تذکرہ نہیں رہا بلکہ پاک و ہند کی ہزار سالہ تہذیبی زندگی کی ایک دستاویز بن گیا ہے۔

" اس دستاویز کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اور اس میں شعر و ادب کا کتنا بڑا ذخیرہ ملفوف ہے؟ ان سوالوں کے جوابات کوئی دوسرا دے گا تو شاید مبالغہ سے تعبیر کیا جائے۔ اسلئے میں صاحبانِ ذوق سے گزارش کروں گا کہ وہ خود اس تذکرے تک رسائی حاصل کریں، اس پر نگاہ ڈالیں، اس کے متن و مواد کو جانچیں پرکھیں اور اگر اسے اپنی توقع اور معیار کے مطابق پائیں تو پھر بُخل سے کام نہ لیں بلکہ دل کھول کر مرتب کو داد دیں اس کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے حلقۂ اثر کو وسیع تر کرنے میں مرتب کے خوش ذوق صاحبزادے جناب سیدعظیم القدر کی مدد کریں "

تاریخِ شعرائے روہیل کھنڈ

از

شاؔیاں بریلوی

روہیل کھنڈ ادبی و تہذیبی اعتبار سے ایک اہم منطقہ اور مغلوں کے آخری دور میں ایک دھڑکتے ہوئے دل کی طرح ہماری ادبی و تہذیبی زندگی کی ایک علامت رہا ہے۔ حافظ رحمت خاں روہیلہ تو اس حلقۂ کاروکار زار کا تاجِ ذیشان قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

اس علاقہ نے اردو شعر و ادب کی تاریخی خدمت انجام دی ہے۔ اہلِ ادب شعرائے اردو اور امرائے عہد کا تذکرہ طبقات الشعراء (مولوی قدرت اللہ شوقؔ) ہماری ادبی تاریخ کا ایک سنگِ میل ہے اسی میں تذکرۂ کاملان رامپور کو بھی شامل کیجئے تو اپنی توسیعات کے ساتھ یہ سلسلۂ فکر و نظر ہماری ادبی تاریخ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔

ٹانڈہ کیہرہ اور پھر رامپور نے اردو شاعروں کی جو سرپرستی کی ہے اس نے ہماری زبان کی تاریخِ ارتقاء اور ادبی شعور کے فروغ میں ایک ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا ہے۔ شاؔیاں بریلوی صاحب کا یہ کام جو چار ضخیم جلدوں میں سامنے آیا ہے۔ اسی کہکشانی سلسلہ کی چار درخشاں کڑیاں ہیں۔ یہ کارنامہ شمالی ہندوستان

میں اُردو زبان و ادب کی تاریخ کے کئی سلسلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے۔

مرتب نے مختلف تذکروں، ادبی مجلّوں اور خصوصیت کے ساتھ شعری گلدستوں سے استفادہ کیا ہے اور تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا اور طبقاتِ سخن کی روایت کو سامنے رکھ کر مختلف شعراء کے رشتۂ تلمذ اور سلسلۂ تلامیذ کو یکجا کرنے کی ایک مستحسن اور عہد آفریں کوشش کی ہے۔ یہ کام سچ تو یہ ہے کہ اداروں کے کرنے کا تھا جسے مصنف نے اپنے 'لائف ورک' کے طور پر تنہا انجام دیا ہے اور آئندہ کام کرنے والوں کے لئے بہت سی مشکلات کو آسان کر دیا ہے ان چار جلدوں کو سامنے رکھ کر ایک طویل دور کی تاریخ سازی ادبی سرگرمیوں اور شعری و شعوری کاوشوں کی تہذیبی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔

تنویر احمد علوی

کراچی ۲۳/۲/۹۱

جناب

افسر صدیقی امروہوی

ممتاز ادیب محقق انجمن ترقی اُردو پاکستان کے

سکریٹری محترم افسر صدیقی امروہوی نے فرمایا۔

" روہیلکھنڈ کی مردم خیز سرزمین میں پوشیدہ اُردو ادب کے بے شمار شخصیتوں کا ذکر مربوط کرنے کے تحقیقی کام کو صرف کوئی بورڈ آف اسکالرز ہی سرانجام دے سکتا تھا، مگر جناب شاآیاں بریلوی نے اس مشکل ترین کام کو صرف ایک فرد ہی کی حیثیت میں مکمل کیا۔ ...... بلاشبہ ایسا تحقیقی کام صرف اَدب سے حقیقی پیار کرنے والے ہی کر سکتے ہیں۔"

جناب مشفق خواجہ

ممتاز محقق شاعر اور ادیب جناب مشفق خواجہ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بعض اہلِ علم نے ایسے ایسے کام تنہا انجام دئیے ہیں جو کسی فرد کی بجائے مجموعہ افراد یعنی اداروں کے کرنے کے تھے۔" تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" بھی ایسا ہی کام ہے جو سیّد تعظیم علی نقوی، شاہ یاں بریلوی مرحوم کی علمی لگن، عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کی روشن مثال ہے۔ چار ہزار سے زائد شعراء کے حالات و انتخابِ کلام پر مشتمل یہ کتاب اردو تذکرہ نگاری کی تاریخ میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس میں بہت سے شعراء کے بارے میں بنیادی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں اور ان شعراء میں سے بیشتر ایسے ہیں جن کا ذکر کسی دوسرے ادبی ماخذ میں نہیں ملتا۔ نقوی صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کے چالیس قیمتی برس اس کام کی نذر کر کے جہاں ایک طرف ہماری ادبی تاریخ کے ایک اہم باب کو محفوظ کر دیا ہے وہیں یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ راستہ کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو، ثابت قدمی مسافر کو آشنائے منزل ضرور کرتی ہے۔

جناب تعظیم نقوی سے میری نیازمندی کا زمانہ تقریباً ربع صدی پر پھیلا ہوا ہے میں جب انجمن ترقی اردو سے وابستہ تھا تو وہ اکثر انجمن کے کتب خانے میں تشریف لایا کرتے تھے بعد ازاں میرے ذاتی کتب خانے سے استفادہ کرنے کے لئے غریب خانے تک آنے کی زحمت فرماتے تھے۔ اس تمام عرصے میں انہوں نے بلا مبالغہ ہزارہا کتابوں اور رسالوں سے اپنے موضوع سے متعلق مواد حاصل کیا۔ ان کی اس مصروفیت میں صحت کی خرابی یا موسم کی ناسازگاری بھی کبھی حائل نہ ہو سکی۔

افسوس کہ اس کتاب کی طباعت کے دوران ان کا انتقال ہو گیا۔ گو جسمانی طور پر وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کا یہ بے مثال کام ہمیشہ ان کی موجودگی کا احساس دلاتا رہے گا۔"

حضرت علامہ شمس بریلوی

ممتاز ادیب محقق اور سیرت نگار حضرت علامہ شمس بریلوی نے فرمایا۔

"۔۔۔ جناب شیفتہ نے اُردو شعراء کا تذکرہ "گلشنِ بیخار" فارسی زبان میں لکھا جب فارسی زبان پر زوال آیا اور اس کی جگہ اردو نے حاصل کر لی تو اس دور میں بیشک جو تذکرہ الشعراء لکھے گئے ان کی زبان اُردو ہے۔ ان تذکروں میں مولانا محمد حسین آزاد کے تذکرہ "آبِ حیات" کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے، اس کے بعد لالہ سری رام نے "خمخانۂ جاوید" لکھ کر اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی اور بہت سے ایسے شعراء کو روشناس کرایا اور ان کا نام صفحۂ روزگار پر یادگار بنا دیا جو شاعرانہ کمال کی ایسی منزل پر تھے کہ زمانہ ان کو اور ان کی شاعری کو یاد رکھتا بلاشبہ "خمخانۂ جاوید" اپنے عصر کا ایک جامع اور گراں تذکرہ ہے۔

بیسویں صدی کے وسط کے بعد بریلی (روہیلکھنڈ یوپی) کے ایک علمی خانوادہ کے اولوالعزم فرزند جنہوں نے شاعری کا مذاق ورثہ میں پایا تھا یعنی جناب سید تعظیم علی نقوی تاباںؔ بریلوی مرحوم نے "خمخانۂ جاوید" کی جامعیت میں ایک نئی راہ نکالی اور انہوں نے روہیلکھنڈ کے شعراء کا ایک مربوط اور جامع تذکرہ "تاریخِ شعرائے روہیلکھنڈ" کے نام سے ۴۰ سال کی سعیِ پیہم کے بعد مرتب کیا اور وہ آج ہمارے ہاتھوں میں ان کی ایک علمی یادگار کے طور پر موجود ہے۔

۔۔۔۔ یہ بہت ہی مشکل اور صبر آزما کام تھا جس کو جناب تاباںؔ بریلوی نے بڑی کاوش و تابش اور دانشوری کے ساتھ انجام دیا ہے ۔۔۔ سیکڑوں ایسے شاعروں کو زندۂ جاوید بنا دیا ہے جو گوشۂ گمنامی میں رہتے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کا نام بھی کوئی تذکرہ نگار تذکرہ میں ثبت کر کے ان کو بقائے دوام کا خلعت پہنائے گا حضرت تاباںؔ بریلوی نے ۲۸۹۴ شعراء کا ذکر اس ضخیم تذکرہ میں کیا ہے اور اس طرح سے شجرۂ تلمذ بھی رقم کر دیا ہے۔

۔۔۔۔ حضرت تاباںؔ بریلوی نے روہیلکھنڈ کی تاریخ کے تار و پود اس سلسلے کی کڑیاں اس خوبی سے پیہم کی ہیں کہ دس ہزار قبلِ مسیح سے اس سلسلے کو شروع کر کے روہیلہ خانداں کی تاریخ پر اس کو اختتام پر پہنچا کر روہیلکھنڈ کے شعراء کے تذکرہ کا آغاز کیا ہے۔ یہ ایک مسلسل اور مربوط تاریخ ہے جو ہزاروں صفحات کے بجائے یکصد سے کم صفحات میں سمو دی گئی ہے۔ جس سے حضرت تاباںؔ بریلوی کی بالغ نگاہی ان کے مطالعہ کی وسعت اور علمی کاوش کا پتہ چلتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی مشکل کام تھا جس کو مرتبِ تذکرہ نے نہایت خوبی اور دانشمندی سے اور تاریخی شواہد کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ اپنی انہی خصوصیات کے باعث تذکرہ "تاریخِ شعرائے روہیلکھنڈ" آج تک لکھے جانے والے تمام تذکروں میں ایک منفرد مقام کا حامل ہے"۔

جناب
محمد علی صدیقی

ممتاز نقاد صحافی و ادیب جناب محمد علی صدیقی نے کہا کہ "تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" قابلِ تقلید علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کاوشِ بے بہا کے ذریعہ پاکستان کے پشتو دوست عوام کے بعض سرکردہ پشتو شعراء اور علاقہ روہیلکھنڈ کے مابین تہذیبی اشتراک کی ایک ایسی داستان رقم کی گئی ہے جس کی اہمیت میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

" میں بلاخوف و تردید کہہ سکتا ہوں کہ "تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ" اپنی نوعیت کی واحد تصنیف ہے۔ برِصغیر کے کسی علاقہ کے شعراء پر تقسیم برِصغیر کے بعد اس قدر ضخیم تذکرۂ شعراء کم از کم میری دانست میں طبع نہیں ہوا"۔

پروفیسر سحر انصاری

شعبۂ اردو۔ جامعہ کراچی

تذکرہ نگاری اردو زبان و ادب میں اپنا ایک جداگانہ مقام رکھتی ہے۔ تنقید کے جدید رویوں نے اگرچہ تذکرہ نگاری کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی لیکن جب تحقیق و تنقید کے کچھ اپنے اساسی پہلو متعین ہوئے تو اندازہ ہوا کہ تذکرے ہمارے ہاں ادبی حقائق اور ادبی معلومات کا بہت اہم ماخذ بھی ہیں۔ "خمخانۂ جاوید" کے بعد مفصل تذکرے کم ہی دیکھنے میں آئے ہیں۔

سید تعظیم علی نقوی مرحوم جن کا تخلص شایاں تھا اور جو روہیل کھنڈ کے ایک اہم شہر بریلی سے تعلق رکھتے تھے جدید دور کے تذکرہ نگاروں میں ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔ شایاں بریلوی مرحوم نے بڑی محنت، جانفشانی اور وقت نظر سے ایک ضخیم اور مفصل تذکرہ روہیل کھنڈ کے شعراء کا مرتب کیا تھا۔ یہ سطور اس احساس کے ساتھ لکھی جا رہی ہیں کہ کاش شایاں صاحب زندہ ہوتے اور اس تذکرے کی پذیرائی کا اندازہ خود بھی ملاحظہ کرتے۔ بہرحال۔ ان کا یہ نقش اب نقش دوام کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اس پر اب اور آئندہ برابر تبصرے ہوتے رہیں گے۔

تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ تذکرے اور ادبی تاریخ کا ایک خوشگوار امتزاج ہے۔ شروع میں روہیل کھنڈ کا جغرافیائی اور تاریخی پس منظر بیان کیا گیا ہے جو بہت ضروری تھا۔ اس کے بعد عہد بہ عہد شعراء کے حالات زندگی اور نمونۂ کلام پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس ضخیم تذکرے کی ترتیب حروف تہجی کے بجائے سلسلہ بہ سلسلہ اور عہد بہ عہد کی گئی ہے۔

اس تذکرے میں روہیل کھنڈ کے ان شعراء کا تذکرہ شامل ہے جنہوں نے اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی شعر کہے۔ صرف روہیل کھنڈ کے ۴۲۸۹ شعراء کا ذکر اس کتاب میں شامل ہے۔ چار ضخیم جلدوں کے مجموعی صفحات ۳۴۴۸ ہیں۔ اس تذکرے میں بدایوں، بریلی، بجنور، پیلی بھیت، رام پور، شاہ جہاں پور اور مراد آباد کے اضلاع سے شاعروں کا حال اور کلام شامل کیا گیا ہے۔ متقدمین، متوسطین اور متاخرین کا تعارف تاریخی لحاظ سے پیش کیا گیا ہے۔

شایاں بریلوی نے اپنی اس ضخیم کتاب کو تذکرے کے بجائے تاریخ کا نام دیا ہے لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اسے تذکرے اور تاریخ کا امتزاج کہنا چاہیئے۔ ہر جلد کے آخر میں شاعروں کا اشاریہ بھی درج ہے جس سے کسی بھی شاعر کا تذکرہ آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

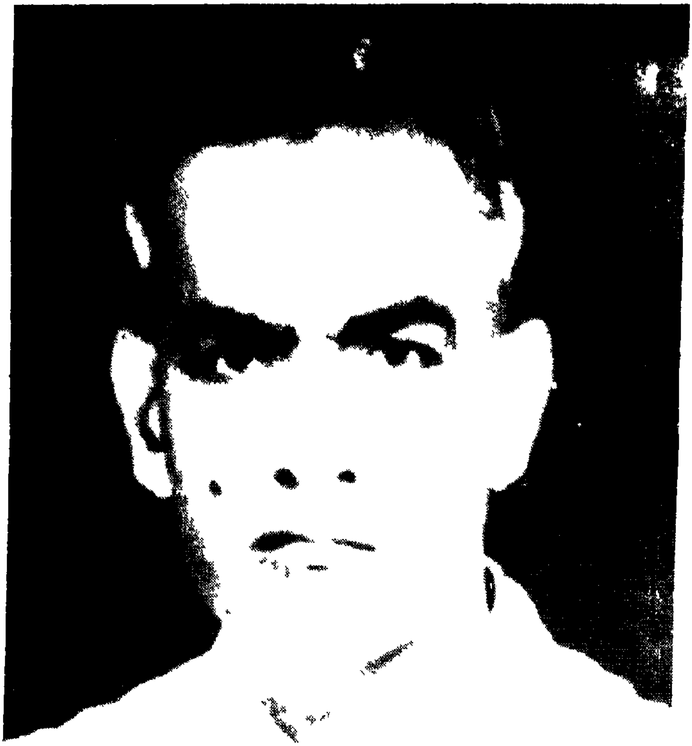
یقین نہیں آتا کہ یہ فردِ واحد کی کاوش ہے لیکن شاداںؔ بریلوی صاحب نے فی الواقع یہ اہم کارنامہ تنِ تنہا سرانجام دیا ہے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

دہلی اور لکھنؤ کے بعد دکن اور روہیل کھنڈ کی جو ادبی، لسانی اور تہذیبی اہمیت ہے اس کو کسی سیر حاصل دستاویزی سطح پر پیش کرنے کی ضرورت ہر وقت قائم رہتی ہے کیونکہ اس جہت میں سنجیدگی سے کام نہیں ہوا ہے۔ شاداںؔ بریلوی نے چار ضخیم جلدوں میں روہیل کھنڈ کی شاعری کا احاطہ کر کے آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے ایک اہم دستاویز مرتب کر دی ہے۔ ہماری جامعات میں اس کے حوالے سے تحقیقی کام کرایا جانا چاہیئے۔

شاداںؔ بریلوی کے شایانِ شان کوئی ادبی انعام یا نشانِ اعتراف ہمارے ادبی اداروں کو ضرور دیا جانا چاہیئے۔ بعدِ مرگ ہی سہی اُن کے اس اہم اور تاریخی کارنامے کو سراہنے اور اس کی پذیرائی کے لئے ہمارے اہلِ علم و ادب کو ضرور سوچنا اور کوئی عملی طریقہ کار وضع کرنا چاہیئے۔

میں شاداںؔ بریلوی مرحوم کے ورثاء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے خاندان کے اس بطلِ جلیل کو عام حلقوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تذکرہ اپنی تاریخی حیثیت کو ضرور ثابت کرے گا اور اسے تحقیق و تنقید سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔



مرتب

سید ثمر علی [illegible]

تاریخ

شعرائے روہیلکھنڈ

جلد اول

مؤلف

سید تنظیم علی نقوی شایان بریلوی

پیش لفظ

حمد و نعت کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ زیر نظر کتاب کا آغاز اس عاجز نے اب سے تقریباً چالیس سال قبل کیا تھا. سبب تالیف یہ تھا کہ روہیلکھنڈ کے جن شعراء کا کلام ضائع ہونے سے بچ گیا تھا اس کا تحفظ کر لیا جائے ابتداء میں صرف بریلی کے شعراء کا ذکر کرنا مقصود تھا جوں جوں کتاب تکمیل کے مراحل سے گذری روہیلکھنڈ کے دوسرے اضلاع کے شعراء کے حالات و کلام و کتاب میں شامل کئے گئے کیونکہ ان تمام شعراء کا باہمی تعلق تھا. ان کے ذکر کے بغیر کتاب تشنہ اور نامکمل رہتی.

اس کتاب میں شعرائے روہیلکھنڈ کا ذکر حروف تہجی کی ترتیب کی بجائے سلسلہ بہ سلسلہ اور عہد بہ عہد کیا گیا ہے اور تمام متقدین و متوسطین اور متاخرین کا تعارف تاریخی لحاظ سے کیا گیا ہے. اس بناء پر کتاب کا نام تذکرہ کی بجائے تاریخ رکھا گیا ہے اسی طرح تمام شعراء کے اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر مربوط ہو گیا.

اس کتاب کی تکمیل کے دوران بہت سے اساتذہ اور ناقدین نے مسودے کو ملاحظہ فرمایا اور اس عاجز کی حوصلہ افزائی فرمائی بعض حضرات نے دل شکنی بھی کی لیکن یہ دل شکنی بھی کتاب کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوئی.

دوسرے علاقوں کے شعراء کے علاوہ صرف روہیلکھنڈ کے ۴۲۸۹ شعراء کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے ضلع وار تفصیل درج ذیل ہے۔

جلد اوّل	باب اوّل ۔	روہیلکھنڈ کا تاریخی پس منظر	
	باب دوم ۔	شعرائے ضلع بدایوں	۷۲۷
جلد دوم	باب سوم ۔	شعرائے ضلع بریلی	۷۴۳
	باب چہارم ۔	شعرائے ضلع بجنور	۲۳۵
جلد سوم	باب پنجم ۔	شعرائے ضلع پیلی بھیت	۸۸
	باب ششم ۔	شعرائے ضلع رام پور	۹۷۹
	باب ہفتم ۔	شعرائے ضلع شاہجہانپور	۴۳۴
جلد چہارم	باب ہشتم ۔	شعرائے ضلع مرادآباد	۱۰۸۳
		کل تعداد شعرائے روہیلکھنڈ	۴۲۸۹

جلد اول باب اول

تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ

(روہیلکھنڈ کا تاریخی پس منظر)

پہلے اس ملک کے باشندے کوہ ہمالیہ سے دریائے گنگا تک غیر آریہ اقوام یعنی اہیر، بھیل اور دیگر اقوام تھے یہ زمانہ خانہ بدوشوں کا تھا۔ اعلیٰ اقوام وہ تھے جو اپنے مویشی جنگلوں میں چرایا کرتے تھے۔

اہیر: ادی اہیر قوم کا ایک چرواہا تھا جو اس علاقے میں مستقل بود و باش کا بانی ہوا وہ اہیروں کا سردار اور راجہ بن گیا اس نے اہائی چھترا (ضلع بریلی) کا قلعہ بنوایا تھا جواب کھنڈر پڑا ہے۔ اہائی چھترا کو ادی کوٹ بھی کہتے ہیں۔ بطلیموس نے اسے ادی سادرا کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ قلعہ دریائے رام گنگا اور دریائے گنگن کے درمیان واقع ہے اسکے شمال اور مشرق میں نالہ ہے۔ قلعہ کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ ہیون سانگ کہتا ہے کہ قلعہ قدرتی طور پہ محفوظ ہے۔ قلعے کے مینار ۲۸/ ۳۰ فٹ بلند ہیں۔ قلعے کے اندر باہر

(کنزالتاریخ و گزیٹر ضلع بریلی)

؎ علم طبقات الارض کے مطابق برعظیم ہندو پاکستان کا شمالی میدان اب سے پچاس ہزار سال قبل سمندر کا حصہ تھا۔ بعد میں سمندر کی تہ بلند ہوتی گئی اور یہ میدان وجود میں آگیا (انڈیا از پاسٹ ص۲۵) یہ میدان شمال میں کوہ ہمالیہ مغرب میں کوہ ہندوکش اور کوہ سلیمان مشرق میں کوہ اراکان اور جنوب میں کوہ بندھیاچل سے گھرا ہوا ہے اس میدان میں انسان انہیں پہاڑوں کے دروں سے داخل ہوا۔ شمال اور شمال مشرق سے آنے والوں میں تبتی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کئی ٹیلے ہیں۔

بدایوں شہر کی بنیاد بھی دسویں صدی میں ایک اہیر راجہ بدہ نے رکھی تھی۔ کاذکر
گرگاؤں تحصیل آنولہ ضلع بریلی میں زیادہ آبادی اہیروں کی ہے جو ادی کی اولاد ہیں۔
اجیت پور تحصیل رام پور کی بنیاد گیارہویں صدی میں ایک اہیر راجہ اجیت سنگھ نے رکھی تھی
اس کے بیٹے گراب سنگھ کے زمانے میں وہ عروج پر تھا۔ فرید پور ضلع بریلی میں اہیروں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

برمی اور کولاری قبائل ہیں۔ شمال مغرب کے دروں سے دڑاوڑ اور آریہ آئے، اس ملک کی تاریخ درحقیقت ان اقوام کی تاریخ ہے جو مختلف زمانوں میں یہاں آئے۔

قدیم حجری عہد یعنی دس ہزار سال قبل مسیح کے قریب حبشی النسل لوگ برصغیر میں سب سے پہلے آباد ہوئے یہ لوگ براعظم افریقہ سے عرب۔ جنوبی ایران اور بلوچستان ہوتے ہوئے یہاں آئے آجکل جنوب کے کچھ قبائل اور آسام میں ناگا قبائل ان کی نسل سے باقی ہیں۔ ملایا۔ انڈمان۔ فلپائن اور نیوگنی میں انکی آبادیاں ہیں ان کی اصل زبان اب صرف جزائر انڈمان میں باقی رہ گئی ہے (تاریخ سندھ پاکستان ص۲۱)

منگول یا وادی سندھ کے قدیم باشندے عراق کے سمیریوں کے ہم عصر تھے ابھی تک یہ تحقیق نہیں ہوا کہ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کس نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی زبان بھی ابھی تک پڑھی نہیں جا سکی ہے ان کا اندازِ تحریر سمیریوں سے مشابہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں سمیروں سے استفادہ کیا تھا (معارف مئی ۱۹۴۳ء) ان کی زبان قدرے منگولی زبان سے ملتی جلتی ہے اس لیے قیاس کیا

کے جنگلات کٹوا کر سات میل لمبا شہر گو الاہیرا بسا کر آباد کیا تھا جس کا ابھی تک پتہ نہیں چلا۔

بھیل : مقامی روایت کے مطابق بجنور کا بانی افسانوی راجہ بین تھا جس کا تعلق بھیل قوم سے تھا اسکی رانی سندری نے کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں رانی تال بنوایا تھا۔ بجنور کے مغرب میں دو میل کے فاصلے پر دریائے گنگا کے کنارے قدیم آثار پائے جاتے ہیں ۔ برکھیڑا تحصیل بیسل پور ضلع پیلی بھیت میں ایک قدیم قلعے کا کھنڈر ہے۔ روایت کے مطابق اس کو راجہ سہ مل نے آباد کیا تھا جو بھیل راجہ بین کا بھتیجا تھا۔ بلسنڈہ تحصیل بیسل پور کی بنیاد بھی بھیلوں سے منسوب ہے جو جنگھارا راجپوتوں سے قبل یہاں آباد تھے دیوریا تحصیل پیلی بھیت میں ایک کتبہ ۱۸۲۶ء میں برآمد ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیوریا کا قدیم نام گرھ کھیڑا تھا جو راجہ بین کی نسل یعنی بھیلوں کے قبضے میں تھا۔ یہاں ایک قدیم قلعہ ہے جس کی اینٹیں کافی بڑی تھیں جیسی کہ قدیم زمانے میں استعمال ہوتی تھیں۔ اسکی بنیاد میں ایک ہندو مورتی بھی ملی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی غیر ہندو نے قلعہ دوبارا تعمیر کرایا تھا قلعے کے چاروں طرف گھنا جنگل ہے جس کا محیط نصف میل سے کم نہیں ہے

(گزیٹیر ضلع پیلی بھیت و بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

جا سکتا ہے کہ وہ منگول نسل سے تھے وہ پہلے عراق میں وسطی ایشیا سے آکر تقریباً ۵۰۰۰ ق م قبل مسیح میں آباد ہوتے وہاں کی تاریخ میں ان کو سمیری کہا جاتا ہے وہاں سے ترک وطن کر کے تقریباً ۴۰۰۰ ق م قبل مسیح میں درہ بولان کی راہ سے وادی سندھ میں آئے اور اپنے ساتھ سمیری تہذیب بھی لیتے آئے جسے بعد میں انہوں نے بہت ترقی دی۔ رگ وید میں ان کا

سارے علاقے میں ٹیلے ہیں۔

آریہ: دہلی کے قریب اہائی چھترا کا قلعہ ہے۔ یہ مقام آریوں کی ریاست شمالی پنچال کا صدر مقام تھا اس کا ذکر مہا بھارت میں ہے پانڈو برادران کے استاد درونا نے یہاں کے پرانے راجہ دردوپد کو جنگ میں شکست دے کر یہاں سے نکال دیا تھا اور اس نے آدھے راج پر قبضہ کر کے یہاں کا راجہ بن گیا اس کی سلطنت کا نام شمالی پنچال ہوا جنوبی پنچال کا صدر مقام ضلع فرخ آباد میں کمپل تھا۔

اہائی چھترا کے قریب گرگاؤں ہے جو درونا سے موسوم ہے یہ مقام درونا کا مستقر تھا۔ سیفنی تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور کو راجہ سروا نے آباد کیا تھا۔ جس نے مہابھارت کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور دریودھن سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ راجہ سروا نے یہاں ایک قلعہ بنوایا تھا جس کے ایک ہزار دروازے تھے اسی لیے اس جگہ کا نام سہسرا بھانی یعنی ایک ہزار دروازوں والا قلعہ مشہور ہوا۔ اس قلعے کی دیواروں کے آثار اب بھی شاہ آباد میں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ذکر نشاد (شہری لوگ) کے نام سے کیا گیا ہے (انڈیا ز ہاسٹ ص۱)

دڑاوڑ لوگ بھی شمالی مغربی دروں سے بلوچستان ہوتے ہوئے برصغیر میں داخل ہوئے ان کا عہد تانبے کا عہد یعنی ۵۰۰۰ تا ۳۰۰۰ ق۔م تھا۔ ان کی زبان سامی اور آریائی زبانوں سے مختلف تھی اور منگول ترکی ماخوز زبانوں سے مشابہ تھی (دیدک ایج ص ۱۵۵) یہ لوگ کچھ عرصے میں سارے ملک میں پھیل گئے بلوچستان میں بروہی اور جنوبی ہند میں تامل۔ تیلگو۔ ملیالم اور کناڑی زبانیں ان کی وسیع آبادی کا پتہ دیتی ہیں۔ بعد میں آنے والی قوم یعنی آریوں نے ان کو وسط ہند اور جنوب میں دھکیل دیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

باقی ہیں۔ موردھج تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور میں بھی ایک قلعہ تھا۔ یہاں کے راجاؤں کے خاندان کا بانی مور کا نشان رکھنے والا موردھج تھا جو پانڈوں کا ہم عصر تھا۔ مڑوڑی تحصیل بیسلپور ضلع پیلی بھیت کی بنیاد بھی اس راجہ موردھج نے رکھی تھی اس کے بہت سے آثار یہاں باقی ہیں۔ بھتیر گاؤں تحصیل شاہ آباد ضلع رام پور کو دریودھن کی بیٹی لچھمنا نے آباد کیا تھا د ۹ ، عرصے تک ترقی پذیر رہا بعد میں یہاں کھیڑے راجپوت آباد ہو گئے جہان آباد ضلع پیلی بھیت کے شمال میں موضع بالائی یا سیا پور ہے جو ایک دیوی بالائی کے نام سے موسوم ہے اس دیوی نے دیوریا کے تھیل راجہ للا سے مقابلہ کیا تھا وہاں ایک پرانا ٹیلہ ہے جس میں قدیم زمانے کی اینٹیں ملی ہیں اس کی مرتفع شکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کوئی قلعہ تھا۔ کنتاگھم کو یہاں ایک مندر اور چند عمارتوں کے آثار ملے تھے جہان آباد کا قصبہ بھی بلندی پر واقع ہے لیکن ابھی تک وہاں کھدائی نہیں ہوئی ہے۔

مہابھارت کی جنگ کے بعد ہستناپور میں کورو خاندان کے راجہ عرصے تک حکومت کرتے رہے اسی خاندان کے ایک راجہ امرجودہ کو امروہہ ضلع مراد آباد کا بانی بتایا جاتا ہے یہ راجہ ۴۴۷ء میں گدی پر بیٹھا تھا۔ امروہہ محلہ نوبت خانہ اور

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ان لوگوں کا ذکر رگ وید میں داسیو (دیہاتی لوگ) کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ لوگ مظاہر فطرت میں عقیدہ رکھتے تھے۔ چاول کی کاشت کرتے تھے اور جانور پالتے تھے۔ سونے چاندی کے زیورات پہنتے تھے اور کشتیوں میں سفر کرتے تھے ان کے تجارتی تعلقات دور دراز کے ملکوں سے قائم تھے۔ (ویدک ایج ص ۲۶۱)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

دوسرے مقامات پر کھدائی میں بڑی بڑی اینٹیں دریافت ہوئی ہیں جو قدیم قلعہ کی بنا کا پتہ دیتی ہیں۔ (تاریخ امروہہ)

سنبھل ابتدا میں راجہ پرتھوی راج چوہان کے ماتحت تھا پرانے شہر کے مرکز میں ٹیلے پر جو اب کوٹ کہلاتا ہے وشنو کا ہری مندر تھا اب مندر باقی نہیں ہے لیکن شہر کی فصیل اور قلعے کے آثار موجود ہیں شہر کے بانی جگت سنگھ نے ٦٨ تیرتھ اور ١٩ کوئیں بنوائے تھے (گزیٹیر اضلاع بریلی۔ رام پور۔ بجنور۔ پیلی بھیت و مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ڈراوڑ زبان آریوں کے آنے سے قبل پورے ملک میں پھیل چکی تھی اس لیے آریوں کی زبان برعظیم کی قومی زبان نہ بن سکی بلکہ خود حملہ آور آریوں نے ڈراوڑوں کی زبان اختیار کرلی اور ان کے اکثر مذہبی تصورات۔ دیوی دیوتا اور رسم و رواج ڈراوڑوں سے لیے گئے تھے۔ اس حقیقت سے ڈراوڑی تہذیب کی برتری اور تسخیری صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ (قدیم مشرق ۲۲۰-۲۲۸)

آریہ ۳۰۰۰ ق م کے قریب سیستان اور پنجاب میں وارد ہوئے (معارف مئی ۱۹۴۳ء) یہ لوگ سفید فام تھے اور جنگلوں اور میدانوں میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ برصغیر میں پہلے وہ پنجاب کی سرزمین میں دیہات آباد کر کے رہنے لگے پھر گنگا کے طاس کی طرف پھیلے اس کے بعد جنوب و مشرق کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ۱۰۰۰ ق م تک خلیج بنگال اور کوہ ہمالیہ اور کوہ بندھیاچل کے درمیانی علاقوں پر قابض ہو گئے (تاریخ ہند ترجمہ سید علی بلگرامی ص ۲۰۵) قدیم آریہ بڑے بڑے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اودھ

یہی کے قریب اہابی چھترا کے کھنڈرات میں چینی سیاح ہیون سانگ لکھتا ہے کہ یہاں بودھوں کی بارہ خانقاہیں تھیں جن میں ایک ہزار بھکشو رہتے تھے ایک تالاب تھا جسے ناگ تال کہتے تھے یہاں گوتم بدھ نے سات دن سانپوں کے راجہ کے لیے وعظ کہا تھا اور اسے بدھ مت میں شامل کیا تھا یہاں ایک اسٹوپا تھا جسے اشوک نے بنوایا تھا اس کا نام چھترا اسٹوپا تھا یہاں ایک قلعہ بھی تھا جسے اہیر راجہ ادی نے بنوایا تھا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (گزیٹیر ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

خاندانوں میں منقسم تھے ایسے کئی خاندان ملکر قبیلہ کہلاتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے سردار کا مطیع و فرمانبردار ہوتا تھا۔ نئے وطن میں آباد ہوتے ہی آریوں کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی حصہ ملک پر قابض ہو گیا اور مختلف خاندان گاؤں میں آباد ہو گئے یہ لوگ جو زبانیں بولتے تھے وہ آریائی زبانیں کہلاتی ہیں۔ یہ لوگ مختلف ناموں سے اطالیہ، یونان، ایران اور ہندوستان میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ بیل گاڑیاں استعمال کرتے تھے اور مویشی پر گزر بسر کرتے تھے۔ نئے وطن میں انہوں نے زراعت شروع کی۔ یہ لوگ جہاں گئے اپنے ساتھ اپنے گیت لیتے گئے۔ یہ گیت صدیوں تک تہواروں اور مذہبی رسوم کے موقعوں پر گائے جاتے تھے۔ شمالی یورپ میں ساگا یونان میں رزمیہ داستانیں۔ ایران میں ژند واوستا اور ہندوستان میں ویدی اشلوک وجود میں آئے (مختصر تاریخ تمدن ص ۱۲-۱۳)

آریوں کی تاریخ سمجھنے کے لیے انکے ادب کا مطالعہ ضروری ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

منڈ اور تحصیل بجنور کا نام ہون سانگ کے زمانے میں موئی پولو تھا۔ یہاں بدھ راہب سنگھ بھدرا کی خانقاہ تھی جو ابتدائے سنہ عیسوی میں ہوا ہے۔ اس کا شاگرد بالا مترا ایک اسٹوپا میں دفن ہے۔ نہایت عقیدے کے دوسرے رہنما بھی یہاں رہتے تھے ایک دوسرے ٹیلے پر موضع مونڈیا آباد ہے درمیان میں کٹرا تال ہے جس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے ہیں۔ لال پور میں ایک دوسرے بدھ رہنما گنا بڑھا کی خانقاہ ہے۔ ہدایت شاہ کے مزار کے قریب سنگھ بھدرا کی خانقاہ واقع ہے۔

(گزیٹیر ضلع بجنور)

موردھج تحصیل نجیب آباد کا ذکر آریہ مرکز کے طور پر ہو چکا ہے۔ آریوں کے بعد یہ بودھوں کا مرکز بن گیا۔ اس کے گرد و نواح میں کئی کئی میل تک عمارتوں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحے سے

آریائی ادب مندرجہ ذیل تین حصوں پر مشتمل ہے

ا۔ قدیم ویدی دور : ۳۰۰۰ تا ۱۵۰۰ ق م: آریہ جب برصغیر میں داخل ہوئے تو کچھ بھجن اور گیت ان کو زبانی یاد تھے جو ایک نسل سے دوسری نسل کو زبانی منتقل ہوتے رہے ۸۰۰ ق م کے قریب وہ فن تحریر سے آگاہ ہوئے تو ان گیتوں اور بھجنوں کو قلمبند کیا گیا۔ کیونکہ اس زمانے میں آریوں کا مرکز گنگا کی وادی تھا اس لیے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا سارا تحریری ادب یعنی وید۔ رامائن اور مہابھارت کی رزمیہ داستانیں۔ ویدوں کی تفاسیر یعنی براہمن۔ ویدوں کا تتمہ یعنی اپنشد یا ویدانت بہ شمول بھگوت گیتا اور سوتر اسی علاقے میں تحریر

کے آثار ہیں۔ ایک ٹیلے پر قدیم قلعے کا کھنڈر ہے اس قلعے کی دیواریں پندرہ فٹ بلند ہیں انکے درمیان کا علاقہ ۸۰۰ فٹ طویل اور ۶۲۵ فٹ عریض تھا۔ دیواریں ساٹھ فٹ چوڑی خندق سے محصور ہیں۔ دروازہ مشرق کی طرف ہے قلعے کے اندر ایک ٹیلہ ہے جو بودھوں کا اسٹوپا تھا۔ (گزیٹیر ضلع بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

کئے گئے تھے (انڈیا زیاست ص۲)

چاروں ویدوں میں رگ وید سب سے قدیم ہے۔ رگ وید سے ظاہر ہوتا ہے کہ برصغیر میں آریوں کی آمد کا سلسلہ صدیوں تک جاری رہا۔ وہ گروہ در گروہ مختلف اوقات میں مختلف سمتوں میں پھیلتے رہے۔ برصغیر میں آباد ہونے والے قبائل کے نام بھی رگ وید میں ملتے ہیں جن میں سب سے مشہور قبیلہ بھرت تھا۔ اس قبیلے کے نام پر اس ملک کا نام بھارت ہوا۔ ان قبائل میں پرانی عداوت تھی جو یہاں آنے کے بعد اور شدید ہوگئی۔ آپس میں جنگ کے علاوہ ان کو مقامی باشندوں سے شدید جنگیں لڑنا پڑیں جن کا سلسلہ عرصے تک جاری رہا۔ ان کا مقصد جنگ یہ تھا کہ مقامی باشندوں کے علاقوں پر قبضہ کرکے ان کے خزانے آپس میں بانٹ لیں رگ وید سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آریوں کے مخالف تمدن میں بہت ترقی کر چکے تھے ان کے پاس وسیع اور آرام دہ مکانات۔ کثیر دولت اور مویشی تھے شاید دولت کی فراوانی اور با فراغت زندگی نے ان کو اتنا کاہل اور کمزور بنا دیا تھا کہ وہ آریوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور شکست کھانے کے بعد جنگلوں اور پہاڑوں میں

بدالوں میں بودھوں کا بنوایا ہوا ایک قلعہ تھا اس کے تین دروازے تھے جنوب میں سوتہ دروازہ ۔ شمال میں بھرتول دروازہ اور مغرب میں سڈی دروازہ تھا ۔ یہ قلعہ بدھوں کے عروج کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا ۔ اسکی اینٹیں اہائی چھترا کے قلعے کی اینٹوں سے ملتی جلتی ہیں اس کی دیوار کے آثار سے شیو کے مندر کا کتبہ برآمد ہوا ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مندر کا ملبہ قلعے میں لگایا گیا تھا یہ کام غیر ہندو یعنی بودھ کر سکتے تھے ۔ کیونکہ برعظیم میں اشوک کے بعد صرف ہرش کے زمانے میں بودھ مذہب کو عروج ملا تھا لہذا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ملبہ ہرش کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا ۔ موضع بالنس کھیڑا ضلع شاہ جہان پور میں بھی ایک کتبہ ہرش کے زمانے کا دریافت ہوا ہے (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

پناہ گزین ہو گئے ۔ (انڈیاز پاسٹ صفحہ ۲۳۲ ۔ ۲۳۷)

وادی گنگا میں جو تانبے کی اشیا برآمد ہوئی ہیں وہ رگ وید کے دور سے تعلق رکھتی ہیں اس دور میں کانسی کے ہتھیار اور آلات بہت کم استعمال کئے گئے (ہسٹری آف انڈیا از اسمتھ صفحہ ۴)

جدید ویدی دور یا رزمیہ دور ۱۵۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م : ایران کے طویل ساطیری عہد کی طرح آریائی ہند کی سیاسی تاریخ بھی افسانوں سے شروع ہوتی ہے رزمیہ داستانوں مہابھارت اور رامائن کو آریائی داستانوں میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ۔ ان کتابوں میں بیان کئے ہوئے واقعات کا تعلق آخری ویدی

گولا رائے پور تحصیل پوایاں ضلع شاہجہانپور کے شمال میں ایک کھیڑا ہے جس میں بڑی بڑی اینٹیں اور روغنی رنگ سے رنگے ہوئے برتن ملے ہیں۔ موجودہ گاؤں کے کنارے ایک قلعہ بھی ہے۔ اس جگہ کا نام فاہیان نے ہیکو لکھا ہے لیکن بودھ خانقاہ جس کا اس نے ذکر کیا ہے اس کے آثار دریافت نہیں ہوتے (گزیٹیر ضلع شاہجہانپور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

دور سے ہے۔ ان دونوں داستانوں سے آریوں کے معاشرتی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مہابھارت کا زمانہ سنہ ۲۵۰ تا سنہ ۱۴ ق م ہے جبکہ رامائن کا زمانہ سنہ ۲۳۵۰ تا سنہ ق م کہا جاتا ہے۔ حالانکہ مہابھارت کے قدیم خاندان کورو کا نام اور مہابھارت کی جنگ کا کوئی حوالہ ویدوں میں نہیں ہے (ویدک ایج از آر سی مجمدار صفحہ ۲۴۰)

مہابھارت کے مصنف کا نام "ویاس" بتایا جاتا ہے اس کتاب میں قصے بھی ہیں رزمیہ کارنامے بھی اور پند و نصائح بھی۔ قوانین بھی اور فلسفہ و یوگ کا درس بھی۔ اس کتاب کا سب سے اہم حصہ بھگوت گیتا ہے جس میں سری کرشن جی کے مواعظ ہیں۔ بھگوت گیتا کے اکثر تصورات اپنشد سے ماخوذ ہیں (آوٹ لائن ہسٹری آف دی ورلڈ از ایچ۔ اے ڈیوس صفحہ ۳۴)

مہابھارت میں زیادہ تر آریوں کے مشہور قبیلے بھرت کی داستان ہے۔ یہ قبیلہ پہلے سرسوتی اور جمنا کے درمیان آباد تھا اور راجہ دشمنت کے بیٹے راجہ بھرت کی اولاد میں تھا راجہ دشمنت کی شادی رشی وشوامتر کی بیٹی شکنتلا سے ہوئی تھی۔ ان دونوں کی شادی، شادی کے بعد جدائی اور ملاپ کے واقعات۔ جدائی کے زمانے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہندو راجاؤں کا عہد

بریلی کے قریب اہائی چھترا کے کھنڈرات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اشوک کے بہت عرصے بعد یہاں ہندو راجاؤں کا ایک خاندان حکمران رہا۔ ان راجاؤں کے بہت سے سکے برآمد ہوتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً ۱۰۰ق م سے ۳۰۰ء تک حکومت کی۔ وہ برہمن مت کو مانتے تھے۔ ان کا شنگ خاندان سے تعلق بتایا جاتا ہے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

میں بھرت کی پیدائش پرورش اور تربیت کی تفصیلات کا ذکر مہابھارت میں کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کالیداس نے ایک ڈرامہ بھی لکھا ہے اس کی وجہ سے اس قصے کو ابدی شہرت حاصل ہو گئی ہے۔

راجہ بھرت کی تیسری پشت میں راجہ ہستی ہوا ہے جس نے شہر ہستنا پور آباد کیا تھا اسکی چوتھی پشت میں راجہ کورو ہوا جس کے نام سے اس ریاست کا نام کورد ہوا اس کی نویں پشت میں راجہ وچتری ورجا ہوا۔ اس کے دو بیٹے دھرت راشٹر اور پانڈو ہوئے دھرت راشٹر کے سو بیٹے تاریخ میں کوروں کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے پانڈو کے پانچ بیٹوں سے تقریباً ۱۴۵۰ ق م میں ایک عظیم جنگ لڑی تھی جو مہابھارت کی جنگ کہلاتی ہے (انڈیا از رالنسن ص ۳۴)

رامائن کے مصنف کا نام والمیک بتایا جاتا ہے اسے راجہ رام چندر جی کا ہم عصر قرار دیا گیا ہے رامائن ایک مسلسل نظم ہے جس میں رام چندر جی اور ان کی رانی سیتا جی کی سیرتیں ڈرامائی انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جس کی ایک شاخ کشان حکومت کے وقت تک یہاں حکمران رہی بعد میں کچھ عرصے بود •
راجاؤں کا دور رہا جن کو گپت راجاؤں نے مطیع کر لیا تھا اس کے بعد یہ مقام گپت
سلطنت کے اہم مقامات میں سے تھا یہاں ان کی ایک ٹکسال بھی تھی۔ بعد میں اہالی چھترا
قنوج کے راجہ ہرش کی سلطنت میں شامل رہا پھر اس پر بہاروں اور بدایوں کے
تومر راجاؤں کا قبضہ رہا۔ اہالی چھترا سے دو شیروں کی مورتیاں برآمد ہوئی ہیں جو ۱۰۰۲ء
میں بنائی گئی تھیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہالی چھترا اس وقت تک آباد تھا (گزیٹیر ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

مہابھارت اور رامائن کو آخری ویدی دور یا رزمیہ دور کی آریائی تہذیب کی معلومات
کا خزانہ کہنا چاہیے۔ قدیم ویدی دور میں آریوں کا مرکز پنجاب تھا لیکن آخری ویدی
دور یا رزمیہ دور میں ان کا مرکز وادی گنگ وجمن تھا۔ منو کے مطابق یہ علاقہ موجودہ
مشرقی پنجاب سے لے کر گنگا جمنا کے سنگم یعنی پریاگ (الہ آباد) تک پھیلا ہوا تھا
(عہد قدیم ص ۱۵) قدیم ویدی دور میں جو اقتدار بھرت قبیلے کو حاصل تھا وہ اب کورو
اور ان کے اتحادی پنچال کو حاصل ہو گیا تھا۔ بھرت اور پورو قبیلوں کا نام کورو
اور پانڈو ہو گیا تھا۔ کورو کی راجدھانی ہستناپور دریائے گنگا کے شمال میں موجودہ
ضلع مرادآباد میں واقع تھی (مضمون آثار اودھ از منشی نوبت رائے نظر لکھنوی مطبوعہ رسالہ زمانہ
ستمبر ۱۹۱۲ء) لیکن ان کی حدودِ سلطنت مشرقی پنجاب تک پھیلی ہوئی تھیں پنچال کو
رو کے اتحادی تھے کمپل (فرخ آباد) اور اہالی چھترا (بریلی) پنچالوں کے خاص شہر
تھے (عہد قدیم ص ۶۰)
جس زمانے میں کورو ہستناپور میں حکومت کرتے تھے اسی زمانے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بدایوں میں تومر راجاؤں نے طویل عرصے حکومت کی اس خاندان کی
دوسری شاخ دہلی میں حکمراں رہی۔ راجہ مہی پال کے وزیر سورج دھج نے یہاں
ایک کالج قائم کیا تھا اور ایک مندر بھی بنوایا تھا۔ ۱۰۲۶ء میں سالار مسعود غازی
نے بدایوں پر حملہ کیا ان کے بہت سے رفقا یہاں شہید ہوئے جن کے مزارات
اب بھی موجود ہیں۔ ان کے بعد بھی بدایوں کے راجاؤں کا یہاں قبضہ رہا (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

میں متھرا میں یادو خاندان کی حکومت تھی۔ اس کا ایک راجہ کنس تھا جو کرشن جی
کا ماموں تھا۔ کنس کو ایک غیبی آواز سے معلوم ہوا کہ اس کی بہن دیوکی کے بطن سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کنس کو قتل کر کے تخت و تاج پر قبضہ کرے گا۔ اس وجہ
سے اس نے اپنی بہن دیوکی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن لوگوں نے اسے اس
ارادے سے باز رکھا اور یہ فیصلہ کیا کہ دیوکی کے جتنے بچے ہوں گے وہ کنس کے
حوالے کر دیئے جائینگے۔ چنانچہ اس نے یکے بعد دیگرے دیوکی کے چھ بچوں کو قتل
کر دیا۔ ساتویں مرتبہ بلرام اور آٹھویں مرتبہ کرشن جی پیدا ہوئے ان کے والد
واسدیو نے جمنا کی دوسری طرف گوکل کے ایک شخص نند کے یہاں بھجوا دیا اور
ان کے بدلے دو اور بچوں کو جو اسی دن پیدا ہوئے تھے کنس کے حوالے کر دیا
اور وہ قتل کر دیتے گئے۔ کرشن جی نے گوکل میں نند کے گھر میں پرورش پائی۔ جب
وہاں کے لوگ بھیڑیوں کی یورش سے تنگ آ کر بندرابن کی طرف چلے گئے تو کرشن جی
بھی بندرابن چلے گئے وہاں انہوں نے ناگ کے سردار کالیا کو زیر کیا اور اس
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کوٹ تحصیل بسولی ضلع بدایوں میں ایک قدیم ٹیلہ ہے۔ اس جگہ ایک قلعہ تھا جو بدایوں کے تومر راجاؤں نے بنوایا تھا ان راجاؤں کا افسانوی مورث سالباہن تھا۔ امروہہ ضلع مرادآباد میں بھی انہیں تومر راجاؤں کی حکومت رہی اجھیانی تحصیل بدایوں کا نام بھی تومر راجہ مہی پال نے رکھا تھا (کنزالتاریخ وتاریخ امروہہ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

کی حکومت پر قبضہ کرلیا اس طرح کے کارناموں سے ان کو شہرت حاصل ہوگئی اور راجہ کنس کو ان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا اور اس نے کرشن جی کو کسی حیلے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کرشن جی اور بلرام کو شاہی پہلوانوں سے لڑنے پر آمادہ کیا کرشن جی کشتی میں غالب رہے۔ یہ دیکھ کر کنس نے غصے میں ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا لیکن لوگوں نے کرشن جی کی قیادت میں کنس کے خیمے پر حملہ کرکے اس کو قتل کردیا اور کرشن جی نے یادو خاندان کی دوسری شاخ میں ایک شخص کو متھرا کا راجہ بنا دیا۔ وہ خود کاشی چلے گئے وہاں ان کو معلوم ہوا کہ مگدھ کا راجہ جڑاسنڈ اپنے داماد کنس کا بدلہ لینے کے لیے ایک بڑی فوج کے ساتھ متھرا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کرشن جی متھرا واپس گئے اور پانڈوں کی مدد سے جڑاسنڈ کو شکست دے کر اسے قتل کردیا۔ اس واقعے کے بعد انہوں نے کوروں اور پانڈوں کی جنگ میں پانڈوں کی مدد کی اور ان کی کوشش سے پانڈوں نے جنگ میں کامیابی حاصل کی اس کے بعد کرشن جی دوارکا چلے گئے اور وہاں وفات پاگئے۔ (کتاب الہند البیرونی مترجمہ مولوی اصغر علی صہ ۱۲۴)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سنبھل ضلع مراد آباد میں اشوک کے بعد ابابائی چھترا کے ثنگ راجاؤں نے حکومت کی پھر ہرش کے بعد پرپہاروں اور ان کے بعد بدایوں اور دہلی کے تومر راجاؤں نے حکومت کی (گزیٹیر ضلع مراد آباد)۔

سہسوان ضلع بدایوں کی بنیاد ایک قدیم راجہ سہاس رائے نے رکھی تھی اس نے قلعہ اور شہر تعمیر کرائے تھے۔ اس کے محل کے کھنڈرات قاضی محلہ میں موجود ہیں۔ ڈھنڈ جھیل کے کنارے ایک قدیم مندر ہے پرانی اسلامی عمارات میں ایک مسجد اور کچھ مقبرے ہیں (گزیٹیر ضلع بدایوں)

گنور ضلع بدایوں کا قدیم نام برہمن پوری تھا۔ یہاں کے برہمن مجھولا کے راجہ کے معافی دار تھے۔ (گزیٹیر ضلع بدایوں)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

(۳) برہمی دور ۱۰۰۰ تا ۵۰۰ ق م

اس زمانے میں ویدوں کی تفسیریں لکھی گئیں جو برہمن کہلائیں (ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا از آر سی مجمدار صہ ۵۲) انہیں برہمنوں میں آرنیک یعنی جنگلوں کی بیاضیں بطور ضمیمہ شامل ہیں۔ ان کا زمانہ تحریر سنہ ۶۰۰ ق م تا ۲۰۰ ق م ہے جسے معنویت اور فلسفیانہ گہرائی کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے یہ بہت سے صحیفوں پر مشتمل ہیں۔ اپنشد کو عام طور پر ویدانت یعنی وید کا تتمہ کہا جاتا ہے۔ (ویدک ایج از آر سی مجمدار صہ ۲۰۰ تا)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سردار نگر گھاٹ تحصیل آنولہ ضلع بریلی جنگھاروں اور کٹھیریوں کے جانے کے بعد بنوار اجپوتوں کے سردار مہی پال کو بطور جاگیر ملا تھا۔ اس نے یہاں ایک قلعہ بنوایا تھا اس کے بیٹے پرتاب سنگھ کے زمانے میں دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ اس وقت پرتاپ سنگھ دہلی میں تھا اس نے واپس آکر اپنے مخالفوں کو یہاں سے دوبارہ نکال دیا۔ اور ملحقہ گاؤں بدریٔ میں نیا قلعہ بنوایا۔ اس کی اولاد اب تک وہاں قابض ہے۔

(گزیٹیر ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

وید انگ نیم مذہبی کتابیں ہیں جو آریائی عہد سے تعلق رکھتی ہیں اول الذکر کتابوں کو سروتی یعنی الہام کہا جاتا ہے ان کے برخلاف ویدانگ کو سمرتی یعنی روایات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ تعداد میں چھ ہیں اور چھ علوم یعنی صرف۔ نحو۔ عروض۔ ہیئت۔ رسوم اور صوتیات سے متعلق ہیں۔ ان چھ رسالوں کی عبارت میں بہت اختصار ہے اس لیے ان کو سوتر یعنی دھاگا یا اشارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (ویدک ہند از راگوزنی مترجمہ مولوی حمید احمد انصاری صـ۲۲)

آریوں کی ریاستیں

(۱) کورو ریاست کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ مہابھارت کی جنگ کے بعد یہ ریاست کوروں اور پانڈوں میں تقسیم ہوگئی کورو کی راجدھانی ہستناپور بدستور رہی۔
(۲) پانڈوں کی حکومت دریائے جمنا کے پار دریائے ستلج تک محدود تھی ان کا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پوایاں ضلع شاہجہاں پور کی بنیاد اٹھارویں صدی میں راجہ پوایاں کے
شا اعلیٰ نے رکھی تھی راجہ نے یہاں ایک محل بنوایا تھا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
سید احمد اللہ شاہ اسی محل پر حملے کے دوران شہید ہوئے تھے۔
(گزیٹیر ضلع شاہ جہانپور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے
ارالسلطنت اندرپرست (دہلی) تھا۔
(۳) یاذو ریاست متھرا اور اس کے ملحقہ علاقوں میں قائم تھی اس کا ذکر
ی پہلے آچکا ہے۔
(۴) شمالی پنچال (روہیلکھنڈ) کا دارالسلطنت اہائی چھترا (بریلی) تھا یہ ریاست
نڈوں کے گرد رونما جاریہ نے متحدہ پنچال کے راجہ درپد سے جنگ کرکے پانڈوں
ل مدد سے قائم کی تھی بعد میں راجپوتوں نے اس علاقے کا نام کٹھیر اور روہیلہ
پٹھانوں نے روہیلکھنڈ رکھا۔
(۵) جنوبی پنچال کی راجدھانی موجودہ ضلع فرخ آباد میں کمپل کے مقام پر تھی۔
اس ریاست میں فرخ آباد اور آگرے کے اضلاع شامل تھے۔
(۶) ودیہا یعنی شمالی بہار۔ ہستناپور کی کورو ریاست کے زوال کے بعد
ودیہا کی ریاست کو فروغ حاصل ہوا اس کا دارالحکومت متھیلا تھا مغرب میں
دریائے گنڈک اسے کوشل (اودھ) سے اور جنوب میں دریائے گنگا مگدھ (جنوبی
بہار) سے جدا کرتے تھے۔ اس ریاست کا سب سے بڑا راجہ جنک ہوا ہے جس کی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جین : موردھج تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور کا بانی راجہ موردھج تھا۔ وہ جین تھا اس نے سید سالار مسعود غازی کا مقابلہ کیا تھا۔ (گزیٹیر ضلع بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

بیٹی سیتا جی کی شادی کوشل کے راجکمار رام چندر جی سے ہوئی تھی۔ راجہ جنک بڑا علم دوست تھا اس کے دربار میں برہمن اور دوسرے عالم دور دور سے آکر جمع ہو گئے تھے۔ وہ برہمنوں اور عالموں کی عالمانہ بحث سے لطف اندوز ہوتا تھا ان عالموں میں سب سے زیادہ نامور یاجنا ولکیا تھا (عہد قدیم ص۹۱)

بعد میں دو بہار۔ وجی اور لچھوی قبائل نے ایک اتحاد قائم کر لیا تھا ان میں لچھوی قبیلہ بہت اہم تھا۔ اس کا مرکز ویسالی تھا جہاں مہاتما بدھ پیدا ہوتے تھے مگدھ کے راجہ اجات شترو نے لچھوی قوم کو قابو میں رکھنے کے لیے دریائے سون اور دریائے گنگا کے سنگم پر ایک مضبوط قلعہ بنوایا تھا وہاں بعد میں پاٹلی پتر شہر آباد ہوا۔ اس پورے طویل دور میں جو نند خاندان سے شروع ہو کر کشان خاندان پر ختم ہوا لچھوی خاندان برسر اقتدار رہا چندر گپت نے اس خاندان کو اقتدار سے محروم کر کے جنوبی بہار۔ نیپال اور دو بہار پر قبضہ جما یا اور ایک طاقتور حکمراں بن گیا

(۷) کوشل یعنی موجودہ اودھ کی ریاست دریائے گنگا اور گنڈک کے طاس میں واقع تھی وہاں سورج بنسی راجہ حکومت کرتے تھے۔ ان کا دارالحکومت اجودھیا تھا۔ یہاں کے راجہ دشرت کی تین رانیوں سے چار بیٹے۔ رام چندر جی۔ لکشمن۔ شترو گھن اور بھرت پیدا ہوئے رام چندر جی سب سے بڑے۔ عقلمند اور باپ کے چہیتے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

[redacted]

تاگا قوم: تاگا قوم کی بنیاد کے بارے میں کئی نظریات ہیں لیکن قرین قیاس یہ ہے وہ شودر تھے کاشتکاری ان کا ذریعہ معاش تھا۔ وہ مزاج کے لحاظ سے جنگجو تھے۔ امروہہ ضلع مراد آباد میں سورج دھج خاندان کے بعد تاگوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کی آمد تک حکمران رہے (تاریخ امروہہ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

تھے۔ ان کی شادی ودیہا کی راجکماری سیتا جی سے ہوئی تھی۔ راجہ دشرت رام چندر جی کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے لیکن ان کی رانی کیکئی نے ضد کی کہ اس کے بیٹے بھرت کو جانشین بنایا جائے اور رام چندر جی کو چودہ سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔ رام چندر جی نے نے خود ہی تخت سے علیحدگی اور جلاوطنی قبول کر لی۔ سیتا جی اور لکشمن کے ساتھ جنوبی ہند کی طرف چلے گئے وہاں راکشش یعنی لنکا کے باشندوں کی آبادی تھی انہوں نے رام چندر جی سے جھگڑا کیا۔ رام چندر جی نے راکششوں کو کافی تعداد میں قتل کیا۔ راکششوں کے راجہ راون نے رام چندر جی کے خیمے پر حملہ کر دیا اور سیتا جی کو گرفتار کر کے لے گیا۔ رام چندر جی نے راون کے ملک لنکا پر حملہ کیا اور جنگ میں راون کو قتل کر دیا۔ اور اس کے بھائی کو لنکا کا راجہ مقرر کر دیا اور خود سیتا جی کو لے کر اجودھیا چلے آئے کیونکہ اب ان کی جلاوطنی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ بھرت نے حکومت ان کے حوالے کر دی لوگوں نے سیتا جی کی پاکدامنی پر شبہ کیا تو رام چندر جی نے ان کو الگ کر دیا۔ انہوں نے رامائن کے مصنف والمیک کی جھونپڑی میں پناہ لی۔ وہاں ان کے بطن سے بیٹے لو اور کش پیدا ہوئے جو بعد میں اجودھیا میں اپنے گھر لائے گئے اور باپ کے وارث قرار

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بچھرالیوں تحصیل حسن پور ضلع مراد آباد کو پرتھوی راج چوہان کے زمانے میں تاگا سردار بچھراج نے آباد کیا تھا۔ اسی کے بعد جلد ہی بچھرالیوں پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی (گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

دیئے گئے۔ ان واقعات کو والمیک نے رامائن میں تفصیل سے بیان کیا ہے (ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا از آرسی مجمدار صہ ۹۳)

کوشل کے راجاؤں کو اکثر کاشی (بنارس) اور مگدھ کی پڑوسی ریاستوں سے لڑنا پڑتا تھا۔ آخر کوشل کی ریاست پر مگدھ نے قبضہ کر لیا (عہد قدیم صہ ۶۳)

۵۔ **گندھارا** میں موجودہ راولپنڈی اور پشاور کی کمشنریاں تھیں اس ریاست میں ٹیکسیلا اور پشکلاوتی خاص شہر تھے ٹیکسیلا علم کا بڑا مرکز تھا۔

۶۔ **مگدھ** ؛(جنوبی بہار) تاریخ کی ابتدا میں مگدھ پر برہادرت کے قائم کردہ خاندان کا ذکر ملتا ہے جو سنہ ۶۰۰ ق م کے قریب ختم ہوا پھر شیشو ناگ خاندان کا ذکر ملتا ہے۔ اس خاندان کے بانی راجہ شیشو ناگ نے راجگرہ (راجگیر) کو اپنا پایہ تخت بنایا اور موجودہ گیا و پٹنہ کے ضلعوں پر حکومت کی ۵۴۵ ق م میں اس خاندان کا پانچواں حکمران بمبسار تخت نشین ہوا بمبسار کے زمانے میں بدھ مذہب کے بانی مہاتما گوتم بدھ ۵۶۷۔ ۴۸۷ ق م اور جین مذہب کے بانی مہاسیر ۵۴۰۔۴۶۸ ق م نے اپنے اپنے مذہب کا آغاز کیا بمبسار نے مہاتما بدھ کا خیر مقدم کیا اور ان کے لیے ایک باغ وقف کر دیا مہاتما بدھ ہر سال برسات میں اس باغ میں قیام کرتے تھے بعض روایات سے پتہ چلتا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بھروا تحصیل رام پور اور سیوہارہ تحصیل دھام پور ضلع بجنور بھی ناگوں کے قدیم مرکز ہیں۔ (گزیٹیئر اضلاع رام پور و بجنور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

ہے کہ بمبسار نے بدھ مذہب قبول کر لیا تھا (قدیم تاریخ ہند از اسمتھ ترجمہ مولوی جمیل الرحمن صد ۱۲)۔

بمسار کو قتل کر کے اس کا بیٹا اجات شترو بادشاہ بن گیا اس کے خلاف لوگوں میں سخت برہمی پیدا ہوئی۔ کوشل اور ویسالی کے راجاؤں نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا لیکن شکست کھا کر اطاعت قبول کر لی۔ اجات شترو ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ بیدار مغز اور بہادر بھی تھا۔ اس کے زمانے میں مگدھ کی ریاست کافی طاقتور اور وسیع ہو گئی۔ اس نے ویسالی کی لچھوی قوم کو قابو میں رکھنے کے لیے دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر ایک مضبوط قلعہ بنوایا وہاں بعد میں پاٹلی پتر شہر آباد ہوا جو سارے ہندوستان کا پایہ تخت بنا اور شان و شوکت اور وسعت کے لحاظ سے ملک کے دوسرے شہروں پر سبقت لے گیا۔ (ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا از آر سی مجمدار صد ۵۹)

اجات شترو کے بعد اس خاندان کے چار بادشاہ ہوئے آخری بادشاہ مہانند نے تقریباً سو سال ۴۷۵ ۔ ۳۷۲ ق م حکومت کی اس کے حالات تاریکی میں ہیں پرانوں کے مطابق اس کے بیٹے مہاپدم نند نے جو ایک شودر عورت کے بطن سے تھا تخت پر قبضہ کر لیا اور نند خاندان کی بنیاد رکھی۔

نند خاندان میں نو راجاؤں نے تقریباً پچاس سال ۳۷۲ ۔ ۳۲۲ ق م حکومت کی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کٹھیرئے راجپوت :

بدایوں کے تومر خاندان کے زوال کے بعد شمالی پنچال کے علاقے میں جنگلات ہو گئے اس زمانے میں کٹھیرئے راجپوتوں نے اس علاقے پر تسلط جمانا شروع کیا۔ انہوں نے قدیم باشندوں کو نکال دیا اور کابر اور دوسرے مقامات پر قلعے بنوائے یہ سلسلہ عرصے تک جاری رہا کیونکہ اہیروں اور بھیلوں وغیرہ کا صدیوں تک ان جنگلات پر قبضہ رہا۔ انہوں نے قدیم تہذیب اور ترائی کے مدفون شہروں کا نام و نشان مٹا دیا۔ بدایوں پر قطب الدین ایبک کا قبضہ ۱۱۹۶ء میں ہوا لیکن اس کے بعد بھی عرصے تک کٹھیر پر راجپوتوں کا تسلط رہا التمش ۱۲۱۰ء تک بدایوں کا حاکم رہا لیکن ضلع بریلی کو وہ فتح نہ کر سکا تھا۔ پہلی مرتبہ اس علاقے میں سلطان ناصر الدین آیا۔ اس نے ۱۲۵۳ء میں سردوار کے مقام پر گنگا کو عبور کیا اور رام گنگا کے کنارے کنارے بدایوں تک چلا گیا اس نے کٹھیریوں کو اپنی فوج پر حملہ کرنے کی عبرتناک سزا دی۔

(کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

پرانوں میں ان تمام راجاؤں کا ذکر بُری صفات سے کیا گیا ہے۔ اسی خانداں کے زمانے میں سکندر اعظم نے برصغیر پر حملہ کیا۔

موریہ خاندان :

موریہ خانداں کا بانی چندر گپت موریہ ۳۲۲-۲۹۸ ق م عام روایات کے مطابق نند خاندان کا فرد تھا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ملک جلال الدین حاکم سنبھل و بدایوں کو باغیوں کے غلبے کی وجہ سے سنبھل سے دست بردار ہوا پڑا تھا ۱۲۶۶ء میں دوبارہ پورے کٹھیر میں زبردست بغاوت ہو گئی اور حاکمان امروہہ و بدایوں امن قائم نہ کر سکے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے غیاث الدین بلبن یہاں آیا اور اس نے باغیوں کا قتل عام کرایا۔ (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چندر گپت سے تاریخ ہند کا ایک نیا دور شروع ہوا جو نظام حکومت کی توسیع اور برہمنیت کے غلبے کے لحاظ سے اہم ہے۔ اپنے چوبیس سالہ دورِ حکومت میں اس نے بڑی بڑی جنگیں لڑیں سب سے اہم جنگ سکندر کے نائب سلوکس سے ہوئی جس نے مغربی و وسطی ایشیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد ۳۰۵ ق م میں برصغیر کا رخ کیا اور سکندر کے مقبوضہ علاقے کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی چندر گپت کے مقابلے میں اسے شکست ہوئی اور وہ نہ صرف ہندوستان کے مقبوضات بلکہ کابل۔ قندھار ہرات اور بلوچستان سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنا سفیر میگا ستھنیز چندر گپت کے دربار میں بھیجا جس نے اس عہد کے حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ اور چندر گپت کے انتظام سلطنت۔ نظام مالیات۔ حکومت کے محکموں۔ مختلف صوبوں ماتحت ریاستوں اور فوجی استحکام کا ذکر کیا ہے (قدیم مشرق ص۲۹۸)

چندر گپت کے بیٹے بندو سار ۲۹۸۔۲۷۳ ق م کے حالات تاریکی میں ہیں لیکن اسکے عظیم بیٹے اشوک اعظم ۲۷۳۔۲۳۲ ق م کا چالیس سالہ دور تاریخ عالم کا زریں باب ہے۔ اس نے ہندو دھرم کو چھوڑ کر بدھ مت قبول کیا۔ وہ بھکشوؤں جیسی زندگی بسر کرتا تھا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۱۲۹۰ء میں جلال الدین فیروز نے اسی طرح کی ایک اور بغاوت کو فرد کیا اس نے کابر پر حملہ کیا اور بڑے قتل عام کے بعد باغیوں کو ترائی کی طرف پسپا کر دیا لیکن بعد میں کٹھیریوں نے کابر پر دوبارہ قبضہ کر لیا ۱۳۱۳ء میں علاالدین خلجی نے اس کو پھر فتح کر لیا کیتھل تحصیل بلاری ضلع مراد آباد بھی کیٹھریوں کا مرکز تھا۔ دہلی کی فوجوں نے اس پر سخت حملے کئے۔ فیروز شاہ نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا لیکن بعد میں کٹھیریوں نے اس کی تعمیر نو کر لی۔ (گزیٹیر ضلع بریلی مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ پر

اس نے اپنی ساری زندگی اخلاقی تعلیمات کو پھیلانے۔ برائیوں کو روکنے اور نیکیوں کو عام کرنے میں بسر کی اور لنکا۔ برما۔ سیام۔ سماترا۔ شام مصر اور یونان میں اپنے مبلغ بھیجے اور سلطنت کے اعلیٰ عہدیداروں کو تبلیغ کا حکم دیا اور اخلاقی تعلیمات کو پتھروں کی سلوں پر کندہ کرا کے شاہراہوں پر نصب کر دیا۔ یہ تعلیمات بدھ مذہب سے ماخوذ تھیں۔ اخلاقی تعلیمات کے علاوہ اس نے اپنی سلطنت میں مختلف مقامات پر مسافر خانے کوئیں۔ شفاخانے اور خیرات خانے قائم کئے اور سڑکوں کے کنارے درخت لگوائے اس نے مہاتما بدھ کے مقام پیدائش کے قریب ایک مینار بنوایا اور مہاتما بدھ کی تعلیمات کو کتابوں میں تحریر کرایا۔ اس مقصد کے لیے پاٹلی پتر کے مقام پر بودھ پیشواؤں کی مجلس منعقد کی مہاتما بدھ کے زمانے میں لکھنے کا رواج نہ تھا اور ان کی تعلیمات زبانی منتقل ہوتی رہیں۔ اشوک نے ان تعلیمات کو پالی زبان میں تحریر کرایا۔ ان کی نقل اشوک کا لڑکا مہندر لنکا لیکر گیا۔ وہاں ان کا ترجمہ سنگھالی زبان میں ہوا۔ ۸۰ء میں بودھ مذہب

۱۳۰۵ میں علاءالدین خلجی نے اپنے لڑکے خضر خان کو امروہہ کا حاکم مقرر کیا اس زمانے میں کٹھیلوں کے سردار کھڑگ سنگھ اور ہرسنگھ کا بر ضلع بریلی اور لکھنور (شاہ آباد ضلع رام پور) کے قلعوں میں رہتے تھے۔ ۱۳۷۹ء میں انہوں نے بدایوں کے گورنروں سید محمد اور سید علاءالدین کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ یہ خبر سنکر فیروز شاہ فوج جرار لے کر کٹھیر آیا اور اس علاقے میں زبردست قتل و غارتگری عمل میں آئی۔

سلطان نے کھڑک سنگھ کے صدر مقام آنولہ کو تباہ کر دیا کھڑک سنگھ کمایوں کو فرار ہوگیا تو فیروز شاہ نے اس کا تعاقب کیا لیکن جنگلات اور بارش کی وجہ سے وہ بدایوں واپس آگیا۔ (کنزالتاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

گھوش نے اس کا ترجمہ دوبارہ پالی زبان میں کیا یہی ترجمہ سب سے قدیم اور مستند مانا جاتا ہے (قدیم مشرق صہ۲۹۸)

اشوک نے مختلف مقامات پر عالی شان محلات۔ خانقاہیں اور اسٹوپا تعمیر کرائے اس نے گیا کے قریب چٹانوں کو کاٹ کر خوبصورت اور شفاف کمرے بنوائے جو اب بھی باقی ہیں مگر اس کی تمام یادگاروں میں سب سے اہم اسکے کتبے ہیں جو تعداد میں تیس سے زیادہ ہیں۔ یہ کتبے چٹانوں۔ پتھر کی سلوں۔ غاروں کی دیواروں اور ستونوں پر کندہ ہیں اور برصغیر کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں ان کی زبان پراکرت ہے جو سنسکرت اور پالی سے نکلی ہے اسکے کتبوں میں دو کا رسم الخط قدیم آرامی رسم الخط سے ماخوذ ہے اور دائیں سے بائیں کو لکھا گیا ہے باقی کتبے براہمی حروف میں کندہ ہیں

فیروز شاہ نے ملک داؤد حاکم سنبھل کو ہدایت کی کہ کٹھیریوں کے علاقے کو ہر سال تاراج کیا جائے بادشاہ نے خود بھی اس مہم میں حصہ لیا کٹھیرے ہر موقعے پر جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے۔ فیروز شاہ کے انتقال کے بعد جو انتشار پھیلا اس سے بھی کٹھیریوں نے فائدہ اٹھایا۔ اس زمانے میں نصرت شاہ کی برائے نام حکومت تھی مالگذاری مقامی حاکم ہضم کر جاتے تھے۔ ۱۳۹۹ء میں تیمور نے حملہ کیا اور ۱۴۰۷ء میں ابراہیم شرقی والی جونپور نے سنبھل کے علاقے پر حملہ کر دیا اس وقت اسد خاں لودی محمود شاہ کی طرف کی طرف سے سنبھل کا حاکم تھا اس نے دو دن کے محاصرے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے ابراہیم شرقی نے تاتا شاہ کو سنبھل کی حکومت پر مقرر کیا اور کٹھیریوں سے مصالحت کر لی۔ حملہ تیمور

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

یہ حروف بائیں سے دائیں کو لکھے گئے ہیں ان حروف سے دیوناگری رسم الخط نکلا ہے۔

دشنو پران کے مطابق اشوک کا جانشین اس کا بیٹا کنال ہوا پھر چار حکمران ہوئے آخری حکمران بربدرتھ کو فوج کے سپہ سالار پشیامترا نے قتل کر کے موریہ خاندان کا خاتمہ کر دیا اور شنگ خاندان کی بنیاد رکھی۔

شنگ خاندان ۱۸۵ ق م تا ۷۳ ق م

اس خاندان کے بانی پشیا مترا نے چھتیس سال حکومت کی اس نے جنوبی ہند کی ریاست کلنگ کے راجہ کھاروبل سے جنگ کی لیکن شکست کھائی اسکے بعد یاٹلی پتر پر چڑھائی کی دھمکی دے دی پشیا مترا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے فائدہ اٹھا کر کھڑک سنگھ نے اپنے علاقے واپس لے لیے اور دریائے رام گنگا اور دریائے دوہا (ضلع شاہ جہانپور) کے درمیانی علاقے سے اہیروں اور دوسری اقوام کو نکال دیا اور کئی بستیاں آباد کیں ان میں سے ایک اترچھیڈی ضلع بریلی ہے جس پر اس کے وارث اب بھی قابض ہیں کھڑک سنگھ کے بھائی ہرسنگھ نے دولت خاں لودی کی اطاعت قبول کر لی لیکن جب خضر خان بادشاہ ہوا تو اس نے بغاوت کر دی خضر خان نے تاج الملک کو بغاوت فرد کرنے کے لیے بھیجا تاج الملک نے ولایت کٹھیر کو تاراج کیا ہرسنگھ دیو پہاڑ کی طرف فرار ہو گیا۔ (گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

کے پوتے وشوامترائے یونانیوں کو شکست دے کر آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اس کامیابی کی خوشی میں پشپامترائے اشومیدھ کی رسم ادا کی۔ اس کے بعد اسکے بیٹے اگنی مترائے حکومت کی یہ راجہ کالیداس کے ایک ڈرامے کا ہیرو ہے اس کے بعد شنگ خاندان کے کئی اور راجہ محدود علاقے پر حکومت کرتے رہے آخری راجہ دیوبھوتی کے وزیر واسدیو کانونے اسے قتل کر کے اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

شنگ خاندان سے برہمنوں کو اقتدار مل گیا جو اشوک کی مذہبی رواداری سے مطمئن نہ تھے شنگ خاندان کے دورِ حکومت میں بودھوں کا خون بے دریغ بہایا گیا۔ ان کی خانقاہیں اور عبادت گاہیں مسمار کر دی گئیں اور شمالی ہند پر برہمنی مذہب بزور مسلط کر دیا گیا۔ برہمنی جارحیت کے خلاف شودر اور دکن کے دڑاوڑ اور غیر آریہ اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے شنگ اور کانو خاندان کی برہمنی حکومت پر

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس مہم میں مہابت خاں حاکم بدایون نے بھی تاج الملک کا ساتھ دیا ۱۴۱۹ء میں خضر خاں نے تاج الملک کو ہر سنگھ دیو کی گرفتاری کے لیے بھیجا اس نے ملک کٹھیر کو دوبارا تباہ کیا اور بدایوں آکر مہابت خان کا مہمان ہوا ۱۴۲۰ء میں خضر خان نے بذات خود مفسدانِ کٹھیر کی گوشمالی کی اس نے دریائے رام گنگا کو عبور کر کے سنبھل کو تباہ کیا اور بدایوں

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

حملہ کر کے شمالی ہند کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا (تاریخ ہند قدیم)

یوچی یا کشان سلطنت :

یوچی وسطی ایشیا کی ایک قوم تھی۔ انہوں نے بلخ پر تقریباً ایک سو سال حکومت کی۔ ان کے پہلے بادشاہ کڈفائسس اول نے کابل تک کا علاقہ فتح کر لیا اس نے سنہ عیسوی کی پہلی نصف صدی میں حکومت کی اس کے بیٹے کڈفائسس دوم (۵۰ء–۷۸ء) نے برصغیر کے شمالی علاقوں پر اپنا تسلط جما لیا اور ایک بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔ اس کے بعد اس خاندان کا سب سے مشہور حکمران کنشک (۷۸ء–۱۲۰ء) تخت نشین ہوا۔ اس نے جنوب میں بندھیاچل۔ مغرب میں سندھ، بلوچستان اور شمالی ہند میں پاٹلی پتر تک اپنی سلطنت کو وسعت دی اس نے کشمیر کو فتح کرنے کے بعد ایک بڑی فوج کے ساتھ پامیر کے دشوار گذار پہاڑوں کو عبور کیا اور کاشغر، یارقند اور ختن کو فتح کیا۔ اس کا پایہ تخت موجودہ پشاور تھا جہاں اس نے عالی شان عبادت گاہیں اور راہب خانے تعمیر کرائے۔ اس نے گندھارا اور متھرا میں بھی عبادت گاہیں اور مدرسے بنوائے۔ ان تعمیرات کے آثار ختم ہو چکے ہیں (قدیم تاریخ سندازاسمتھ مترجمہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کی طرف بڑھا۔ مہابت خاں بدایوں کے قلعے میں محصور ہوگیا۔ ۱۴۲۴ء میں مبارک شاہ نے سرور الملک وزیر کو ملک کٹھیر روانہ کیا اور عقب میں خود بھی یہاں آیا اس نے تمام مفسدوں سے خراج وصول کیا اور سزا دی اس کے بعد کٹھیریوں کا زوال شروع ہوگیا
(کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

مولوی جمیل الرحمن صہ ۴۸) فتوحات کے علاوہ کنشک کو مذہبی اصلاحات کی وجہ سے شہرت حاصل ہے تخت نشینی کے چند سال بعد اس نے بودھ مذہب اختیار کر لیا اور اسکی تبلیغ کی پوری کوشش کی۔ اشوک کی طرح اس نے بودھ پیشواؤں کی ایک مجلس کشمیر میں منعقد کی جس کا صدر داسومترا اور نائب صدر مشہور مصنف آسوگھوش تھا اس مجلس میں مذہبی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور مہاتما بودھ کی تعلیمات پر ضخیم کتابیں لکھی گئیں جن کو تانبے کی چادروں پر کندہ کرا کے ایک خاص اسٹوپا میں رکھدیا گیا (قدیم تاریخ ہند از اسمتھ مترجمہ مولوی جمیل الرحمن صہ ۱۴۳)

کنشک کا بیٹا ہوشک اسکی زندگی میں نائب کی حیثیت سے متھرا کا حاکم تھا۔ قیاس ہے کہ اس نے طویل عرصے تک حکومت کی۔ کشمیر میں اس نے شہر ہوشک پورہ آباد کیا تھا جو ساتویں صدی تک مشہور شہروں میں تھا۔ چینی سیاح ہون سانگ بھی یہاں آیا تھا ہوشک کنشک کی طرح بودھ مذہب کا زبردست حامی تھا۔ (عہد قدیم صہ ۱۵۲)

ہوشک کے بعد کشان خاندان کے افراد ایران کے ماتحت حاکموں کی حیثیت سے حکومت کرتے رہے پانچویں صدی میں سفید ہونوں نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔

(عہد قدیم صہ ۱۵۳)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جب بابر نے اپنی بادشاہت قائم کی تو گنگا کے مشرق کا علاقہ بہار خاں لوہانی کے قبضے میں تھا حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے کٹھیریوں نے پھر زور پکڑ لیا۔ اپنی وفات سے قبل بابر نے ہمایوں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ سنبھل بھیجا تاکہ ان باغیوں کو سزا دی جائے جنھوں نے مغل گورنر زاہد خاں کو سنبھل سے نکال دیا تھا۔ سنبھل ہی میں ہمایوں کو بابر کے انتقال کی خبر ملی۔ (گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

گپت سلطنت: (۳۲۰ - ۴۵۵ء) اس خاندان کے ایک حکمراں کا ذکر کتبوں میں ملتا ہے۔ اسکی اور اسکے جانشیں کی حکومت پاٹلی پتر اور اس کے مضافات میں محدود تھی۔ اس خاندان کو عروج تیسرے حکمراں چندر گپت اول ۳۲۰ تا ۳۲۵ کے دور سے ہوا۔ اس نے بہار، اودھ اور نیپال پر قبضہ کر لیا اور ایک طاقتور راجہ بن گیا اس نے مہاراج دھیراج کا لقب اختیار کیا۔ اسکے سکوں پر ایک طرف چندر گپت اور اسکی رانی کمار دیوی کی تصویریں ہیں اور دوسری طرف لفظ لچھوی کندہ ہے (عہد قدیم صد ۱۵۹ - ۱۶۰)۔

چندر گپت اول کے بعد اس کا بیٹا سمندر گپت (۳۲۵ - ۳۷۵) تخت نشیں ہوا وہ اس خاندان کا سب سے نامور حکمراں ہوا ہے الہ آباد میں اشوک کی لاٹ پر سمندر گپت کی فتوحات کی تفصیل کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے جمنا سے دریائے ہگلی تک اور کوہ ہمالیہ سے دریائے نربدا تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اسکے

قنوج میں ہمایوں کی شکست کے بعد اس کا دست راست بیرم خان سنبھل کو فرار ہو گیا اور عبدالواحد کے پاس پناہ لی اس زمانے میں کیٹھریوں کا سردار لکھنور (شاہ آباد ضلع رام پور) کا راجہ مترسین تھا اس نے بیرم خان کو پناہ دی اور ترائی کے جنگلات میں چھپا دیا۔ حاکم سنبھل ناصر خاں نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ بیرم خاں کو اس کے حوالے کر دے لیکن عیسیٰ خاں حاکم سنبھل نے بیرم خاں کی جان بچائی اور وہ وہاں سے فرار ہو کر ہمایوں کے پاس گجرات چلا گیا۔ عیسیٰ خاں بڑا قابل حاکم تھا اس نے جرائم کا سدباب کیا اور کیٹھریوں کو مطیع کیا اور جنگلات کو صاف کرا دیا۔
(گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کے علاوہ بنگال۔ آسام۔ کوہستان ہمالیہ۔ راجپوتانہ اور دکن کی متعدد ریاستیں اس کی بالا دستی کو قبول کرتی تھیں۔ پنجاب و سرحد کے کشتان حکمرانوں سے اسکے تعلقات دوستانہ تھے اگرچہ ان پر ایرانی بالادستی جاری تھی۔ سمندر گپت علم وہنر کا سرپرست تھا۔ وہ خود بھی شاعر اور موسیقی کا ماہر تھا اسکے سکوں پر مقفیٰ عبارت ملتی ہے جس سے اسکی شاعری کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح بعض سکوں پر تصویر میں وہ بانسری بجا رہا ہے اس سے اسکی موسیقی سے دلچسپی ظاہر ہوتی ہے اس کے درباریوں میں بدھ مصنف داسو بھوتی شامل تھا۔ سمندر گپت اگرچہ ہندو مذہب کا پیرو تھا لیکن تعصب سے دور تھا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اسلام شاہ کے بعد کٹھیریوں نے بہت زور پکڑ لیا اور وہ آنولہ وکار (ضلع بریلی) لکھنور (شاہ آباد ضلع رام پور) اور چوپلہ (مراد آباد) پر قابض ہو گئے ۱۵۵۴ء میں کٹھیریا سردار مترسین کو اسلام شاہ نے حاکم سنبھل مقرر کیا وہ سلطان کے انتقال یعنی ۱۵۵۵ء تک سنبھل کا حاکم رہا (گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

وکرما دتیہ چندر گپت دوم ۳۷۵ء-۴۱۵ء

اس کا ذکر برصغیر کی قدیم کہانیوں میں بہت نمایاں ہے اس نے گجرات کے کشان ستراپ رودرا سمہا کو شکست دے کر اس کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے سا کا حکمراں کو بھی قتل کیا اس طرح اس کی سلطنت کی حدیں سمندر تک پہنچ گئیں۔ اس کا پایہ تخت اگرچہ پاٹلی پتر تھا لیکن وہ اور اس کا باپ اجودھیا میں رہتے تھے جو سلطنت کا عظیم ترین شہر بن گیا۔ اس کے علاوہ قدیم علمی شہر اجین اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ وکرما دیتہ نے ہندو مذہب اور علوم کی سرپرستی کی سنسکرت زبان و ادب نے اس کے عہد میں بڑی ترقی کی۔ اور سنسکرت کی بعض اعلیٰ ترین کتابیں اس کے دور میں لکھی گئیں۔ اس کے زمانے میں سنسکرت کے نورتن تھے ان میں سب سے مشہور کالیدس تھا۔ جو شکنتلا۔ وکرم اروسی اور ملادیکا اگنی مترا جیسے ڈراموں اور میگھ دوت جیسی نظموں کا مصنف تھا۔

وکرما دتیہ کے زمانے میں مشہور چینی سیاح فاہیان برصغیر میں آیا اور یہاں

۱۵۰۰ء میں جگت سنگھ کٹھریا نے ایک گاؤں جگت پور بسایا جو آج کل بریلی شہر کہنہ کا ایک محلہ ہے ۔ ۱۵۵۰ء میں اس کے لڑکے باسدیو اور اس کے بھائی برل دیو نے بریلی شہر آباد کیا (گزیٹر ضلع بریلی)

ہمایوں کی وفات سے قبل کٹھریوں نے بغاوت کی جسے اکبر کے جنرل الماس علی خاں نے فرد کیا اس نے بریلی پر قبضہ کیا اور باسدیو کو قتل کر دیا شاہ جہاں کے زمانے میں کٹھریا سردار رام سکھ نے بغاوت کی اور ترائی پر حملہ کر دیا ۔ راجہ کمایوں نے شاہجہاں سے شکایت کی اور اس نے رستم خاں دکنی گورنر سنبھل کو بغاوت فرو کرنے کا حکم دیا ۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چھ سال ۴۰۵ - ۴۱۱ء مقیم رہا ۔ اس کے سفرنامے میں محدود سیاسی معلومات ملتی ہیں اس نے بیان کیا کہ مگدھ کی سلطنت میں بڑے بڑے شہر تھے اور عوام کے فائدے اور آرام کے لیے بہت سے ادارے ۔ سرائیں اور شفاخانے تھے اور دریائے سندھ سے متھرا تک بہت سی خانقاہیں تھیں جن میں ہزاروں بدھ راہب رہتے تھے ۔ اس نے بدھ مذہب کے زوال کا ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ اس نے گیا ۔ کپل وستو اور کوسی نگر کی ویرانی کا ذکر کیا ہے ۔

وکرما دتیہ چندر گپت دوم کے بعد اس کا لڑکا کمار گپت چالیس سال ۴۱۵ - ۴۵۵ء حکمراں رہا شروع میں اس نے سلطنت کی سالمیت کو قائم رکھا لیکن آخر میں پشیانہ قبیلے نے گپت سلطنت پر حملہ کر کے کافی نقصان پہنچایا کمار گپت کے جانشیں سکند گپت ۴۵۵ - ۴۶۷ء کے زمانے میں ہونوں نے لگاتار حملے کیے اور سلطنت کو کمزور کر دیا ۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

رستم خان نے چوپلہ (مراد آباد) کا قلعہ چھین لیا اور رام سکھ کو قتل کر دیا اس نے چوپلہ کا نام مراد آباد رکھا اور وہاں نیا قلعہ اور عالی شان جامع مسجد بنوائی۔

(گزیٹیر ضلع مراد آباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سکندر گپت کے بعد گپت سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ کئی حکمرانوں نے مختصر عرصے حکومت کی اگرچہ گپت راجہ بالا دتیہ نے ہونوں کے سردار تورامن کو شکست دے کر اس کے لڑکے مہر کل کو قید کر لیا تھا اور بعد میں رہا کر دیا تھا لیکن اب مندسور کے حکمران یسو دھرمن نے گپت سلطنت کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اور گپت خاندان کی حکومت مختصر علاقے میں سمٹ کر رہ گئی۔ آخر کار رگاڈ خاندان نے آٹھویں صدی میں گپت سلطنت کو ختم کر دیا۔

تھانیسر کی وردھن حکومت :

اس سلطنت کو پربھاکر وردھن کے زمانے میں عروج ملا جبکی ماں مگدھ کے گپت خاندان کی راجکماری تھی۔ پربھاکر وردھن نے ہمسایہ ریاستوں اور ہونوں سے بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راج وردھن دو تین سال حکمران رہا اس نے مالوہ کے راجہ سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہرش وردھن ۶۰۶ء تا ۶۴۷ء حکمران ہوا۔ اس نے بنگال۔ بہار، رواڑیسہ کو فتح کر لیا ہرش چربتا میں بان نے لکھا ہے۔ کہ سندھ۔ کچھ اور گجرات بھی ہرش نے فتح کیے تھے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کٹھیریوں کی یادگاریں

شاہ آباد ضلع رام پور کا پرانا نام لکھنور تھا۔ یہ دریائے
رام گنگا کے کنارے واقع ہے یہ کٹھیریا راجپوتوں کا مرکز تھا پرانی عمارتوں میں ایک مینار
کئی کوئیں اور ایک بارہ دری کے آثار موجود ہیں شاہ جہاں کے زمانے میں رستم خاں نے
اسے فتح کیا اور بادشاہ کے نام سے موسوم کیا سیفنی تحصیل شاہ آباد کے قلعے پر راجہ سردا
کے بعد کٹھیریوں نے قبضہ کرلیا۔ شاہ جہاں کے عہد تک یہ قلعہ ان کے قبضے میں رہا رستم خان
صوبیدار سنبھل نے قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن دو ماہ تک وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر
اُس نے قلعے کو بارود سے اڑا دیا اور سیفنی بھیتر گاؤں اور لکھنور کے راجاؤں کو قتل
کردیا۔ اب سیفنی کے ایک ہزار دروازوں میں سے صرف ایک دروازہ باقی ہے۔ بھیتر گاؤں
تحصیل شاہ آباد کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس کو درریودھن کی لڑکی نے آباد کیا تھا بہت

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اسکی فوج عظیم اور منظم تھی۔

ہرش کے زمانے میں مشہور چینی سیاح ہونگ سانگ برصغیر میں آیا اور پندرہ
سال ۶۳۹-۶۴۵ء یہاں مقیم رہا۔ وہ ہرش کے نظام حکومت سے بہت متاثر تھا
وہ لکھتا ہے کہ اس زمانے میں برہمنی اقتدار چھایا ہوا تھا اور سنسکرت ادبی زبان
بن چکی تھی۔ خود ہرش اچھا ادیب تھا اور تین سنسکرت ڈراموں کا
مصنف تھا۔ اس زمانے کا سب سے بڑا ادیب باں تھا جس نے مشہور کتاب ہرش
چرتا لکھی تھی۔ ہرش پہلے شیو کا پجاری تھا لیکن بعد میں بودھ مت کا پیرو ہوگیا اور بڑے
جوش و خروش سے اسکو ترقی دی۔ اس نے بہت سی خانقاہیں اور اسٹوپا بنوائے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

عرصے کے بعد یہاں کٹھیریوں نے ایک قلعہ بنوایا تھا اسں قلعے کی جگہ اب نواب رام پور کا محل اور باغ واقع ہیں۔ کوٹ تحصیل شاہ آباد کو بھیتر گاؤں کے راجہ کرت سنگھ کٹھیریا نے آباد کیا تھا۔ ماٹھر تحصیل شاہ آباد میں کٹھیریا راجپوتوں کا ایک قدیم خاندان آباد رہے یہاں ایک قدیم قلعے کے کھنڈرات بھی ہیں (گزیٹیر ضلع رام پور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اور مسافروں اور غریبوں کے لیے خیراتی ادارے قائم کئے۔ اس نے قنوج میں ایک مجلس منعقد کی تاکہ وہ اپنے عقائد اور خیالات لوگوں کے سامنے پیش کر سکے۔ اس مجلس میں اسں نے بودھ۔ بھکشوؤں، سلطنت کے سرداروں اور برہمن اور جین علما کو بلایا اسں کے بعد ہرش نے پریاگ (الٰہ آباد) میں چھٹی پنجسالہ مجلس منعقد کی جو ڈھائی ماہ جاری رہی۔ اسکے بعد ہیون سانگ اپنے وطن چلا گیا وہ چینی سیاحوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کا سفرنامہ اس زمانے کی تاریخ کا معتبر ماخذ ہے اس نے ساتویں صدی کے معاشرتی اور سیاسی حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

گوجروں کا پریہار خاندان ۷۲۵ - ۱۰۱۹ء

اس خاندان کی بنیاد ناگا بھٹ اول نے راجپوتانہ میں ۷۲۵ء میں رکھی اسں کی اولاد میں ناگا بھٹ ثانی نے ۸۱۶ء میں شمالی ہند پر حملہ کیا۔ اور قنوج کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اسں کے پوتے مہر پال بھوج نے ۸۴۰ء سے ۸۹۰ء تک حکومت کی اس کے پوتے مہندر پال ۸۹۰-۹۰۸ء کی حکومت مستحکم ہوگئی آخر اس خاندان کے نویں راجہ مہی پال

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

آنولہ ضلع بریلی چودھویں صدی تک کٹھیریوں کا صدر مقام تھا۔ از چھینڈی تحصیل آنولہ بھی کٹھیریوں کا گڑھ تھا ان کے قلعے ٹھاکر گڑھ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی بھی کٹھیری راجپوتوں کا مرکز تھا۔ تیرھویں اور سولھویں صدی کے درمیاں اس

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۹۷۸ - ۱۰۳۰ کے زمانے میں سلطان محمود غزنوی نے قنوج پر قبضہ کر لیا اور مہی پال ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ اسکی اولاد دوبارا قنوج پر غالب آگئی۔ مہی پال کے جانشین نایا پال کے زمانے ۱۰۳۸ء میں تبت کو ایک سفارت بھیجی گئی۔

گہڑوار خاندان ۱۰۸۵ـ۱۱۹۳ء

اس خاندان کے راجہ چندر دیو نے قنوج پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اٹھارہ سال حکومت کی اس کا پوتا گووند چندر اس خاندان کا سب سے بڑا حکمران تھا۔ اس نے ۱۱۵۵ تک حکومت کی۔ اس نے بنگال کے راجہ کو شکست دی اور کلاچوری کے راجاؤں کا علاقہ فتح کر لیا اس کے پوتے جے چند (۱۱۷۰ـ۱۱۹۳ء) کو شہاب الدین غوری نے شکست دے کر اسکی ریاست کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

تومر اور چوہان خاندان

(گیارھویں اور بارھویں صدی) گیارھویں صدی میں دہلی میں تومر راجاؤں کی حکومت تھی یہ خاندان ہستناپور کی ریاست کے زوال کے بعد سے دہلی میں راج کرتا رہا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پر مسلمانوں اور کٹھیریوں کا باری باری قبضہ رہا آخر راجپوت مطیع کر لیے گئے۔ ایک مرتبہ شیر شاہ بذات خود یہاں آیا اور اس نے کابر کے قلعے پر قبضہ کر کے اس کا نام شیر گڑھ رکھا قلعے کے جنوب میں خواص تال شیر شاہ کے محبوب سپہ سالار خواص خان سے موسوم ہے اور محلہ اسلام پورہ شیر شاہ کے لڑکے اسلام شاہ سے منسوب ہے

(گزیٹیر ضلع بریلی)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

تومر راجاؤں نے بہت سے مندر تعمیر کرائے جو اب معدوم ہو چکے ہیں۔ گیارہویں صدی میں اننگ پال کے زمانے میں دہلی کو اہمیت حاصل ہوئی اس نے اپنا راج اپنے نواسے پرتھوی راج چوہان کو دیدیا جو اجمیر کا راجہ تھا۔

اجمیر کے چوہان خاندان نے بارہویں صدی میں شہرت پائی۔ سب سے پہلے اجے دیو چوہان نے اپنی ریاست کو وسعت دی اس نے شہر اجمیر آباد کیا تھا۔ اس خاندان کا دوسرا بڑا حکمران وگراراجہ تھا جو ایک ڈرامے کا مصنف تھا۔ اس کا بھتیجا پرتھوی راج چوہان اس خاندان کا سب سے مشہور راجہ تھا ہندی ادب اور شاعری میں اس کا ذکر بہت آتا ہے۔ اس نے چندیل راجہ پر فتح حاصل کی۔ دہلی بھی اسکی حکومت میں شامل تھا۔ ۱۱۹۲ء میں اسکو شہاب الدین محمد غوری نے شکست دے کر قتل کردیا لیکن اس کے بھائی ہری راج نے رنتھمبور میں خود مختار حکومت قائم کرلی جسے ۱۳۰۱ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ پرتھوی راج کے درباری شاعر چاند بردائی نے ایک رزمیہ نظم لکھی ہے جس کا نام چاند راسا ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فریدپور ضلع بریلی کا قدیم نام جوراتھا جو کٹھیریوں نے آباد کیا تھا وہ ۱۶۶۳ء۔۱۶۷۹ء
میں بریلی سے نکالے جانے کے بعد یہاں آباد ہوئے تھے شاہی ضلع بریلی بھی مسلمانوں کے قبضے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اسلامی انقلاب :

اسلام قدیم وجدید کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ اسلام نے دنیائے قدیم کے ہر رجحان کو ختم کیا اور زندگی کے ہر فکری اور عملی پہلو کو یکسر بدل کر رکھ دیا پرانے سانچوں کو توڑ کر نئے سانچے ڈھالے اور زندگی کے تمام خاکوں کو مٹا کر نئے نقشے تیار کئے سیاست۔ معیشت۔ معاشرت۔ مذہب۔ تمدن وعمرانیات۔ مذہب واخلاق۔ سوچنے سمجھنے کے طریقے۔ معیار صلح۔ مدار جنگ۔ انصاف کے قاعدے۔ محبت کے اصول فکر واعتقاد کے قرینے۔ دوستی ودشمنی کا معیار۔ حتی کہ رفتار وگفتار کے انداز یکسر بدل کر رکھ دئے۔ جاہلیت قدیم کو بالکل سرنگوں کر کے نئی علمی۔ فکری اور اخلاقی زندگی کا آغاز کیا اور ایک ایسی حیات آفریں انقلابی تحریک برپا کی جو نہ اس سے پیشتر تاریخ میں پائی گئی اور نہ اسکے بعد آج تک اسکی کوئی نظیر پیدا ہوئی۔

اسلام کی عظمت ہمارے قلوب پر اس وقت اور زیادہ اثر انداز ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عظیم انقلاب کی بنیاد ملک عرب میں رکھی گئی جو اس وقت پوری دنیا میں علمی وعملی واخلاقی طور پر سب سے زیادہ پست تھا بانی اسلام نے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا۔ آپ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو جتنا نمایاں ہے اتنا دنیا کے کسی رہنما

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تک کٹھیریا راجپوتوں کا مرکز تھا۔ اکبر کے زمانے میں اس کا نام شاہی ہوا ۔

(گزیٹیر ضلع بریلی)

گولا رائے پور تحصیل پوایاں ضلع شاہ جہاں پور قدیم شہر گولا کی یادگار ہے ۔ جو پہلے کٹھیڑوں کے قبضے میں تھا پھر ایک بڑے صوبے کا ٹ گولا کا صدر مقام بنا۔ شاہ جہانپور راجپوتوں کا مرکز تھا۔ مسلمان اس علاقے کے راجپوتوں پر کبھی غالب نہ ہو سکے ۔

(گزیٹیر ضلع شاہ جہانپور)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

کا نہیں ہے ۔ قرآن آپ کا پیغام اور آپ کی سیرت پاک قرآن کی عملی تفسیر ہے ۔

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد

سب سے پہلے مسلمانوں نے تھانہ (بمبئی) اور بھروچ پر ۶۳۷ء میں حملہ کیا۔ اسکے بعد ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ محمد بن قاسم نے سندھ میں پہلی مرتبہ اسلامی نظام قائم کیا جس کی وجہ سے ہزاروں سال کے ظلم وستم کی بیخکنی ہوئی اور مقامی آبادی نے سکون کا سانس لیا۔ ان لوگوں نے محمد بن قاسم کو اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔ جب وہ سندھ سے رخصت ہوئے تو ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں اور ان کی یاد ہمیشہ دلوں میں باقی رہی۔ محمد بن قاسم کے بعد گیارہویں صدی تک سندھ پر مسلمانوں کی حکومت رہی۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مرادآباد کا قدیم نام چوپلہ تھا اور وہ کٹھیریوں کا گڑھ تھا۔ یہاں ان کا قلعہ تھا۔ شاہ جہاں کے زمانے میں رستم خاں گورنر سنبھل نے اس پر قبضہ کیا۔ اور مرادآباد نام رکھا اور یہاں ایک قلعہ بنوایا سلیم پور تحصیل امروہہ ضلع مرادآباد میں بھی کٹھیریوں کا ایک قلعہ تھا اب قلعے کی جگہ گڑھی واقع ہے موجودہ نام سلیم پور اسلام شاہ سوری سے منسوب ہے ٹھاکردوارہ بھی راجپوتوں کا علاقہ تھا۔ وہ اب اپنے قدیم مقبوضات سے محروم ہو چکے ہیں۔ (گزیٹیر ضلع مرادآباد)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

محمود غزنوی ۹۹۲ - ۱۰۳۱ء

گیارہویں صدی میں سلطان محمود غزنوی نے پنجاب پر اپنی حکومت قائم کی پھر شمالی ہند پر حملے شروع کئے ۱۰۱۸ء میں اس نے میرٹھ کا محاصرہ کیا۔ اس وقت میرٹھ کا راجہ ہردت تھا اسکے راج کی حدود برن (بلند شہر) کول (علیگڑھ) متھرا۔ ایٹہ۔ امروہہ اور سنبھل تک تھیں۔ راجہ ہردت نے خراج دینے کا وعدہ کر کے سلطان سے صلح کرلی۔ پانچ سال بعد سلطان محمود نے دوبارا ملک کٹھیر پر حملہ کیا۔ علاقہ امروہہ میں دریائے رام گنگا کے کنارے شدید جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں کو شکست فاش ہوئی۔ سلطان محمود کے چلے جانے کے بعد یہاں دوبارا ہندوؤں کی حکومت قائم ہو گئی اور سلطان شہاب الدین محمد غوری کے زمانے تک باقی رہی۔ (تاریخ امروہہ صفحہ ۱)

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

جنگھارا راجپوتوں کی یادگاریں

کنارا تحصیل بریلی۔ بریلی کے جنوب میں سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام جنگھارا راجپوتوں کا صدر مقام تھا ۱۸۵۷ء میں ان کا سردار رجہ مل تھا۔ بدہولی تحصیل

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سالار مسعود غازی ۱۰۳۴ء

سلطان محمود غزنوی کی وفات (۱۰۳۱ء) کے بعد اس کے بھانجے سالار مسعود غازی نے شمال ہند میں ہندو راجاؤں سے مقابلے کئے۔ وہ قنوج۔ بدایوں۔ سنبھل۔ میرٹھ اور دوسرے شہر فتح کرتے ہوئے بہرائچ تک پہنچ گئے وہاں ۱۰۳۴ء میں شہید ہو گئے (نزہتہ الخواطر از مولوی سید عبدالحی ندوی جلد اول) آپ کے بہت سے رفقاء کے مزارات بدایوں میں اب بھی مرجع عقیدت ہیں۔

شہاب الدین محمد غوری ۱۱۸۶ــ۱۲۰۶ء

افغانستان میں غور کا علاقہ سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کی حکومت میں شامل تھا۔ بعد میں غور آزاد ہو گیا اور اس کے فرماں رواؤں نے غزنی پر بھی قبضہ کر لیا۔ غزنی کا بادشاہ لاہور چلا آیا اور اس نے پنجاب کی حکومت پر قناعت کر لی۔ ۱۱۸۶ء میں شہاب الدین محمد غوری نے آخری غزنوی بادشاہ خسرو ملک پر حملہ کر کے پنجاب کو

فرید پور ضلع بریلی بھی جنگھارا راجپوتوں کے ایک خاندان کا مرکز ہے۔
(گزیٹیر ضلع بریلی)

بسلپور ضلع پیلی بھیت میں روہیلوں سے پہلے جنگھاروں کی حکومت تھی۔ بیسل سنگھ جنگھارا نے اس کی بنیاد رکھی تھی (گزیٹیر ضلع پیلی بھیت)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اپنی سلطنت میں شامل کرلیا ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے اجمیر کے راجہ پرتھوی راج چوہان کو شکست دے کر اس کے راج پر قبضہ کرلیا۔ اس نے نئے مفتوحہ علاقے اپنے نائب قطب الدین ایبک کے سپرد کر دئے۔

قطب الدین ایبک ۱۲۰۶ء تا ۱۲۱۰ء

۱۲۰۶ میں قطب الدین ایبک نے میرٹھ۔ دہلی اور کول (علیگڑھ) کو فتح کرکے دوآبہ کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد اس نے بیانہ اور گوالیار کو بھی فتح کرلیا اس نے کٹھیر کی حکومت پر اپنے داماد التمش کو مقرر کیا جس کا صدر مقام بدایوں تھا۔ سنبھل اور امروہہ کے حاکم بھی التمش کے ماتحت تھے۔ بریلی اور کئی دوسرے علاقے ابھی تک فتح نہ ہوسکے تھے۔ ۱۲۱۱ء میں قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہوگیا اس کے بعد چند امراء نے آرام شاہ کو بادشاہ بنا دیا لیکن دوسرے امرا نے شمس الدین التمش گورنر بدایوں سے بادشاہ بننے کی درخواست کی چنانچہ التمش آرام شاہ کو جنگ میں شکست دے کر تخت نشین ہوگیا۔

قدیم اسلامی مراکز :

بدایوں میں سالار مسعود غازی کے کئی رفقائے مزارات ہیں جو قلعہ بدایوں پر حملے کے دوران شہید ہوئے تھے ان میں میراں ملہم شہید استاد سالار موصوف کا مزار دھولتول دروازے پر اندرون قلعہ زیریں دروازہ شمالی اور بان قتال کا مزار منڈی

شمس الدین التمش : ۱۲۱۱ء - ۱۲۳۶ء

التمش نے تاج الدین یلدوز حاکم پنجاب۔ ناصر الدین قباچہ حاکم سندھ اور علی مردان خلجی حاکم بنگال کو شکست دے کر پنجاب۔ سندھ اور بنگال پر تسلط قائم کیا اس کے بعد اس نے راجپوتوں سے رنتھمبور اور منڈسور کے علاقے چھین لیے اور گوالیار۔ بھیلسہ اور اجین کے مضبوط قلعوں کو فتح کر کے قرب وجوار کا علاقہ حاصل کر لیا۔ مورخوں نے اسے قابل ترین حکمرانوں میں شمار کیا ہے۔ اس نے بدایوں کی حکومت پر اپنے بیٹے رکن الدین فیروز کو ۱۲۲۷ء میں مقرر کیا وہ ۱۲۳۲ء تک یہاں کا حاکم رہا اور التمش کے انتقال کے بعد ۱۲۳۶ء میں تخت نشین ہوا التمش کے بعد اسکے دو لڑکوں رکن الدین فیروز اور معز الدین بہرام اسکی لڑکی رضیہ سلطانہ اور پوتے علاء الدین مسعود ابن رکن الدین فیروز دس سال حکمراں رہے۔ یہ زمانہ انتشار میں گذرا اس کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا ناصر الدین محمود (۱۲۴۶ء تا ۱۲۶۶ء) حکمراں ہوا وہ درویش صفت بادشاہ تھا اس لیے کاروبار سلطنت اس کا وزیر الغ خاں چلاتا رہا۔ ناصر الدین محمود کا امیر ملک جلال الدین

دروازے پر ہے سید سالار کی شہادت ۱۰۳۴ء کے بعد بدایوں کے راجاؤں نے دوبارا اقتدار حاصل کرلیا ان کے آخری راجہ دھرم پال کو قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۷ء میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے ایبک بدایوں کا

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

حاکم بدایوں و سنبھل باغیوں سے مقابلہ نہ کرسکا اور سنبھل سے دست بردار ہوگیا اس کے علاوہ باغیوں نے شاہی فوج پر بھی حملہ کیا۔ سلطان نے بذاتِ خود باغیوں کی گوشمالی کی۔ اس نے سردار پر گنگا کو عبور کیا اور ترائی میں رام گنگا تک اور وہاں سے جنوب کی طرف مراد آباد ہوکر بدایوں پہنچا اور ہندوؤں کو عبرت ناک سزا دی (کنزالتاریخ)

غیاث الدین بلبن : ۱۲٦٦ء ۱۲۸٦ء

سلطان ناصر الدین کے بعد اس کا وزیر الغ خاں بادشاہ بنا۔ اس نے غیاث الدین بلبن کا لقب اختیار کیا اس نے سب سے پہلے میوات۔ دوآبہ اور کٹھیر میں امن قائم کیا۔ جنگلات جو رہزنوں کی پناہ گاہ تھے کٹوا دیے۔ جگہ جگہ قلعے بنوائے اور قابل حاکموں کو ان علاقوں میں مقرر کیا۔ ان مہموں میں بلبن نے بذاتِ خود بھی حصہ لیا۔ اور پنجاب سے بنگال تک سارے علاقے کو حشرات سے پاک کر دیا۔ اس نے بنگال میں طغرل بیگ کو سختی سے کچل دیا۔ بدایوں کے گورنر نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جب سلطان بدایوں آیا تو مقتول کی بیوہ نے شکایت کی سلطان نے گورنر کے اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ مر گیا بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد چار سال بادشاہ رہا۔

حکمران ہوا اس نے اپنے آقا سلطان معزالدین عرف شہاب الدین محمد غوری کے نام پر مدرسہ معزیہ اندرون قلعہ تعمیر کیا اس مدرسے کا ذکر تاریخ فرشتہ اور دوسری تاریخوں میں ہے اب صرف اس مدرسے کی بنیاد باقی ہے۔ اس مدرسے کے صحن میں تاج الدین یلدوز

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلطان جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء-۱۲۹۶ء

جلال الدین خلجی بہت نرم دل تھا۔ اسکے بھتیجے علاءالدین نے اسکی اجازت کے بغیر دلوگیر پر حملہ کردیا اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا۔ واپسی پر اس نے اپنے چچا سلطان جلال الدین خلجی کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

سلطان علاءالدین خلجی ۱۲۹۶ء-۱۳۱۶ء

علاءالدین خلجی کی تخت نشینی کے بعد برصغیر پر مغلوں نے پے درپے کئی حملے کیے۔ لیکن علاءالدین کے امیر ظفر خان نے ہر بار مغلوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس طرف سے مطمئن ہوکر علاءالدین نے فوجی طاقت بڑھائی جس کی وجہ سے مغلوں نے حملے بند کردیئے اطمینان ملنے کے بعد علاءالدین نے گجرات۔ رنتھمبور۔ چتوڑ۔ دیوگیر۔ درنگل۔ دوارسمدر اور معبر کو فتح کیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے اسکی حدود سلطنت تمام بادشاہوں سے زیادہ وسیع ہوگئیں۔

علاءالدین نے انتظامی اور اقتصادی اصلاحات پر بہت توجہ دی جن کی وجہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حاکم غزنی کی قبر ہے جس نے ۱۲۱۶ء میں ترائن کے مقام پر التمش سے جنگ میں شکست کھائی اور بدایوں میں قید کر دیا گیا تھا۔ اسکے قریب ہی جامع مسجد تعمیر ہوئی جس کی تعمیر کا آغاز ۱۲۰۹ء میں التمش نے کیا تھا۔ التمش کو ایبک نے ۱۲۰۳ء میں حاکم بدایوں مقرر کیا تھا التمش نے عیدگاہ شمسی کی تعمیر بھی کرائی تھی۔ جامع مسجد کے دروازہ شرقی

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سے اندرونی سازشوں کا سدباب ہوگیا اور اشیا کی گرانی اور چوربازاری کا خاتمہ ہوگیا علاءالدین کے بعد اقتدار ملک کافور کے ہاتھ میں آگیا اس نے دو شہزادوں کو اندھا کر دیا لیکن تیسرے شہزادے مبارک نے تدبیر سے اسے قتل کرا دیا اور خود بادشاہ بن گیا اپنے چار سالہ دور حکومت میں اس نے عیاشی اور بے حیائی کو فروغ دیا آخر اس کے غلام خسرو خاں نے اسے قتل کر دیا۔

غیاث الدین تغلق ۱۳۲۰ء - ۱۳۲۵ء

علاءالدین کے امیر غازی ملک تغلق نے علاءالدین کے زمانے میں مغلوں کو شکستیں دے کر بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ علاءالدین کی وفات کے وقت وہ دیپالپور کا حاکم تھا۔ اس نے خسرو خاں کو قتل کرکے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور غیاث الدین تغلق کا لقب اختیار کیا۔ پانچ سال حکومت کرنے کے بعد وہ ایک حادثے میں فوت ہوگیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان التمش کے دورِ حکومت ۱۲۲۳ء میں دروازہ شرقی کی تعمیر اور مسجد کی تکمیل رکن الدین فیروز گورنر بدایوں کے دور میں ہوئی۔ دروازہ شمالی پر بھی ایک کتبہ نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کے عہد ۱۳۲۶ء میں مسجد کی ترمیم ہوئی تھی۔ درمیانی گنبد، دو تین محرابیں، صحن اور حوض کی تعمیر شیخ قطب الدین کوکہ امیر اکبری نے ۱۶۰۱ء میں کرائی تھی اسکی وضاحت مسجد کی شمالی دیوار پر نصب کردہ ایک کتبے سے ہوتی ہے۔ (کنز التاریخ)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلطان محمد بن تغلق ۱۳۲۵ء - ۱۳۵۱ء

غیاث الدین تغلق کا بیٹا جونا خاں محمد بن تغلق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تخت نشینی کے بعد اس نے ساگر اور ملتان کے حاکموں کی بغاوت کو فرو کیا اس کے زمانے میں مغلوں نے بدایوں تک لوٹ مار کی محمد تغلق نے ان کا تعاقب کرکے شکست دی۔ اس نے دہلی کے علاوہ دوسرا دار الحکومت دیوگیر کو قرار دیا اور اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اس نے چاندی کی کمیابی کی وجہ سے تانبے کے سکے جاری کیے۔ جب لوگوں نے تانبے کے جعلی سکّے بنائے اور خزانہ خالی ہوگیا تو اس نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ اس نے دوآبے میں ٹیکس میں اضافہ کردیا۔ لگان میں اضافے کی وجہ سے کسان زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے حکومت کی سختی کی وجہ سے ان کو بہت نقصان ہوا۔ اس کے آخری زمانے میں دکن۔ گجرات اور بنگال میں بغاوتیں ہونے لگیں اور دکن میں وجے نگر کی ہندو ریاست اور مسلمانوں کی بہمنی سلطنت قائم ہوئی۔

امروہہ ضلع مراد آباد پر مسلمانوں کا تسلط ۱۱۹۳ء - ۱۱۹۴ء یعنی سلاطین غوری کے دور سے شروع ہوا۔ ابتدا میں امروہہ و سنبھل حاکم بدایوں کے ماتحت تھے بعد میں ان تینوں سرکاروں پر علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر کئے گئے۔ کیقباد کے زمانے میں امروہے کا حاکم ملک عنبر تھا اس نے امروہے کی قدیم جامع مسجد اور مدرسہ معزیہ ۱۲۸۷ء میں تعمیر کرائے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

پہلے اس نے گجرات پر توجہ دی وہاں کا حاکم سندھ کو فرار ہو گیا۔ سلطان نے اس کا تعاقب ٹھٹھہ تک کیا وہاں وہ وفات پا گیا۔

سلطان فیروز تغلق ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

امرا نے اتفاق کر کے محمد تغلق کے چچا زاد بھائی فیروز تغلق کو بادشاہ بنا دیا اس نے محمد بن تغلق کی زیادتیوں کی تلافی کی اور رفاہ عام پر بہت توجہ دی اس نے بنگال جاج نگر اور سندھ میں بغاوتوں کو فرو کیا۔

فیروز شاہ نے پرانی عمارتوں کی مرمت کرائی۔ نئی عمارتیں بنوائیں اور نئے شہر آباد کئے جن میں فیروز آباد (نئی دہلی) فتح آباد۔ حصار۔ فیروز پور اور جونپور شامل ہیں۔ اس نے اشوک کے ستونوں کو مختلف مقامات سے ہٹا کر نمایاں مقامات پر نصب کرایا۔ اس نے تعلیم کی ترقی کے لیے متعدد مدرسے تعمیر کرائے اور ان کے لیے جاگیریں وقف کیں۔

فیروز تغلق کے جانشینوں نے ۱۴۱۲ء تک حکومت کی۔ یہ پورا زمانہ انتشار میں گذرا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بچھرالوں تحصیل حسن پور ضلع مرادآباد میں بھی ۱۲۸۸ء میں قدیم جامع مسجد تعمیر ہوئی تھی۔
(گزیٹیر ضلع مرادآباد)
۱۲۹۱ء میں سلطان جلال الدین خلجی منڈاور آیا اور اس نے امرائے بلبنی کی بغاوت

سید خاندان: ۱۴۰۳ء - ۱۴۵۱ء

۱۴۰۳ء میں سید خضر خان بادشاہ بن گیا۔ اس نے دوآبہ اور کٹھیر کی بغاوتوں کو فرو کیا۔ سلطان اور اس کے امیر تاج الملک نے کول۔ سنبھل۔ بدایوں۔ اٹاوہ اور کٹھیر کو مطیع کیا ۱۴۲۱ء میں خضر خاں کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا مبارک شاہ تخت نشین ہوا اس نے پنجاب، کٹھیر۔ دوآبہ اور میوات میں باغیوں کی سرکوبی کی ۱۴۳۴ء میں وہ قتل کر دیا گیا اور محمد شاہ نے دس سال حکومت کی اس کا زمانہ بھی بغاوتوں کو دبانے میں صرف ہوا اس کے بیٹے علاء الدین عالم شاہ نے تین سال حکومت کی اور اسکے بعد وہ ۱۴۵۱ء میں بدایوں چلا گیا اور بہلول لودی کو سلطنت کے اختیارات دیدئے۔

لودی خاندان: ۱۴۵۱ء - ۱۵۲۶ء

بہلول لودی کی تخت نشینی کے وقت سنبھل میں دریا خاں لودی۔ کول (علیگڑھ) میں عیسیٰ خاں بیانہ (بھرتپور) میں داؤد خاں اور راپڑی میں حسن خاں کی خود مختار حکومت تھی۔ گوالیار اور کمپل (فرخ آباد) میں ہندو سردار آزاد تھے۔ بہلول لودی نے ان سب پر قابو پالیا دہلی میں اس نے حمید خاں وزیر کو برخاست کر دیا کیونکہ اس نے اپنی طاقت میں

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کو فرو کیا ۔ اس نے تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور اور ضلع شاہ جہاں پور میں جلال آباد نام کے دو قصبے آباد کئے ۔ یہاں اس نے قلعہ بھی بنوایا تھا اس قلعے کو ۱۷۶۶ء میں حافظ رحمت خاں نے دوبارا تعمیر کرایا تھا ۔ خلجی خاندان کے زمانے یعنی تیرہویں صدی میں شیخ طاہر مجد الدین ایران سے گنور آئے راجہ مجھولہ ان کا معتقد ہوا اور اس نے ان کو جاگیر بھی دی مخدوم صاحب ۱

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

بہت اضافہ کر لیا تھا ۔

اس کے بعد بہلول لودی نے والی جونپور حسین شاہ شرقی سے پے در پے جنگیں کیں اور آخر کار جونپور کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اس کے بعد اس نے پنجاب پر بھی اپنا اختیار قائم کیا ۱۴۸۹ء میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

بہلول لودی کے بعد اس کا چھوٹا لڑکا نظام خاں سکندر لودی کے لقب سے تخت نشین ہوا اس کے بڑے بھائی باربک شاہ حاکم جونپور نے اس سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی سکندر لودی نے دوبارا باربک شاہ کو جونپور کی حکومت دے دی ۔ اس کے بعد سکندر لودھی نے اعظم ہمایوں کو کالپی کی حکومت سے بے دخل کیا ۔ پھر گوالیار کے راجہ کرتار سنگھ اور بیانہ کے حاکم شرف بن احمد جلوانی کو مطیع کیا اس کے بعد حسین شاہ کو شکست دے کر بہار کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۔ بعد ازاں کئی اور علاقوں کو اس نے فتح کیا ۔ ۱۵۰۴ء میں سکندر لودی نے اپنا دار الحکومت دہلی سے آگرہ منتقل کر دیا اور وہاں ایک بڑا شہر آباد کیا ۱۵۱۷ء میں اس کا انتقال ہو گیا ۔

سکندر لودی کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابراہیم لودھی تخت نشین ہوا ۔ اس کے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کا مزار گنور میں زیارت گاہ ہے۔ اعلی پور تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں کی جامع مسجد میں ایک کتبہ ۱۳۰۷ء کا نصب ہے بہ زمانہ سلطان علاء الدین خلجی کا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصبہ بہت پہلے مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

چھوٹے بھائی جلال خاں حاکم جونپور نے بغاوت کر دی اور کالپی میں آزادی کا اعلان کر دیا ابراہیم لودی سے اس نے جنگ کی۔ مقابلے سے گھبرا کر اس نے گوالیار کے راجہ سے اتحاد کر لیا۔ ابراہیم لودی نے گوالیار پر حملہ کر کے راجہ کو مطیع کر لیا۔ جلال خاں گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اعظم ہمایوں کے لڑکے اسلام خاں نے کڑا میں بغاوت کر دی۔ سخت جنگ کے بعد وہ میواڑ کی طرف فرار ہو گیا۔

ابراہیم لودی کے امرا اس سے ناراض تھے۔ انہوں نے پے در پے بغاوتیں کیں دریاخاں لوہانی نے بہار میں بغاوت کی اور اسکے بیٹے نے شاہ بہار ہونے کا اعلان کر دیا پنجاب کے حاکم دولت خاں لودی نے بابر کو ملک پر قبضہ کرنے کی دعوت دی بابر نے ۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر مغلیہ حکومت قائم کر لی۔

ظہیر الدین بابر: ۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۰ء

بابر ۱۵۲۷ء میں خانوہ کے میدان میں میواڑ کے رانا سانگا اور ۱۵۲۹ء میں دریائے گھاگرا کے کنارے پر بہار اور بنگال کے حاکموں کو شکست دے کر بنگال کی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

رام نگر تحصیل آنولہ ضلع بریلی میں اہائی چھترا کا قدیم قلعہ تھا۔ یہاں تغلق بادشاہوں کے سکے ملے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہائی چھترا کو تغلق بادشاہوں نے فتح کیا تھا
جامع مسجد بدایوں کے شمالی دروازہ پر ایک کتبہ نصب ہے جس کے مطابق سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۵ء میں اس مسجد میں ترمیم کرائی تھی۔ بدایوں میں میراں ملہم شہید

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے
سرحد تک سارے علاقے کا بادشاہ بن گیا۔

نصیر الدین ہمایوں ؒ ۱۵۳۰ء۔۱۵۴۰ء ، ۱۵۵۵ء۔۱۵۵۶ء

ہمایوں نے ۱۵۳۵ء میں حاکم گجرات کو شکست دی لیکن ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ ہمایوں کو شکست دے کر خود بادشاہ بن گیا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ہمایوں ایران چلا گیا اور پندرہ سال کے بعد ایران کی مدد سے اس نے اپنا تخت دوبارہ حاصل کر لیا۔ لیکن ایک سال کے بعد وہ ایک حادثے میں فوت ہو گیا۔

شیر شاہ سوری ؒ ۱۵۴۰ء۔۱۵۴۵ء

شیر شاہ سوری نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں راجپوتانہ۔ مالوہ اور بندیلکھنڈ کو فتح کیا آخری مرتبہ کالنجر کے قلعے پر حملے کے دوران بارود میں آگ لگنے سے وہ فوت ہو گیا۔
شیر شاہ سوری تاریخ کے قابل ترین بادشاہوں میں تھا۔ اس نے سہسرام میں

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے مزار پر بھی ایک کتبہ سلطان محمد تغلق کے عہد ۱۳۲۷ء کا نصب ہے وہ غیاث الدین تغلق کے عہد میں بدایوں آیا تھا اور تخت نشین ہونے کے بعد یہ عمارت بنوائی تھی۔ سلطان فیروز تغلق نے ۱۳۷۵ء میں موضع مولی تحصیل بدایوں میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا اور فیروز پور موسوم کیا۔ بدایوں ہی میں حضرت شاہ ولایتؒ کی درگاہ کے دروازے کے گنبد میں جو کتبہ نصب ہے اس میں تحریر ہے کہ اس عمارت کو محمود شاہ بن سلطان فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۸۹ء میں تعمیر کرایا تھا۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اپنا عالی شان مقبرہ بنوایا۔ اس نے وسیع اصلاحات کیں۔ بعد میں ٹوڈرمل نے اس کی اصلاحات سے فائدہ اٹھایا۔ شیر شاہ نے طویل سڑکیں بنوائیں اور سڑکوں کے کنارے درخت لگوائے جگہ جگہ کوئیں کھدوائے اور سرائیں بنوائیں۔

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا اسلام شاہ ۱۵۴۵ء سے ۱۵۵۳ء تک بادشاہ رہا اس کے زمانے میں انتشار رہا اور سارا اختیار ہیمو بقال کے ہاتھ میں تھا۔

جلال الدین اکبر اعظم ۱۵۵۶ء - ۱۶۰۵ء

اکبر کو سب سے پہلے ہیمو بقال سے مقابلہ کرنا پڑا جو خود کو سارے ملک کا حکمراں تصور کرتا تھا اس خیال سے اس نے بکرماجیت کا لقب اختیار کیا تھا۔ ۱۵۵۶ء میں پانی پت کے میدان میں جنگ ہوئی جس میں ہیمو گرفتار ہو گیا اور اکبر کے اتالیق بیرم خاں کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اکبر نے گوالیار اجمیر اور جونپور پر از سر نو اقتدار قائم کیا۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اعلیٰ پور تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں سید خاندان کے آخری بادشاہ سلطان علاؤالدین سے منسوب ہے اس نے یہاں کی جامع مسجد بنوائی تھی اس کا اور اسکی والدہ کا مقبرہ سرائے میراں بدایوں میں ہے اس کے علاوہ بدایوں میں ملک تمن مخاطب بہ غازی الملک حاکم بدایوں کا مقبرہ بھی ہے وہ سلطان محمد شاہ کے زمانے میں بدایوں کا حاکم تھا جب

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۱۵۶۰ء میں اکبر نے بیرم خاں کو برطرف کردیا اور خود سارے اختیارات سنبھال لئے اب اس نے سلطنت کی وسعت پر توجہ دی۔ سب سے پہلے گونڈوانہ کی رانی درگاوتی کو شکست دے کر اسکے علاقے پر قبضہ کیا۔ خان زماں اور دوسرے امرا کی بغاوت پر قابو پانے کے بعد ۱۵۶۷ء میں اس نے چتوڑ پر حملہ کیا اور پانچ ماہ محاصرہ جاری رکھا۔ راجہ جے مل کے مارے جانے کے بعد چتوڑ والوں نے مقابلہ ختم کردیا۔ اگلے سال ۱۵۶۸ء میں رنتھمبور پر حملے کے بعد میواڑ کو چھوڑ کر سارے راجپوتانے پر اکبر کا تسلط قائم ہوگیا۔ اب راجپوتانہ کی حیثیت ایک صوبے کی ہوگئی جس کا مرکز اجمیر تھا۔ اس کے بعد اکبر نے مندرجہ ذیل علاقوں پر فتوحات حاصل کیں۔

۱۵۷۲ء	گجرات	۱۵۹۲ء	اڑیسہ
۱۵۷۵ء	بنگال	۱۵۹۴ء	بلوچستان
۱۵۷۶ء	میواڑ	۱۵۹۵ء	قندہار
۱۵۸۶ء	کشمیر	۱۵۹۹ء	خاندیش
۱۵۹۱ء	سندھ	۱۶۰۱ء	اسیر گڑھ۔ احمد نگر اور برار

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مبارک شاہ کو سرور الملک نے قتل کرکے محمد شاہ کو کٹھ پتلی بادشاہ بنادیا اور خود حکومت کرنے لگا تو ملک چمن حاکم بدایوں ملک اللہ داد حاکم سنبھل اور دوسرے امرا نے اتحاد کرکے سرور الملک کو قتل کردیا تو ملک چمن کو بدایوں کے علاوہ امروہے کی جاگیر اضافے میں ملی (کنز التاریخ)

کرت پور تحصیل نجیب آباد ضلع بجنور کو بہلول لودی نے آباد کیا تھا۔ سکندر لودی نے سنبھل میں کئی سال اپنا دار الخلافہ رکھا۔ سکندر لودی کا بھائی بارک شاہ لڑائی کے بعد قلعہ بدایوں میں محصور ہوگیا اور کچھ مدت جنگ کرتا رہا صلح کے بعد جونپور کی حکومت پر فائز کردیا گیا۔ ابراہیم لودی کے زمانے میں بدایوں جونپور کی سلطنت میں شامل ہوگیا جو دریا خاں لوہانی نے قائم کی تھی۔ (گزیٹیر اضلاع بجنور و مرادآباد و بدایوں)

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اکبر کو تعمیرات کا بھی شوق تھا ۱۵۶۵ء میں اس نے قلعہ آگرہ کی فصیل اور قلعے کے اندر متعدد عمارات بنوائیں۔ آگرے کے قریب فتح پور سیکری میں شاہی محلات کی تعمیر چھ سال میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۵۷۱ء میں بادشاہ نے وہاں مستقل قیام اختیار کیا۔ یہاں اس زمانے کے مشہور بزرگ شیخ سلیم چشتیؒ کی سکونت تھی۔ اکبر کو ان سے بہت عقیدت تھی ان کی دعا سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تھا۔ ان کا مزار فتح پور سیکری کی جامع مسجد کے صحن میں زیارت گاہ ہے۔

اکبر کے عقائد میں خرابی شیخ مبارک ناگوری اور اسکے بیٹوں فیضی اور ابو الفضل نے پیدا کی۔ شیخ مبارک نے ایک محضر تیار کیا تھا جس میں اکبر کو دین کے معاملے میں بھی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بابر اپنے مختصر دورِ حکومت میں سنبھل آیا تھا اس کے زمانے میں باغیوں نے مغل گورنر زاہد خاں کو سنبھل سے نکال دیا تھا اس وجہ سے بابر نے ایک بڑی فوج کے ساتھ ہمایوں کو باغیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ سنبھل ہی میں ہمایوں کو بابر کے انتقال کی خبر ملی سنبھل کی جامع مسجد میں جو کتبہ نصب ہے اسکے مطابق ہندو بیگ نے ۹۳۶ھ میں بابر کے حکم پر یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ یہ مسجد پرانے شہر کے مرکز میں بلندی پر واقع ہے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سارے اختیارات دیدے گئے اور ایک نیا مذہب دین الٰہی کے نام سے رائج کیا گیا اور علما و امرا کو مجبور کیا گیا کہ وہ نیا مذہب اختیار کریں اکبر نے راجپوت رانیوں سے شادیاں کر کے راجپوتوں سے رشتہ داری پیدا کی اور وہ اس کے بہی خواہ بن گئے یہ رانیاں مذہب کے معاملے میں آزاد تھیں اور داخلی طور پر اپنی مذہبی رسوم ادا کرتی تھیں دین الٰہی کا مقصد بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک مذہب کا پابند بنانا اور ملکی اتحاد پیدا کرنا تھا۔

اکبر کے حکم سے راجہ ٹوڈر مل نے مالگذاری کے نظام میں اصلاحات کیں ان اصلاحات سے کسانوں کو تحفظ ملا اور ملک کے مالیات میں اضافہ ہوا ملک میں خوشحالی کا دور آیا اور غلہ ارزاں ہوگیا۔

دین الٰہی کی تبلیغ کے باوجود اکبر کو مسلمان صوفیا سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ بڑی عقیدت سے اجمیر میں حاضری دیتا تھا وہاں اس نے کئی مساجد اور دوسری عمارتیں بنوائیں اس نے فتح پور سیکری میں شیخ سلیم چشتی کی درگاہ بھی بنوائی۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مسجد کا بڑا گنبد۔ دیواریں اور صحن پتھر سے بنائے گئے ہیں دونوں طرف پتھر کی سیڑھیوں سے مسجد کی چھت پر جانے کا راستہ ہے جہاں سے پورے شہر کا منظر نظر آتا ہے۔ مسجد میں ایک اور کتبہ ۱۶۵۷ء کا نصب ہے جس کے مطابق رستم خاں گورنر سنبھل نے مسجد کی مرمت کرائی تھی۔

چونسہ کی جنگ کے بعد شیر شاہ نے ہیبت خاں نیازی کو ہمایوں کے تعاقب میں روانہ کیا جس نے اودہ پر قبضہ کرنے کے بعد سنبھل سے مغلوں کو نکالا اور شہر کو تاراج

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

اکبر اگرچہ پڑھا لکھا نہ تھا لیکن اسے علم سے بہت دلچسپی تھی۔ اس نے دوسری زبانوں کی کتابوں کے ترجمے کرائے اور کتب خانے قائم کئے۔ اسکے دربار کے نورتن مشہور ہیں جن میں فیضی بڑا شاعر ابوالفضل بڑا مصنف۔ راجہ ٹوڈرمل ماہر مالیات۔ راجہ مان سنگھ اور راجہ بھگوانداس بڑے جنرل تانسین بڑا موسیقار اور بیربل بڑا مدبر تھا۔ فیضی نے قرآن پاک کی تفسیر سواطع الالہام۔ ابوالفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ اور ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ جیسی اہم کتابیں لکھیں۔

نورالدین جہانگیر ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء

جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد اسکے بیٹے خسرو نے بغاوت کی۔ جنگ میں اس نے شکست کھائی اور گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا اسکی قبر الہ آباد کے خسرو باغ میں ہے اسکے بعد مردوان کے حاکم شیر افگن نے بغاوت کی اس نے شاہی امیر قطب الدین کوکہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کیا۔ شیرہ شاہ سے قصبہ شیر کوٹ تحصیل دھام پور ضلع بجنور موسوم ہے وہ کٹھیریوں کو مطیع کرنے کے بعد کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی میں آیا تھا اس مقام کا نام اس نے شیر گڑھ رکھا۔ شیر شاہ نے سنبھل کی حکومت پر پہلے ناصر خاں اور بعد میں عیسیٰ خاں کالکا پوری کو مقرر کیا۔ قنوج میں ہمایوں کی شکست کے بعد بیرم خاں سنبھل کو فرار ہوگیا اور یہاں اپنے دوست عبدالوحد کے پاس پناہ لی جس نے خوف کی وجہ سے اس کو لکھنور (شاہ آباد ضلع رام پور) کے کٹھریا سردار رتن سین کے پاس بھیجدیا اس نے بیرم خاں کو ترائی کے جنگلات میں چھپا دیا۔ ناصر خاں نے راجہ کو مجبور کیا کہ وہ بیرم خاں کو اس کے حوالے کردے بیرم خاں کی جان عیسیٰ خاں نے بچائی اور وہ فرار ہو کر گجرات میں ہمایوں سے جاملا۔ اس نے

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سے مقابلہ کیا۔ مقابلے میں قطب الدین کوکہ اور شیر افگن دونوں مارے گئے۔ جہانگیر نے شیر افگن کی بیوہ مہر النسا سے شادی کرلی اور اسے پہلے نور محل اور بعد میں نور جہاں کا خطاب دیا اور اس کا نام اپنے سکوں پر بھی کندہ کرایا۔ اسکے باپ کو اعتماد الدولہ اور بھائی کو آصف خاں کا خطاب دیا۔ جہانگیر کے زمانے میں ادے پور کے راجا امر سنگھ اور اسکے بیٹے کرن سنگھ نے اطاعت قبول کرلی ان کو اعلیٰ منصب دئے گئے۔

جہانگیر کے زمانے میں جیمس اول شاہ انگلستان نے اپنے سفیر تھامس راؤ کو ہندوستان بھیجا۔ اس نے اپنی یادداشتوں میں دربار کے حالات تحریر کئے ہیں ان میں دروغ گوئی زیادہ ہے۔

جہانگیر کے ایک امیر نے کانگڑہ کا مضبوط قلعہ ۱۶۲۰ء میں فتح کیا لیکن اسی سال

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

واپس آکر اپنے محسن عیسیٰ خاں کو دوبارا سنبھل کی حکومت عطا کردی عیسیٰ خاں بڑا قابل حاکم تھا اِس نے جرائم کا سدباب کیا اور کٹھیریوں کو اطاعت پر مجبور کیا اس نے جنگلات صاف کرادئے اور آراضی کی پیمائش کے مطابق لگان مقرر کیا اس نظام کو شیرشاہ اور اکبر نے اپنی اصلاحات کی بنیاد بنایا۔

پرگنہ اعظم پور بلکہ پورا ضلع سنبھل اکبر نے اپنے رشتہ دار مرزا سلطان محمد اور اسکے بیٹوں کو دیدیا انہوں نے ۱۵۶۱ء میں بغاوت کردی اور جونپور میں دوسرے باغی علی قلی خاں سے جا ملے۔ علی قلی خاں سے ان کی نہ بنی اور انہوں نے واپس ہوکر مغرب میں دہلی تک کا علاقہ تباہ کردیا وہاں منعم خاں نے ان کو جنوب کی طرف دھکیل دیا ۱۵۷۳ء

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

شاہ ایران نے قندہار پر قبضہ کرلیا جس کا جہانگیر کو بہت صدمہ ہوا اس نے شہزادہ خرم کو حکم دیا کہ قندہار واپس لیا جائے لیکن یہ مہم شہزادے کی بغاوت کی وجہ سے نامکمل رہی جہانگیر عدل و انصاف کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہ صاحب سیف و قلم تھا اس نے اپنے حالات زندگی تزک جہانگیری میں بڑی عمدگی سے تحریر کئے ہیں تزک سے پتہ ملتا ہے کہ وہ موسیقی، شاعری اور مصوری میں گہری نظر رکھتا تھا۔

شہاب الدین شاہجہان ۱۶۲۷ء - ۱۶۵۸ء

شاہ جہاں نے صرف کثیر سے تخت طاؤس بنوایا جو دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اسکے علاوہ اُس نے اپنی ملکہ ممتاز محل کا بے نظیر مقبرہ تاج محل بنوایا وہ بھی دنیا کی

مرزا ابراہیم حسین خان اور دوسرے جاگیردار سنبھل میں قلعہ بند ہو گئے ان کو حسین خاں ٹکریہ نے سزا دی جو بریلی سے سنبھل پہنچا اور ابراہیم حسین کو اس ضلع سے نکال دیا۔ معین الدین خاں کو سنبھل کی حکومت میر محمد خاں کلاں کے بعد ملی تھی ۱۵۷۷ء میں اس کا جانشین حکیم عین الملک شیرازی ہوا جس نے بریلی کا قلعہ تعمیر کرایا۔ اور ۱۵۸۲ء میں عرب بہادر اور شاہ دانا نے جنگ کی۔ شاہ دانا شہید ہو گئے اور عرب بہادر پہاڑ کی طرف فرار ہو گیا۔ شاہ دانا کا مقبرہ بریلی میں زیارت گاہ ہے۔

اکبر کے زمانے میں سرائے ترین سنبھل کی مسجد ۱۵۵۹ء میں تعمیر ہوئی اور گولا رائے پور تحصیل پوایاں ضلع شاہجہانپور کا قصبہ کا نٹ   جس پر پہلے کٹھیریوں کا قبضہ

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

لاثانی عمارتوں میں ہے اسکے علاوہ دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد: لال قلعہ کا دیوان عام دیوان خاص- موتی مسجد نیز آگرے اور لاہور کے قلعوں کی عمارتیں اسکی یادگار ہیں ان سے شاہ جہاں کے تعمیری ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

شاہ جہاں کے زمانے میں دکن کی سلطنتوں احمد نگر- بیجاپور اور گولکنڈہ نے اطاعت قبول کر لی لیکن قندہار حاصل کرنے کے لیے تین مہمیں ناکام رہیں۔

محی الدین اورنگ زیب عالم گیر ۱۶۵۸ء - ۱۷۰۷ء

شاہ جہاں کے زمانے میں اس کا ولی عہد اور بڑا بیٹا دارا شکوہ باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ پنجاب اور شمال مغربی صوبوں کا حاکم تھا جہاں وہ اپنے

تھا اکبر کے زمانے میں ایک بڑے صوبے کا صدر مقام بنا۔ یہاں کا پہلا حاکم حسین خاں ٹکریہ تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی اسکے زمانے میں کئی سال کانٹ گولا کے قاضی رہے۔ کانٹ میں قلعہ ایک ٹیلے کی شکل میں موجود ہے۔ شاہجہاں پور کے آباد ہونے کے بعد کانٹ روبہ زوال ہوا۔ یہاں ایک کتبہ ۱۶۰۹ء کا ملا ہے۔

قصبہ سینتھل تحصیل نواب گنج ضلع بریلی کو اکبر کے زمانے میں ایک بزرگ سید امان اللہ نے آباد کیا تھا۔ یہ علاقہ ان کو شاہ دہلی کی طرف سے جاگیر میں ملا تھا ان کی اولاد اب بھی یہاں آباد ہے۔

بریلی دور اکبری میں سرکار بدایوں میں شامل ہوا ۱۵۶۹ء میں سرکار سنبھل سے متعلق ہوگیا اور ۱۵۷۱ء میں کانٹ گولا کی حکومت میں شامل ہوا ۱۵۷۷ء میں بریلی اور سنبھل کا حاکم حکیم عین الملک شیرازی مقرر ہوا اس نے بریلی کی قلعہ بندی کی اور پرانے شہر میں مرزائی باغ بنوایا اور وہیں ایک وسیع اور خوبصورت مسجد ۱۵۷۹ء میں مرزائی مسجد کے نام سے بنوائی جس کو بادشاہی مسجد بھی کہتے تھے مسجد میں فیضی کی عربی میں تاریخ کندہ ہے۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

نائبوں کے ذریعے حکومت کرتا تھا۔ دوسرا بیٹا شجاع بنگال اور اڑیسہ کا حاکم تھا۔ تیسرا بیٹا اورنگ زیب دکن پر حکمران تھا۔ اور چوتھا بیٹا مراد گجرات اور مغربی علاقے کا حاکم تھا۔ ۱۶۵۷ء میں شاہ جہاں بیمار ہوگیا۔ اسکی بیماری کی اطلاع ملنے پر شجاع نے بنگال میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اورنگ زیب نے مراد کے ساتھ اتحاد کرلیا اور اس سے اقرار کیا کہ پنجاب اور شمالی مغربی علاقے پر مراد کی حکومت ہوگی اور

اکبر کے زمانے میں شہر بدایوں میں زبردست آگ لگی جس سے سارا شہر جل گیا اور ہزاروں مرد عورت اور بچے جل گئے۔ جامع مسجد کا گنبد بھی جل کر گر گیا۔ نواب قطب الدین کوکہ نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا اور یہاں ایک کتبہ لگا دیا۔ ان کی اولاد

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

باقی علاقہ اورنگ زیب کے پاس رہے گا۔ شاہجہان نے داراشکوہ کے لڑکے سلیمان شکوہ کو شجاع کے مقابلے پر بھیجا لیکن وہ مہم میں ناکام رہا۔ اسی اثنا میں اورنگ زیب اور مراد آگرے تک پہنچ گئے اور سامو گڑھ میں دونوں نے داراشکوہ کا مقابلہ کیا۔ داراشکوہ نے شکست کھائی اور اورنگ زیب نے آگرے کے قلعے پر قبضہ کرکے شاہجہاں کو قید کر دیا اس کا انتقال قیدہی میں ۱۶۶۶ء میں ہوا۔ مراد نے بھی اورنگ زیب کا مقابلہ کیا لیکن وہ ناکام رہا اور گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ شجاع نے بھی جنگ میں شکست کھائی اور بنگال کی طرف فرار ہو گیا وہاں سے وہ اراکان چلا گیا اور راجہ اراکان نے اسے قتل کر دیا۔ داراشکوہ بھی سندھ سے گرفتار کرکے دہلی لایا گیا اور وہاں قتل کر دیا گیا۔

اورنگ زیب نے ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ کو فتح کیا۔ مرہٹہ سردار شیواجی سے اورنگ زیب کے کئی مقابلے ہوئے اس کے بعد اس کا لڑکا سمبھاجی ۱۶۸۹ء میں گرفتار کرکے قتل کر دیا گیا۔ اس کا سات سالہ لڑکا ساہو بادشاہ کی ملازمت میں آ گیا۔ اب سمبھاجی کے بھائی راجہ رام نے انتظام سنبھال لیا وہ ۱۷۰۰ء میں مر گیا۔ تو اس کی بیوہ تارابائی کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا۔ اس کا پایہ تخت ستارا تھا اس نے عرصے تک شاہی افواج کا مقابلہ کیا آخر ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کا انتقال ہو گیا۔

شیخوپور تحصیل بدایوں میں آباد ہے یہاں قلعہ اور نواب فرید خاں بن قطب الدین خاں کا مقبرہ ہے۔ نواب فرید خاں نے قصبہ فریدپور ضلع بریلی آباد کیا تھا۔

سنبھل کی جامع مسجد کے ایک کتبے کے مطابق ۱۶۲۶ء میں رستم خاں نے مسجد کی مرمت کرائی تھی۔ جمروا تحصیل رام پور کا نام رستم خاں نے رستم نگر رکھا تھا۔ جہاں آباد تحصیل بجنور کا نام پہلے گوردھن نگر تھا۔ اُسے نواب شجاعت خاں ولد جہانگیر خاں ولد سید محمود بارہ نے شاہ جہاں کے نام سے موسوم کیا۔ شجاعت خاں کا مقبرہ ۱۶۴۷ء میں تعمیر کیا گیا اس کی اولاد کی جاگیر ۱۸۵۸ء میں ضبط کرکے چوہانوں کو دے دی گئی سیل گڑھ تحصیل نجیب آباد کو شاہ جہاں کے زمانے میں ایک نومسلم امیر سیل خاں نے آباد کیا تھا۔ حسن پور ضلع مراد آباد حسن خاں مبارک خاں کے نام سے موسوم ہے جس نے ۱۶۳۴ء اس مقام پر قبضہ کرلیا تھا۔ ادجھاری تحصیل حسن پور کے مغرب میں عیدگاہ اور ایک درویش داؤد شاہ کی درگاہ ہے جہاں ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ جہان آباد تحصیل پیلی بھیت کو دورِ شاہ جہانی میں ایک امیر مبارک خاں نے آباد کیا تھا۔ اور بادشاہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔

شاہ جہاں کے زمانے میں صدر مقام بریلی کردیا گیا اور بدایوں سرکار بھی سرکار بریلی میں شامل کردی گئی۔ اس کے زمانے میں نذر محمد خاں حاکم بدایوں نے ۱۶۳۱ء میں دریائے سوت کا پل بنوایا تھا۔ دورِ روہیلہ میں فتح خاں خانساماں نے دوبارہ بنوایا۔ صدر مقام بریلی منتقل ہونے کے بعد ابتدائی دور میں عبداللہ خاں ملیح آبادی اور مالک چند گورنر مقرر ہوئے ۱۶۲۸ء میں کیٹھریوں نے کانٹ گولہ کے مقام پر شاہی خزانہ چھین لیا دریا خاں کے بیٹے بہادر خاں نے ان کو شکست فاش دی دلیر خاں کو انعام میں جاگیر ملی۔

دلیر خاں نے بادشاہ کے حکم پر شاہجہانپور اور شاہ آباد کو بسایا شاہ جہانپور میں قلعہ بنوایا

[redacted]

اس کے بھائی بہادر خاں نے یہاں پٹھانوں کو آباد کیا۔

۱۶۵۰ء میں مانک چند کا بیٹا مکرند رائے اس کا جانشین ہوا اس نے بریلی کی جامع مسجد اور قلعہ بنوایا اور نئے شہر کی بنیاد رکھی اور مکرند پور، عالم گیری گنج، ملوک پور، کنور پور اور بہاری پور کے محلے آباد کیے۔ مکرند رائے نے شاہی فرمان کے خلاف فرید پور کے جنگھارا سردار دھیان رائے کو توپ سے اڑا دیا کیونکہ اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا تھا جو مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے چچا کلیان رائے یعنی دھیان رائے کے باپ کے مرنے کے بعد اس کے علاقے پر قابض ہو گیا تھا۔ مکرند رائے گرفتار کر لیا گیا اور اسے سخت سزا دی گئی ۱۶۷۹ء میں بریلی کا گورنر محمد رفیع تھا اس نے جنگھاروں سے مقابلے کیے اور دیورنیہ ضلع بریلی بھیت کو جلا دیا اور کٹھیریوں کو بغاوت کی سخت سزا دی

تاریخ دور روہیلہ

اورنگ زیب کے آخری دور ۱۷۰۰ء میں کٹھیر کے ناظم لکھنؤ کے نواب عظمت اللہ خاں فاروقی مقرر ہوئے ان کے خاندان میں پچاس سال روہیلکھنڈ کی حکومت محمد شاہ تک رہی ان کے زمانے میں روہیلہ پٹھانوں نے زور پکڑا جو ان کی ملازمت میں تھے ان کا سردار داؤد خاں تھا جو راجہ کمایوں کا ملازم تھا راجہ نے کسی وجہ سے داؤد خاں کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ اس کا متبنیٰ علی محمد خان اپنے گروہ کے ساتھ عظمت اللہ خاں کا نوکر ہو گیا نواب نے اس پر بڑی شفقت اور مہربانی کی اور آنولہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ سلطنتِ دہلی کی بدانتظامی کی وجہ سے علی محمد خاں کے پاس بڑی سپاہ افاغنہ جمع ہو گئی۔ ہر سند فوجدارِ مراد آباد نے اس کے خلاف فوج کشی کی۔

علی محمد خاں نے بڑی عاجزی سے پیغام صلح دیا۔ جب ہرنند صلح پر راضی نہ ہوا تو علی محمد خاں نے بلاری میں اس پر حملہ کیا ہرنند مارا گیا۔ دلیر خاں اور عبدالنبی خاں فوجدار بریلی جو ہرنند کی مدد کو آئے تھے وہ بھی مارے گئے اب علی محمد خاں کی شوکت و عظمت دوچند ہو گئی۔ انہوں نے سارے ملک کٹھیر پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے بہت سی مساجد و مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ اسلام کی اشاعت کی۔ ان کی خدمت میں ہر طرف سے گروہ علما و فقرا و صلحا آتے تھے اور جاگیر پاتے تھے محمد شاہ دہلی نے ان کو خطاب نوابی و نقارہ منصب ششش ہزاری عطا کیا۔

امرائے شاہی نواب علی محمد خاں سے بہت حسد کرتے تھے اور ان کے زوال کے خواہاں تھے ۱۱۶۲ھ میں صفدر جنگ کی تحریک پر محمد شاہ بذات خود روہیلوں کے اخراج کے لیے روانہ ہوا نواب علی محمد خاں آنولہ کو چھوڑ کر بنگڑھ میں مقیم ہو گئے۔ وزیراعظم قمرالدین خاں بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا وہ نواب علی محمد خاں کا طرفدار تھا۔ جب نواب نے پیغام صلح دیا تو وزیراعظم نے سفارش کی بادشاہ نے اسکی سفارش قبول کی اور علی محمد خاں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گیا روہیلکھنڈ کی صوبیداری پر نواب معین الدین خاں اور فرید الدین خاں پسران عظمت اللہ خاں کو مقرر کیا نواب علی محمد خاں کو حاکم سرہند مقرر کیا گیا۔ وہاں انہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے صفدر جنگ کی فوج ترائی سے روہیلوں کو نکالنے کے لیے پہنچی۔ روہیلوں نے مرادآباد پر حملہ کیا اور فرید الدین کو قتل کر دیا اسکی جگہ راجہ چھتر بھوج بھیجا گیا جسکو روہیلوں کے علاوہ فرید الدین کے بھتیجے قطب الدین محمد خاں کا مقابلہ کرنا پڑا اسکو بریلی کے گورنر ہدایت علی خاں کی مدد سے نکالا گیا حافظ رحمت خاں ساٹھ ہزار فوج لیکر دہلی گئے اور نواب

علی محمد خاں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ جب احمد شاہ ابدالی نے سرہند پر حملہ کیا تو نواب
علی محمد خاں اپنی پرانی ریاست آنولہ چلے آئے لیکن انکے دو لڑکوں عبداللہ خاں اور
فیض اللہ خاں کو احمد شاہ ابدالی قندہار لے گیا ۱۷۴۹ء میں نواب کا انتقال ہو گیا
ان کے بعد حافظ رحمت خاں نے نواب مرحوم کے نابالغ لڑکے سعداللہ خاں کو نواب
بنایا اور اسکی طرف سے ملک کا انتظام چلانے لگے صفدر جنگ جو روہیلوں کا بدترین دشمن
تھا اس نے قائم خاں والیِ فرخ آباد کو روہیلوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی حافظ
رحمت خاں نے صلح کی کوشش کی اور حضرت سید احمد عرف شاہ جی میاں کو معہ
تین چار علما کے سفارت بھیجا لیکن قائم خاں مصالحت پر راضی نہ ہوا۔ آخر بدایوں
سے تین میل کے فاصلے پر جنگ ہوئی جس میں قائم خاں مارا گیا۔ صفدر جنگ نے فرخ آباد
کو اپنے علاقے اودھ میں شامل کر لیا لیکن قائم خاں کے بھائی احمد خاں نے جنگ
وجدال کے بعد اپنا علاقہ واپس لے لیا اور صفدر جنگ کو شکست دی جس نے مرہٹوں
سے مدد مانگی اور مرہٹوں اور جاٹوں کو لے کر فرخ آباد پہنچ گیا اور سرداران روہیلہ سے
تین سال کا خراج طلب کیا۔ افواجِ روہیلہ نے ۱۷۵۱ء میں سخت شکست کھائی اور
مجبور ہو کر صلح کر لی اور دستاویز ضمانت بابت ادائیگی خراج تحریر کرکے صفدر جنگ
کے حوالے کر دیں اس نے وہ دستاویز مرہٹوں کو دے دیں ۱۷۵۴ء میں صفدر جنگ
فوت ہو گیا اور شجاع الدولہ اسکا جانشین ہوا۔

۱۷۵۹ء میں نجیب الدولہ اور مرہٹوں میں جنگ چھڑ گئی۔ نجیب الدولہ نے
اپنے قلعہ سکرتال میں پناہ لی اور دوسرے روہیلہ سرداروں سے مدد مانگی حافظ رحمت
خاں اور شجاع الدولہ کی فوجوں کی آمد پر مرہٹے واپس چلے گئے ۱۷۶۱ء میں پانی پت

کی جنگ میں مرہٹوں کی شکست سے صورت حال اور بہتر ہوگئی اس جنگ میں دوندے خاں اور عنایت خاں خلف حافظ رحمت خاں نے بھی حصہ لیا ۱۷۷۰ء میں دوندے خاں کا بسولی میں انتقال ہوگیا جب سے روہیلوں کا زوال شروع ہوا۔

مرہٹوں نے روہیلکھنڈ میں غارت گری شروع کی اور انہوں نے احمد خاں ولد بخشی سردار خاں مرحوم کو اسد پور میں شکست دی اور مراد آباد کی طرف بڑھکر سارے علاقے کو تاراج کردیا۔ ضابطہ خاں جاگیردار سہارنپور مرہٹوں سے شکست کھاکر مارا گیا اور اسکے ملک پر مرہٹوں نے قبضہ کرلیا اور مراد آباد سے لیکر سنبھل و گھور تک کا علاقہ تباہ کردیا۔ شجاع الدولہ نے مرہٹوں سے صلح کی کوشش کی لیکن برسات کی وجہ سے مرہٹے خود واپس چلے گئے۔ شجاع الدولہ نے روہیلوں سے ایک عہد نامہ کیا جس کے مطابق شجاع الدولہ نے اقرار کیا کہ وہ مرہٹوں کو روہیلوں کے علاقے سے نکال دے گا اور روہیلے دس لاکھ روپیہ فوری طور پر اور باقی تیس لاکھ روپیہ تین سال میں ادا کرینگے شجاع الدولہ نے انگریزوں سے وعدہ کیا کہ چالیس لاکھ میں سے تیس لاکھ انگریزوں کو ملیں گے اور اگر روہیلے اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو روہیلکھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ انگریز کرا دینگے اور شجاع الدولہ پچاس لاکھ روپیہ انگریزوں کو ادا کرے گا دوسری طرف مرہٹوں نے حافظ رحمت خاں سے شجاع الدولہ کے خلاف مدد مانگی اور وعدہ کیا کہ وہ چالیس لاکھ روپیہ کا تمسک واپس کردینگے۔ شجاع الدولہ نے بھی سید شاہ مدن کی معرفت حافظ رحمت خاں سے درخواست کی کہ میری مدد کیجئے مرہٹوں کی شکست کے بعد تمسک واپس کردونگا حافظ رحمت خاں مرہٹوں سے مقابلے کو پہنچے اور زبردست جنگ کے بعد مرہٹے فرار ہوگئے۔ اب حافظ رحمت خاں نے تمسک کی واپسی

کا مطالبہ کیا لیکن شجاع الدولہ نے انکار کر دیا۔ شاہ مدن نے حافظ رحمت خاں کے
حق میں گواہی دی لیکن شجاع الدولہ نے کچھ توجہ نہ کی اور حافظ رحمت خاں کے پرگنے
شکوہ آباد پر قبضہ کر لیا پھر اس نے حافظ رحمت خاں سے تمسک کی رقم کا مطالبہ
کیا اور انگریزوں کی فوج کے ساتھ روہیلکھنڈ پر حملہ آور ہوا۔ روہیلہ سرداروں میں
پھوٹ تھی۔ احمد خاں بخشی اور دوندے خاں کے لڑکے شجاع الدولہ سے مل گئے عبداللہ
خاں والی شاہجہانپور نے بھی شجاع الدولہ کا ساتھ دیا حافظ رحمت خاں کی مدد
کسی نے نہ کی۔ میران پور کٹرہ میں حافظ رحمت خاں اور شجاع الدولہ کے لشکر مقابل
ہوئے۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ حافظ رحمت خاں کے سینے پر ایک گولا لگا اور وہ
جاں بحق ہوئے ان کی لاش بریلی میں دفن کی گئی۔ انگریزوں کی فوج نے بیسولی کی
طرف پیشقدمی کی اور ان کی فوج کا ایک دستہ لال ڈانگ گیا وہاں فیض اللہ خاں سے
مصالحت ہو گئی۔ رام پور اسکی جاگیر میں دے دیا گیا اور روہیلکھنڈ کے باقی علاقے
پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا اس کا
جانشین آصف الدولہ ہوا۔

حکومت اودھ نے روہیلکھنڈ کو تین حصوں میں تقسیم کیا یعنی بریلی۔ بدایوں اور
مراد آباد۔ ان کی طرف سے جو لوگ حاکم مقرر کئے گئے ان کا مقصد زیادہ سے زیادہ
روپیہ حاصل کرنا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بولی بولنے والوں کو اقتدار حوالے کرتے تھے اور
وہ لوگ غریب عوام سے زیادہ سے زیادہ رقم بٹورتے تھے۔

پٹھانوں کے زمانے میں یہ ملک جتنا خوشحال تھا اب اتنا ہی بدحال ہو گیا۔
آخر ۱۸۰۱ء میں آصف الدولہ کے جانشین سعادت علی خاں نے یہ ملک انگریزوں

کے حوالے کر دیا کیونکہ وہ ان کا مقروض ہو گیا تھا۔

روہیلکھنڈ پر حکومت اودھ کے تسلط ۱۷۷۴ء کے بیس سال بعد ۱۷۹۴ء میں اودھ اور انگریزوں کی متحدہ افواج نے رام پور پر حملہ کر دیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ نواب فیض اللہ خاں کے استقال کے بعد ان کا بڑا لڑکا محمد علی خاں مسند نشین ہوا اس کے مزاج میں غیض و غضب بہت تھا اس لیے رام پور کے عوام اسے سخت ناپسند کرتے تھے انہوں نے محمد علی خاں کو قتل کر کے اسکے چھوٹے بھائی غلام محمد خاں کو مسند پر بٹھا دیا حکومت اودھ نے اس کارروائی کو پسند نہ کیا اور محمد علی کے قصاص کے علاوہ اسکے بیٹے احمد علی خاں کو مسند پر بٹھانے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ پورا نہ ہونے پر انگریزوں کی مدد سے انہوں نے رام پور کے خلاف فوج کشی کر دی۔ بریلی کے قریب فتح گنج غربی میں سخت جنگ ہوئی جس میں نواب مصطفےٰ خاں عرف بجو خاں اور دوسرے سردار بلند خاں بڑی بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے۔ یہ لڑائی جنگ دوجوڑہ کے نام سے مشہور ہے کہ شاعروں نے اس لڑائی کے سلسلے میں جنگ نامے لکھے ہیں جس طرح راجپوتوں کی تاریخ میں آلہا اور اودل کے نام بہادری میں یادگار ہیں اسی طرح روہیلوں کی تاریخ میں بجو خاں اور بلند خاں کے نام مشہور ہیں۔

نواب علی محمد خاں نے آنولہ میں ایک عالی شان وسیع قلعہ تعمیر کرایا اسکے اندر حرم سرا دیوان خانہ دربار عام اور دربار خاص ہیں غدر ۱۸۵۷ء سے قبل اس قلعے میں تھانہ اور تحصیل قائم تھی دربار خاص کی عمارت اب بھی موجود ہے اس میں حکیم صادق علی خاں اور حکیم ولایت علی خاں نے حفظ قرآن کا مدرسہ قائم کیا تھا یہ جگہ اب غیر آباد ہے قلعہ میں ایک عمارت چو برجی کے نام سے موسوم ہے یہ حرم سرا کا حصہ ہے جسکی بلند دیواریں

اور اندرونی مستحکم عمارات شکستہ ہونے کے باوجود قابل دید ہیں آنولہ محلہ قلعہ میں طرف سرداران روہیلہ کے مکانات کے کھنڈرات ہیں بعض حویلیاں صحیح وسالم ہیں ان میں حکیم سعادت علی خاں کی اولاد آباد ہے حکیم معظم علی خاں کے مکانات کے سامنے دوندے خاں کی حویلی کے آثار ہیں قریب ہی حافظ الملک کی حویلی تھی۔ شیخ کبیر اور سردار کرم خاں کی حویلیاں محلہ گھیر کرم خاں میں تھیں۔ اسٹیشن کے راستے میں حضرت سید احمد ترمذیؒ کے شاندار محلوں کے کھنڈرات ہیں۔ بخشی سردار خاں کے محلات محلہ کٹرہ پختہ میں تھے محلہ کٹرہ خام میں بخشی صاحب کے نام سے ایک محلہ باغ بخشی بھی موجود ہے۔ فتح خاں خانساماں کی بنوائی ہوئی مسجد بارہ برج بلندی پر واقع ہے۔ مسجد کے صدر دروازہ کی بارہ سیڑھیاں ہیں مسجد میں ایک تالاب اور ایک کنواں ہے باہر چرخی کا کنواں ہے۔ محلہ قلعہ میں بیگم والی مسجد کی تعمیر بیگم نواب سعد اللہ خاں بنت نواب دوندے خاں نے کرائی تھی۔ یہ مسجد بہت وسیع اور بہت بلندی پر ہے محلہ قلعہ میں بخشی سردار خاں کی بنوائی ہوئی دو مسجدیں ہیں ایک حوض والی مسجد دوسری محلہ بزریہ میں حاجی الہٰی بخش کی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ بخشی صاحب کی قبر مسجد محلہ چھوٹا دروازہ گھیر سید احمد میں واقع ہے محلہ کٹرہ کی سب سے عظیم الشان جامع مسجد بھی بخشی صاحب کی تعمیر کردہ ہے مسجد کے باغیچے میں بخشی صاحب کی قبر ہے۔ آنولہ میں نواب علی محمد خاں کا مقبرہ نہایت شاندار اور وسیع ہے اسکی تعمیر حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے کرائی تھی مقبرہ کے ایک جانب نواب سعد اللہ خاں کا کھلا ہوا مقبرہ ہے مقبرے کے سامنے پختہ تالاب ہے جسکے شمالی گوشے کے قریب حضرت سید علی شاہ باباؒ کا مزار ہے نواب علی محمد خاں کے مقبرہ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر جانب غرب فتح خان خانساماں کا سنگ سرخ کا عالی شان مقبرہ ہے یہ شہر

ل بہت خوبصورت عمارت ہے
ٹانڈہ عرف محمد نگر آنولہ سے چار میل جانب مشرق واقع ہے یہ نواب محمد یار خان
چہارم نواب علی محمد خاں کا مستقر تھا وہ خود شاعر اور شاعروں کے سرپرست
ماں قدرت اللہ شوق مصحفی۔ تائم چاندپوری۔ فدوی لاہوری وغیرہ کا قیام رہا
مصحفی نے ٹانڈہ کی ادبی صحبتوں کو بڑی حسرت سے یاد کیا ہے۔ نواب محمد یار خاں
ے کے آثار رہ گئے ہیں۔
حافظ رحمت خاں نے بریلی کو اپنا دارالحکومت بنایا اور اپنے بڑے لڑکے
ن خاں کو وہاں کے قلعے میں مقیم کیا اس وقت سے بریلی کی رونق کو چار چاند لگ
حافظ الملک نے روہیلکھنڈ میں بہ کثرت گڑھیاں قلعے۔ شہر بسائیں۔ محل
شن۔ مسافر خانے۔ مہمان خانے۔ باغات۔ سڑکیں۔ نہریں۔ تالاب۔ مدرسے
یں اور مقبرے تعمیر کرائے جن میں سے بعض شکستہ اور بعض بہتر حالت میں ہیں۔
الملک نے بریلی میں مبارک محل۔ دیوانِ عام۔ دیوانِ خاص۔ قلعہ۔ مسجد اور حمام
ئے۔ شجاع الدولہ نے ان کو مسمار کرا کے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اب ان کے جائے
کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ قلعہ شہر کے جانب غرب واقع تھا اب ایک محلہ اس نام سے
ہے۔ قلعے کے موجودہ دروازے جان انگلس کلکٹر ضلع کے عہد کی تعمیر ہیں حافظ
کی ہمشیرہ بی بی صاحبہ نے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد تعمیر کرائی جو بی بی جی کی
کے نام سے محلہ بہاری پور میں موجود ہے حافظ الملک کے فرزند اکبر عنایت خاں نے محلہ
عنایت گنج آباد کیا تھا جو شہر کہنہ میں موجود ہے عنایت خاں کا انتقال ۱۷۷۳ء
بریلی میں حافظ الملک کے مقبرہ کے نزدیک سڑک پار باغِ عنایت خاں میں دفن

دے قبر ابھی تک محفوظ ہے حافظ الملک کے ایک اور صاحبزادے ذوالفقار خاں ۱۷۹۷ء
نے ایک بڑا بازار ذوالفقار گنج بنوایا جو اب شہامت گنج کہلاتا ہے۔ انہیں نے حافظ
ملک کا مقبرہ تعمیر کرایا جس کا آغاز ۱۷۷۵ء میں دیوان راؤ پہاڑ سنگھ نے کیا تھا مقبرہ
لہ باقر گنج خان محمد خاں کے باغ میں واقع ہے ۱۸۱۹ء میں انگریزوں نے گنبد۔ مسجد
پھاٹک اور چار دیواری بنوائی۔ نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے نواب خان بہادر خاں مجاہد
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نے اپنے عارضی اور مشکل ترین زمانہ حکومت میں بھی کئی عمارتیں بنوائیں
ن کی بنوائی ہوئی ایک مسجد محلہ بھوڑ کھیڑا خان بہادر خاں میں واقع ہے۔ حافظ الملک
کے ایک اور بیٹے نواب مستجاب خاں نے ۱۸۲۲ء میں ایک باغ لگوایا تھا جو قلعہ کی سڑک
کے پاس اسٹیشن سے جانب شمال واقع ہے اور باغ نواب مستجاب خاں کے نام
سے موسوم ہے نواب مستجاب خاں کی قبر اسی باغ میں ہے۔

حافظ الملک کے ایک سردار محمد میر خاں نے میر گنج بسایا وہ جنگ پٹنہ میں میر
قاسم کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے تھے لاش میر گنج لاکر دفن کی گئی قبر موجود ہے۔

حافظ الملک کے زمانے میں صندل خاں شہر بریلی کے کوتوال تھے انہوں نے قلعہ کے
قریب ایک محلہ آباد کیا جو بزریہ صندل خاں کے نام سے موسوم ہے اس محلے میں نواب نیاز
احمد خاں ہوش بریلوی کا مکان ہے اس میں ان کے پوتے نواب وقار احمد خاں
رہتے ہیں اب یہ محلہ نواب وقار احمد خاں کے نام سے موسوم ہے ایک اور روہیلہ سردار
احمد علی خاں نے ایک وسیع باغ اور تالاب بنوایا تھا تالاب کو میونسپل بورڈ بریلی
نے بند کرا دیا ہے۔

حافظ الملک کے پیر حضرت سید احمد عرف شاہ جی بابا بسرہ حضرت سید علی ترمذی

عرف پیر بابا صاحبؒ آسودہ بنیر ضلع سوات قلعہ نو محلہ میں رہتے تھے اب قلعہ کا کوئی وجود نہیں صرف نو محلہ کی عظیم الشان مسجد باقی ہے جس کے صحن میں حضرت شاہ جی باباؒ اور ان کے صاحبزادے شاہ معصوم صاحبؒ کے مزارات ہیں مسجد کے مشرق میں سادات نو محلہ کا قبرستان ہے اس مسجد کی مرمت خان بہادر رحیم داد خاں رئیس بریلی نے کرائی تھی کتبہ تاریخ بہ حرمت خواہان بریلوی کی تاریخ "خوشا مسجدہ گاہ آمد اللہ اکبر" کندہ ہے۔ سادات نو محلہ کی حویلیاں جو نہایت وسیع تھیں ۱۸۵۷ء میں مسمار کر دی گئیں ان کی جگہ ۱۸۸۶ء میں شہر بریلی کا شاندار کتب خانہ تعمیر ہوا محلہ جسولی میں اخوند محمد زیارت خاں ۱۱۸۷ھ کا مزار اور مسجد ہے جو اخوند زادے کی مسجد کہلاتی ہے اخوند صاحب بڑے صاحب باطن بزرگ تھے حافظ الملک خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

حافظ الملک کے دیوان راجہ مان رائے نے ایک بڑی عالی شان حویلی تعمیر کرائی تھی اس حویلی میں مغل بادشاہ شاہ عالم مقیم ہوا تھا۔ کرڑہ مان رائے کا بلند پھاٹک ابھی تک موجود ہے۔ راجہ صاحب نے بریلی میں ایک عظیم الشان بارہ دری بھی بنوائی تھی۔ راجہ مان رائے کے بعد راؤ پہاڑ سنگھ دیوان ہوئے ان کی حویلی شکستہ حالت میں گڑھی پہاڑ سنگھ میں باقی ہے ان کے بھائی چیت رائے کا دان کیا ہوا ایک بہت بڑا باغ سادھوؤں کی ملکیت میں ہے جو باغ چینت رائے کے نام سے موسوم ہے

بدایوں میں فتح خاں خانساماں گورنر بدایوں کی پرشکوہ اور عظیم الشان حویلیاں پھاٹک ٹولہ حسینی گلی میں تھیں بدایوں کی پرانی تحصیل فتح خاں خانساماں کی اس حویلی میں مدت تک رہی۔ فتح خاں خانساماں نے اپنے مکانات کے احاطے میں

ایک شاندار مسجد بنوائی تھی جس کا اب وجود تک نہیں ہے۔ منتخ خاں خانساماں کی تعمیر کردہ ایک سرائے۔ کاروان بازار۔ عالم گیری گنج (پرانا بازار) میں موجود ہے۔ سڑک کے قریب ہی ان کا بنوایا ہوا ایک حمام ہے اس میں یہ کاریگری ہے کہ حوض کی نالیوں کا پانی اندرون زمین معلوم نہیں ہوتا حالانکہ اس کا سراغ لگانے کی بہت کوشش کی گئی۔

بدایوں میں فتح خاں خانساماں کے بنوائے ہوئے تین بڑے کنوئیں بھی ہیں پہلا کنواں نکیت گنج میں دوسرا چوک حلوائیاں پر تیسرا کچہری بدایوں کے راستے میں ہے فتح خاں خانساماں نے دریائے سوت پر تین پل بنوائے تھے یہ تینوں پل ٹوٹ چکے ہیں۔ قصبہ اودسیت میں خانساماں نے ایک بڑا شاندار قلعہ تعمیر کرایا تھا اس میں تھانہ اور تحصیل قائم کی گئی۔ تحصیل داتا گنج کو منتقل ہونے کے بعد بھی تھانہ قائم رہا ۱۹۴۵ء میں اسکی عمارت دوبارا بنوائی گئی اب اودسیت میں خانساماں کی یادگار صرف ایک مسجد ہے جو قلعہ کے دروازے پر ہے اور نہایت وسیع ہے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی کچھ یادگاریں بدایوں میں ہیں انہوں نے اپنے والد شاہ عالم خاں کی قبر پر ایک باغ لگوایا تھا جو حافظ باغ کہلاتا تھا۔ قبر پر حریم اور اسکے گرد ایک پختہ چار دیواری بھی بنوائی تھی ان کے علاوہ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اب تک موجود ہے مقبرہ شکستہ حالت میں ہے حافظ الملک نے حضرت سید احمد صاحبؒ (والد ماجد حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) کے مزار واقع ساگر تالاب میں ۱۱۷۷ھ میں حریم اور پختہ چار دیواری اور حریم کے اندر ایک خوشنما مسجد اور دو حجرے بنوائے اس کے علاوہ حضرت شاہ اچھالے صاحب قدس سرہ اور حضرت سلطان العارفین صاحب قدس سرہ کے مزارات کی مرمت بھی انہوں نے کرائی۔

اوجھانی تحصیل بدایوں میں نواب عبداللہ خاں خلف اکبر نواب علی محمد خاں نے بہت سی عمارتیں بنوائیں جن میں ایک بڑا وسیع اور شاندار قلعہ بھی تھا۔ جو اب بالکل ختم ہو چکا ہے قلعے کے کھنڈرات محلہ قلعہ کھیڑہ کے نام سے موسوم ہیں۔ قلعہ سے ملی ہوئی بلندی پر بڑی شاندار اور خوبصورت مسجد ہے۔ نواب عبداللہ خاں کا مقبرہ ان کے صاحبزادے نواب نصر اللہ خاں سلطان نے بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ نہایت خوبصورت ہے چاروں میناروں سے شہر کا منظر نظر آتا ہے نواب عبداللہ خاں نے محلہ بہادر گنج کے شمال میں ایک باغ لگوایا تھا جسکی اب صرف فصیل باقی ہے نواب صاحب نے اوجھانی سے تین میل جانب شمال موضع عبداللہ گنج بھی آباد کیا تھا اور بدایوں میں شاہ اجیانے صاحبؒ کی درگاہ کی مسجد بھی بنوائی تھی۔

بسولی ضلع بدایوں کو نواب دوندے خاں نے بہت ترقی دی انہوں نے دریائے سوت کے کنارے ایک بڑا قلعہ بنوایا احاطے کی تعمیر نامکمل تھی کہ حکومت میں انقلاب آگیا لیکن کافی عرصے تک دو دروازے اور شاندار برج باقی رہے۔ نواب دوندے خاں کا مقبرہ دریائے سوت کے قریب واقع ہے یہ ایک عالی شان عمارت ہے جس کے صحن کے وسط میں نواب اور ان کے پیر کی قبریں ہیں۔

پیلی بھیت کو نواب علی محمد خاں نے بطور انعام حافظ رحمت خاں کو دے دیا تھا انہوں نے اس کا نام حافظ آباد رکھا اور محل سرائیں۔ بازار۔ مدرسے اور حمام تعمیر کرائے۔ اپنی محل سرائیں دیوان خاص اور دیوان عام کی عمارتیں بنوائیں شہر کی پختہ فصیل بنوائی۔ پیلی بھیت کی جامع مسجد دہلی کی جامع مسجد کے نمونے پر حافظ الملک نے بنوائی جس میں بہ کثرت حجرے۔ وسیع دالان۔ بڑا حوض اور کنواں اور غسل خانے موجود ہیں پیلی بھیت میں شیخ کبیر کی مسجد بھی بڑی عظیم الشان ہے اور کافی اونچائی پر واقع ہے باغیچہ میں شیخ کبیر کا مزار ہے حافظ الملک کے دلوا/راہ مان رائے کے محل

کے کھنڈرات بھی بیلی بھیت میں ہیں۔ دوسرے دیوان راؤ پہاڑ سنگھ نے بیسلپور کے قریب موضع پہاڑ گنج آباد کیا تھا۔

۱۷۵۴ء میں روہیلکھنڈ کی سہ بارہ تقسیم کے بعد بریلی اور شاہ آباد (رام پور) کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں خلف نواب علی محمد خاں کو ملا۔ نواب فیض اللہ خاں آنولہ کی سکونت چھوڑ کر بریلی پہنچے اور قلعہ کے نزدیک وسیع محلات بنوا کر رہنا شروع کیا اور وہاں نوبت و نقارہ بجنے لگا لیکن پانی پت کی تیسری جنگ ۱۷۶۱ء کے بعد نواب عنایت خاں خلف حافظ الملک کو ان کی شجاعت و جانبازی کے صلے میں خطاب نوابی و نوبت و علم ملا تو انہوں نے ایک شہر میں دو نوبتوں کا بجنا گوارا نہ کیا اور اپنے ملازموں سے نواب فیض اللہ خاں کی نوبت رکوادی نواب فیض اللہ خاں ناراض ہو کر شاہ آباد (رام پور) چلے گئے ان کے محلات بریلی میں نواب عبد القادر خاں عرف خواجو میاں کی اولاد رہنے لگی۔ ۱۷۷۴ء کی جنگ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت کے بعد نواب فیض اللہ خاں ترائی کے مقام لال ڈانگ چلے گئے وہاں سرداران روہیلہ ان کے پاس جمع ہو گئے لال ڈانگ گھنے جنگلات اور دشوار گذار پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا وہاں شجاع الدولہ کی فوج نہ پہنچ سکی آخر اس نے مصالحت کر لی اور رام پور کا علاقہ نواب فیض اللہ خاں کو دیدیا اس طرح ریاست رام پور کی بنیاد پڑی رام پور میں نواب فیض اللہ خاں نے قلعہ نما مکان بنوایا۔ اور ۱۷۶۶ء میں جامع مسجد بنوائی بعد میں نواب کلب علی خاں کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں شامل کر دی گئی نواب فیض اللہ خاں نے ۱۷۹۳ء میں انتقال کیا عیدگاہ دروازے کے قریب ان کا خوبصورت مقبرہ ہے۔ ان کے جانشین نواب محمد علی قتل کر دیئے گئے اور نواب محمد یار خاں کے مقبرہ موسوم بہ پرانا مدرسہ میں دفن ہوئے ان کے قتل پر ناراض ہو کر نواب آصف الدولہ

نے فوج کشی کردی۔ موضع بھٹورہ میں زبردست جنگ ہوئی جو جنگ دوجوڑا کہلاتی ہے۔ اس میں نواب مجو خاں اور بلند خاں شہید ہوتے نواب غلام محمد خاں نظر بند کر دیے گئے اور ان کی جگہ نواب احمد علی خاں ولد نواب محمد علی خاں نواب بنائے گئے کیونکہ وہ کم عمر تھے اسلیئے نواب نصراللہ خاں ولد نواب عبداللہ خاں نائب ناظم مقرر ہوئے نواب احمد علی خاں نے ۱۸۱۷ء میں کوٹھی خورشید منزل تعمیر کرائی اور ۱۸۱۸ء باغ بے نظیر اور باغ بدر منیر لگوائے اور ۱۸۲۲ء میں ایک عالیشان دروازہ تعمیر کرایا جو بعد میں ترپولیہ مشہور ہوا اس دروازے کے اوپر نوبت خانہ تھا جہاں روزانہ مقررہ اوقات پر نوبت بجائی جاتی تھی نواب احمد علی خاں کا ۱۸۴۰ء میں انتقال ہوا وہ اپنے مقبرے موضع نانکار میں دفن ہوئے انکی بیگم صاحبہ محل خود فرنگن تھیں انکا محل فرنگن محل اور فرنگن کا کوچہ مشہور ہے نواب صاحب کی ماما سے شاہ بی بی کا محل منسوب ہے نواب محمد سعید خاں نے موتی مسجد اور ایک امام باڑہ اور کئی چھاؤنیاں بنوائیں انکا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا اور نواب یوسف علی خاں مسند نشین ہوئے انکا انتقال ۱۸۶۵ء میں ہوا انہوں نے کوٹھی خورشید منزل اور دیوان خانے کی مرمت کرائی اور قلعہ کا دروازہ ۱۸۶۵ء میں دردولت بنوایا۔ انکے جانشیں نواب کلب علی خاں نے ۱۸۷۳ء میں نئی عیدگاہ بنوائی نیز ۱۸۷۵ء میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی نواب صاحب کے محل کا نام مچھی بھون تھا نواب صاحب کا انتقال ۱۸۷۷ء میں ہوا انکے جانشیں نواب مشتاق علی خاں کا انتقال ۱۸۸۹ء میں ہوا انکے بعد حامد علی خاں نواب بنے اور جنرل اعظم الدین خاں ولد جلال الدین خاں ولد غلام معین الدین خاں عرف بھمبو خاں ولد نواب ضابطہ خاں ولد نجیب الدولہ کارپرداز ہوئے جنرل صاحب ۱۸۹۱ء میں قتل ہوئے اختیارات ملتے ہی نواب حامد علی خاں نے تعمیرات کا سلسلہ شروع کر دیا ان کی عمارت میں سب سے خوبصورت قلعہ معلی ہے اس کی فصیل قلعہ آگرہ و قلعہ دہلی کی طرح ہے ہر گوشے اور ہر دیوار کے وسط میں برج ہیں قلعہ کا مغربی دروازہ حامد گیٹ کہلاتا ہے قلعہ معلی میں نواب صاحب کا محل مچھی بھون۔ کتب خانہ۔ توشہ خانہ۔ رنگ محل اور امام باڑا ہیں۔ قلعہ معلی کے باہر خسرو باغ اور کوٹھی بینظیر اور باغ قابل دید ہیں ۱۹۳۰ء میں نواب حامد علی خاں کا انتقال ہوا۔

روہیلوں کی باقی یادگاریں

۱۷۲۰ء میں علی محمد خاں نے آنولہ کے کیٹھر یا سردار کو قتل کر کے یہاں اپنا صدر مقام بنایا ۔ دہام پور ضلع بجنور میں دوندے خاں نے شاہی فوج کے سپہ سالار قطب الدین خاں کو شکست دی ۔
کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نواب نجیب الدولہ کے قلعے کے آثار موجود ہیں۔ نجیب آباد ضلع بجنور روہیلوں کے دور میں آباد ہوا۔ اس کے مشرق میں ڈیڑھ میل پر نجیب الدولہ نے عظیم قلعہ پتھر گڑھ یا نجف گڑھ تعمیر کرایا تھا۔ یہ قلعہ جو اینٹ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اب کھنڈر پڑا ہے یہ مربع شکل میں ہے اور اسکے چاروں طرف فصیل ہے ہر کنارے پر ایک دمدمہ بنا ہوا ہے ۔ ہر سمت دروازے ہیں اصل دروازہ آبادی کی طرف ہے قصبے کے مشرق میں نجیب الدولہ کا مقبرہ ہے جو ۱۷۷۰ء میں تعمیر ہوا تھا شمال میں اس کے بھائی جہانگیر خاں کا مقبرہ ہے جو ۱۷۵۹ء میں تعمیر ہوا تھا محلہ ضابطہ گنج نجیب الدولہ کے لڑکے ضابطہ خاں سے منسوب ہے۔ شمال مشرق میں نواب کا محل ہے جس میں اب تحصیل کا دفتر ہے. گیٹ کے سامنے نوبت خانہ ہے اور شمال مشرق میں ایک عمدہ باغ ہے جو نواب معین الدین خاں نے لگوایا تھا باغ میں ایک وسیع عمارت کوٹھی مبارک بنیاد ہے۔ محلہ نواب ٹولہ میں ایک پرانی بارہ دری ہے ۔ قصبے میں کئی مسجدیں اور عمارتیں ہیں اس قصبہ پر ۱۷۷۴ء میں مرہٹوں نے حملہ کیا تھا۔ ۱۷۷۴ء میں نواب اودھ نے اس پر قبضہ کیا تھا. ۱۸۰۱ء میں نواب معین الدین خاں نے یہاں اقامت اختیار کی ان کے لڑکے محمود خاں نے جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔
نگینہ اکبر کے زمانے میں اہم مقام تھا۔ روہیلوں کے دور میں اسکی اہمیت بہت

اضافہ ہوا اور یہاں پرانا قلعہ تعمیر ہوا اور خوبصورت مسجدیں بنیں۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء
میں نگینہ تحریکِ آزادی کا مرکز تھا۔ مجاہدین کو جنرل جونز نے یہاں مکمل شکست دی
کرت پور تحصیل نجیب آباد میں نجیب الدولہ کے قلعے کے کھنڈرات ہیں۔ افضل گڑھ ضلع
بجنور کو نواب ضابطہ خاں کے بھائی افضل خاں نے آباد کیا تھا ۱۸۵۷ء میں اسے تباہ
کر دیا گیا۔ سیل گڑھ تحصیل نجیب آباد پر ۱۸۵۹ء میں بخشی سردار خاں نے قبضہ کیا تھا۔
۱۸۵۷ء میں اسے تباہ کر دیا گیا تھا۔ اسکے شمال میں آصف گڑھ کا قلعہ تھا جو اب معدوم
ہو چکا ہے۔

چندوسی تحصیل بلاری ضلع مرادآباد کو ابراہیم خاں نے ۱۷۵۰ء میں آباد کیا تھا
اس کی یادگار ایک کنواں ہے قصبے میں ایک فصیل تھی جس کے آٹھ دروازے تھے
فصیل اب موجود نہیں ہے اور صرف دو دروازوں کے آثار باقی ہیں۔ نواب امین الدولہ
نے میاں سرائے سنبھل میں بندگی میاں کی مسجد ۱۷۵۴ء میں بنوائی اور ایک قلعہ بھی بنوایا
ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد سے کٹھیریوں کو روہیلوں نے نکال دیا۔ اس پر دوندے
خاں نے قبضہ کر لیا اسکے لڑکے فتح اللہ خاں نے شہر کے مغرب میں فتح اللہ گنج آباد کیا
مرادآباد میں نواب عظمت اللہ خاں کا مقبرہ۔ دوندے خاں کے مکانات اسکی فوج کے
سردار اصالت خاں کا مقبرہ اور شاہ بلاقیؒ کی درگاہ اس دور کی عمارات ہیں۔

حافظ رحمت خاں نے حافظ گنج تحصیل نواب گنج ضلع بریلی ۱۷۵۳ء میں آباد
کیا تھا اسکے قریب شمال میں ایک مینار ہے جو فن تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔

اتر چھینڈی تحصیل آنولہ ضلع بریلی میں نواب سعد اللہ خاں ابن نواب علی محمد خاں
نے عظیم الشان قلعہ بنوایا تھا اور دریا کے پار سعد اللہ گنج آباد کیا تھا۔ اس قلعے میں نواب

میر قاسم نے جنگ بکسر کی شکست کے بعد چھ ماہ قیام کیا تھا۔

بشارت نگر تحصیل ملک سیوڑ ضلع رام پور اور بشارت گنج تحصیل آنولہ ضلع بریلی کو روہیلہ سردار بشارت خاں نے آباد کیا تھا۔ بشارت گنج کا نام اس نے احمد خاں بخشی کے نام پر احمد نگر رکھا تھا بازار کا نام اب بھی احمد نگر ہے۔

چو محلہ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی کا زیادہ حصہ روہیلوں کے زمانے میں چلا ریٹر میں شامل تھا جو نواب دوندے خاں کے قبضے میں تھا۔ پرگنہ چو محلہ ۱۷۷۴ء میں نواب فیض اللہ خاں کے قبضے میں تھا غدر کی خیر خواہی کے صلے میں سنہ ۱۸۶۰ء میں یہ پرگنہ نواب رام پور کو دے دیا گیا تھا

کوٹ قادر تحصیل نگینہ ضلع بجنور روہیلہ سردار غلام قادر خاں کے نام سے موسوم ہے قادر چوک تحصیل بدایوں بھی اس سے منسوب ہے یہاں اس نے قلعہ بنوایا تھا۔ نگر یا عاقل تحصیل رام پور کو نواب فیض اللہ خاں کے زمانے میں عاقل خاں نے آباد کیا تھا۔

جلال پور تحصیل تلہر ضلع شاہ جہانپور روہیلہ سردار جلال خاں نے آباد کیا تھا تلہر ضلع شاہ جہاں پور محمد خاں یوسف زئی سے منسوب ہے۔ اس کا بیٹا ننگل خاں حافظ رحمت خاں کی فوج کا سردار تھا۔ اور میراں پور کٹرہ کی جنگ میں مارا گیا اس نے یہاں ایک قلعہ اور محل بنوایا تھا اسکے وارث ۱۸۵۷ء تک اس پر قابض رہے پھر بغاوت کے جرم میں قلعہ ان سے چھین لیا گیا۔ اب اس قلعے میں تحصیل اور پولس اسٹیشن ہے۔ بیسلپور ضلع پیلی بھیت کا قدیم نام وشالا پور یعنی بڑا شہر تھا روہیلوں نے یہاں ایک قلعہ بنوایا تھا حافظ رحمت خاں نے ایک افسر شیر خاں کو یہاں کا حاکم مقرر کیا تھا ڈوڑی

تحصیل بسلپور روہیلوں کے دیوان پہار سنگھ کی جاگیر میں تھا نوگا داں تحصیل رام پور نواب احمد علی خاں کے زمانے میں آباد ہوا۔ ملک ضلع رام پور کا نام ملک اسد اللہ پور ہے۔

روہیلہ دور کے بعد کی یادگاریں

۱۷۷۴ء میں روہیلکھنڈ نواب اودھ کی عملداری میں آگیا اس دور میں بریلی میں گذری کی مسجد اور حافظ الملک کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ نیز بریلی کا حسین باغ ناظم اودھ حسین علی خاں کی یادگار ہے۔ نواب گنج ضلع بریلی کا نام بھی آصف الدولہ سے موسوم ہے پہلے اس کا نام بچوریا تھا۔

عہد انگریزی میں مقبرہ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ ۱۸۳۵ء تعمیر ہوا مقبرے کے گنبد سنگ مرمر کے ہیں اسی دور کی ایک اور عمارت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ ۱۹۲۰ء کا دو منزلہ مقبرہ ہے۔

جنگ آزادی ۔ ۱۸۵۷ء

انگریزوں کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہے جسکو انگریزوں اور انکے خوشامدیوں نے غدر کے نام سے موسوم کیا ان لوگوں نے مجاہدین آزادی کو غدار اور انکے جذبے کو غدر قرار دیا لیکن حق و انصاف کی نظر میں خود انگریز غدار تھے جنہوں نے تاجر کی حیثیت سے اس ملک میں قدم رکھا اور یہاں کی حکومتوں کی رعایتوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کر لیا جب ان کے ظلم وستم کے خلاف خود ان کی فوج نے بغاوت کی تو ملک کے مظلوم عوام نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ انگریزوں نے اپنے روایتی حربے یعنی مکر و دغا سے کام لے کر غداروں کی مدد سے اس جنگ آزادی کو ناکام بنا دیا۔ اور مجاہدین آزادی پر بغاوت کے

مقدمات چلاکر ان کو ظالمانہ سزائیں دیں۔

روہیلکھنڈ کے مجاہدین آزادی اور ان کے کارناموں کی تفصیل یہ ہے ۔

نواب خان بہادر خاں ۱۸۵۹ء-۱۷۹۰ء خلف نواب ذوالفقار خاں خلف حافظ الملک حافظ رحمت خاں شہید۔ ان کے دادا حافظ الملک انگریزی استعمار کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ نواب خان بہادر خاں صاحب سیف و قلم تھے وہ شاعری میں معروف تخلص کرتے تھے اور قلندر بخش جرأت کے شاگرد تھے ان کے قلمی دیوان کا انتخاب مولانا حسرت موہانی مرحوم نے اپنے رسالہ اردوئے معلی میں شائع کردیا تھا۔ اسکے علاوہ نواب صاحب کی نثری تصنیف مقاصد الصالحین ان کے علمی مرتبے کا ثبوت ہے نواب صاحب جنگ آزادی سے قبل بریلی میں صدر الصدور تھے مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد انہوں نے پنشن لے لی تھی۔ میرٹھ میں انگریزی فوج نے جب انگریزوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا تو بریلی میں بھی جہادِ آزادی شروع ہوگیا۔ انگریز سب کچھ چھوڑ کر نینی تال چلے گئے اور نواب صاحب کی حکمرانی کا اعلان کردیا گیا۔ جنرل بخت خاں اور دوسرے فوجی افسروں اور عمائدِ شہر نے متفق ہو کر ان کو روہیلکھنڈ کا نواب منتخب کیا۔ شاہ دہلی نے انتظام الدولہ محافظ الملک خان بہادر خاں ہژبر جنگ کے خطابات دیئے۔ مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جنرل بخت خاں دہلی چلے گئے نواب صاحب نے سوبھارام کو دیوانِ ریاست۔ محمد خاں کو جنرل۔ مدار علی خاں کو سپہ سالار مولوی خاں اور عبدالرحمٰن خاں رام پوری کو فوجی چھاؤنی کے افسران منشی فرحت اللہ کو بخشی فوج اکبر علی خاں کو کوتوال شہر بریلی۔ نظام علی خاں کو ناظم شاہجہانپور اور فتح علی شاہ کو ناظم بدایوں مقرر کیا انگریزوں کا یہ بیان غلط ہے کہ نواب صاحب کے دورِ حکومت میں

ہندوؤں پر سختی ہوتی تھی اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے ایک ہندو کو دیوان ریاست مقرر کیا اور دوسرے عہدوں پر بھی بہت سے ہندو فائز تھے۔

نواب صاحب نے تقریباً ایک سال حکومت کی۔ انگریزوں کا سپہ سالار کالن کیمبل شاہ جہاںپور فتح کرنے کے بعد بریلی آیا۔ نواب صاحب نے نکٹیا ندی کے پار ایک اونچے مقام پر توپیں نصب کیں اور دونوں طرف پیادہ فوج آراستہ کی ۵ رمئی ۱۸۵۸ء کو گھمسان کی جنگ ہوئی۔ انگریزوں کی فوج زیادہ تھی لیکن نواب صاحب کے ساتھ ایک فوج غازیوں کی بھی انھوں نے سبز پگڑیاں اور سبز پٹکے کمر سے باندھ رکھے تھے انھوں نے مرنے مارنے کی قسم کھائی تھی وہ گھوڑوں پر سوار تیزی سے سکھوں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا پھر گھاگرا پلٹن پر جا گرے۔ سب نے میدان جنگ میں جانیں دے دیں۔ نواب صاحب کے رسالے نے انگریزی فوج کے میسرے کا چکر کاٹا اور اس کے عقب میں پہنچ گیا اس سے کیمپ میں شدید خوف و ہراس پیدا ہو گیا ان پر غازیوں کے ایک مختصر گروہ نے حملہ کر دیا اور وہ سب شہید ہو گئے شام تک انگریزوں کا پلہ بھاری ہو گیا نواب صاحب وہاں سے پیلی بھیت اور وہاں سے نیپال چلے گئے۔ وہاں لڑائی میں اتفاقاً گھوڑے سے گر پڑے اور گرفتار کر کے لکھنؤ لے جائے گئے وہاں مقدمہ چلا کر سزائے موت کا حکم صادر ہوا۔ پھانسی کے لیے بریلی لائے گئے شہر کے مرکز میں فوج کی ناکہ بندی کے بعد پھانسی دے دی گئی اور ڈسٹرکٹ جیل بریلی میں دفن کر دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں راقم نے عملۂ جیل کے تعاون سے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور ایک تحریری تجویز عملہ کو پیش کی جس میں گذارش کی گئی تھی کہ جیل کی فصیل میں دروازہ لگا دیا جائے اور تین طرف دیوار بنا کر مزار کو جیل کی حدود سے آزاد کر دیا جائے اور باہر کتبہ لگا کر صاحب مزار کے حالات اور خدمات کندہ کرا دی جائیں۔

جنرل بخت خاں ۱۸۱۰ء - ۱۸۶۰ء

ان کے والد عبداللہ خاں کا تعلق نواب نجیب الدولہ کے خاندان سے تھا۔ وہ سلطان پور اودھ میں سکونت پذیر تھے اور ان کی شادی اودھ کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی جنرل صاحب نے انگریزی فوج میں ملازمت اختیار کی۔ افغانستان کی پہلی جنگ میں توپخانہ کے افسر کی حیثیت سے شریک تھے۔ افغانستان سے واپسی کے بعد گوالیار کی چھاونی میں اور پھر بریلی میں تقرر ہوا۔ مولوی سرفراز علی شاہ جہانپوری کے اثر سے انگریزوں سے نفرت پیدا ہوئی۔ ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب بریلی میں جنگ آزادی کا اعلان ہوا تو نواب خان بہادر خاں کو روہیلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ مرکز کو تقویت پہنچانے کی غرض سے جنرل صاحب دہلی چلے گئے اور وہاں سپہ سالار مقرر ہوئے۔ سپہ سالار بنتے ہی درستی احوال کی کوششیں شروع کردیں۔ افسوس کہ مرزا مغل۔ مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کی مداخلت اور انکے مشیروں کی خود غرضیوں کے باعث مقصد پورا نہ ہوسکا اور دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا جب انگریز دہلی میں داخل ہوگئے تو جنرل صاحب نے اپنی فوج فراہم کی اور بادشاہ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ لکھنو چلئے۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور جنرل صاحب لکھنو چلے گئے۔ حضرت محل نے ان کو خلعت اور رومال عطا کیا۔ جنرل صاحب نے کچھ لڑائیوں میں بھی شرکت کی۔ جب لکھنو پر بھی انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو جنرل صاحب مولانا احمد اللہ شاہ کے ہمراہ شاہجہانپور چلے گئے وہاں سے محمدی ہوتے ہوئے نیپال چلے گئے اور باقی عمر وہیں گزاری جنرل صاحب نے زندگی انتہائی سادگی سے گزاری ظہیر دہلوی نے ان کی وضع قطع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر وہ ایک سپاہی نظر آتے تھے انہوں

نے انگریزی فوج کی باعزت زندگی کے مقابلے میں پریشانیوں اور مشقتوں کو پسند کیا وہ سچے مجاہد تھے اور مجاہد کی شان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

نواب محمود خاں ۱۸۰۰ء - ۱۸۶۰ء

نواب محمود خاں خلف نواب معین الدین خاں خلف نواب ضابطہ خاں خلف نواب نجیب الدولہ کا نجیب آباد میں قیام تھا۔ جب میرٹھ کی جنگ آزادی کی خبر بجنور پہنچی تو کلکٹر نے ضلع کا انتظام نواب کے سپرد کردیا۔ بعض افراد کی نالائقی کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی۔ ہلدور کے چودھریوں اور ان کے ہمراہیوں نے نواب محمود خاں کی فوج پر حملہ کردیا نواب صاحب شکست کھاکر بجنور سے نجیب آباد چلے گئے چودھریوں کے ہمراہیوں نے لوٹ مار شروع کردی۔ یہ حالت دیکھکر مسلمانوں نے نگینہ کو لوٹا۔ ہلدور میں چودھریوں کو شکست دی اور بجنور پر قبضہ کرلیا ہندو چودھری انگریزوں کے ساتھ ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو باغی کہہ کر انگریزوں سے سزائیں دلوائیں۔ اس پر سرسید جو اس وقت بجنور میں صدر امین تھے انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر انگریزوں کی حفاظت کی تھی انہوں نے افسران فوج سے گفتگو کرکے سمجھایا کہ جو لڑائیاں رعایا نے ایک دوسرے سے کیں ان کی وجہ سے کسی کو باغی قرار نہ دیا جائے اور صرف وہی لوگ باغی قرار دئے جائیں جو اب سرکار سے مقابلہ کریں۔ احمداللہ خاں اور مارٹسے خاں نے نجیب آباد اور نگینہ میں انگریزی فوج کا مقابلہ کیا اور ہزاروں آدمی لڑائیوں میں مارے گئے۔ نواب صاحب نے معاملات کو سنبھالنے کی کوشش کی انہوں نے شاہ دہلی سے بھی رابطہ پیدا کرلیا تھا۔ بادشاہ نے ان کو امیرالدولہ ضیاءالملک محمود خاں بہادر مظفر جنگ کا خطاب دیا تھا۔ انہوں

نے بجنور۔ دھام پور اور نگینہ پر قبضہ کر کے امن قائم کر دیا تھا۔
انگریزوں نے بجنور پر قبضہ کر کے نواب صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا اور حبس دوام عبور دریائے شور کی سزا دی انڈمان جانے سے پہلے نواب صاحب نے قید میں وفات پائی۔

رسالدار محمد شفیع بریلوی

رسالدار محمد شفیع بریلوی نے جنرل بخت خاں کے ساتھ بریلی میں جنگِ آزادی کا آغاز کیا اور نواب خان بہادر خاں کو روہلکھنڈ کا حاکم مقرر کیا محمد شفیع نے بریلی کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا اور علم سبز لہرادیا آخر وقت تک نواب خان بہادر خاں کے ساتھ انگریزوں سے مقابلہ کیا شاید جنگ ہی میں شہید ہوئے۔

سید گلزار علی امروہوی

سید گلزار علی خلف سید اکبر علی بن سید قرب علی ابن سید عبدالوحد ابن سید عبدالباری ابن دیوان سید محمود۔ مراد آباد میں مختار تھے۔ ۱۹ رمئی ۱۸۵۷ء کو مراد آباد کا جیل خانہ توڑ دیا گیا تو سید گلزار علی امروہہ پہنچے اور وہاں عوام کو منظم کیا ایک عرضداشت شاہ دہلی کو بھیجی جس میں لکھا تھا کہ یہاں کا انتظام شیخ بشارت علی کے حوالے کر کے خدمت گزاری کے لیے دہلی آرہا ہوں۔ انگریزی اقتدار دوبارہ قائم ہونے پر ان کے مکانات منہدم کر دیے گئے سید صاحب روپوش ہو گئے اور اس حالت میں وفات پائی۔

مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی

مولانا فیض احمد خلف حافظ غلام احمد ابن مولانا شمس الدین ابن بحر العلوم مولانا محمد علی بدایونی ولادت ۱۸۰۸ء مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی آپ کے ماموں اور استاد تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے درس دیا۔ استاد وقت مولانا نور احمد عثمانی بدایونی آپ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ آگرہ میں بورڈ آف ریونیو کے سرشتہ دار تھے وہاں ولیم میور نے آپ سے عربی پڑھی تھی۔ مولانا احمد اللہ شاہ سے آگرے میں تعلق پیدا ہو گیا۔ پادری فنڈر سے مناظرے میں بھی شریک رہے جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے دہلی میں فتویٰ جہاد مرتب کیا تھا۔ شاہ جہانپور تک مولانا احمد اللہ شاہ کے ساتھ رہے ان کی شہادت کے بعد آپ کا پتہ نہ چلا آپ عربی۔ فارسی اور اردو کے شاعر اور صاحب دیوان تھے۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی

مفتی عنایت احمد کاکوروی خلف محمد بخش ابن غلام محمد ابن لطف اللہ ولادت ۱۸۱۳ء مولوی سید محمد رام پوری، مولوی حیدر علی رام پوری، شاہ محمد اسحٰق دہلوی اور مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد تھے۔ جنگ آزادی کے وقت بریلی میں صدر امین تھے بغاوت کے الزام میں عبور دریائے شور کی سزا ملی۔ انڈمان میں اپنی یادداشت سے تاریخ حبیب الٰہ اور کئی کتابیں لکھیں۔ انگریزوں کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جس کی وجہ سے رہائی مل گئی واپسی پر کانپور میں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ ۱۸۶۲ء میں حج کے سفر میں جہاز ڈوب جانے پر آپ نے درجہ شہادت پایا۔

مرزا عباس بیگ عباسؔ و نادرؔ بریلوی

مشہور شاعر تھے۔ شاعری میں خواجہ آتشؔ کے شاگرد تھے ریاست رام پور اور ریاست باندہ میں ملازم رہے۔ نواب علی بہادر والی باندہ کے شاعری میں استاد تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں باندہ میں تھے انگریزوں نے ان کے مندرجہ ذیل کو بغاوت قرار دے کر پھانسی دیدی۔

اخترؔ جھپک گئے ترے خالوں کے سامنے
گوروں کے پاؤں اٹھ گئے کالوں کے سامنے

مولانا سید کفایت علی کافیؔ مرادآبادی

آپ کو علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ علم حدیث شاہ ابوسعید رام پوری سے حاصل کیا تھا جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد اور شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی کے خلیفہ و جانشین تھے علم طب حکیم شیر علی سے پڑھا جو مولف تذکرہ علمائے ہند کے والد تھے۔ شاعری میں مولوی مہدی علی خاں زکی مرادآبادی کے شاگرد تھے۔

۳ جون ۱۸۵۷ء کو مرادآباد میں بریلی کی جنگ آزادی کی خبر آئی تو انگریزی فوج نے خزانہ لوٹ لیا اور جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور انگریز افسروں پر حملہ آور ہوئے۔ انگریز مرادآباد سے بھاگ کر نینی تال چلے گئے۔ نواب مجو خان حاکم مرادآباد مقرر ہوئے وہ نواب معین الدین خاں خلف نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ کے لڑکے تھے مولوی کفایت علی کافیؔ صدر الشریعت بنائے گئے۔ انہوں نے عوام میں روح جہاد

پھونک دی ہر جمعہ کو انگریزوں کے خلاف وعظ کہتے تھے جس کا بے حد اثر ہوتا تھا۔ آپ نے فتویٰ جہاد کی نقلیں دوسرے مقامات پر بھجوائیں دوسرے مقامات پر جا کر بھی وعظ کہتے تھے۔ بریلی میں نواب خان بہادر خاں اور شاہ جہانپور میں امیر المجاہدین مولوی سید سرفراز علی صاحب سے بھی ملاقات کی اور ضروری مشورے کئے جب ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ء کو انگریزوں کا مراد آباد پر قبضہ ہوگیا تو مولانا کافی بھی گرفتار ہوتے پھانسی کا حکم ہوا تو سرور و شاداں قتل گاہ کی طرف گئے اور راستے میں مندرجہ ذیل نعت بہ آواز بلند پڑھتے گئے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خالی کفن رہ جائے گا

نام شاہان جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشان پنجتن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اسکا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولانا کو مراد آباد جیل کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی اور وہیں دفن کر دیا گیا۔

مولانا کی زیادہ تصانیف نظم میں ہیں ان میں نسیم جنت چہل حدیث کا ترجمہ بہار خلد شمائل ترمذی کا ترجمہ خیابان فردوس ترجمہ رسالہ ترغیب اہل سعادت مولفہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ داستان صادق جذبہ عشق مثنوی تجمل دربار نبی کریم حلیہ شریف مولود بہاریہ اوقات صرف و نحو اور دیوان کافی شامل ہیں فاضل بریلوی آپ کو شہنشاہ نعت کہتے تھے۔

مولانا امام الدین ہادی سنبھلی

ابن شیخ بدر الدین ابن محمد حیات۔ شیخ ابوالفضل اور فیضی کے خاندان سے تعلق تھا مرادآباد میں وکالت کرتے تھے جنگ آزادی کے دوران اپریل ۱۸۵۸ء میں شہزادہ فیروز شاہ نے سنبھل پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ مولوی امام الدین نے۔ شہزادے سے تعاون کیا اور ان کی فوج کی دعوت کی۔ شہزادے نے سنبھل میں نواب رام پور کی فوج کو شکست دی۔ جب انگریزوں کا ضلع مرادآباد پر دوبارہ تسلط ہوگیا تو انہوں نے مولانا امام الدین کو گرفتار کرکے پھانسی دیدی مولانا کی اولاد موجود ہے۔

نواب رفیع علی خاں علی مرادآبادی

ابن علی رضا خاں ابن علی الدین خاں ابن فقیہ الدین خاں ابن فرید الدین خاں ابن نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ۔ آپ نواب مجو خاں اور نواب شبر علی خاں عاجز کے رفقا میں تھے جنگ آزادی میں ہر قدم پر ان کا ساتھ دیا انگریزوں نے مرادآباد پر دوبارہ تسلط حاصل کرنے کے بعد ان پر مقدمہ چلایا اور گولی سے اڑا دیا۔ ان کے بیٹے مرادآباد کے مشہور شاعر اور رئیس نواب رضوان علی خاں رضوان شاگرد غالب تھے۔

نواب شبر علی خاں عاجز مرادآبادی

خلف نواب نظام الدین خلف

نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ آپ نواب مجو خاں کے بہنوئی اور رفیق کار تھے۔ مراد آباد پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے انہیں گولی سے اڑا دیا آپ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔

نواب مجید الدین خاں عرف مجو خاں مراد آبادی

خلف نواب نواب محمد الدین خاں خلف نواب معین الدین خاں خلف نواب عظمت اللہ خاں صاحب انگریزوں کے فرار ہونے کے بعد مجاہدین نے آپ کو مراد آباد کا حاکم بنایا آپ کے رفقاء میں آپ کے صاحبزادے امیر الدین بہنوئی نواب شمشیر علی خاں عاجز مراد آبادی اور ان کے عزیز نواب رفیع علی خاں علی مراد آبادی اور آل علی خاں تھے۔ نواب مجو خاں کے حاکم مراد آباد بننے کے بعد مولانا کفایت علی کافی صدر الشریعت اور اسد علی خاں توپ خانے کے افسر مقرر ہوتے۔ نواب یوسف علی خاں والی رام پور نے تحریک آزادی کو دبانے کے لیے اپنے چچا عبد العلی خاں کو مع فوج اور حکیم سعادت علی خاں کو بطور منتظم مراد آباد روانہ کیا۔ نواب خان بہادر خاں نے جنرل بخت خاں کو فوج کے ساتھ نواب مجو خاں کی مدد کو بھیجا۔ مولوی عالم علی نگینوی نے کچھ انگریزوں کو اپنے گھر میں چھپا رکھا تھا۔ مجاہدین نے ان کا گھر لوٹ لیا اور انگریزوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ شہزادہ فیروز شاہ ۲۲ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد پہنچے اور نواب رام پور کی فوج کو شکست فاش دی اس کے بعد خبر آئی کہ جنرل جونز تازہ دم فوج کے ساتھ آرہا ہے اب مجبوراً شہزادے نے میدان چھوڑ دیا۔ مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور محبان وطن گرفتار ہوتے نواب مجو خاں کو پھانسی دی گئی پھر ان کی لاش کو چونے میں گلا کر محلہ گل شہید میں پھینک دیا۔

مولوی وہاج الدین عرف مولوی منّو مرادآبادی

خلف مولوی جمیل الدین ابن مولوی وجیہہ الدین ابن مفتی شبیر محمد مرادآبادی۔ مولوی جمیل الدین کے بھائی مولوی محمد اسمٰعیل لندنی تھے جن کو نواب نصیر الدین حیدر والی اودھ نے سفیر بنا کر انگلستان بھیجا تھا ان کی تصانیف میں حاشیہ شرح تہذیب یزدی اور حاشیہ میبذی ہیں اور تلامذہ میں مفتی سعد اللہ مرادآبادی اور مولوی تراب علی لکھنوی تھے۔ مرادآباد میں جنگ آزادی شروع ہونے کے بعد ۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مجاہدین نے مولوی منو کی قیادت میں جیل خانہ توڑ دیا اور قیدیوں کو رہا کر دیا۔ مولوی منو نے فوج کا ایک دستہ سید علی اکبر اور سید گلزار علی امروہوی کی قیادت میں اودہ کو روانہ کیا۔ مولوی صاحب نے نواب رام پور کے مرکزِ خاص رام پور اور گرد و نواح میں حملے کیے اور لوگوں کو جذبہ جہاد سے روشناس کیا۔ جب شہزادہ فیروز شاہ مرادآباد آئے تو مولوی منو انکے دستِ راست بنے رہے آپ نے شہزادہ کی ماتحتی میں نواب رام پور کی افواج سے مقابلہ کیا لیکن مجاہدین کو شکست ہوئی۔ شہزادہ فیروز شاہ بریلی چلے گئے۔ انگریزوں نے شہر میں گرفتاریاں شروع کر دیں اور سینکڑوں مجاہدین کو پھانسی دے دی۔ ان شہیدوں کی یادگار مرادآباد کا محلہ گل شہید کہلاتا ہے۔ مولوی منو کے گھر پہ حملہ کر کے ان کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

نواب شبیر علی خاں تنہا مرادآبادی

خلف نواب نظام الدین خلف نواب عظمت اللہ خاں گورنر روہیلکھنڈ نواب شبیر علی خاں عاجز کے چھوٹے بھائی تھے ان کی،

ہدایت پر شاہ دہلی کے دربار میں حاضر ہوئے اور شاہ دہلی کی طرف سے پہاڑی کے مورچوں پر جنگ میں حصہ لیا۔ جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو مفرور ہو گئے اور ملکہ کے اعلانِ معافی کے بعد وطن واپس آئے آپ فنِ شاعری میں استادِ وقت تھے اور حضرت زکی مرادآبادی کے ارشد تلامذہ میں تھے

نواب غلام قادر خاں

حلف نواب احمد خاں از اولاد عمدۃ الملک نواب بہادر خاں والیِ شاہجہانپور۔ آپ حضرت سید سعادت علی میاں خلف حضرت سید شاہ شیر علی میاں خلف حضرت سید غلام علی میاں قادری رزاقی بالسنوی قدس سرہ کے مرید تھے۔ آپ نے اپنے مرشد زادوں شاہ روف احمد میاںؒ اور شاہ ظہور احمد میاں پیران شاہ سید سعادت علی میاںؒ کے مشورے سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران بریلی جاکر نواب خان بہادر خاں سے نظامت شاہجہانپور کا پروانہ حاصل کیا اور شاہجہانپور میں انگریزی فوج سے مقابلہ کیا۔ آپ کے سردار فوج نظام علی خاں نبیرہ شہباز خاں بانیِ شہباز نگر تھے۔ اس سے پہلے وہ سرکار انگریزی میں تحصیلدار تھے۔ مقابلے میں نظام علی خاں اور بخشی رام مع چند ہمراہیوں کے میدان کارزار میں کام آئے۔ نواب غلام قادر خاں اودھ کی طرف چلے گئے وہاں سے مستورات کو شاہجہانپور واپس بھیجدیا اور خود نیپال پہاڑ پر چلے گئے وہاں بیکسی میں فوت ہوئے انگریزی حکومت نے قلعے کو مسمار کر دیا اور جائداد ضبط کرلی۔

شعرائے ضلع بدایوں

(شعرائے عربی)

بدایوں میں بارہویں صدی میں عربی شاعری کا آغاز ہوا اور اس کا دور اب تک جاری ہے تیرہویں صدی سے فارسی شاعری اور اٹھارہویں صدی سے اردو شاعری کا دور جاری ہے۔ عربی کے قدیم ترین شاعر امام صغانی تھے۔

حسن صغانی

امام ابوالفضائل رضی الدین حسن صغانی بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی بن اسمعیل فاروقی حنفی لاہوری ثم بدایونی ؒ آپ محقق لغوی۔ ادیب۔ شاعر۔ مورخ۔ فقیہ محدث۔ ماہر انساب سیاست داں اور سیاح تھے۔ بقول مولانا عبدالحلیم چشتی اگر ایسا عالم متبحر مغرب میں پیدا ہوتا تو اس کثرت سے اس کی سوانح عمریاں لکھی جاتیں کہ اس کی تصویر کا ایک ایک خال آنکھوں کے سامنے آجاتا لیکن امام صغانی کے حالات ارباب تذکرہ نے بیس پچیس سطروں سے زیادہ نہیں لکھے ذہبی نے تاریخ اسلام مجدالدین فیروز آبادی نے قاموس المحیط میں۔ کمال الدین دمیری نے حیات الحیوان میں

آپ کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ سیوطی سید مرتضیٰ بلگرامی، آزاد بلگرامی۔ نواب صدیق حسن خاں اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے بھی آپ کا ذکر کیا ہے آپ کی ولادت لاہور میں ہوئی۔ فوائد الفواد میں حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کا تعلق بدایوں سے تھا۔ سیر الاولیا مولفہ شیخ محمد بن مبارک علوی میں لکھا ہے کہ علامہ کمال الدین زاہد ۶۸۵ھ نے حضرت محبوب الٰہی کو کتاب مشارق الانوار کی سند دی تھی۔ علامہ کمال الدین زاہد کے استاد شیخ برہان الدین ابوالخیر بلخی ۶۸۸ھ اور ان کے استاد امام صغانی اور امام برہان الدین مرغینانی مولف ہدایہ تھے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث میں امام صغانی کو مشکل درپیش آتی تھی۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ جناب خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ حضرت محبوب الٰہی کا یہ بیان کہ امام صغانی کا وطن بدایوں تھا سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے کیونکہ خود آپ کا تعلق بدایوں سے تھا اور آپ بدایوں کے متعلق اچھی معلومات رکھتے تھے۔ امام صغانی آپ کے استاد الاستاد تھے جن کے متعلق آپ کا بیان زیادہ معتبر ہے۔ مولوی ضیا احمد بدایونی نے ذوالقرنین بدایوں نمبر میں امام صغانی کو بدایونی ثابت کرکے اس بحث کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اس کے برخلاف امام صغانی کے دوسرے شاگرد حافظ دمیاطی کے شاگرد حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام صغانی کی ولادت لاہور میں اور تعلیم و تربیت غزنی میں ہوئی۔ ہندوستان میں آپ کے استاد قاضی سعدالدین خلف بن محمد حسن آبادی تھے جو شہاب الدین غوری کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے اور التمش کے عہد میں عہدہ قضا پر فائز تھے عصامی نے فتوح السلاطین میں تحریر کیا ہے کہ قاضی سعدالدین اور قاضی حمیدالدین ناگوری

میں حرمتِ سماع کے بارے میں مناظرہ ہوا تھا۔ امام صغانی کے دوسرے استاد آپ کے والد شیخ محمد تھے آپ نے اپنی کتاب العباب میں اپنے والد کے فضل و کمال کی بڑی تعریف کی ہے امام صغانی ۶۰۲ھ میں حج کو گئے اور یمن و حجاز میں محاورات عرب پر عبور حاصل کیا اور کتب صحاح کا بھی سماع کیا والد کے انتقال کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔ قطب الدین ایبک نے آپ کو لاہور کی قضا پیش کی جو آپ نے قبول نہ کی۔ کول (علیگڑھ) میں نائب مشرف مقرر ہوئے اور ایک عرصے تک اس عہدے پر کام کیا ایک مرتبہ مشرف کی بدسلوکی کی وجہ سے آپ نے ملازمت ترک کر دی اور حسام الدین اوغلبک کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے اس کے بعد دوبارہ حج کو گئے اور تقریباً پانچ سال نجد و یمن میں قیام کیا۔ یمن کے علما نے آپ سے اور آپ نے ان سے استفادہ کیا پھر آپ مکہ معظمہ ہوتے ہوتے ہندوستان واپس آ گئے۔ اور دوآبہ گنگ و جمن۔ سندھ اور پنجاب میں ہر جگہ سیاحت کی ۶۱۳ھ میں تیسرے سفر حج کو روانہ ہوئے۔ عدن اور یمن میں عرصہ تک قیام کیا۔ وہاں سے مکہ معظمہ ہوتے ہوتے ہندوستان آ گئے۔ چار سال بعد پھر حج کو گئے۔ حج کے بعد بغداد گئے خلیفہ مستنصر باللہ نے آپ سے حدیث کی سند لی اور آپ کو ہندوستان میں اپنا سفیر مقرر کیا اور خلیفہ کے سفیر کی حیثیت سے آپ التمش کے دربار میں آتے آپ کی وجہ سے خلافت بغداد سے ہندوستان کے رشتے کو استحکام ملا ۶۲۷ھ میں خلیفہ نے گفت و شنید کیلئے طلب کیا اس کے بعد ایک وفد کے ساتھ آئے دہلی میں شاندار استقبال ہوا التمش نے وفد کو تحائف کے ساتھ واپس کیا۔ ناگور میں حمید الدین ناگوری اور قاضی کمال الدین زاہد اور دیگر بزرگوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا۔ التمش کے انتقال کے بعد اور خاص طور پر سلطانہ رضیہ کے قتل کے بعد حالات مکدر تھے اس لیے امام صغانی حج کو چلے گئے۔ بغداد میں مدرسہ مستنصریہ کے استاد مقرر ہوئے ۹ شعبان ۶۵۰ھ

کو بغداد میں انتقال کیا اور جنت المعلیٰ (مکہ معظمہ) میں حضرت فضیل بن عیاض کے برابر دفن ہوئے آپ عربی کے زبردست شاعر تھے لیکن آپ کا کلام دستیاب نہ ہوا
امام صغانی کی تصانیف میں مشارق الانوار حدیث کی مشہور کتاب ہے اس کا اردو ترجمہ مولوی خرم علی بلہوری نے کیا تھا جو مطبع مصطفائی کانپور اور مطبع نول کشور لکھنؤ نے چھاپا تھا۔ مشارق الانوار کی بے شمار شرحیں لکھی جا چکی ہیں (۲) مصباح الدجیٰ (۳) شمس المنیرہ حدیث میں (۴) العباب الزاخر (۵) مجمع البحرین لغت میں ہیں۔
بدایوں کے دوسرے ممتاز عربی شعرا میں مولانا فیض احمد رسوا بدایونی مجاہد جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور یعقوب بخش راغب بدایونی ہیں مولانا فیض احمد کے تین دیوان عربی و فارسی و اردو کے تھے جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ ان دونوں حضرات کا ذکر اردو شعرا کے ذیل آئے گا۔

شعرائے فارسی

۱۔ بدر ؒ: حضرت خواجہ سید بدر الدین ابوبکر موئے تاب شاہ ولایت

بدایونی ۱۳۰۰ء خلف سید احمد ملتانی ثم بدایونی آپ اپنے برادر مکرم شیخ شاہی سید حسن موئے تاب بدایونی م تقریباً ۶۷۵ھ کے شاگرد و مرید و خلیفہ تھے مولف تذکرۃ الواصلین نے آپ کا سنہ وفات ۷۲۵ھ اور ۷۵۰ھ کے درمیان تحریر کیا ہے جو درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مولانا ضیاء الدین نخشبی بدایونی م ۷۵۱ھ نے آپ کی وفات کے وقت ملاقات کی تھی۔ مولانا نخشبی کا اپنی وفات سے ایک سو سال قبل آپ سے ملاقات کرنا

قرین قیاس نہیں ہے۔ مولف نزہتہ الخواطر نے آپ کا سنہ وفات سنہ ۷۳۰ھ تحریر کیا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔ مولف تذکرۃ الواصلین کا یہ کہنا درست ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ (۱۲۳۶ء-۱۳۲۴ء / ۶۳۴ھ-۷۲۵ھ) نے حضرت شیخ شاہی روشن تاب قدس سرہ کو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت شاہ ولایت موئے تاب قدس سرہ کو دیکھا تھا۔ لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حضرت روشن تاب کا انتقال حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی ولادت سے پہلے ہوگیا تھا۔

حضرت شاہ ولایت موئے تاب قدس سرہ اپنے برادر اکبر کی ہدایت پر حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ (۱۲۳۵ء / ۶۳۳ھ) کی خدمت میں نوجوانی میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ کو صاحب ولایت بدایوں کے الفاظ سے خطاب کیا تھا۔

حضرت شاہ ولایت موئے تاب قدس سرہ شاعر بھی تھے آپ کا صرف ایک شعر مولانا بخشی نے تحریر کیا ہے مولانا بخشی آپ کی وفات کے وقت حاضر خدمت ہوئے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

قالب چو غبار است میان من و تو — امید کہ ایں ہم زمیاں برخیزد

منظوم ترجمہ از مولف

قالب خاکی ہے مانند غبار — یہ ہٹے گا تو ملے گا وصل یار

(تذکرۃ الواصلین۔ نزہتہ الخواطر)

مولانا شہاب مہمرہ بدایونیؒ

۲ **مولانا شہاب الدین محمد بن جمال الدین مہمرہ ثم بدایونی ۱۲۰۹ء - ۱۳۰۵ء / ۶۰۵ - ۷۰۵ھ**

آپ عہدِ رکن الدین فیروز شاہ کے ملک الشعرا تھے اسکے علاوہ صاحبِ نسبت وموفت بھی تھے۔ خواجہ ضیاء الدین نخشبیؒ ۱۳۵۰ء / ۷۵۱ھ اور حضرت امیر خسروؒ ۱۳۲۵ء / ۷۲۵ھ اور فخر الملک عمید تولکی ۱۲۵۰ء / ۶۴۸ھ آپ کے شاگردوں میں تھے آپ عربی کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور نہ صرف ایک بلند پایہ شاعر بلکہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم و فاضل بھی تھے الہیات۔ طبیعات۔ ریاضیات۔ معقولات و منقولات میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ میں مبسوط اور حکمت میں اشارات پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ امیر خسروؒ ان کے کمالات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ؎۔

حکمتش را از بس افزونی — ملکِ بقراطی و فلاطونی
در ریاضی بہ یک صریرِ قلم — باز کردست گوشِ جذرِ اصم
عقلیش از قیاسِ عقل برون — نقلیش از مقامِ نقل فزون
ہرچہ در دہر نقشِ دانائی است — دال اورا براں توانائی است

فنِ شاعری میں مولانا کو کمال حاصل تھا۔ امیر خسروؒ غرۃ الکمال میں فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا دیوان مدون نہیں کیا۔ اگر ایسا کرتے تو امراؤ القیس ان کے کلام کا دیوانہ ہوجاتا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے ان کا ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو انہوں

نے رکن الدین فیروز ~~۶۳۳~~ ۶۳۴ھ کو پیش کیا تھا اس وقت وہ نوجوان تھے اور جب امیر خسروؒ کی مثنوی ہشت بہشت مصنفہ ~~۷۰۱~~ ۷۰۱ھ کی اصلاح کی تھی تو آپ کی عمر ۹۰ سال کے قریب تھی امیر خسروؒ نے اپنی غیر معمولی خدا داد استعداد اور صلاحیت کی بنا پر کسی کو اپنا استاد بنانا پسند نہ کیا لیکن جب سخنوری و زمزمہ سنجی کے شباب پر پہنچے تو مولانا کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ انہوں نے ہشت بہشت کے خاتمہ پر مولانا کی اصلاح کا اس طرح اعتراف کیا ہے ؎

من بہ او پیش کردہ نامہ خویش — او بہ اصلاح راندہ خامہ خویش

گرچہ چوں دوستاں پسندیدہ — لیکن از چشم دشمناں دیدہ

شمع من یافتہ ضیا از وے — مس من گشتہ کیمیا از وے

آخری شعر کا منظوم اردو ترجمہ یہ ہے

ہے مری شمع میں ضیا ان سے — بن گئی خاک کیمیا ان سے

امیر خسرو کے مرشد روحانی حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہ اور شاعری کے استاد حضرت شہاب مہمرہ بدایونی تھے اس طرح انکا بدایوں سے دہرا تعلق اور گہری عقیدت تھی اس عقیدت کا اظہار انہوں نے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے ؏

ز بس ایں مرکز اہل العیرت منبع جو داست — بجائے سرمہ در دیدہ کشم خاک بداؤں را

مولانا کے زیادہ اشعار منتخب التواریخ اور عرفات العاشقین میں درج ہیں۔ کچھ اشعار مجمع النفائس۔ خلاصۃ الاشعار اور مخزن الغرائب میں بھی ہیں۔

مولانا کے قصائد میں بعض نئی باتیں نظر آتی ہیں۔ بعض اوقات ہر شعر میں تین چار الفاظ کی تکرار کرتے ہیں لیکن فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آنے دیتے بلکہ ان کی جدت طبع لطف زبان اور انداز بیاں میں یکساں لطف ملتا ہے۔

ہندوستان کے شعراء میں حمد و نعت کے قصاید کہنے کی اولیت بھی مولانا

شہاب کو حاصل ہے۔ ابوالفرج رونی اور سعد سلمان کے کلام میں ایک قصیدہ بھی حمد ونعت کا نہیں ہے۔ مولانا شہاب کے نعتیہ قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں۔

بشرے ملک لطافت ملکے زمیں تواضع ۔۔۔ چو ملک بہ پاک جسمے چو ملک بہ پاک جانی
گہرے کہ بودہ جالیش بہ خزانۂ الٰہی ۔۔۔ قمرے کہ تافت نورش ز سپہر جاودانی
گہرے کہ قیمتی تر ز وجود او نیامد ۔۔۔ بہ ولایت عناصر ز محیط آسمانی
ز جمال عارضش کم رخ آفتاب مشرقی ۔۔۔ ز قوام قامتش خم بہ سر سرو بوستانی

پورے قصیدے میں بلاغت بھی ہے اور فصاحت بھی۔ الفاظ کے دروبست نے قصیدے میں بڑی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ مولانا کے قصائد میں صوفیانہ رنگ بھی ہے۔ ڈاکٹر اقبال حسین کہتے ہیں کہ اس میں ان کو اولیت حاصل ہے۔ پروفیسر عبدالغنی فرماتے ہیں کہ عرفی نے ہندوستان آ کر مولانا شہاب کی طرز نگارش اور رجحان کا اتباع کیا لیکن صرف طویل قصائد۔ زورِ کلام اور طرزِ ادا کی جدت میں کچھ موازنہ ہو سکتا ہے بقول پروفیسر محمود شیرانی مولانا شہاب کا اندازِ علمیت۔ سنگلاخ زمین۔ صنعتِ لزوم مالایلزم اور دیگر صنائع ہیں یہ رنگ چھٹی اور ساتویں صدی میں مرغوب تھا دسویں صدی میں عرفی اور اس کے معاصرین کو کیوں پسند آتا۔

ہندوستانی شعرا میں مولانا شہاب کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے قصیدے کو حمد و نعت اور اخلاق و تصوف سے روشناس کر کے ایک نیا رنگ پیدا کر دیا جس کو بعد کے شعرا نے چمکایا۔ ان کے قصیدے موجودہ قصاید کے مطابق نہیں ہیں لیکن جب وہ کہے گئے تھے تو اس عہد کے معاصرین نے ان کو عام طور پر پسند کیا اور ان کی تقلید کی ان کے قصیدے قادرالکلامی۔ لفظی صناعی اور اختراع کے بہترین نمونے ہیں جن کی بنا پر بے شک وشبہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے عہد میں فارسی شاعری پر غیر معمولی طریقے پر اثرانداز

ہوئے اور آج بھی جدتِ طبع اور بے مثل مہارت کی وجہ سے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

آپ کا انتقال بدایوں میں ہوا۔ مزار شہر کے جانب مغرب درگاہ حضرت شاہ ولایتؒ اور شہر کے درمیان ایک چبوترے پر واقع ہے پائیں کو دوسری قبر آپ کے شاگرد خواجہ ضیاء الدین نخشبیؒ کی ہے۔

نظام : حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ سید نظام الدین محمد بدایونی ثم دہلوی ۱۲۳۴ء–۱۳۲۴ء ۶۳۱–۷۲۵ھ

حضرت کے اوصاف و کمالات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی بدایوں بلکہ روہیلکھنڈ کیلئے سرمایۂ افتخار ہے۔ آپ کے دادا سید علی بن عبد اللہ اور نانا سید عرب صاحبؒ بن سید محمد بخاری غزنی سے بدایوں تشریف لائے یہ دونوں برادر عمزاد تھے۔ بدایوں میں سید علی بخاری صاحبؒ کے صاحبزادے حضرت سید احمد صاحبؒ کا عقد ۱۲۳۸ء/۶۳۵ھ سید عرب صاحبؒ کی صاحبزادی سیدہ زلیخاؒ سے ہوا۔ سید علی بخاریؒ اور ان کے صاحبزادے سید احمد صاحبؒ کے مزارات برابر برابر ایک چار دیواری میں سالگر تالاب کے کنارے بدایوں میں واقع ہیں۔ یہ چار دیواری اور اس کے اندر مسجد کی عمارت حافظ الملک حافظ رحمت خان والیِ روہیلکھنڈ نے تعمیر کرائی تھی اس درگاہ کے جانب جنوب تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی حریم میں سید عربؒ کا مزار واقع ہے۔ سید علی بخاری اور سید عرب بخاری کے دادا سید حسن بن سید علی بن سید احمد بن سید ابو عبد اللہ بن سیدنا امام جعفر ثانی بن سیدنا امام علی نقی علیہ السلام تھے۔

حضرت محبوب الٰہی کی ولادت باسعادت کے چار سال بعد آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی اور آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے

فرمائی۔ ظاہری افلاس کی وجہ سے کبھی کبھی گھر میں فاقہ کشی ہوتی تو آپ صاحبزادے سے فرماتی تھیں کہ نظام الدین آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ بدایوں میں آپ نے علم ظاہری مولانا سید علاء الدین اصولیؒ بن سید شرف الدین اعلیٰ نقوی قبائی بدایونی م تقریباً ۶۷۵ھ/۱۲۷۶ء سے حاصل کیا۔ دستار بندی کے لیے ایک پگڑی آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر بنائی تھی وہ پگڑی شیخ جلال الدین تبریزیؒ ۶۰۱ھ/۱۲۰۴ء ۶۵۰ھ/۱۲۴۹ء کے مرید شیخ علی مولا قطب بدایونی نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر باندھی تھی اور دعا کی تھی کہ اللہ تمہیں علمائے دین میں کرے ۶۵۱ھ/۱۲۵۳ء میں آپ کی والدہ ماجدہ تعلیم کی غرض سے آپ کو دہلی لے گئیں۔ وہاں مدرسہ گھر سے بہت دور تھا اس لیے والدہ ماجدہ نے ہدایت کردی کہ ہر ماہ کی یکم کو مجھ سے ملنے آجایا کرو آخری بار جب آپ حاضر خدمت ہوئے تو والدہ ماجدہ سخت بیمار تھیں سلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آئندہ ہم اس دنیا میں نہ ہوں گے یہ سن کر صاحبزادہ پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ نے فرمایا کہ اماں جان آپ کے بعد اس غربت میں میرا کون ہے والدہ ماجدہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے اس یتیم بچّے کی سرپرستی کر اور اس کو وہ مرتبہ عطا فرما کہ قیامت تک اس کا نام زندہ رہے۔

دہلی میں حضرت محبوب الٰہیؒ نے خواجہ شمس الدین خوارزمیؒ اور علامہ کمال الدین زاہدؒ ۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء سے علم عربی پڑھا اور شیخ برہان الدین الوالخیرؒ م ۶۸۷ھ/۱۲۸۸ء شاگرد امام رضی الدین حسن صغانیؒ م ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء اور امام برہان الدین مرغینانیؒ ۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء مولف ہدایہ کے شاگرد تھے۔

دہلی سے آپ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ م ۶۶۴ھ کی
مت میں پاک پٹن شریف میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے
ت فرماتے ہی خلافت و خرقہ سے سرفراز فرمایا اور اپنا جانشین مقرر فرما کر بزرگوں
ساری نعمتیں عطا فرمادیں۔ اپنا لباس خاص اپنے دست مبارک سے پہنایا اور
ملی جس پر آپ بیٹھتے تھے عنایت فرمائی اور دہلی کو رخصت کیا۔ وہاں آپ کو
عام ملا۔ آپ بادشاہوں اور امرا کی صحبت پسند نہ فرماتے تھے سلطان قطب
ین مبارک اور سلطان غیاث الدین تغلق نے آپ سے عداوت مول لی اور نقصان
یا۔ سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق آپ سے اعتقاد رکھتے رہے۔
سلطان فیروز خلجی صغیر سنی میں سلام کو حاضر ہوا اس کے لیے آپ نے دعا فرمائی
نے اپنے خلفا کو بنگال۔ دکن۔ گجرات اور دوسرے دور دراز مقامات میں متعین
ہنوں نے اسلام کی بڑی تبلیغ کی ان خلفا کی فہرست کافی طویل ہے۔

حضرت محبوب الٰہی کو شعر و ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ نہایت بلند ادبی ذوق
تھے آپ کے دامن فیض سے امیر خسروؒ اور حسن سنجریؒ جیسے باکمال شعرا وابستہ
۔ انہوں نے شعر و سخن میں جو شہرت حاصل کی وہ آپ ہی کا فیضان تھا۔ آپ نے
شاعری سے روکا نہیں بلکہ ان کی رہنمائی فرمائی۔ سیر الاولیا کے مطابق آپ نے
خسروؒ کو مشورہ دیا کہ اصفہانیوں کی طرز میں شعر کہا کرو تا کہ کلام عشق انگیز
س حکم نے ان کے کلام کو سوز باطنی سے معمور کر دیا۔ بعض روایتوں سے پتہ
ہے کہ خسروؒ کے کلام میں آپ کے لعاب دہن سے تاثیر پیدا ہوئی خسرو نے لکھا
کہ یہ تمام مضامین جو میں نے نظم کئے ہیں مخدوم کی توجہ اور دعا کا نتیجہ ہیں آپ

نے بڑی تربیت فرمائی ہے۔ مندرجہ ذیل رباعی میں آپ نے خسروؒ کی شاعرانہ عظمت کی تعریف کی ہے۔

خسرو کہ در نظم و نثر مثلش کم خاست | ملکیت ملک سخن آں خسرو راست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست | زیرا کہ خدائے ما ناصر خسرو ماست

اگرچہ آپ اعلیٰ پایہ کا ذوقِ سخن رکھتے تھے لیکن شاعری سے اسلئے احتراز فرماتے تھے کہ آپ کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت شعر گوئی سے بہتر تھی۔ لیکن کبھی کبھی ذوق و شوق کے عالم میں شعر کہتے تھے۔ تذکرہ نشتر عشق مخطوطہ رام پور میں آپ کا یہ قطعہ موجود ہے ؎

از تو شنواند بریدن کس بآسانی مرا | گر ہمی داند کسے آخر تو میدانی مرا
گر برنجانی نہ رنجم زانکہ رنجت راحت است | جانی و آرام جاں آندم کہ رنجانی مرا

افضل الفوائد میں امیر خسروؒ نے آپ کی یہ رباعی تحریر کی ہے۔

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے | چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے
گر باد نبودے سر زلفش کہ ربودے | رخسارہ معشوق بہ عاشق کہ نمودے

آپ کی ایک نعت جس کا درج ذیل مطلع بہت مشہور ہے سوز و گداز اور پاکیزگی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔

صبا بہ سوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں | بہ گردِ شاہِ رسل بگرد و بصد تضرع پیام برخواں

ایک مرتبہ امیر حسن نے ایک شعر پڑھا آپ نے ایک اور شعر کا اضافہ فرما کر رباعی مکمل کر دی۔

دنیا طلبی جہاں بہ کامت بادا | واں جیفۂ مردار بہ دامت بادا
گفتی کہ نزد من حرام است سماع | گر بر تو حرام است حرامت بادا

آپ فرماتے تھے کہ وہ شعراء جو غزل، حشو اور ہجو کہتے ہیں ان کی پیروی گمراہ کن ہے ورنہ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ نے بھی اشعار کہے ہیں۔

آپ نے حضرت علیؓ کی منقبت میں جو غزل کہی تھی اسکے چند شعر یہ ہیں۔

امامت را کسے شاید کہ شاہ اولیا باشد — بہ زہد و عصمت و دانش مثال انبیا باشد
امام حق کسے باشد کہ اندر جملہ قرآن — بہ ہر آیت کہ بر خوانی دراں حمد و ثنا باشد
امام حق کسے باشد کہ یزداں بست عقد او — بو دختر النساء زوجہ و خسر مصطفیٰؐ باشد
امام حق کسے باشد کہ با ابناء و با زہراؓ — نبیؐ را انفسک نفسی بہ زہراؓ یک ردا باشد
امام حق کسے باشد کہ از رائے منیر او — ز مغرب شمس برگردد کہ تا فرضش ادا باشد
امام حق کسے باشد کہ داد او را نبیؐ دختر — خدا ہم دلدل و خنجر کہ او خیبر کشا باشد

آپ کی غزلیات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

وقت آں آمد کہ دل از ہر دو عالم بر کنم — ایں جہان و آں جہاں را درہم و برہم زنم
مرغ باغ قدسیم با قدسیاں بودہ بسے — چند گاہے شد کہ ہست ایں فرش خاکی مسکنم
ہر ساعتے بہ دیدن دلدار می روم — ہر صبح دم بہ جانب گلزار می روم
پرسند دوستاں کہ کجا می روی نظام — گویم کہ عاشقم بہ در یار می روم

رباعی: زاں روز کہ بندۂ تو خوانند مرا — بر مردمک دیدہ نشانند مرا
لطف علامت عنایتے فرمود است — ورنہ چہ کنم چہ دانند مرا

نخشبی بدایونی: خواجہ ضیاء الدین نخشبی ثم بدایونی م ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء

آپ فتنہ تاتار کی وجہ سے ہندوستان آئے اور بدایوں میں سکونت اختیار کی مولف

تذکرۃ الواصلین کہتے ہیں کہ جب آپ بدایوں آئے تو پڑوس میں ڈھول کی آواز سنی وجہ معلوم کی تو بتایا گیا کہ صاحب خانہ کی سالگرہ کی وجہ سے لوگ خوشی منا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی جگہ ہے یہاں کے لوگ عمر کم ہونے پر خوش ہوتے ہیں یہاں سے نہ جانا چاہیئے۔

آپ نے اپنے وطن کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اس لیے آسائش کی زندگی پسند نہیں کرتے تھے ایک گوشے میں مقیم تھے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

آنکہ ویرانیِ جہاں دیداست　　　حشمت بر حشمت ہیچگونہ نہد

آپ نے تمام عمر عسرت میں بسر کی فقر و فاقہ میں خوش اور امراء و سلاطین سے بے تعلق رہتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ امیروں کے گھر کا طواف کرتے ہیں یہ ان فقیروں کی شقاوت کی نشانی ہے۔

بخشی ہاں بہ فقر خوش می باش　　　گرچہ کس در غنا نہ باید خوش

فقر آں چناں خوش اندر فقر　　　کہ کسے در غنا نہ باید خوش

آپ کی رگ رگ میں عشقِ حقیقی سمایا ہوا تھا۔ بخشی مست بادۂ عشق است آپ زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے آپ کے اشعار میں عشقِ حقیقی کی تپش موجود ہے۔

بخشی عشق مذہبے ست عجب　　　شد لش کس بیاں چہ باید کرد

اخبار الاخیار۔ سیر الاولیا۔ معارج الولایت اور خزینۃ الاصفیا میں آپ کو شیخ[1] فریدالدین محمود[2] ۶۵۲ھ ناگوری بن شیخ عزیز الدین علی ناگوری[3] ۶۸۲ھ بن شیخ حمیدالدین سوالی ناگوری ۶۷۳ھ کا خلیفہ بتایا گیا ہے۔

فٹ نوٹ اگلے صفحہ پر

حضرت نخشبی کو قرآن و حدیث پر گہری نظر تھی۔ مشائخ کی تصانیف پر عبور تھا آپ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ آیاتِ قرآنی۔ احادیث اور اقوالِ مشائخ نقل کئے ہیں۔ سلکِ سلوک اس اعتبار سے بہت اہم ہے۔ آپ کو عربی و فارسی پر قدرت تھی سنسکرت اور سریانی سے بھی واقف تھے اور علم موسیقی سے بھی آگاہ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) **طوطی نامہ:** مولفہ ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء میں ۵۲ حکایات ہیں اس میں افسانے کے پیرائے میں آدابِ معاشرت کی شرح ہے۔ یہ سنسکرت کی مشہور کتاب شک ست پتی کا ترجمہ ہے اس میں انہوں نے سنسکرت کی روح کو فارسی کے قالب میں ڈھال دیا ہے اور اپنے موزوں قطعات اور رنگین اشعار سے اس میں حد درجہ دلآویزی پیدا کر دی ہے۔ ابوالفضل نے عیارِ دانش میں ضیائے نخشبی کے طوطی نامہ کو اور زیادہ سہل بنا دیا۔ ۱۶۳۵ء عہد جہانگیر میں غواصی نے نصف ہندی اور نصف فارسی میں نظم کیا ہے بس بیسی نے بنگالی میں اور ترکی میں عبداللہ آفندی نے منتقل کیا۔ حمید لاہوری نے اسے نظم

فٹ نوٹ صفحہ سابقہ

ـلـه اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے وہ اپنے والد ماجد شیخ حمید الدین سوالی ناگوری کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے شیخ فرید الدین کو جد بزرگوار نے بھی خرقہ عطا کیا تھا اور دعا دی تھی۔ شیخ فرید الدین نے اپنے جد بزرگوار کے ملفوظات سرالصدور میں تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار شیخ حمید الدین سوالی ناگوری کو حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ۱۲۳۵ء/۶۳۳ھ سے خلافت اور خطاب سلطان التارکین ملا تھا۔

گیا بخشیؒ کی تصانیف سے یورپ اٹھارویں صدی میں متعارف ہوا۔ ۱۷۹۲ء میں طوطی نامہ کی بارہ کہانیوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوا محمد قادری کے خلاصہ طوطی نامہ کو ۱۸۲۲ء میں جرمن زبان میں شائع کیا گیا اس پر دلچسپ مقدمہ لکھا گیا اور بخشی کی تصانیف پر بحث کی گئی۔

(۲) **سلکِ سلوک** شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مولانا نخشبیؒ کی تصانیف میں سلکِ سلوک سب سے زیادہ پسند تھی وہ فرماتے ہیں کہ سلکِ سلوک "بغایت کتاب شیرین و رنگین است ۔ بہ زبانِ لطیف و موثر مشتمل بر حکایاتِ مشائخ و کلماتِ ایشاں"
سلکِ سلوک تصوف کے اعلیٰ مضامین کا دلکش نمونہ ہے۔

نخشبی گرچہ مردِ درویش است   لیک زیں گونہ ملک ہا دارد
گر تونگر بخوانمش شاید   اینک از درج سلک ہا دارد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی ادبِ نخشبیؒ کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے سلکِ سلوک میں مشائخ کے واقعات کثرت سے بیان کئے ہیں۔ سلکِ سلوک سے آپ کے بحرِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ ابوبکر موئے تاب شاہ ولایت بدایونیؒ سے آپ کے تعلقات تھے آپ مرضِ وفات میں ان کی عیادت کو گئے تھے حضرت محبوبِ الٰہیؒ سے بھی آپ بہت متاثر تھے

(۳) **جزویات کلیات** ۱۳۲۹ء / ۷۳۰ھ

معارج الولایت میں اسکو مولانا نخشبیؒ کی تصانیف میں پہلا درجہ دیا ہے اس میں آپ نے انسان کے اعضا پر تصوف کے رنگ میں بحث کی ہے۔

(۴) شرحِ دعائے سریانی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے زبور کی ایک سورت کو عربی میں نظم کیا تھا مولانا بخشی نے اسکی شرح لکھی ہے عربی کے ۲۳ شعر ہیں جن کی شرح چوتن صفحات میں کی گئی ہے۔

(۵) گلریز

۔ ایک دلچسپ افسانہ ہے۔ یہ کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال سے شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مولانا بخشیؒ نے معنیٰ عبارت کا کمال دکھایا ہے۔ یہ افسانہ مولانا بخشی کے تخیل کی پیداوار ہے نمونہ یہ ہے "گوینده این فسانه وسازنده این ترازنشاننده این نشانه نخشبی چنین گوید" یہ کتاب ابتدائی زمانے کی کاوش معلوم ہوتی ہے اس میں بعض جگہ وطن کی جدائی کا بھی ذکر ہے۔

(۶) رواث النسا

ترجمہ کوک شاستر اس کا ایک قدیم نسخہ کوپن ہیگن میں ہے۔

چہل ناموس

اس کتاب سے مولانا کے علمِ طب کی واقفیت کا پتہ چلتا ہے اس کتاب میں آپ نے دنیا کی مذمت اس طرح کی ہے۔

اے کہ دریں گنبدِ گرداں خوشی | طرفہ کسے تو کہ بہ زنداں خوشی
ہرکہ دریں مرحلہ منزل کند | آنکہ بود با دلِ بیدل کند
ہرکہ ازیں منزلِ خاکی بود | چیست عجب گر بہ بپاکی بود

اس میں نعت اس طرح فرمائی ہے۔

علوی و عالی و معالی بہ جسم | احمدؐ و محمودؐ و محمدؐ بہ اسم
داد گواہی بہ خدائیٔ حق | رحمتِ عالم بہ گواہی حق
ذاتِ تو بس راحتِ جاں آمدہ | پیش از آدم بہ جہاں آمدہ
نخشبی از غاشیہ دارانِ اوست | بندہ او بندۂ یارانِ اوست

چہل ناموس میں چالیس ناموس انسان کے تمام اعضا کے بیان میں لکھے ہیں چہل ناموس اور سلک سلوک تصوف سے متعلق ہیں

(۸) عشرہ مبشرہ

(۹) شرح فاالطلین تجدی

مولانا نخشبی نے اپنی تصانیف کے شروع میں مدح رسول لکھی ہے جس سے ان کے عشقِ رسول کا پتہ چلتا ہے نمونہ یہ ہے۔

بیا اے دارم و بس خوش پیامے | کہ خواہد بردا زما یک سلامے
بہ سوئے روضۂ پاکِ رسولے | کہ پیش او عرش را نبود قبولے
بہ مدح مدحت محمودِ عالم | محمدؐ آنکہ شد مقصودِ عالم
جہاں را راہِ حق بنمودہ او | مکان و لامکاں پیمودہ او

جہاں زد سکہ شاہی بنامش
ضیائے نخشبی باشد غلامش

مولانا نخشبی کے قطعات کو بڑی شہرت حاصل ہے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

نے علت شوق را طبیباں دانند
نے نکتۂ عشق را ادیباں دانند

در دیست غریبی کہ غریباں دانند
اندوہ غریبی بہ کسے نتواں گفت

سینۂ محرماں فگار بود
نخشبی باخوشی چہ کار ترا

ہر کہ چوں تو گناہ گار بود
دم خوشی ہیچ وقت بزنارد

آپ بدایوں کے استاد الاساتذہ شیخ شہاب الدین مہمرہ بدایونی کے شاگرد رشید تھے بدایوں میں استاد و شاگرد کے مزارات ایک ہی چبوترے پر واقع ہیں۔

(۵) ناصحی جمال خاں ۹۷۷ھ ۱۵۷۰ء ابن شیخ منگن ابن شیخ محمد ابن شیخ لاڈن ابن شیخ مصطفےٰ ابن شیخ علی اکبر ابن شیخ ابن شیخ کمال الدین فرشوری ابن نور الدین ابن شیخ شمس الدین ثانی ابن شیخ ابوالمظفر علاء الدین ابن شیخ احمد ثانی ابن شیخ محمد ابن شیخ علی سبزواری ابن شیخ نجیب ابن شیخ احمد ابن شیخ اسمٰعیل ابن شیخ علاء الدین بن شمس الدین ابن شیخ ابن شیخ محمد ابن شیخ قاسم ابن شیخ محمد ابن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ فرشوری صدیقی خاندان سے تعلق تھا یہ خاندان اولاً بلگرام میں مقیم تھا وہاں سے بدایوں آیا بلگرام میں اس خاندان کے افراد اب بھی موجود ہیں۔

جمال خاں ناصحی امرائے عظام سے تھے جوانی میں عید قرباں کے روز سنبھل میں خاں کلاں کی ہمراہی میں وفات پائی تجلیات سخنی میں تاریخ وفات یہ لکھی ہے۔

[redacted]

سد آہ از جوانی و زیب جمال خاں" لیکن اس کے اعداد سنہ وفات سے مطابق
ہیں ہوتے شاید کوئی کتابت کی غلطی ہو۔

نمونہ کلام یہ ہے۔

بشنو ایں نکتہ سنجیدہ ز پروردۂ عشق — کہ سزا بندۂ بے عشق بود بندۂ عشق
ہر سلیمانے کہ خود را کم ترا ز مورے ندید — عاقبت بر باد رفت و آں سلیمانی گذشت
تا ارنج از متع عشرت مدام گلرنگ است — مرا بہ مکر دیانت چو غنچہ دل تنگ است

(تجلیات سخن)

(۶) نظمی تبریزی ثم بدایونی م ۹۶۹ھ / ۱۵۶۲ء دورِ اکبری کے ایک شاعر تھے جن
کا قیام بدایوں میں تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ع جفائے یار کہ بر سینۂ من است — داغش محوان کہ مونس دیرینۂ من است

(تجلیات سخن)

(۷) شیخ شمس الدین جھوار خاں صدیقی بدایونی م ۹۷۴ھ / ۱۵۶۷ء بن شیخ
شیخ آدم بندگی بن شیخ سجان بن شیخ فرید الدین بن حافظ شمس الدین
مولانا یعقوب بن شیخ عبداللہ ثانی کی وارد ہستم ۶۱۰ھ / ۱۲۱۴ء بن شیخ عبدالرحمن ثانی
بن عبیداللہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
جھوار خاں دورِ مغلیہ کے امرائے ذوی الاحتشام میں تھے۔ شہنشاہ اکبر
نے جھوار خاں کا خطاب اور علم و نقارہ دے کر سرہند کا قاضی مقرر کیا تھا۔ آخر

ترکِ روزگار کرکے زہد و عبادت میں مصروف ہوئے۔ چند مواضع جاگیر میں ملے
شاعری میں اپنے دور کے ملک الشعرا تھے۔ عبدالرحیم خانخاناں کی مدح میں ایک قصیدہ
کہا تھا اس کے مندرجہ ذیل شعر پر خانخاناں نے ایک لاکھ ٹنکہ انعام میں دئے
تھے ؎

چوں مہرۂ نگین شما شد ز دو یاب　　　　　برکار خاتمش بہ زمین داد لعلِ ناب

ان کے کمالِ شاعری کا نمونہ یہ شعر ہے ؎

در دیر و کعبہ جز بہ تو مائل نبودہ ام　　　　　ہر جا کہ بودہ ام ز تو غافل نہ بودہ ام

ملا عبدالقادر قادری بدایونی نے اہل وطن کے نام جو منظوم سلام بھیجا تھا اس
میں جھجار خاں کو بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھجار خاں کی
وجہ سے ملا صاحب پر عتاب شاہی نازل ہوا تھا۔

جھجار خاں کے انتقال کی تاریخ یہ ہے "علم از علما رفتہ" سرائے میراں بدایوں
سلطان علاء الدین کے مقبرے کے قریب اپنے تعمیر کردہ مقبرے میں اپنے والد کے
برابر دفن ہوئے۔ ان کا خاندان بدایوں میں خاندان متولیان کے نام سے موسوم ہے
(تجلیات سخن۔ عمدۃ التحقیق)

قادری بدایونی

ملا عبدالقادر فاروقی قادری بدایونی ۹۴۷ھ-۱۵۴۰ء ، ۱۰۰۴ھ-۱۵۹۵ء آپ کے والد
ملوک شاہ م ۹۶۹ھ-۱۵۶۲ء سید عبداللہ عرف شیخ پنجو سنبھلی ۸۶۶ھ-۱۴۶۲ء ، ۹۶۹ھ-۱۵۶۱ء کے مرید تھے

حاشیہ اگلے صفحہ پر

اپنے والد کی تاریخ وفات "ملا صاحب" جہاں فضل" سے نکالی تھی۔ ملا صاحب اپنے نانا مخدوم اشرف ۹۷۰ھ ۱۵۶۳ء سے تحصیل علم کیا تھا اس کے بعد میاں حاتم سنبھلی سے ۹۶۰ھ اور ۱۵۵۳ء میں فقہ کے چند سبق پڑھے اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازت حاصل کی۔

ان کے علاوہ شیخ مبارک ناگوری سے علوم رسمی اور مخدوم عبداللہ عارف باللہ بدایونی

حاشیہ صفحہ سابقہ

سید عبداللہ عرف شیخ پنجو سنبھلی ۱۴۶۱ء - ۱۵۶۱ء بن سید عثمان بن سید عطاء اللہ بن سید میراں بن خواجہ سید خطیر ثانی بن سید محمود بن سید عثمان بن سید مودود بن خواجہ سید خطیر وزیر جلال الدین خلجی بن سید اسد اللہ بن سید عبداللہ بن خواجہ سید قطب الدین مودود چشتی شیخ پنجو سنبھلی نے مولانا عزیز اللہ قلبنی ۱۵۲۹ء شاگرد شیخ عبداللہ یزدی شاگرد شیخ عبداللہ یزدی شاگرد شیخ جلال الدین دوانی ۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء سے سنبھل میں علم کی تحصیل کی پھر دہلی جاکر شیخ علاؤ الدین زندہ پیر م ۹۴۸ھ ۱۵۴۱ء بن شیخ نور الدین میں شیخ تاج الدین محمد بن شیخ عبدالصمد بن شیخ منور بن شیخ فضیل بن شیخ سلیمان بن شیخ محمد بن شیخ بدرالدین سلیمان بن شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مرید ہوئے دہلی سے واپس ہوکر عرصے تک صحرا نشینی فرماکر سنبھل میں قیام وہیں وفات پائی۔

میاں حاتم سنبھلی ۹۶۸ھ ۱۵۶۱ء شیخ عزیز اللہ قلبنی ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء کے شاگرد اور شیخ علاء الدین زندہ پیر فریدی فاروقی اجودھنی ثم دہلوی ۹۴۸ھ ۱۵۴۱ء کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ نے چالیس سال سنبھل میں درس دیا آپ کے تلامذہ میں سید محمد میر عدل امروہی ملا عبدالقادر بدایونی اور دیگر مشاہیر تھے۔ مزار سنبھل میں ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے فقہ اور علم کلام کی تحصیل کی۔ ۱۵۷۴ء میں حکیم عین الملک شیرازی کی معرفت
ملازمت شاہی حاصل کی لیکن گمراہوں کی صحبت سے بددل ہوکر ملازمت سے کنارہ کش
ہوگئے آپ نے بادشاہ کے حکم پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اتھر وید۔ مہابھارت
(نام ترجمہ رزم نامہ) و رامائن کے ترجمے کیے۔ انتخاب جامع رشیدی معجم البلدان اور
بحرالاسمار کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ تاریخ کشمیر کا دوبارا ترجمہ کیا۔ آپ کی
تصانیف میں نجات الرشید تصوف میں اور منتخب التواریخ یادگار ہیں۔ منتخب
التواریخ آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اپنے زمانے کے مشائخ شیخ جلال الدین
تھانیسری م ۱۵۸۱ء/۹۸۹ھ خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی م ۱۵۳۸ء/۹۴۵ھ و شیخ سلیم چشتی فتح پوری
م ۱۵۷۱ء/۹۷۹ھ و شیخ برہان کالپوی م ۱۵۶۲ء/۹۷۰ھ و شیخ نظام نارنولی م ۱۵۹۱ء/۹۹۹ھ و شیخ ابوالفتح تھانیسری
م ۱۵۶۰ء/۹۶۶ھ و شیخ نظام الدین امیٹھوی م ۱۵۷۱ء/۹۷۹ھ شاہ سید داؤد قادری جھنی دال
م ۱۵۷۲ء/۹۸۰ھ و شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۶۴۲ء/۱۰۵۲ھ سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ منتخب
التواریخ میں بادشاہ اور اسکے امرا پر آپ نے سخت تنقید کی ہے۔ اس کی
وجہ سے گرفتاری کا حکم صادر ہوا لیکن آپ ملک چھوڑ کر توران چلے گئے۔ سلسلہ
قادریہ میں آپ شاہ داؤد جھنی دال کے مرید تھے انتقال بدایوں میں ہوا اور موضع
عطاپور میں ایک باغ میں پختہ چبوترے پر مزار ہے۔ سال وفات ۱۵۹۵ء/۱۰۰۴ھ ہے

حاشیہ صفحہ سابقہ

۳۔ شیخ عبداللہ عارف باللہ بدایونی نومسلم م ۱۶۲۴ء تھے کم سنی میں مسلمان ہوئے
مخدوم شیخ ضیا خیرآبادی م ۱۵۳۸ء کے مرید و خلیفہ اور میراں سید جلال دانشمند بدایونی تلمیذ
شیخ عبداللہ تلنبی م ۱۵۱۶ء/۹۲۲ھ و مولانا سید رفیع الدین محدث اکبرآبادی م ۱۵۴۷ء/۹۵۴ھ کے شاگرد تھے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے اپنی کتاب "علما ان پالیٹکس" میں لکھا ہے کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے فیضی اور ابوالفضل کے کہنے میں آکر مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری اور صدرالصدور عبدالنبی گنگوہی کی مخالفت کی اور ان کو دربارِ اکبری سے نکلوا دیا۔ اس کے بعد فیضی اور ابوالفضل کے لیے میدان صاف ہوگیا اور انہوں نے دینِ الٰہی کا فتنہ اٹھایا۔ ان کے باپ شیخ مبارک نے ایک محضر تیار کیا جس میں بادشاہ کو دین کے معاملات میں پورے اختیارات دیدیئے گئے۔ ملا صاحب دربار میں تنہا تھے وہ فیضی اور ابوالفضل کا مقابلہ نہ کرسکے اور شاہی ملازمت سے کنارہ کش ہوگئے۔ مخالف گروہ کو پوری آزادی مل گئی۔ انہوں نے بادشاہ سے ہر غلط کام کرایا اور کوئی ان کو روکنے ٹوکنے والا نہ رہا۔

ملا صاحب شاعر باکمال بھی تھے ان کی شاعری کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

تاریخ وفات والدِ ماجد

سردفترِ افاضلِ دوراں ملوک شاہ — آں بحرِ علم و معدنِ احسان و کانِ فضل
چوں بود در زمانہ جہانے ز فضل ازاں — تاریخ سالِ فوتِ وے آمد جہانِ فضل

۹۶۹ھ

تاریخ عقدِ خود

چوں مرا از عنایتِ ازلی — اتصالے بہ ماہ چہرے شد
عقل تاریخ کتخدائی را — گفت ماہے قرینِ مہرے شد

۹۷۵ھ

تاریخ تکمیل منتخب التواریخ

شکرِ للہ کہ با تمام رسید — منتخب از کرم ربانی
سالِ تاریخ ز دل جستم گفت — انتخابے کہ ندارد ثانی

۱۰۵۴ - ۵۰ = ۱۰۰۴ھ

رباعی

در دل ہوس گناہ و برلب توبہ — در صحت مے خوری و در تب توبہ
ہر روز شکستہ ای ہر شب توبہ — زیں توبۂ نادر است یارب توبہ

"

از بسکہ شکستیم و بہ بستم توبہ — فریاد ہمی کند ز دستم توبہ
دیروز بہ توبہ می شکستیم ساغر — امروز بہ ساغرے شکستم توبہ

"

زاہد نہ کند توبہ کہ بیماری تو — غرق گناہیم کہ غفاری تو
او تہارت خواند و من غفارت — یارب بہ کدام نام خوش داری تو

مرثیہ برادر خود شیخ محمد

یارا ایں روز چہ روزے است کہ افتاد مرا — ایں چہ جانکاہ بلائے است کہ رو داد مرا
ہیچکس نیست کہ فریاد من او در نہ رسید — در سر ہیچ کسے لیک بہ فریاد مرا
مایہ شادی و امید و لم رفت بخاک — بعد ازیں دل چہ بود شاد مرا
گرچہ بنیاد من از صبر قوی بود و لے — سیل غم آمد و انداخت ز بنیاد مرا

خطاب ابنائے وطن از توران

اے صبا از من ببر اہل بلاد ن اسلام — دوستان صادق و پرکینہ دشمن را سلام
چوں مثال باخ آمد زاد بوم پاک من — ہر شجر ہر شاخ گل ہر خار گلشن را سلام
روئے قاضی را اگر ہم چوں گہر باراں زدہ — آں و بنگ بے حیا آں قاز گردن را سلام
ہر زہ گو زہ سرا جھار خاں پالاں نشین — بے حیاء پر و غل پر کین و پر فن را سلام

غزلیات

سرچشمۂ خضر است دہانے کہ تو داری — ماہے است دراں چشمۂ زلفے کہ تو داری

ملا صاحب کی تاریخ وفات حسین قلی خاں شگفتہ اصفہانی نے یہ کہی تھی

ے شاعر خوش کلام و خوش گفتار — زیں جہاں چونکہ ارتحال نمود
از سرا شک شگفتہ آورد — قادری آہ انتقال نمود

۱۰۰۴

(روز روشن۔ عمدۃ التواریخ۔ تذکرۃ الوصلین)

[redacted]

مہدی بدایونی

خواجہ الرحیم ... معاصر ملا عبدالقادر بدایونی ۔ دہلی میں حکیم عین الملک شیرازی کے ملازم تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے۔

صد آرزو بہ دل گرہ از تا موئے تست　　　دل نیست در برم گرو آرزوئے تست

صہبائیؔ

میر عبدالباقی مولودی سہوانی۔ علامہ سراج الدین علی خاں آرزو اپنے تذکرہ مجمع النفائس میں لکھتے ہیں کہ جناب صہبائی کا تعلق دور شاہ جہانی سے تھا۔ انہوں نے اکثر ...ک زیب عالم کی تعریف میں قصاید لکھتے ہیں آپ میر منشی اور خوشنویس تھے۔ شیدائے چو ...زامنات حاجی محمد جان قدسی کے کلام پر کئے تھے ان کے جواب جناب صہبائی نے نظم میں ...ئے تھے۔ نمونہ کلام ؎

ہزار مرتبہ بخشیدہ جرم من کرمت　　　دلیر ساختہ عفو تو بر گناہ مرا

خود مست و غمزدہ چشم از خمارست　　　یک ناتواں چہ چارہ کند با سہ چارست

از کوچۂ نے تا بہ در میکدہ راہ است　　　بر دعویِ من مطرب و ساقی دو گواہ است

(مجمع النفائس۔ صبح گلشن)

وہبی سہسوانی بدایونی

لالہ ہر سہائے سکینہ ۱۱۷۵ھ خلف لالہ لال رائے ساکن سہسوان ضلع بدایوں ...پ نے نواب نجیب الدولہ کے لڑکے کی شادی میں ایک قصیدہ ایک سو بیس شعر کا لکھا تھا جس میں ...ر شعر کے اعداد سے تاریخ نکلتی تھی۔ نمونۂ کلام یہ ہے۔

میخوارہ را بہ توبہ عصیاں چہ حاجت است　　　زہد و ریا بہ مشربِ رنداں چہ حاجت است

وہبی چو منعِ شیوہ رنداں کنند خلق　　　من کے دریں معاملہ تقصیر می کنم

(تجلیاتِ سخن بلخیص تسلیم)

بیدار، شاہ محمد علی بیدار فریدی فاروقی چشتی بدایونی ثم دہلوی ۱۲۱۰ھ - ۱۷۹۵ء

مرید و خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی دہلوی ۱۱۹۹ھ - ۱۷۸۵ء آپ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے۔ فارسی میں مرزا مرتضیٰ قلی خان فراق دہلوی[1] اور اردو میں شاہ ظہور الدین حاتم دہلوی ۱۱۹۷ھ - ۱۷۸۳ء کے شاگرد تھے آپ کا خاندانی تعارف اور تفصیلی حالات اردو شعراء کے ذیل میں بیان کئے جائیں گے۔ یہاں فارسی کلام پیش کیا جاتا ہے۔

بے تو چشم ابرِ بہاراں شدہ است ‏ ‏ ‏ دامنم رشکِ گلستان شدہ است
زود گار یست کہ بیدار چو من ‏ ‏ ‏ ساکنِ کوچۂ جانان شدہ است
صد تمنا شہید گردی باز ‏ ‏ ‏ از تو بیدار آرزو دارد
بہ کلبہ ام نہ بود احتیاج شمع و چراغ ‏ ‏ ‏ چو آفتاب درخشندہ داغ دل دارم
درونِ قبر بہ تاریکیم چہ غم بیدار ‏ ‏ ‏ بہ نورِ عشق فروزان چراغ دل دارم
دیدہ ما چشمِ شورِ جنونم بیدار ‏ ‏ ‏ عشق بخشید بہ من خلعتِ رسوائی را
اے دردِ تو راحتِ دلِ ما ‏ ‏ ‏ داغِ تو چراغ محفلِ ما
سرگشتہ بیابانِ گرد باد یم ‏ ‏ ‏ بیدار مپرس منزلِ ما
ابروئے تو قبلہ گاہ دل من ‏ ‏ ‏ قرآن رخت پناہ دل ما

رباعی
بیماری و رنج و ناتوانی ہمہ اوست ‏ ‏ ‏ ہم عیش و نشاط و شادمانی ہمہ اوست
در کون و مکاں بغیر او دیگر نیست ‏ ‏ ‏ دانی ہمہ اوست ور ندانی ہمہ اوست

ہستی تو در میانِ حجابے شدہ است ‏ ‏ ‏ بر چہرۂ مقصود نقابے شدہ است

[1] فراق، مرتضیٰ قلی دہلوی شاہی توپخانہ دہلی میں ملازم تھے مرشد آباد میں سرکاری واجبات کی عدم ادائیگی پر قید میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام اردو: اسیروں کی قسم تجھ کو صبا سچ کہہ کہ گلشن میں۔ کوئی ان ہم نواؤں سے ہمیں بھی یاد کرتا ہے

بر خورد " " بر دعنایت گردد — پنہاں در ہر ذرہ آفتابے شدہ است

" بے بنگ و شراب خیرہ مستی کردم — نے سر بلندی و نہ پستی کردم

تا چشم کشودم آں صنم را دیدم — بستم زنار و بت پرستی کردم

مثنوی منقبت مولانا فخر الدین:

بہ چو گوہر بحر کمال فخر الدین — فلک جناب و ملائک خصال فخر الدین

سحاب مکرمت و بحر جود فخر الدین — کہ ہر گدا ز درش گشت آفتاب جبیں

مثنوی منقبت عطائے خلعت:

عنایتم ز کرم کرد چو خلعت فقر — بہ بخشش علم و عمل ہم کرست زینت فقر

تاریخ وفات:

آفتاب ملت و دین خواجہ میر — خواجہ میر سید ما حیف کر دنیا بہ عمر شصت و ہشت سالگی

ہجرہ بیمار گان است از غلامانش یکے — یک پہر شب ماندہ ہا تف کرد واویلا و گفت

مظہر علم علی و وارث اثنا عشر — جانب اعلیٰ علیین چوں کردہ سفر

جستہ از وقت وصال در دو کوشش چو لہ جر — ہائے بود آدینہ و بست و چہارم از صفر

۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء)

نوابدایونی

طوطی ہند مولوی ظہور اللہ خاں مخاطب بہ خوش نکر خاں ؒ ۱۸۳۰ء / ۱۲۴۶ھ بن مولانا شاہ دلیل اللہ قادری (خلیفہ نواب محمد سعید خاں قادری دہلوی خلیفہ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی قدس سرہ) بن محمد منیر بن لطف اللہ بن عبد الرشید بن عبد المجید بن قاضی فیض بخش قاضی جلال آباد ضلع شاہ جہانپور بن محمد اسلم بن ابو القاسم بن عبد الملک بن عبد اللطیف بن عبد العزیز بن عبد الحلیم بن قاضی عبد الوہاب بن قاضی فضل اللہ بن قاضی دانیال بن قاضی عبد اللطیف قاضی بدایوں بن صدر العلما قاضی صدر الدین قاضی بدایوں عہد بلبن (داماد و جانشین قاضی سعد الدین عثمانی عرف قاضی سدا بے گواہ) بن فخر العلما مولانا حمید الدین گنوری بن شیخ

بدرالدین بن شیخ شرف الدین حاکم سبزوار بن شیخ احمد حاکم سبزوار بن شیخ عثمان حاکم سبزوار بن شیخ عمر بن شیخ محمود حاکم سبزوار بن شیخ علی مدنی ثم سبزواری بن شیخ محمد بن شیخ قاسم بن شیخ محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نوا کے والد مولوی دلیل اللہ جامع علوم عقلی و نقلی تھے۔ تصوف میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں نواب محمد سعید خاں دہلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے وہ دہلی کے مشہور بزرگ حضرت سید حسن رسول نمائم ۱۶۹۲ء کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولوی دلیل اللہ کا سلسلہ بیعت بھی جاری ہے۔ اس سلسلے سے مولوی دلدار علی مذاق بدایونی ۱۹۰۰ء ۱۳۱۷ھ بھی وابستہ تھے۔

نوا شاعری میں بقاء اللہ بقا ۱۷۹۲ء ۱۲۰۷ھ کے شاگرد تھے وہ خواجہ میر درد ۱۷۸۰ء ۱۱۹۵ھ اور شاہ حاتم ۱۷۸۳ء ۱۱۹۷ھ کے شاگرد تھے نوا اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے۔ ابتدا میں شہزادہ مرزا جواں بخت ۱۸۱۷ء ۱۲۳۲ھ ابن شاہ عالم بادشاہ ۱۸۰۶ء کے متوسلوں میں تھے۔ شہزادہ موصوف نے نوا کو خوش فکر خاں کا خطاب دیا تھا۔ شہزادے کی رفاقت میں کچھ عرصہ آرام سے گزرا پھر لکھنؤ میں عہد آصف الدولہ ۱۷۹۵ء میں عزت و توقیر سے بسر کی۔ میر و مصحفی دونوں کہتے ہیں کہ نوا قصیدے بڑی متانت و پختگی سے کہتے تھے عربی و فارسی کے استعمال کی وجہ سے ان کے قصیدے ہم عصروں کے قصیدوں سے ممتاز تھے۔ اس صنف شاعری میں جس کسی نے ان سے مقابلہ کیا اس نے شکست کھائی۔ لکھنؤ سے نوا حج و زیارت کے لیے روانہ ہوئے اسکے بعد ایران گئے وہ فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا زمانہ تھا۔ نوا نے شاہ کو قصائد پیش کئے اور صلہ میں شاہ نے ان کو سعدیِ ہند کا خطاب دیا۔

مرزا زکی ندیم نے نوا کی تعریف میں یہ شعر پڑھے۔

بلبلِ رنگیں نوا شیریں غزل خواں آمدہ   طوطیِ ہندوستاں از شکرستاں آمدہ
کلکِ او از خطِ ریحانی بہ شیریں زر رقم   طبعِ او چوں ابرِ نیساں گوہر افشاں آمدہ
بذلہ سنجے نکتہ پیرائے بدیہہ گو سخن سنجے   پائے تختِ حضرتِ خاقاں سخندان آمدہ
شد غزلہائش قلوبِ خستگاں را مرہمے   دردمندانِ محبت را چو درماں آمدہ
خانِ عالی شاں ظہور اللہ خانِ ما زکی   بعد عمرے ثانیِ صیدی بہ طہراں آمدہ

ان اشعار کے جواب میں نوا نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے۔

تنگ دل بیمار جاں برلب بایراں آمدہ   اندریں دارالشفا محتاجِ درماں آمدہ
در مسیحا خصلتاں مشتاقِ جانِ تازہ   با تنِ فرسودہ چوں پائے درختاں آمدہ
در صفِ ایں مہربانانِ کریم و کارساز   چوں طفیلی منفعل ناخواندہ مہماں آمدہ
خستہ دل آزردہ جاں فرسودہ تن از اہلِ دہر   ہم چو خاقانی بہ پائے تختِ خاقاں آمدہ
در پناہِ بارگاہِ شاہ کسریٰ دولت   بہرِ امن از دستِ جورِ اہلِ دوراں آمدہ
بے نوایانہ نوا در مجمعِ مرزا زکی   طالبِ جمعیتِ خاطر پریشاں آمدہ

ایران سے واپسی پر نوا نے فرخ آباد میں قیام کیا اور اسکے بعد راجہ چندو لال شاداں کے توسل سے نظام حیدرآباد کی خدمت میں باریاب ہوئے اور عمدہ عہدے پیش کئے وہاں اہلیہ کے انتقال کی خبر سنکر وطن آتے اور وہاں انتقال ہوا

نوا کی فارسی غزلیات کا مجموعہ مولوی ضیاء احمد صاحب ضیا بدایونی کی تحویل میں تھا۔ اور ان کے قصائد ومثنویات و رباعیات وقطعات ومنظوم مکتوبات کا مجموعہ جس میں کم وبیش ۸ ہزار اشعار ہیں جناب جام نوائی صاحب کے پاس تھا۔

ماہنامہ قومی زبان کراچی ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں جناب جام نوائی صاحب نے اس کلیات پر تبصرہ فرمایا تھا۔ اس تبصرے سے پتہ چلتا ہے کہ شروع شروع میں نوا کی زندگی نہایت قدر و منزلت، خطابات اور انعامات اور قدر دانی سے گزری پھر دربار کی سازشوں کا شکار ہو کر پریشانیوں میں مبتلا رہے اور لکھنؤ سے ایران و عرب گئے واپسی پر حیدرآباد اور لکھنؤ میں مقیم رہے آخر میں بخت نے یاوری کی اور پھر صاحب منصب و جاہ بنے شاہنامہ شاہان اودھ لکھنے کی خدمت آخر عمر میں سپرد ہوئی۔ اہلیہ کے انتقال کی وجہ سے بدایوں واپس آئے اور شاہنامہ شاہان اودھ کو نامکمل چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے ان کے قصائد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود کو اپنے زمانے کی وحید العصر اور بے مثال شخصیت سمجھتے تھے۔ کسی کو اپنے برابر کا شاعر اور ہمہ داں تسلیم نہیں کرتے تھے۔ وطن سے دور اہل وطن کی یاد اور محبت سے سرشار تھے غالباً کھلے قسم کے انسان تھے باوجود انعامات کثیر ہمیشہ تنگ دست رہتے تھے متعدد قصائد میں اپنی بے مائگی اور پریشان حالی اور اہلئے روزگار کی نا اہلی اور قدر ناشناسی مخالفت اور خفیہ سازشوں سے دل برداشتگی کا تذکرہ ہے۔

قصائد کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ایک قصیدہ نعت جس کا مطلع یہ ہے۔

ملائک میہمانِ خوانِ نعمت ہائے الوانش　　نمک انجم مہ و خورناں نمک باشد نمکدانش

(۲) چھ قصیدے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی منقبت میں ہیں کسی قصیدے میں تشبیب ہے اور کسی میں منقبت سے قصیدہ شروع ہوجاتا ہے۔ دو تین مطلع ملاحظہ ہوں ؂

(الف) آشکارا کرد نورِ حق ظہورِ بوتراب　　پیش ازیں اندر عدم بودند ماہ و آفتاب

مکن ز رنگِ حنا سرخ این قدر ناخن — مزن بہ زخمِ دلِ غنچہ بیش تر ناخن
اگرچہ از ہنرم سادہ است لوحِ ضمیر — دلے چہ غم کہ زنے جوہر نیست نقش پذیر
بخواب سودہ ام امشب بہ زلفِ یار انگشت — ازاں بہ زخمِ دلم ہست مشکبار انگشت
ہر کہ را در بارگاہِ عشق از نظر انداختند — نکبت و ادبارش آخر در بدر انداختند

چار قصیدے آغا میر معتمد الدولہ وزیرِ شاہِ اودھ کی مدح میں ہیں۔
ایک قصیدے کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ناظمِ ملکِ تو دستورِ ارسطو فطرت — در زمانہ خلفِ حیدرِ کرار آمد
آنکہ شد معتمد الدولہ بہادر لقبش — ہر در شش نامیہ سا دولتِ بیدار آمد

پانچ قصیدے والیِ اودھ غازی الدین حیدر کی مدح میں ہیں۔
ایک قصیدہ فتح علی شاہ قاچار شاہِ ایران کی مدح میں ہے۔
ایک قصیدہ فقیر محمد خاں گویا امیرِ دربارِ اودھ کی شان میں ہے اس قصیدے
خواست کی ہے کہ مجھے حج پر بھجوا دیجئے۔
ایک قصیدے میں وطن سے دوری اور صعوبات سفر کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں

روزیم ہر روز رنجِ بے شمار است از سفر — داغِ حرمانِ عزیزاں یادگار است از سفر
چشمِ من می ریزد اشکِ صاف چوں آبِ گہر — روز و شب آئینہ دل پر غبار است از سفر
چرخِ بد اختر ز حرمانِ وطن می سوزدم — سینہ ام چوں لالہ داغم داغ دار است از سفر

اپنی اہلیہ کی وفات پر ۲۶ اشعار کا پُردرد نوحہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے

دوستاں آرامِ جانِ بے قرارِ من چہ شد — غم ہجوم آورد بر دل غمگسارِ من چہ شد

کسی امیر نے اپنے باغ کے پھل تحفے میں بھیجے تھے ان کی تعریف میں کہتے ہیں

چوں طبیعت شاعرا ہم رنگ زد بادام — چوں لعل ، دلہا ، ز شہ ز نو خوشگو

یا رب مدام باد گلستانِ فیض او | شاداب و سبز و خرم و آباد و پائدار

شکایت زمانہ و قحط الرجال اس طرح کرتے ہیں۔

کو ہمدمے کہ نغمہ سرایم حضورِ او | یک ہم نوا دریں چمن اے دوستاں نماند
از قحط ہم فہم مہر خموشی بلب زدم | دیدم کہ در زمانہ یکے ہم زباں نماند
یارانِ نغز و مغز سخنداں رواں شدند | در روزگار غیر سُک و استخواں نماند
داغے بدل گذاشت مرا سوز رفتگاں | جز آتش از علامت آں کارواں نماند
حالا نوا ز یادِ گذشتہ چہ فائدہ | ایں جا نماندنی است دراں جا کہ آں نماند

کئی قطعات میں الفاظ کے مختلف معنی اور مختلف بیماریوں کے نسخے ہیں فارسی الفاظ و محاورات کا استعمال بتایا ہے۔ محتشم کاشی کے ۵۵ اشعار کی تضمین بھی ہے۔ دو تین مثنویات ہیں ایک مثنوی میں تدبیر اور تقدیر کا موازنہ ہے

فارسی غزلیات کے چند اشعار یہ ہیں۔

از عنایاتِ حبیبِ ایزدِ سبحانِ ما | مدِّ بسم اللہ شد تاجِ سرِ دیوانِ ما
از عطائے مبداءِ فیاض در عالم نوا | ماند جاری تا قیامت چشمۂ حیوانِ ما
پردہ بردار اگر میل تماشا داری | کہ سر دار کشیدند گنہگارِ ترا
نہ فروشند بہ سلطانیٔ کونین از ناز | خاکسارانِ رہست سایۂ دیوار ترا
بہر بیعانہ یکے نیم نگاہے گاہے | نقدِ کونین بدست است خریدار ترا
جملہ آفاق نوا زیرِ نگیں می بینم | کہ بدست آمدہ آں مہر سلیماں مارا
بہ تن زجاں رفتے دور از وطن دارم | چو عندلیب بہ قفس حسرتِ چمن دارم
در رہگذر دوست یکے محو خرامے | چوں نقشِ قدم روبہ زمین است و خموش است
صد چشمہ خوں ز چشم نہ گردد اگر رواں | باطل بود بہ کیشِ محبت دعوۓ مرد

(تذکرہ خازن الشعرا۔ مختصر سرہندوستان۔ رسالہ قومی زبان نومبر

۶ کشفی بدایونی

مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب صدیقی بدایونیؒ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء - ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء بن شیخ برکت اللہ بن شیخ عظمت اللہ بن شیخ سعد اللہ بن شیخ بڈھن بن شیخ کرم اللہ ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء متولی مقرر کردہ شہنشاہ جہانگیر بن مولانا محمد یوسف م ۱۰۰۵ء استاد شہنشاہ جہانگیر و قلعہ دار کالنجر بن شیخ محمد برادر شیخ شمس الدین جھجار خاں آئی۔

مولانا کشفی نے تحصیل علم (۱) مولانا ابوالمعالی صاحب[۱] عثمانی خلف مولانا مفتی عبدالغنی صاحب عثمانی بدایونی م ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء۔ (۲) مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء۔ (۳) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء (۴) مولانا شاہ مجد الدین عرف شاہ مدن صاحب شاہ جہانپوری[۲] سے کی اور حضرت عارف معارف شاہ شمس الدین ابوالفضل سید آل احمد عرف اچھے صاحب مارہروی م ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء سے بیعت کی آپ علم فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ آپ سے ہزاروں اشخاص نے

---

[۱] مولانا ابوالمعالی خلف و شاگرد و مرید حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب عثمانی قادری بدایونیؒ م ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء حضرت غوث پاک قدس سرہ سے نسبت اولیسیہ رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس و گوشہ نشینی میں بسر کی۔ آپ کے والد ماجد اٹھارویں صدی کے نامور شیخ طریقت اور عالم دین تھے ان کے استاد بحر العلوم مولانا محمد علی عثمانی بدایونیؒ م ۱۱۲۴ھ/۱۷۲۵ء - ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء شاگرد رتا قاضی مبارک گوپاموی م ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء تھے مولانا عبدالغنی کے پیر و مرشد حضرت سرور اقطاب سید محمد سعید بدایونیؒ م ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء تھے۔ نواب علی محمد خاں والی روہیلکھنڈ اور حافظ رحمت خاں ان کے بڑے معتقد تھے مولانا ابوالمعالی صاحب کے فرزند مولانا مفتی ابوالحسن صاحب بریلی کے مفتی اور صدر الصدور تھے

حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر

طنی وظاہری فیضِ حاصل کیا۔ آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے اور فارسی شاعری
میرزا محمد حسن قتیل فرید آبادی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۹ء کے شاگردِ رشید تھے۔ شاعری میں بھی
پ کے کئی تلامذہ تھے ان کا ذکر اردو شعرا میں ہوگا۔

بدایوں سے آپ کانپور تشریف لے گئے اور وہاں تا زیست قیام فرمایا وہاں
بازار ناچ گھر کے قریب آپ نے مسجد تعمیر کرائی۔ ۳ رجب ۱۲۸۱ھ کو آپ کا انتقال
وگیا اپنی تعمیر کردہ مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

مولوی احمد کبیر حیرت الہ آبادی نے آپ کی تاریخِ وفات کہی تھی جو ذیل
یں درج ہے۔

آں مہرِ سخن سلامت اللہ — کشفی ست تخلصش چو شاعر
جستم ز خدا چو سالِ رحلت — فوراً من یافتم ز غافر

نواب صدیق حسن خاں ۱۸۹۰ء/۱۳۰۸ھ ایک طرفہ غلو کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب
اریخِ قنوج میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

سلہ مولانا شاہ سید مجد الدین عرف شاہ مدن صاحب شاہجہانپوری ۱۸۰۵ء خلف مولانا سید محمد طاہر عرف
موتی میاں (مرید و شاگرد مولانا نظام الدین فرنگی محلی) ابن سید عبدالرحمن ابن سید ودود اللہ
بخاری۔ شاہ مدن صاحب اپنے والد ماجد اور مولوی دیباج الدین فاروقی گوپاموی (خلف و شاگرد
مولانا قطب الدین گوپاموی خلف و شاگرد قاضی شہاب الدین گوپاموی شاگرد علامہ قطب الدین
سید انصاری سہالوی) کے شاگرد تھے حاکم عدالتِ عالیہ لکھنؤ و صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ بعدہ مقیم بریلی۔
آپ کا مزار مقبرہ حافظ الملک بریلی میں ہے۔

فی الواقع تقریر ایشاں در وعظ و
در معانی آیات بسیار خوب و مشتمل
بر لطائف تفسیر و کلام می باشد بالفعل
در وعاظ زمانہ ہیچکس مثل ایشاں
در ربط و ضبط بیان و تقریر و تفسیر
و مطابقت مسائل مستخرجہ با النصوص
و اجتناب از قصص و حکایات حشو و
زوائد حسب عادات وعاظ دیدہ نشد
بسیار معمر اند وضع پیرزادگی را با شکل
عالمانہ جمع کردہ اند. درس می گویند و
تعاویذ و گنڈہ ہا می کنند در علم و فضیلت
ایشاں شبہ نیست اما سخت مداہنت
در دین روا می دارند۔

درحقیقت ان کی تقریر آیات کی
تفسیر میں خوب ہوتی ہے اور اس میں
تفسیر و کلام کے لطائف ہوتے
ہیں واعظوں میں ان کی طرح بیان
و تقریر و تفسیر کے ربط و ضبط
اور مسائل مستخرجہ اور قصہ کہانیوں اور
حشو و زوائد سے اجتناب میں کوئی
شخص دیکھنے میں نہیں آیا آپکی عمر زیادہ ہے
اور پیرزادوں کی روش کو عالمانہ شکل
میں آپ نے جمع کر دیا ہے درس بھی
دیتے ہیں اور تعویذ گنڈہ بھی کرتے ہیں انکے
علم و فضیلت میں کوئی شبہ نہیں لیکن دین
میں سخت مداہنت روا رکھتے ہیں ؎

نواب صاحب موصوف نے اپنے تذکرہ شمع انجمن میں مولانا کشفی کا ذکر اس طرح کیا ہے

مولوی شاہ سلامت اللہ بدایونی
شاگرد قتیل ساکن کانپور فاضل عدیم
المثیل و واعظ خوش تقریر و شاعر
جادو تحریر است. محرر سطور بارہا
اورا دیدہ و لطف وعظ او دریافتہ
خیلے خوش صورت و نفیس سیرت

مولوی شاہ سلامت اللہ بدایونی
شاگرد قتیل ساکن کانپور بے مثل عالم
خوش تقریر واعظ اور سحر الکلام
شاعر ہیں۔ راقم نے انکو بہت موقعوں
پر دیکھا ہے اور ان کے وعظ سے
لطف اٹھایا ہے بہت خوش شکل اور پاکیزہ

بود - عمر دراز یافت طبع نظم یافت دیوان مرتب داد -

سرشت تھے طویل عمر پائی شاعرانہ مزاج رکھتے تھے اور دیوان مرتب کر لیا تھا۔

آپ کے فارسی دیوان کا انتخاب ذیل میں درج ہے۔

منقبت حضرت سید آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہ

رسد کے دستِ فکرت آستانِ آلِ احمدؐ را — خیال از دور می بوسد مکانِ آلِ احمدؐ را

حدیثِ من رآنی پردہ ات از چشم بکشاید — اگر نامِ خدا بینی تو شانِ آلِ احمدؐ را

بہر حرف از زبانش روح می نازد کہ شاکن — مسیح از چرخ می بوسد زبانِ آلِ احمدؐ را

بعالم تا قیامت زیادہ باشد نامِ عز مالش — خدا دارد سلامت خاندانِ آلِ احمدؐ را

علو رتبہ اش را می تواں زیبا است فہمیدن — کہ پا بر عرش باشد خادمانِ آلِ احمدؐ را

نداند جز جنیدؒ و شبلیؒ از سیرِ مقاماتش — بگویم با کہ کشفی داستانِ آلِ احمد را

انتخاب غزلیات :

کیفیت فراق — جاں بلب آمد از جدائی ہا — بر تو ختم است بے وفائی ہا

تو و مصاحبتِ غیر و خواب آسائش — من و شبانِ فراق و شمارِ کوکب ہا

جمالیات — آں شوخ کہ بود آفت دین و دل و ایماں — باللہ کہ ہماں است وہماں است وہماں است

کشفی رخِ او سیر ندیدم کہ بہ شوخی — آں شوخِ پری چہرہ چو برق از نظرم رفت

درنگاہِ کرشمہ بارِ کسے — بہ سر شتند دلربائی ہا

ہوا عنبر فشاں گل عطر بار است — کہ در گلشن خراماں است امشب

از ہزاراں نسخہ دیوانِ حسن — بیتِ ابروئے تو کردم انتخاب

دمِ خرام ز قدِ تو رنگ می بارد — بہ ہر زمیں کہ گذاری قدم چمن پیداست

خمریات — رہنِ مے خرقۂ تو شد کشفی — ایں چہ پنداست د پارسائی ہا

اے کہ مدام مے کشی جام مے دو آتشہ را — این قدر آشنا مکن تا لب خود پیالہ را
ما ہمہ دریں دہر کہن پیر خرابات — کشتی تو ہمہ ازلب و از حب ما
کشتی مرید مغبچہ مے فروش گشت — سجادہ را فروختہ جام و سبو گرفت
راہ طلب سراغ منزل آں دلربا نہ شد پیدا — بہ وادی طلبش تاختیم مرکب ہا
یک المشربی شد از کشاکش سکر این و آں آزاد — کسے کہ پاک برآمد ز قید مذہب ہا
شہرت عشق بہ دہر قصۂ فرہاد کہنہ شد کشفی — حدیث معرکۂ عشق نیست بر لب ہا
عشق ازلی سر زند نخل محبت ز زمین دل ما — از ازل ریخت قضا عشق بہ آب و گل ما
کیفیت انتظار می برم حسرت دیدار ز دنیا ہمراہ — چشم امید بہ راہیست نگراں است کہ بود
شدیم خاک و ازاں خاک رستہ نرگس ہا — چناں نشاند بہ راہ تو انتظار مرا
بیاد رنج رنگ استظلام را تماشا کن — کہ می افتد بصد حسرت نگاہم سوئے در امشب
بیکسی و بےبسی کشفیا ہم چو من خدا کس را — بہ غم و درد مبتلا نہ کند
دریں زمانہ کنم با کہ شرح درد جگر — نہ مونسے نہ رفیقے نہ غمگسار مرا
نشستیم بہ خون خود مادست تمنا را — رو رے کہ بدست تو دادند عنان ما
سوز عشق شعلۂ عشق بتاں در مغز جاں داریم ما — آنچہ دارد شمع در دل بر زباں داریم ما
نفس سوختہ را طاقت فریاد نماند — آہ جانسوز ہماں شعلہ نشاں است کہ بود
دل بے تو تپید ہر دم چشم نیست ز غم پرنم — آں است نہان ما این است عیان ما
آتش بہ دل فگارم افتاد — زاں شعلہ کہ جان کوہ کن سوخت
آہ و نالہ بہ چرخ خیمہ زند آہ عاشقانۂ ما — رسد بہ عرش بریں نالۂ شبانۂ ما
ہنوز غلغلۂ عشق کوہ کن باقی است — صدائے درد کہ از کوہسار می آید
چہ فتنہ است کہ یارب ز کوہسار ہنوز — صدائے تیشۂ فرہاد کوہکن پیداست

کمالِ عشق بلند حوصله افتاد شاهبازِ کمال   فرازِ عرش برین است آشیانهٔ ما
توسنِ همتِ من پا به زمین نگذارد   برتر از عرش برین است دماغم امشب
شوقِ دید حجاب خوش نه بود اے گل همیشه بهار   به جلوه در بکشا گلشنِ تماشا را
بزمِ حسن قتیل آسا به بزمت کشتیِ زار   به رنگِ شمع مهمان است امشب
بے خودی نه ما از حالِ دل آگه نه دل از حالِ ما واقف   که ما جائے دگر بودیم و دل جاے دگر امشب
نه منِ دل نه دل از حالِ من خبر دارد   به عالمے که منم عالمِ دگر دارد
راز و نیاز بخواب عقدهٔ کارم کشودی امشب   تمام شب به کنارم تو بودی امشب
بے سر و سامانی همیشه خانه بدوشم چو زلفِ محبوبان   به هر کجا که شب آمد مرا وطن پیداست
درد و غم زاتفاقِ غم و درد و رنج و ناله و آه   به هر کجا که نشستم انجمن پیداست
کیفیت سکوت اگرچه لب نه کشودم به مدعا کشتی   هزار نکتهٔ شوق از نگاهِ من پیداست
لطفِ سخن ازان دهن دو سه دشنام آرزو دارم   به کامِ جان سخنِ تلخِ یار شیرین است
جفاے محبوب به تیغ و تیر کُشتن دوختند کشتی را   مگر به شهرِ تو انجامِ عاشقی این است
در ماتمِ من گریهٔ مستانه ضرور است   اے شمع عزاداریِ پروانه ضرور است
عمریست که نالد پسِ دیوارِ تو کشتی   غم خواریِ این عاشقِ دیوانه ضرور است
با من همان تغافلِ آن دلستان که هست   بر لب رسیده جانم و نازِ آن چنان که هست
پشتِ پا مزن اے شوخ نعشِ کشتهٔ خود را   در طریقِ محبوبان رسمِ خون بها این است
حسن و عشق آموخت بلبل از منِ شوریده طرزِ درد   گل از بهارِ عارضِ او رنگ و بو گرفت
از عشقِ من این نقدِ وفا یافت رواج   از حسنِ تو شد رونقِ بازارِ محبت
اعترافِ گناه یکدم نرفت نامِ خدا بر زبانِ من   کشتی تمام عمر به یادِ بتان گذشت
تعلیِ شاعرانه کشتی اقلیمِ سخن زیرِ نگین است ترا   همه کوشند به حرفِ تو سخندانے چند

مولانا کشفی اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ ان کا اور ان کے تلامذہ کا کلام اردو
را کے ذیل میں درج کیا جائے گا۔ (تذکرۃ الواصلین۔ تاریخ قنوج۔ دیوانِ کشفی)

ریاضی سہسوانی بدایونی

منشی ریاض الدین صدیقی سہسوانی م تقریباً ۱۸۳۰ء خلف قاضی عبد لواسع آپ
اب تسلیم سہسوانی کے جدِ بزرگوار تھے آپ فارسی کے زبردست شاعر تھے اور فارسی
اعری میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی م ۱۷۸۱ء ۱۱۹۵ھ کے شاگرد تھے۔ مرزا
مر نے فارسی شاعری میں تذکرہ حسینی کے مطابق مرزا عبدالقادر بیدل م ۱۷۲۲ء ۱۱۳۳ھ اور
و شاعری میں میر غلام نبی غلام بلگرامی م ۱۷۵۹ء ۱۱۶۳ھ سے استفادہ کیا تھا جناب ریاض
سوانی کا کلیاتِ فارسی جناب پروفیسر سید محمد حنیف نقوی سہسوانی کے پاس محفوظ
۔ آپ ایک اہل دل بزرگ تھے اور طریقت میں حضرت سید آل احمد اچھے صاحب
ہروی م ۱۸۲۰ء ۱۲۳۵ھ کے مرید و خلیفہ تھے اس سلسلے میں آپکی قلمی کتاب گلشنِ ابرار قابل دید ہے۔
جناب تسلیم سہسوانی کے ذاتی کتب خانے میں ایک کرم خوردہ قلمی کتاب جناب
ی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی جس میں آپ کی مندرجہ ذیل تاریخیں مرقوم تھیں۔

تاریخِ رحلت آنحضرت صلعم:

سالِ رحلت خرد بہ تعمیہ خواند — از محمد زمانہ خالی ماند
۹۲ - ۱۴ = ۱۱

تاریخِ رحلت حضرت سیدۃ النساء بی بی فاطمہ رض

سالِ نقلش بہ تعمیہ برخواں — ماند دنیا بہ رحلتش بے جاں
۶۵ - ۵۴ = ۱۱

تاریخ شہادت حضرت شیرِ خدا علی مرتضیٰ رض

برید ابنِ ملجم چو فرقِ ولی — عیاں گشت تاریخ حضرت علی رض
۶ - ۴۶ = ۴۰

تاریخ شہادت حضرت امام حسنؓ

ہاتفم گفت سالِ نقلِ امام	حیف آفاق ماندبے اسلام
	۱۸۲ - ۱۳۲ = ۵۰

تاریخ شہادت حضرت امام حسینؓ

سرِ نقلش بہ گفت عمگینے	سرِ دیں را برید بیدینے
	۶۴ - ۴ = ۶۰

تاریخ تقرر نواب حسین علی خاں برعہدۂ حاکم سہسوان

مرحبا خانِ معلّیٰ مرتبت	خوش سوئے دارالریاست آمدند
مصرعے گفتہ ریاضی فی البدیہہ	مژدہ بادا خود بدولت آمدند

نمونہ کلام غزلیات

تاگشتہ است زلفِ تو باشانہ آشنا	دیوانگی ست باہمہ فرزانہ آشنا
دلے بہ کوئے تو گم کردہ ایم نامِ خدا	تجاہلے نہ کنی گر ترا خبر باشد

(تجلیات سخن)

جنابِ ریاضی کے تلامذہ میں منشی سکواسنگھ انجاکؔ بریلوی تھے جو گڑگانواں میں مقیم تھے اور شفاخانہ فیروز پور میں کمپاونڈر تھے ان کی غزل پیام یار فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

زبان اردو کی مختصر تاریخ۔ اردو میں تین عناصر ملتے ہیں دڑاوڑی۔ آریائی۔ سامی۔ اس زبان کا پورا ڈھانچہ دڑاوڑی ہے اور یہ زبان شمالی ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح قدیم پراکرت سے پیدا ہوئی ہے جو آریاؤں کے آنے سے قبل ہندوستان میں رائج تھی فارسی کے اثر سے اس کا نام اردو پڑا اور اس کی نستعلیق تحریر وجود میں آئی اردو مہاراشٹری پراکرت سے نکلی ہے مرہٹی اور برج بھاشا اسکی سگی بہنیں ہیں اردو کا پہلا شاعر مشہور مرہٹی رہنما گیا نیشور م ۱۲۷۵ء تھا جو امیر خسرو کا ہم عصر تھا

آٹھویں صدی تک مذہبی تحریکات کے اثرات شمالی ہندوستان سے دکن کو منتقل ہوتے رہے اور پندرہویں صدی تک دکن سے شنکراچاریہ۔ راما نج اور بلبھ اچاریہ کے نظریات شمالی ہندوستان پہنچے انہوں نے شمالی ہند کے مستقل سفر کئے۔ ان کے اور مسلمان صوفیا کے اثر سے اردو زبان پھیلی۔

دور قدیم کے متفرق بدایونی شعرائے اردو

گوہرؔ بدایونی مولوی قدرت اللہ شوق اپنے تذکرے طبقات الشعرا میں لکھتے ہیں کہ گوہری قوم کے کایستھ اور بدایوں کے رہنے والے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے کلمۂ توحید اور دوسرے عقائد اسلام بیان کرتے تھے محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظم قدس سرہ سے بڑی عقیدت تھی۔ دیوان ضخیم رطب ویابس سے بھرا ہوا تھا

مصحفی تذکرہ ہندی گویاں میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عالم طفولیت (تقریباً ۱۱۸۰ھ) میں پیرزادہ عالم شاہ محزوں امروہوی کی زبانی گوہری کے مندرجہ ذیل دو شعر سنے تھے۔

رد برد پلکوں کے مت جا لبس کے بالوں کو نہ چھیڑ
آفت آئے گی تو ان زنبور خانوں کو نہ چھیڑ

آخرش مارا پڑی ہاتھوں سے اسکے گوہری
ہم نہ کہتے تھے کہ ان بانکے پٹھانوں کو نہ چھیڑ

منقبت حضرت غوث الاعظمؒ

ہے مرے جی میں جگر میں دل میں تن میں روح میں
اس مبارک قبلہ دیپا کیزہ دلاں کی ثنا

کیا نہیں سکتا ہے اے مرشد تصور عقل سے
گوہری پیرے مریدوں کی غلاماں کی ثنا

نمونہ کلام غزلیات یہ ہے۔

اٹھ گیا سر کو پٹکتا میرے بالیں سے طبیب
کیا کرے ایک بھی جینے کا نہ ساماں دیکھا

آہ سے گردوں کا سینہ چاک کردوں تو سہی
اخگر خورشید کو بھی خاک کردوں تو سہی

(طبقات الشعرا)

کمترین بدایونی ثم دہلوی (اٹھارویں صدی کا آخر)

امیرخاں نام تھا۔ پٹھانوں کے قبیلہ ترین سے تعلق تھا۔ اسی وجہ سے کمترین تخلص اختیار کیا۔ شاہ مبارک آبرو اور محمد شاکر ناجی کے ہم عصر تھے۔ رندانہ طریقے پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ایہام کے طور پر مضحکانہ شعر کہتے تھے پوری زندگی دہلی میں بسر کی۔ آخری زمانے میں عمادالملک غازی الدین خاں کی سرکار سے وابستہ ہو گئے۔ وہاں سے حسب حال وظیفہ پاتے تھے روزانہ سہ پہر کے وقت اپنے اشعار پرچوں پر لکھکر چوک سعد اللہ خاں میں فروخت کرتے تھے۔ میر و سودا نے ان کا زمانہ پایا تھا۔ بڑی سی پگڑی سر پر باندھتے تھے اور پیلدار پٹکا کمر سے باندھتے تھے۔ ہاتھ میں قلم رکھتے تھے۔ ان کے اشعار کے پرچے مکتب نشین بچے اور تفریح پسند جوان بڑے اشتیاق سے خرید لیتے تھے کہتے ہیں کہ میں نے اپنا تخلص اپنی قوم کی مناسبت اور اپنے کم رتبے کی وجہ سے رکھا ہے۔ مولف گلزار ابراہیم لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک شہر آشوب میں ہر قوم کی ہجو لکھی تھی تاہم کہتے ہیں کہ شہر آشوب کے تقریباً سات سو شعر اہل حرفہ کی مذمت میں ان سے یادگار ہیں۔

لچھمی نرائن شفیق اپنے تذکرہ چمنستان شعرا میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

طالب معنی رنگیں وخیالات متین است	معنی رنگیں اور خیالات متین پسند کرتے
گوہر سخنش آبداری فراواں می دارد	ہیں انکے گوہر سخن بڑے آبدار ہیں اور
سحاب طبعش گوہر باری مضامین نماید	طبیعت کا بادل مضامین کے موتی برساتا ہے

نمونہ کلام یہ ہے۔

فوج بھڑوں بھی فنا اسکے سپہ بیدل بھی فنا ‌ ‌ ‌ ‌ کمترین تو بھی فنا نام رہیگا باقی

نظر آتی نہیں ہم کو سجن کی وہ ملاقاتیں — کٹینگے کس طرح یہ دن ہمیں اور ہجر کی راتیں

ان کے شہر آشوب کا یہ مزاحیہ شعر مشہور ہے۔

پلا اس مست نصرانی کو تاڑی — اگاڑی اصطبل کے جا پچھاڑی

(گلزار ابراہیم - طبقات الشعرا - چمنستان شعرا - مجموعہ نغز - مخزن نکات)

کمترین کے ایک شاگرد کا تخلص عاجز تھا ان کا نام اور وطن معلوم نہیں مولف تذکرہ مسرت افزا لکھتے ہیں کہ بہت ظریف اور خوش طبع ہیں۔ عجز و انکساری سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایہام میں اکثر ظرافت آمیز اشعار کہتے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دل لعل ہمارے لیے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل — شیخ سعدی تم بھی اب لیکر گلستاں دوڑیو

(مسرت افزا)

اکرام اللہ محشر بدایونی ۱۲۲۴ - ۱۸۰۶

محشر شیخ اکرام اللہ صدیقی بدایونی وفات تقریباً سنہ ۱۸۰۶ء ابن حافظ غلام مصطفےٰ بن محمد ماہ بن شیخ محمد بن ابوالفتاح بن ابو محمد برادر شیخ شمس الدین جھجار خاں آہی بدایونی اکمل التاریخ مولفہ مولانا ضیاء القادری بدایونی میں لکھا ہے کہ جناب محشر حضرت شیخ مفتی عبد الغنی صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء کے درسیات میں شاگرد اور طریقت میں مرید تھے پھر مفتی صاحب کی ہدایت پر حضرت سید آل احمد اچھے صاحب مارہروی م ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء سے بیعت کی حضرت موصوف نے آپ کی ایک غزل پسند فرمائی تھی جس کے تین شعر درج ذیل ہیں آخری شعر میں حضرت سے بیعت کا ذکر ہے۔

مژدہ مستاں کہ بہ میخانہ رواں خواہم شد — مست خواہم شد و مستانہ رواں خواہم شد

حاجتِ بدرقۂ نیست مرا در رہِ عشق　　از خود و از ہمہ بیگانہ رواں خواہم شد
آلِ احمد نغزے سوئے غریباں داری　　بہ دیارِ تو غریبانہ رواں خواہم شد

جناب محشر بدایونی نے اولیائے کرام کی تاریخ روضۂ صفا مرتب کی تھی جو طبع نہ ہو سکی۔ یہ فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ مولوی قدرت اللہ شوق اپنے تذکرہ طبقات الشعرا میں جناب محشر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اکرام اللہ محشر متوطن بلدۂ بدایوں جوانے است قابل۔ سعادت مند خوش خصال پسندیدہ افعال۔ خوبصورت۔ پاکیزہ سیرت۔ خلیق آشنا پرست۔ سخن فہم۔ دقت پسند۔ طالب علم مستعد۔ شاعرِ زبردست فارسی۔ مزاج آزادانہ و در بیگانگی ایں جہانِ فانی یگانہ ذہنِ سلیم و طبعِ مستقیم دارد۔ اکثر مثنویاتِ دلچسپ و رنگیں و دیوان مختصر فارسی و تذکرہ اولیائے بدایوں مسمی بہ روضۂ صفا از تصانیفِ اوست گاہے بہ حسبِ فرمائشِ یاراں خصوصاً ایں ہیچداں چند غزلیاتِ ریختہ ہم گفتہ بموجب

اکرام اللہ محشر شہر بدایوں کے رہنے والے۔ قابل جوان۔ سعادت مند خوش خصال۔ پسندیدہ افعال۔ خوبصورت پاکیزہ سیرت۔ خلیق۔ آشنا پرست سخن فہم۔ دقت پسند طالب علم مستعد فارسی کے زبردست شاعر آزادانہ مزاج اور اس جہان فانی سے بیگانگی میں یکتا۔ ذہنِ سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہیں۔ دلچسپ اور رنگین مثنویاں۔ فارسی کا مختصر دیوان اور تذکرۂ اولیائے بدایوں مسمی بہ روضۂ صفا ان کی تصانیف ہیں کبھی کبھی دوستوں اور خصوصاً اس کتاب کے مولف کی فرمائش پر چند اردو کی غزلیات بھی کہی ہیں۔

قولہ عــہ دی یہ بختے کی شوق نے محشر مجھے تکلیف ۔ ورنہ میں کہاں ماننے تھا باللہ کسی کی
اردو کلام کا نمونہ یہ ہے

عشق کی آتش سے گھر میرا تجلی زار ہے
گرچہ ویرانہ ہوا پر دشت ایمن ہو گیا

اے ہم رہاں نہ کیجو تم اب فکر زاد راہ
ہیں لخت دل بھرے مرے جیب و کنار میں

نہ گل جیب ہوں عالم میں نہ خار دامن
جامہ زیبوں کا ہوا ہوں میں غبار دامن

اک نگہ مول ہے تس پر بھی گراں ہے جانی
دور کیا جاتا رہا دل کی خریداری کا

بچا سکتا ہے کوئی جان کو کیونکر جو رکھتا ہو
فلک سا دشمن بے رحم تجھ سا آشنا ظالم ۹

آچلا شور قیامت ترے داماں کے تلے
فتنہ پلتا ہے ترے سایہ مژگاں کے تلے

میں جو رخلق اٹھاتا ہوں یار کی خاطر
رکھوں ہوں ایک کی خاطر ہزار کی خاطر

آیا نہ یار رہا ئے شب آنکھوں میں کٹ گئی
بس لوگے انتظار میں دن بھی گذر گیا

گور میں فرصت سے کرتا ہوں کفن کو تار تار
حسرت چاک گریباں بسکہ دامن گیر تھی

اٹھ گیا میں در سے تیرے کر محبت کو سلام
جرح دشمن بخت وا ز دل آہ بے تاثیر تھی

اسکے کوچے میں جو محشر پھر گیا معذور رکھ
شوق دامن کش تھا ادھر حسرت گریباں گیر تھی

تھمے ہے نالے سے گر اک نفس زباں میری
بہے ہے پھوٹ کے یہ چشم خوں فشاں میری

صنم کدے کے لئے تا حریم بیت اللہ
خبر نہ کوئی کی پہنچی کہاں کہاں میری

تری گلی تئیں زور فتادگی میں رہا
خدا دراز کرے عمر ناتوانی کی

چمن میں بلبل مسکیں کرے کس کس کی غم خواری
ادھر گل کی پریشانی ادھر غنچے کی دل تنگی

دیکھ کر گرمئ بازار کو تیری محشر
آتش رشک سے ارباب ہنر جلتے ہیں

پھر نہ معلوم ہوا شمع کا احوال ہمیں
او تک پردہ فانوس اٹھا دیکھیں تو

وہ معنی جس کی صورت ہوں نہیں پاتا کہیں ہرگز
خجل جاتا ہوں ہستی سے عدم سے منفعل آیا

یار کچھ مائل فریاد رسی ہے محشر | حالِ دل اپنا بھی ہم آج سنا دیکھیں تو
میں عزت مآب فنا روتے ہی رو تے ہو گیا محشر | کسی ظالم کی مجھکو حسرت دیدار لے ڈوبی
مجھ سے کچھ الجھے ہے یہ زلف پریشاں بے طرح | ہائے یہ کالی بلا ہے درپئے جاں بے طرح

تلامذہ اکرام اللہ محشر بدایونی

(۱) ایجاد۔ شیخ مبارز الدین صدیقی متولی بدایونی

نمونہ کلام

(۲) راضی :

شیخ نسیم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبد الرشید بن محمد سید بن مولانا محمد یوسف استاد شاہ جہانگیر و قلعہ دار کالنجر م ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹ء بن شیخ محمد برادر شمس الدین جہاد خاں آبی۔ ان کے مندرجہ ذیل اشعار ان کے اعزا کی زبانی مولوی قدرت شوق نے سنے تھے۔

تمہارے لعل کو یاقوت کے دانے سے کیا نسبت | تمہاری رس بھری آنکھوں کو پیمانے سے کیا نسبت
یقیں کے ریختے کی ہمسری کیونکر کرے راضی | تکلف برطرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت

(۳) حشر :

شیخ غلام رسول آسی ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء ابن محمد مکارم برادر اکرام اللہ محشر نمونہ کلام یہ ہے

ہوں میں شہید نرگس بیمار یار کا | خاکِ شفا غبار ہے میرے مزار کا
منہ ترے کوچے کی طرف پھر گیا | گور میں جس وقت اتارا مجھے
افسوس ہے کہ وہ بھی جہاں سے گذر گیا | اب حشر کہئے کسکو پکارا کرینگے ہم
کھینچکر نقشہ میں مانی نبت بے پیر کے ہاتھ | چومتا تھا کبھی اپنے کبھی تصویر کے ہاتھ

(۴) افضل :

مولوی محمد افضل عثمانی بدایونی مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہ ۔ نمونہ کلام یہ ہے

خیالِ کعبہ و دیرم نباشد جبہ سائی را
زخاکِ نقشِ نعلیش سر بہ سر بے گردہ لم پیدا

ز ظلمت خانۂ مرقد نباشد ہیچ غم افضل
کہ از نورِ خدا مہرِ منیرے کردہ ام پیدا

(تجلیاتِ سخن)

(۵) واصل و وفا و مشتاق :

مولوی محمد واصل عباسی بدایونی خلف شیخ شفاعت اللہ خلف عنایت اللہ خلف شیخ عزیز اللہ ۔ آپ ناطق بدایونی کے جدِ بزرگوار تھے ۔ نمونہ کلام یہ ہے

آجکل مجھ کو یہ دل کرتا ہے بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

عشق کا بوجھ اٹھاتا ہوں میں سر پر واصل
کام تو خوب ہے گر نیک ہو انجام کہیں

(۶) موجد

شیخ وہاب الدین [م ۱۱۵۲ھ] بن غلام قطب الدین بن مقیم الدین بن درویش محمد بن شیخ احمد حسامی [م ۱۱۰۵ھ] بن شیخ کرم اللہ جد امجد مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ۔ قدرت اللہ شوق نے تذکرہ طبقات الشعرا میں ان کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں "جوانے است سعادت مند و خوش فکر از شاگردان اکرام اللہ محشر"

جناب موجد کا ذکر مولف تذکرہ روز روشن نے اس طرح کیا ہے "طبع سنجیدہ و

نکرسے برگزیدہ داشت بہ سلاست الفاظ و لطافت مضامین دلہائے ارباب ذوق می ربود ۔ انصاف آن است کہ سرآمد شعرائے بدایوں بود ۔ مدت گذشتہ کہ جادہ عقبیٰ پیمودہ " ۔

نمونہ فارسی کلام :

موجد از میکدہ امروز بہ شانے برخاست | بہ کفے دست نگارے بکفے مینائے
غزل تازہ تو نسیم موجد | خامہ را بیا ز دگر قط زدہ ام

نمونہ کلام اردو

درد سے شمع کے جو لوگ خبر رکھتے ہیں | داغ دل سوز درون دیدۂ تر رکھتے ہیں
گلوں کی سرخی لب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے | اثر نے نالۂ بلبل کے خون دل پلا چھوڑا
سرگرم ناز کیوں نہ ہو دہ رشک آفتاب | عالم میں اسکے حسن کا بازار گرم ہے
ہمارے کام پہ ہر چند آسماں پھرے | تجھے قسم ہے جو اسطرف کو آں پھرے

(تجلیات سخن، شمیم سحر، سخن شعرا)

تلامذہ وہاب الدین موجد

(۱) باقر :

مولوی جلال الدین م ۱۸۸۶ء ابن مستجاب الدین ابن وہاب الدین موجد ساکن بدایوں مصنف یادگار باقری

نمونہ کلام باقر دماغ شعر و سخن اب کہاں ہمیں | وہ ولولہ وہ جوش طبیعت نہیں رہا

(تجلیات سخن)

(۲) حسن :

مولوی جمال الدین م ۱۸۶۶ء ابن مولوی جلال الدین باقر ۔ ڈپٹی کلکٹر میں پوری دجھانسی مصنف مجموعہ کلام نعتیہ شبیر احمدی مطبوعہ

نمونہ کلام یہ ہے ۔

ہے شمع میں اور چہرہ دلبر میں بہت فرق　　یہ نور کی تصویر ہے وہ نار کی تصویر

(تجلیات سخن)

مرزا فاخر مکیں دہلوی

مکیں :

مرزا فاخر دہلوی م ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء خلف محمد اشرف شاگرد مرزا عظیما اکسیر اصفہانی ۔ ولادت دہلی وفات لکھنؤ اگرچہ فارسی زبان کے استاد الشعرا تھے لیکن انکے چند شاگرد اردو میں شعر کہتے تھے بدایوں میں ان کے تلامذہ کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ ایران سے ہندوستان آئے اور سپاہ گری میں زندگی بسر کی دیوان و مثنوی یادگار ہیں ۔

کلام مکیں

بادہ آخر شد و نہیں میکدہ رفتیم بروں　　شیشہ تا گشت تہی پر شدہ پیمانہ ما

در کوئے یار طرفہ تماشا بود مکیں　　رسوا شود کسے و تماشا کند کسے

جلوۂ آں سرو قامت دیدہ ام　　من بچشم خود قیامت دیدہ ام

(شمع انجمن ۔ صبح گلشن)

تلامذہ مرزا فاخر مکین

(۱) معیل بدایونی :

شاگرد مکیں و سودا ان کا ذکر مرزا سودا کے تلامذہ میں ہوگا ۔

(۲) امیر بدایونی

حافظ امیر الدین صدیقی بدایونی معین بدایونی کے برادر کلاں تھے مولوی قدرت اللہ شوق نے اپنے تذکرہ طبقات الشعرا میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

صاحب دیوان مختصر فارسی۔ فارسی کے مختصر دیوان کے مصنف
اگرچہ کم گواست فاما بسیار خوشگو ہیں اگرچہ شعر کم کہتے ہیں لیکن بہت
مشق سخن او بدرجۂ استاداں اچھا کہتے ہیں ان کی مشق سخن نے
رسیدہ گاہے یک دو غزل استادوں کے مرتبہ پر پہنچا دیا ہے کبھی کبھی
ریختہ بہ تقریبے موزوں می کنند ایک دو غزل خاص موقعوں پر اردو میں بھی کہتے ہیں

مولف خم خانۂ جاوید لکھتے ہیں کہ باوصف کم گوئی شیریں کلام اور نازک خیال سخن سنج تھے۔

نمونہ کلام:

ان دلوں کچھ بن نہیں آتا گا آنے دو بہار
چھین لوں مجنوں سے اقلیم بیاباں تو سہی

باغباں لالہ پہ اتنا ناز کیوں کرتا ہے تو
داغ سینے کے کردوں میں بھی نمایاں تو سہی

پھر چمن کی سیر کو امسال آتی ہے بہار
سوتے فتنوں کو جنوں کے پھر جگاتی ہے بہار

کیوں نہ آپس میں کریں بحث سخن ہر صبحدم
گلستاں کا درس غنچوں کو پڑھاتی ہے بہار

نوعروسانِ چمن کی گر یہ مشاطہ نہیں
کیوں گلوں کے ہاتھ پر مہندی رچاتی ہے بہار

اپنے در سے بارہا تو نے اٹھایا ہے ہمیں
پردہ داری ہماری ہم کو دامنگیر تھی

خانۂ بددشتی ہے عجب گھر امیر
جس کو نہ دیوار نہ در چاہیے

اس کے دامن کو پکڑ کر میں کہا — اب نہ چھوڑونگا تجھے رشک پری
مسکرا کر ناز سے کہنے لگا — عاشقی کرتے ہو یا زور آوری

قتیل فرید آبادی

(۶) قتیل

مرزا محمد حسن فرید آبادی م ۱۸۱۸ء شاگرد شہید لکھنوی شاگرد شیخ علی حزین اصفہانی ثم بنارسی۔

ضلع بدایوں میں قتیل کے تلامذہ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کشفی:

مولانا سلامت اللہ صدیقی بدایونی م ۱۸۶۲ء آپ کا ذکر فارسی شعراء میں ہو چکا ہے۔ اردو کا بھی ایک شعر حاصل ہوا جو تبرکاً پیش کیا جا رہا ہے ؎

کشفی کو حلال ایسی شراب یمنی ہے — عناب لب لعل محمدؐ سے ہے سرشار

تلامذہ جناب کشفی بدایونی:

دردی:

منشی محفوظ علی حمیدی صدیقی بدایونی م ۱۸۴۱ء ابن محسن علی ابن مولوی حلو علی ابن مولوی کاظم علی ابن مولوی شبیر علی ابن امیر اللہ ابن علی آصف ابن علی اشرف ابن علی مرتضیٰ ابن عبد المجید ابن قاضی عبد الوہاب جد امجد نوا بدایونی۔ جناب درد

بدایونی ذی علم و صاحبِ طبعِ سلیم تھے۔

نمونہ کلام

جب ہوگی تو ہوگی زندگانی | اب تو ہمیں موت بھی نہیں ہے
(شمیم سخن۔ تجلیات سخن۔ تذکرہ منو حمید)

(۲) حسرت :

شمس العلما مولانا محمد سعید بن حاجی واعظ علی عظیم آبادی از اولاد حضرت جعفر طیار رضؓ جناب حسرت کی لاتعداد تصانیف بشمولِ حواشی کتبِ علمیہ نقلیہ یہ ہیں۔ عربی فارسی میں زیادہ اور اردو میں شعر کم کہتے تھے۔

نمونہ کلام اردو :

واقفِ سرِ نہاں ہوں کیا کہوں | میں تو گونگے کی زباں ہوں کیا کہوں
زخمِ دل پہ مرے ہنس ہنس کے چھڑکتے ہو نمک | یہ مزہ عشق کا حاصل نہ ہوا تھا سو ہوا

نمونہ کلام فارسی :

ما را چہ خبر باشد از سود و زیاں حسرت | با دستِ تہی رفتم سودائے قیامت را

جناب حسرت کے بارے میں تذکرہ روزِ روشن میں لکھا ہے " مولانا محمد سعید عظیم آبادی تحصیل علوم معقول و منقول و مشق منثور و منظوم از مولانا سلامت اللہ کشفی قدس سرہ نمودہ

(شعرائے بہار۔ یادگار ضیغم بجم خانہ جاوید۔ روز روشن)

۳۔ **شکر**: مولوی شکر اللہ صدیقی فرشوری بدایونی، خلف حضرت شاہ ذکر اللہ صاحب بدایونی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء مرید و خلیفہ حضرت سید آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہم ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء
جناب شکر کی دو تاریخیں بابت وصال حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اسلام بدایونی حضرت موصوف کے ذکر میں نقل کردی گئی ہیں۔ دیکھیے صفحہ ۱۵۲-۱۵۳

۴۔ **نادر**: مولوی نجم الدین حسین باشندۂ میمن سنگھ۔ رمل اور طب میں اچھا دخل رکھتے تھے۔ فارسی خوب کہتے تھے۔

نمونۂ کلام
ہنسی کسی لب شیریں کی جب سے دیکھی ہے ‏ ‏ ‏ پسند غنچۂ گلشن کا زہرخند نہیں
(سخن شعرا)

۵۔ عدیل:

میر عوض علی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۱ء خلف میر چاند علی ملیح آبادی مقیم رام پور باکمال خوشنویس تھے اس فن کو حافظ نور اللہ سے حاصل کیا تھا۔ درسیات کی تعلیم مولانا سلامت اللہ صاحب سے حاصل کی عربی و فارسی میں صاحبِ استعداد تھے۔ جس زمانے میں نواب محمد سعید خاں کا قیام لکھنؤ میں تھا میر صاحب کو نواب یوسف علی خاں کی تعلیم پر مقرر کیا گیا تھا جب نواب یوسف علی خاں مسند نشین ہوئے تو آپ کو رام پور طلب کیا رام پور میں آپ نواب کلب علی خاں کے معلم مقرر ہوئے۔ رام پور کے تمام نستعلیق کے خوشنویس آپ ہی کے سلسلے سے فیضیاب ہیں۔ چند رسائل غیر مطبوعہ آپ سے یادگار ہیں۔ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے شاگرد مولوی الٰہی بخش غریب نے "چشمۂ فیض گم" تاریخ کہی۔ (کاملان رام پور)

نمونۂ کلام فارسی

مثنوی نان و نعمت

حمد

اے تو ئی موجود با ذات و صفات — از وجودِ تو وجودِ کائنات
از تو قندیلِ فلک روشن شدہ — صحنِ گردوں غیرتِ گلشن شدہ
ہر یکے را دیدہ بر روئے تو باز — ہر یکے با ناز تو دارد نیاز

کلام اردو

اب تو بارِ نفس نہیں اٹھتا — آہ کس درجہ ناتواں ہیں ہم
آپ میں ہیں نہ آپ سے باہر — کچھ نہیں جانتے کہاں ہیں ہم

(انتخاب یادگار)

(۲) سلام، مولانا قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی ۱۸۸۴ء-۱۸۷۲ء / ۱۳۰۱ھ-۱۲۸۹ھ

ن قاضی عطا الحق بن قاضی محمد اصغر بن حافظ جلیل اللہ بن شیخ خلیل اللہ بن عبدالخالق
ن عبدالسلام بن مولانا حافظ نظام الدین عرف اڈھن واردِ بدایوں بن شیخ محمد بن
ح راجی شہید بن شیخ شرف الدین بن علاء الدین بن صدر الدین بن شمس الدین
ن عبدالقدوس بن عبدالمہیمن بن شیخ نظام بن ملا خاصۃ اللہ بن قاضی حامد بن
اضی شاہ محمد بن قاضی رکن الدین بن قاضی شہاب الدین بن قاضی واحد واردِ ہند
لہد بلبن برادر مستعصم باللہ آخری خلیفہ بغداد ۶۴۰ھ تا ۱۲۴۲ء ابو جعفر منصور المستنصر باللہ ۱۲۲۶ء / ۶۲۳ھ

بن ابو النصر ظاہر بامر اللہ م ۱۲۲۵ء/۶۲۲ھ بن ابو العباس احمد الناصر لدین اللہ م ۱۱۸۰ء/۵۷۵ھ بن
ابو محمد المستضی بامر اللہ ۱۱۸۰ء/۵۷۵ھ بن ابو المظفر یوسف المستنجد باللہ م ۱۱۶۰ء/۵۵۵ھ بن ابو عبد اللہ محمد المکتفی لامر
اللہ م ۱۱۳۵ء/۵۳۰ھ بن ابو العباس احمد مستظہر باللہ م ۱۰۹۴ء/۴۸۷ھ بن ابو القاسم عبد اللہ المقتدی
بامر اللہ م ۱۰۷۴ء/۴۶۷ھ بن محمد بن ابو جعفر عبد اللہ القائم بامر اللہ م ۱۰۳۱ء/۴۲۲ھ بن ابو العباس
احمد قادر باللہ م ۹۹۱ء/۳۸۱ھ بن اسحٰق بن ابو الفضل جعفر مقتدر باللہ م ۹۴۷ء/۳۵۶ھ بن ابو العباس
احمد معتضد باللہ م ۸۹۲ء/۲۷۹ھ بن طلحہ بن ابو الفضل جعفر متوکل علی اللہ ۸۴۷ء/۲۳۲ھ بن ابو اسحٰق
محمد معتصم باللہ م ۸۳۳ء/۲۱۸ھ بن ابو جعفر ہارون الرشید ۷۸۶ء/۱۷۰ھ بن ابو عبد اللہ محمد المہدی ۷۷۳ء/۱۵۶ھ
بن ابو جعفر المنصور ۷۵۴ء/۱۳۶ھ بن محمد بن علی بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عباس رضہ۔

قاضی عبد السلام صاحب نے تحصیل علم اپنے عم مکرم مولوی قاضی بہاء الحق سے کی جو بحر العلوم[۵] ملا عبد العلی صاحب فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ آپ کی فارسی تصانیف

---

[۵] بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی ۱۷۴۰ء-۱۸۲۰ء/۱۱۵۳-۱۲۳۵ھ خلف ملا نظام الدین م ۱۷۴۸ء/۱۱۶۱ھ بانی درس نظامیہ خلف ملا قطب الدین شہید انصاری سہالوی م ۱۶۹۲ء/۱۱۰۳ھ مولانا بحر العلوم نے اپنے والد ماجد کے شاگرد ملا کمال الدین انصاری سہالوی م ۱۷۶۱ء/۱۱۷۵ھ سے منقولات و معقولات کی تحصیل کی۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں والی روہیلکھنڈ م ۱۷۷۴ء/۱۱۸۸ھ کے عہد میں شاہجہانپور گئے حافظ الملک نے بڑی قدر و منزلت کی اور معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ ان کی شہادت تک آپ درس و تدریس میں مصروف رہے اس کے بعد رام پور اور بہار میں قیام کیا آخر میں نواب والاجاہ محمد علی خاں والی کرناٹک کی طلب پہ مدراس چلے گئے۔ والاجاہ نے ایک مدرسہ کلاں تعمیر کرایا آپ مدت تک وہاں درس دیتے رہے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میں اخبار الابرار (تصوف) شرح دلائل الخیرات، علم الفرائض اور مثنوی طوفان عشق۔ اردو میں منظوم تفسیر زاد لآخرت ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۸ء آپ کی بڑی گراں قدر تصنیف جس میں تقریباً دو لاکھ اشعار ہیں۔ آپ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب مارہروی ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء کے مرید و خلیفہ تھے۔ مندرجہ ذیل شعر میں مارہرہ سے تعلق بڑے والہانہ اور محققانہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔

بہ جست و جوئے مرشد چوں دویدیم — بجز مارہرہ مارہ را ندیدیم

آپ کو ریاست رام پور سے عہدہ قضا ملا تھا۔ آپ کی تاریخ وصال جو مولوی شکر اللہ صاحب شکر بدایونی نے نظم کی تھیں ذیل میں درج ہیں۔

(۱) خادم شرع دین مصطفوی — مقتدائے زمانہ ہادی راہ
فاضل بے مثال خضر طریق — محو قال الرسول قال اللہ
عالم علم ظاہر و باطن — ابن عم رسول عالی جاہ
از رجب ماہ بود پانزدہم — کاں زماں کرد سوئے خلد نگاہ
گفت ہاتف بہ شکر از دل زہد — قاضی عبدالسلام حق آگاہ

۵ — ۱۲۸۴ + ۵ = ۱۲۸۹

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

نواب نے بحرالعلوم کا خطاب دیا۔ انتقال کے بعد ملاس میں دفن ہوئے۔ تصانیف میں ارکان اربعہ ہدایت الصرف اور کئی کتابوں کے حواشی اور شروح آپ سے یادگار ہیں۔

(۲) مظہرِ خاصِ خالقِ کونین — مقتدائے رہِ خدا طلبی
عارفِ حق مفسرِ قرآن — محوِ عشقِ محمدؐ عربی
خواستم شکر چوں زبیر خرد — کہ کند سوئے سال راہبری
گفت ہاتف گذشت از سیر جان — قاضی عبدالسلام عباسی

۱۲۸۹ = ۱۲۸۶ + ۳

قاضی صاحب کی تفسیر زاد الآخرت تفصیلی بحث کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے یہاں اسکے کچھ حصے پیش کئے جاتے ہیں۔

تفسیر سورہ اخلاص

توحید

کہہ محمدؐ کہ ایک ہے وہ خدا — اسکی وحدت میں شک نہیں ہے ذرا
متحد ہے وہ ذات میں اپنی — منفرد ہے صفات میں اپنی
نہ وہ اپنا شریک رکھتا ہے — وحدہٗ لاشریک یکتا ہے
وہ خدا بے نیازِ برحق ہے — یعنی بے احتیاجِ مطلق ہے
بلکہ محتاج ہیں اسی کے سب — سارے عالم کا ہے وہ خالق و رب
نہ وہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے — جملہ حاجات سے مبرا ہے
ہے نہیں وہ خدا کسی کا باپ — اور نہ بیٹا ہے بلکہ آپ ہی آپ
اور نہیں زینہار اُسکا ہے — کوئی جوڑ اور ہمسر و یکتا

تفسیر سورہ قدر

شب قدر

سورۂ قدر کی ہے یہ شانِ نزول — سید الانبیاءؐ سے ہے منقول
کہ صحابہ سے اپنے خواجۂ دیں — ذکر کرتے تھے ایک روز کہیں
حالِ اولادِ حضرتِ یعقوبؑ — جس میں اک شخص تھا نہایت خوب
زہد و توحید میں یگانہ و طاق — جہد و طاعت میں شہرۂ آفاق
باندھ ہتھیار اور سلاحِ وغا — کافروں سے ہزار بار لڑا
باوجودِ جہاد با کفار — تھا سدا روزہ دار و شب بیدار
سنکے اس بات کو صحابِ رسولؐ — بولے اس طرح با جنابِ رسولؐ
ہم سے سرزد ہوں کیسے یہ افعال — عرصۂ عمر تنگ ہے یہ کمال
سید الانبیاءؐ ہوئے غمگیں — تب یہ سورہ اتاری انکے تئیں
قدر کی شب کہ عز و جاہ سے ہے — یعنی بہتر ہزار ماہ سے ہے
نیک کام اس میں ہو دیں جس سے عیاں — ہو ویں مقبول حضرتِ یزداں
جانتا ہے جو قدر شب کے تئیں — وہ شبِ زندہ دار سب کے تئیں
ہے شبِ قدر اسکی ہر اک شب — اسکو موقوف کیا ہے ہر اک شب
ہے اماں اور سلامتی وہ رات — تا طلوعِ سحر بصد برکات
تاکہ اس شب کہیں سلام ملک — مومنوں کو طلوعِ صبح تلک

سورہ علق

ابتدائے وحی

پڑھ تو قرآن کو بنامِ خدا — کہ وہ پروردگار ہے تیرا
یعنی قرآن تو پڑھے ہر گاہ — اس سے پہلے تو پڑھ لے بسم اللہ
اور ترا رب ہے اے نبیؐ ورا — سب کریموں سے ہے کریم بڑا
اس نے لکھنا قلم سے سکھلایا — فائدہ عام اس سے فرمایا
انتظامِ جہاں قلم سے ہے — التزامِ جہاں قلم سے ہے
کب فوائد ہوں سب قلم کے رقم — نہیں قابل مرا رقم کے قلم
اس نے سکھلائے آدمی کے تئیں — وہ سخن جن کو جانتا تھا نہیں

سورہ حشر

ہیبت قرآن

جو ہم اے سیدِ زمین و زماں — کرتے نازل پہاڑ پر قرآں
تو اسے دیکھتا کہ دب جاتے — ہوتے شق اور زمیں پر آتے
مولوی نے لکھا ہے مضموں یوں — اس جگہ پر خلاصۂ مضموں
کہ وہ کفار سنگ سے بھی سخت — رکھتے اپنے دلوں کو ہیں بدبخت
اور یہ امثال کرتے ہم ہیں بیاں — بہرِ تنبیہہِ مردم و انساں

سورہ نجم

واقعہ معراج

اور نہیں بولتا ہے کوئی بات — اپنی خواہش سے وہ ستودہ صفات
وہ سخن تو ہے وحی و حکم الہام — بھیجی جاتی ہے جو بہ خیر انام
وحی و قرآن سکھا دیا اسکو — حکم یزداں سنا دیا اسکو
یعنی تھے جبرئیلؑ بے تشکیک — مطلع آفتاب کے نزدیک
پھر وہ آئے قریب پیغمبرؐ — دیکھ اسکو بہوش ہونے پر
پس رہا فرق دو کمان کے قدر — یعنی مابین روح و پیغمبرؐ
پھر لگا کرنے وحی وہ جبریلؑ — جانب بندہ خدائے جلیل
وہ جو بھیجا خدا نے وحی و پیام — جانب خواجہ بلند مقام
یعنی وحی و پیام پہنچایا — کہہ دیا جو خدا نے فرمایا
قاب قوسین سے یہاں مقصود — ہے وہ تاکید قربت معبود

سورہ حجرات

شعوب و قبائل

اور ہم نے کیا تمہارے تئیں — یعنی ٹھہرا دیا تمہارے تئیں
ذاتیں اور کنبے تا کہ لو پہچان — اپنے آپس میں کرکے فکر اور دھیان
نہ کہ فخر اور ناز کرنے کو — حد و انداز سے گذرنے کو

عدل سے دور ہے وہ فخرِ نسب — آدمی ایک اصل سے ہیں سب
پس شعوب وقبائلِ انسان — ہیں برائے شناخت اور پہچان
کہ تمہارا بڑا ہے نزدِ خدا — وہ جو رکھتا ادب ہے تم میں سوا
بے شک اللہ جانتا ہے عیاں — ہے خبردارِ رازہائے نہاں
مولوی نے خلاصۂ مضمون — اپنے موضع میں ہاں لکھا ہے یوں
کہ لگانا کسی کی ذات میں عیب — عیب ہے اپنے واسطے لاریب

سورہ فتح

مقام صحابہ رض

گرچہ تھے سب صحابِ پیغمبر ص — متصف ان صفات سے یکسر
کیا بعضے محققوں نے بیان — کرلیا اختصاصِ بعض بیان
معہٗ سے مراد ہیں صدیق رض — کہ وہ تھے ساتھ غار میں تحقیق
اور اشدّاء سے غرض ہے عمر رض — کہ وہ کفار پر تھے زور آور
رُحَمَاء سے تو قصد ہیں عثمان رض — کہ وہ رانت میں تھے وحید زماں
رُکّعاً سُجّداً بیاں ہے جلی — ہے سراسر بیاں بہ شانِ علی رض
کہ رکوع وسجود میں مشغول — رہتے رات اور دن تھے وہ مقبول
ڈھونڈتے تھے وہ فضلِ یزداں کو — اور اسکی خوشی ورضوان کو
یعنی از دل ثواب و جزا — اور خوشنودی و رضائے خدا
صاف ظاہر علامت ان کی نمود — ان کی پیشانی پر نشانِ سجود

ہے صفت انکی ساری اودستاں — بیچ تورات کے بہ شرح نہاں
اور صفت انکی ہے علی التفصیل — بیچ انجیل کے بہ وجہ جمیل

سورہ شوریٰ

مودت ذی القربیٰ

کہ تو اے سید زمان و زمین — اس طرح سے کہ مانگتا میں نہیں
تم سے کچھ اجر اور مزدوری — پر قرابت میں دوستی پوری
اور جو کوئی کمائے نیکی کو — آل حضرتؐ کا دوست جان سے ہو
ہم بڑھا دینگے اسکو اس میں ثواب — کہ مضاعف ہو وہ زروئے حساب
من لو قربیٰ سے ہیں مراد اس جا — خواجہ دیں کے ذوی القربیٰ
یعنی حسنینؑ و فاطمہؑ و علیؑ — لکھا انوار میں بہ طرز جلی

سورہ صٰفّٰت

واقعہ قربانی

پس تولد ہوئے جب اسمعیلؑ — لے گئے ساتھ ہاجرہ کے خلیلؑ
دشت ام القریٰ میں انکے تئیں — وہ جو مکے کی محترم ہے زمیں
پائی اس جا انہوں نے نشو و نما — تھے وہاں وہ اور انکی ما
ایک بار آتے تھے خلیلؑ کہیں — شام سے انکے دیکھنے کے تئیں
کئی راتوں کو خواب میں دیکھا — متواتر خلیلؑ نے اس جا

خواب میں حق نے یہ کیا فرمان — کر دے اپنے پسر کو تو قربان
عید کے دن گئے منیٰ کو خلیلؑ — لیکے بیٹے کو تھا جو اسمٰعیلؑ
باپ بولا کہ میرے پیارے پسر — میں نے دیکھا ہے خواب کے اندر
کہ میں کرتا ہوں ذبح تیرے تئیں — یہی آیا ہے حکم میرے تئیں
کہنے اس طرح سے لگا وہ پور — اے پدر کیجیے جو ہے مامور
پائیے گا مجھے جو چاہے خدا — سہنے والوں میں رنج حکم و قضا
باندھ پٹی سے اپنی چشم خلیلؑ — ہوئے مصروف ذبح اسمٰعیلؑ ٦
ہاتھ میں لیکے اپنے اک ساطور — جب لگے کاٹنے وہ گردنِ پور
پہنچے فی الحال جبرئیل امین — ذبح سے دی نجات انکے تئیں
رکھ کے دنبہ دیا پسر کو بچا — انکے فرزند کا گلا نہ کٹا
کھول آنکھیں نظر جو فرمائی — کبشِ مذبوح اس جگہ پائی
یوں ہی دیتے ہیں ہم جزا و بدل — محسنوں کے تئیں زروئے عمل
ہے سلامِ خدا بر ابراہیمؑ — یعنی پہنچے اُسے سلامِ عمیم
وہ تو ہے اک ہمارے بندوں سے — مومنوں اور حق پسندوں سے

سورہ یٰسین

سورہ کی اہمیت

اے سلام اس جگہ کفایت ہے — وہ جو انوار میں روایت ہے
خیرِ دارین بخشنی ہے عام — اسلیئے ہے معمہ اس کا نام

دوسرا واقعہ ہے اسکا نام — کہ وہ کرتی ہے دفع سب آلام
تیسرا قافیہ رکھے ہے وہ نام — کہ ہے اسکا قضائے حاجت کام
اسی طرح سے حدیث میں آیا — سید الانبیاؐ نے فرمایا
قلب و دل ہے ہر ایک شئے کے تئیں — قلب قرآں ہے سورۂ یٰسین
لکھ گئے ہیں محققانِ کرام — سرِّ حق ہیں مقطعات تمام
ہیں وہ متشابہات قرآنی — پہنچے کب ان کو علم انسانی
اس سے واقف نہیں کوئی انسان — غیر از سید زمین و زماں
لیک اسطرح سے بہ طرز جمیل — اہل تاویل کرتے ہیں تاویل
کہ ہے یٰسین نام یزداں کا — یا کہ سورہ کا یا کہ قرآں کا
یا وہ ہے نامِ خواجہ دو جہاںؐ — آلِ یٰسین اسکی حجت جان
جب لگے کہنے اسطرح بدخو — اے محمدؐ نہیں پیمبر تو
پس بہ تسکین سرورِ عالمؐ — کھائی قرآں کی یوں خدا نے قسم
اس کلامِ مجید کی ہے قسم — وہ جو حکمِ برحق ہے یا محکم
تو تو بھیجے ہوؤں میں ہے بالذات — راہ سیدھی پہ اے ستودہ صفات

سورۂ احزاب

مقامِ اہلِ بیت اور حکمِ درود و سلام

تم سے رجس اور گندگی یکسر — اے ہمہ اہلِ بیتِ پیغمبرؐ
اس سے ستھرا کرے تمہیں وہ خدا — وہ جو کرتا ہے سر بسر ستھرا

لفظ رجس اس جگہ جو ہے ارشاد　　ذنب اور معصیت ہے اس سے مراد
پس خلاصہ یہ ہے کہ سرورِ دیں ؐ　　تم کسی مرد کے پدر ہو نہیں
کہ پیمبر ؐ کے جس قدر تھے پسر　　ہونے پائے نہ مرد تھے یکسر
اہلِ تحقیق سے ہوا معلوم　　کہ ہے خاتم بہ معنیٔ مختوم
کہ نبی ان کے بعد ہووے نہیں　　یہ بڑائی ہے خاص ان کے تئیں
بے شک و ریب خالقِ منعام　　اور اس کے فرشتگان کرام
کرتے رحمت نبی ؐ پہ ہیں ارسال　　حرفِ تعظیم ہو بہ وجہ کمال
اے یقین رکھنے والو اور باور　　بھیجو تم رحمت اس پیمبر ؐ پر
ہیں وہ جمہور متفق یکسر　　بہ وجوبِ صلوٰۃِ پیغمبر ؐ
اور نبی ؐ پر درود پہچانا　　ہے بڑی ہی مراد کا پانا
اور پڑھتا ہے جو کوئی وہ درود　　اس پہ دس رحمتوں کا ہووے ورود

سورہ انبیا

واقعہ نمرود

پھر جو حجت نہ لا سکے کفار　　یوں ہوئے وہ مجوّزِ احرار
بولے اسکو جلا دو اے لوگو　　اور مدد اپنے ٹھاکروں کو دو
پھر بہ فرمانِ شاہِ بداعمال　　اک حظیرہ بنا لیا فی الحال
اسکو آتش لگا کے دہکایا　　اپنے حق میں سقر وہ بنوایا
کر کے مغلول آگ میں پھینکا　　ان کو ایک منجنیق میں بٹھلا

بولے فی الفور آ کے یوں جبریلؑ — کیا تو حاجت رکھے ہے کوئی خلیلؑ
بولے حاجت رکھوں ہوں میں لیکن — میرا حاجت بر آر ہے تجھ بن
ان کو ثابت قدم جو یوں پایا — آگ کو سرد حق نے فرمایا
پس بہ صبر و ثبات ابراہیمؑ — اس خدا نے کیا وہ فضل عظیم
ہو گئی آگ یک بیک وہ باغ — جس سے ہووے دل ارم پر داغ

سورہ طٰہٰ

عصائے کلیم

اہل تحقیق نے کیا تحقیق — نام نامی تھا اس عصا کا علیق
پہلے آدمؑ کو حق نے بھجوایا — ان سے حضرت شعیبؑ نے پایا
پھر تو پہنچا شعیبؑ سے وہ عصا — کام آتا وہ ان کے صبح و مسا
گاہ کرتا کلیمؑ سے وہ کلام — گاہ ہوتا وہ پاسبان آرام
گاہ ہوتا مقابل دشمن — گاہ ہوتا بجائے دار و رسن
گاہ ہوتا وہ سایہ دار شجر — گاہ ہوتا درخت بار و ثمر
گاہ ہوتا چراغ شب وہ عصا — کام کرتا عجیب عجب وہ تھا

جلوۂ طور

جس گھڑی دیکھی اس نے دور سے آگ — یعنی موسیٰؑ نے دشت طور سے آگ
پس کیا اپنے اہل سے یہ مقال — کہ رہو تم یہاں ذرا فی الحال

میں نے دیکھا ہے آگ کو بہ یقین ۔ شاید اب لاؤں میں تمہارے تئیں
یا لہ پاؤں اس آگ پر ناگاہ ۔ کوئی انسان بتانے والا راہ
تھی نہ آتش وہ نور حق کا تھا ۔ چھوڑ زن کو وہاں گئے موسیٰ
حق نے ان سے کلام فرمایا ۔ ان پہ لطف تمام فرمایا
پھر نبوت سے دے شرف ان کو ۔ بھیجا فرعون کی طرف ان کو

خاتمہ

شکر للہ کہ چند سال کے بعد ۔ روز آدینہ غرہ ذیقعد
درمیاں دو عید عید سعید ۔ ہوگئی ختم یہ کتاب مجید
حق کی تائید نے یہ کام کیا ۔ کہ اسے میں نے اختتام کیا
ورنہ کب تھا مرے ہنر مقدور ۔ میں تو ہر ایک طرح سے تھا معذور
تھا ہزاروں غموں سے دل افگار ۔ اور سو سو طرح کے تھے آزار
تھی اسی کی اعانت و تائید ۔ کہ میں چل کر بہ مسالک تقلید
سالہا سال میں لکھی یہ کتاب ۔ رکھ کے ملحوظ احتیاط کے آداب
اسکے سال شروع کا منشا ۔ ہے لقب زاد آخرت اسکا ١٢٢٩ / ١٨٣٠
کاش اپنا وہ فضل فرمائے ۔ کہ یہ عقبیٰ کا زاد ہو جائے
اور تاریخ اختتام کی ہے ۔ ایک ہزار اور انسٹھ اور دو سے ١٢٥٩ / ١٨٤٤
یا الٰہی طفیل سرور دیں ﷺ ۔ بخش اپنے کرم سے میرے تئیں
رحمت اپنی سے وقت نزع رواں ۔ مجھکو سکرات موت کر آساں
وقنا ربنا عذاب النار ۔ بہ محمد و آلہ الابرار

قرار ۶ مولانا شاہ عین الحق عبد المجید عثمانی قادری بدایونی ۱۲۶۳ھ - ۱۸۴۸ء خلف

مولانا عبد المجید ۱۲۴۱ھ - ۱۸۲۱ء خلف مولانا محمد سعید ۱۲۴۷ھ بن مولانا محمد
مولانا محمد شفیع بن شیخ مصطفیٰ بن عبد الغفور بن عزیز اللہ بن کریم الدین بن قاضی محمد بن شیخ
معروف بن شیخ مودود بن عبد الشکور بن شیخ راجی بن قاضی سعد الدین عرف قاضی سدا
گواہ بن قاضی القضاۃ قاضی رکن الدین بن نامی دانیال وارد ہند از عراق و قاضی بدایوں بن
حاجی شہید بن ابراہیم بن اسحٰق بن عبد الکریم ثانی بن نور اللہ بن عبد الحی بن محمد فردوس بن شیخ
انیس بن شیخ رافع بن عبد الکریم اول بن عبد الرحیم بن عبد الرحمٰن بن حفص امان ابن سیدنا
عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۔ مولانا شاہ عبد المجید کے اساتذہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

(۱) آپ کے بڑے پھوپھا مولانا محمد علی عثمانی بدایونی ۱۲۳۳ھ - ۱۸۱۷ء خلف خطیب
محمد نظیف بن خطیب عبد اللطیف مولانا محمد شفیع ۔ مولانا محمد علی شاگرد قاضی مبارک گوپاموی
۱۱۶۲ھ - ۱۷۵۱ء شارح سلم العلوم شاگرد قاضی مستعد خاں دہلوی شاگرد شیخ محمد لطیف عثمانی
۱۲۰۹ھ - ۱۷۹۱ء بن شیخ عبد اللطیف بن مولانا محمد شفیع (۲) میر زاہد ہروی م ۱۱۰۱ھ/۱۶۸۹ء شاگرد
مرزا فاضل بدخشی م لاہوری م ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء شاگرد مرزا جان شیرازی م ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء شاگرد شیخ محمود شیرازی
م ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء شاگرد شیخ جلال الدین دوانی م ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء ۔

(۲) آپ کے چھوٹے پھوپھا مولانا مفتی عبد الحی صاحب عثمانی بدایونی ۱۲۹۵ھ خلف
مفتی ... مولانا محمد شفیع صاحب شاگرد بحر العلوم مولانا محمد علی عثمانی بدایونی

(۳) مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ شاگرد ملا نظام الدین فرنگی محلی ۱۱۶۱ھ

مولانا سید ذوالفقار علی خلف محبوب علی بن محمد رفیع بن شیخ الاسلام
بن عبد الباقی بن مولانا عبد السلام دیوی م ۱۰۳۹ھ/۱۶۳۰ء بن شیخ ابو سعید بن شیخ
محمد اللہ بن شیخ احمد بن عبد الرحیم بن شیخ احمد فیاض بن مولانا اعظم ثانی سید محمد تقوی کرمانی

ثم لکھنوی م ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء۔

مولانا شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب[1] مارہروی ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء سے خلیفہ خاص اور خطاب شاہ عین الحق سے سرفراز تھے آپ کے تلامذہ میں مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی صدیقی، متولی بدایونی م ۱۸۶۴ء مولانا عبدالولی صاحب خلف مولانا شاہ حسن علی صاحب صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۸۷۹ء اور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہ م ۱۸۷۹ء آپ کی تصانیف میں تیغ اللمان شرح جواہر الرحمن شرح کتاب الصلوٰۃ و محافل الانوار در رد وہابیہ۔ رد روافض اور دوسرے رسائل تصوف ہیں۔

آپ شاعر باکمال بھی تھے آپ کا مندرجہ ذیل شعر مولف تذکرۃ الواصلین نے تحریر کیا ہے سہ رفت در بحیار اتش عشرول در دیم قرار — سادہ لوحی بیں کہ عشق را خریدارم ہنوز

(تذکرۃ الواصلین۔ تذکرہ علمائے ہند۔ اکمل التاریخ)

تلامذہ مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قرار عثمانی قادری بدایونی

مسٹ حضرت سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء خلف مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید صاحب عثمانی قادری بدایونی

---

[1] حضرت عارف معارف شاہ شمس الدین ابوالفضل سید آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہ ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۲ء - ۱۲۳۵ھ / ۱۸۳۱ء خلف و مرید و خلیفہ و جانشین حضرت اسدالعارفین سید شاہ حمزہ صاحب مارہروی ۱۱۳۱ھ / ۱۷۲۰ء - ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۵ء حضرت اچھے صاحب قدس سرہ علم و فضل مجاہدات و تصرفات میں لاثانی اور مرجع علما و مشائخ تھے آپ کے ایک خلیفہ حضرت سید عبداللہ عرف پیر بغدادی صاحب م ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء بھی تھے وہ جب بغداد سے ہندوستان آئے تو دہلی اور دوسرے شہروں کے مشائخ نے انکی پالکی کو کاندھا دیا اور اس امر پر فخر کیا حضرت اچھے صاحب کی تصانیف میں آئین احمدی ۳۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے جد بزرگوار مولانا عبدالحمید صاحب سے پائی بعدازاں مولانا نورالحق صاحب فرنگی محلی ١٨٢٤ء شاگرد مولانا بحرالعلوم عبدالعلی صاحب فرنگی محلی سے جملہ علوم کی تکمیل اور حکیم میر علی رضوی موہانی سے علم طب کی تحصیل کی اور اپنے والد ماجد سے فصوص الحکم اور مثنوی معنوی کو بالاستیعاب پڑھا بعدہ سفر حج کے دوران شیخ عابد مدنی اور شیخ عبداللہ سراج مکی سے تحصیل حدیث کی آپ کی تصانیف میں المعتقد المنتقد علم کلام میں ۔ کتاب الصلوٰۃ علم فقہ میں ملخص شرح امام نودی، علم حدیث میں ۔ شرح فصوص الحکم تصوف میں بوارق محمدیہ ۔ احقاق الحق تصحیح المسائل ۔ تلخیص الحق وغیرہ ردوہابیت اور ردِ رفض میں آپ سے یادگار ہیں ۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا فیض احمد صاحب عثمانی قادری بدایونی ۔ مولوی سخاوت علی جونپوری ۔ مولوی کرامت علی جونپوری مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی رامپوری اور مفتی اسداللہ خاں صاحب الہ آبادی وغ

منـ موی نے اپنے تذکرہ بہار بے خزاں میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ۔

بے حاذق وشاعرے	آپ عالم متبحر اور طبیب حاذق اور
ـ سالہا ست کہ	شاعر بے بدل ہیں برسوں سے تعلقات دنیوی
ـ دنیوی منت پا زدہ	سے کنارہ کش ہو کر فقر وغنا میں مصروف
ـ بہ فقر و غنا پرداختہ	ہیں اور اولیائے کامل کی شان
دل بمراتب اولیائے کامل	کے ساتھ بدایوں میں مخلوق
در بدایوں رسیدہ سرگرم استفادہ است	خدا کی رہنمائی فرماتے ہیں

مولوی رضی الدین لسمل بدایونی کتاب تذکرۃ الواصلین میں لکھتے ہیں ۔

مریدین آپ کے عرب و عجم میں بہ کثرت ہوئے ۔ ہنگام اقامت ملک دکن میں

وہابیہ و شیعہ بہ کثرت آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر مشرف بیعت ہوئے اور بہ
باعث کثیر مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرفِ اسلام حاصل ہوا۔ تمام مشائخ کرام
و علمائے اسلام بلادِ اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام
مانتے ہیں۔

نمونہ کلام فارسی:۔

منم بلبل بہ گلزارِ مدینہ — دل و جانم من شد نثارِ مدینہ
نہ داند کسے جز خدا و قدرِ اقدس — کہ چنداں ست قدرِ بہارِ مدینہ
اے بادِ صبا رو سوئے بستانِ مدینہ — گو کورش بندہ بہ سلطانِ مدینہ
دارم بہ دلِ زار تمنائے حضورت — روح و دل و جانم شدہ قربانِ مدینہ
اے حامی روزِ جزا اے ہادیٔ راہِ خدا — اے والی ملکِ عنا یا مصطفیٰؐ یا مجتبیٰؐ
فخر عرب و عجم مطلوبِ حق محبوبِ رب — عالی نسب والا حسب سرخیلِ فوجِ اصفیا
نام تو یا سلطانِ دیں با نامِ حق گشتہ قریں — شد دردِ نامت با یقیں دردِ دو عالم را دوا
توریت و انجیل و زبور مملوست از وصفِ حضور — وصفِ تو در قرآں شنو حق کرد یا نور الہدیٰ
شہزادہ ات فخرِ زمن بادا فدایش جان و تن — نامش حسن وصفِ او حسن مقبولِ ربِ کبریا
دیگر حسینؓ نامور شجرِ شہادت را ثمر — ہر شریعت داد سراں شاہ بدشتِ کربلا
آں محرمِ اسرارِ تو واقف بہ سرِ غارِ تو — صدیقِ اکبرؓ یارِ تو سر دفترِ صدق و صفا
واں حضرتِ فاروق ہم کش بر سرِ کفار الم — کردش خدا تیغے دو دم عدلش چو شمس اندر سما
آں شاہِ ذوالنورین نام محبوبِ نہایت لا کلام — آں مخزنِ جودِ تمام آں معدنِ حلم و حیا
آں صاحبِ فخرِ جلی دروازۂ علمِ نبیؐ — شیرِ خدا حضرت علیؓ عالی ہمم بحرِ سخا

نمونہ کلام اردو :

وہ محمد مصطفیٰؐ پیدا ہوئے — احمدؐ خیر الوریٰ پیدا ہوئے
ہو گئی تھی سب زمیں ظلماتِ شرک — اس لیے نور الہدیٰ پیدا ہوئے
ہو ظہورِ کنزِ مخفی کا کمال — اس لیے سرِّ خدا پیدا ہوئے
شکر للہ عاصیوں کے واسطے — شافعِ روزِ جزا پیدا ہوئے

سلام :

السلام رحمۃ للعالمین — السلام اے سرورِ دنیا و دیں
السلام اے مظہرِ سرِّ خدا — السلام اے ہادیِ راہِ صفا
السلام اے پیشوائے انبیا — السلام اے مقتدائے اصفیا
السلام اے عالمِ علمِ لدن — السلام اے کاشفِ اسرارِ کن
السلام اے ہم کلامت شمس و حجر — السلام اے سجدہ آوردت شجر
السلام اے تاجِ عزت بر سرت — السلام اے فیض و احسان بر درت
السلام اے سیدِ عالی جناب — آسمانِ معرفت را آفتاب
السلام اے مطلعِ نور و ضیا — السلام اے مشرقِ صدق و صفا
السلام اے شافعِ روزِ جزا — السلام اے دافعِ رنج و بلا
السلام اے حبِ تو ایمانِ من — السلام اے دردِ تو درمانِ من
السلام اے روحِ روحِ عاشقاں — السلام اے راحتِ دلدادگاں
عاجز و بیچارہ و درماندہ ام — گر بہ لطفِ تو نباشد چارہ ام

دوستو پھر مہِ میلاد آیا
پھر مجھے عہدِ طرب یاد آیا

سوف یعطیک فترضیٰ حق سے
رحمتِ عام کا ارشاد آیا

چاک کس دن شبِ ہجراں کا گریباں ہوگا
وصل کی صبح کا کب ہاتھ میں داماں ہوگا

کب میسر ہو مجھے سیرِ مقاماتِ حجاز
کب یہ لب نا قۂ لیلیٰ کا حدی خواں ہوگا

درِ میخانہ کھلے جائے وہ دل کب ہوگا
جام خور کب مئے عشرت سے لبالب ہوگا

مئے گلگوں لب میگوں سے پلائے مجھے
لب بلب کب لب ساقی سے مرا لب ہوگا

عاشقِ ساقیِ کوثر ہیں ازل سے مست
مدفن اپنا درِ میخانۂ یثرب ہوگا

جہاں تیرہ روشن ہوگیا نورِ الٰہی سے
حیاتِ عالم نے پائی جبکہ وہ روحِ رواں آیا

مبارک تشنگاں باراں رحمت ہوگیا نازل
مبارک اے گنہگاراں تشفع مذنباں آیا

زمیں کو آسماں پر دعویِ بالا مکانی ہے
کہ اس پر وہ مکانِ لامکانی کا مکیں آیا

چھپایا اس کی چادر میں منہ خورشید نے اپنا
جب آیا نورِ حق کے سامنے سایہ نشیں آیا

بحمد اللہ میلادِ محبوبِ خدا آیا
ہلالِ دلکشا مہ تاجِ تسلِ مدعا آیا

ہلال اس ماہ کا بیشک کلیدِ گنجِ رحمت ہے
مبارک اے مسلمانو ہے حاجت روا آیا

ایسی محبوبِ خدا کیوں ہے دلا آجکی رات
ہے مگر مولدِ محبوبِ خدا آجکی رات

حاجت ہر ایک کی ہوتی ہے روا آجکی رات
نہ کسی کی نہیں ہوتی ہے دعا آجکی رات

ہے شفاعت میں تصریح گنہگاروں کی
شکر للہ کہ گنہگار خطا کار ہیں ہم

نورِ احمدؐ ہے احد ظلِ احد ہے احمدؐ
ناحق اوہام جدائی میں گرفتار ہیں ہم

علیؓ کے دم سے ہوا خانۂ خدا روشن
علیؓ کے دم سے چراغِ نبیؐ ہوا روشن

علیؓ کی نسل میں ہے منحصر آلِ نبیؐ
علیؓ کے نام سے نامِ مصطفیٰ روشن

محمدؐ جملہ آیات خدا میں عمدہ آیت ہے — دُرِ بحرِ نبوت ہے زرِ کانِ رسالت ہے
کمالات اسکو ہر ملک علم کے عالم میں حاصل ہیں — عیاں قرآن میں مژدہ بطور اتمام نعمت ہے
محمدؐ سے ہوا ہے امتیاز واجب و ممکن — محمدؐ کی حقیقت کچھ عجب اسرار پنہاں ہے
سبیل معرفت اللہ کی ذات محمدؐ ہے — وہ ظاہر ہے یہ مظہر ہے وہ معنی ہے یہ عنواں ہے
خدا کے دیکھنے والے ہیں اسکے دیکھنے والے — یہ ہے لاریب فیہ اور ناطق اس میں صحیفہ قرآں ہے

مدحت صدیق اکبرؓ

خدا نے ان کو پیغمبر کا صاحب جبکہ فرمایا — پھر ان کے فضل کا انکار کرنا [illegible]
صحابہ ہیں نجوم حق تعالیٰ دین محمدؐ کا — ابوبکرؓ ان نجوم پاک میں ماہ منور ہے

مدحت فاروق اعظمؓ

فضیلت حضرت فاروقؓ کی بے حد نمایاں ہے — جلال و عظمت انکے نام نامی سے نمایاں ہے
نبی گر بعد میرے کوئی ہوتا تو عمرؓ ہوتا — یہ ارشاد صحیح حضرت ختم رسولاں ہے

مدحت عثمان غنیؓ

یہ ذو النورینؓ کی مدح و ثنا ہے — کہ وہ نور دو چشم مصطفیٰؐ ہے
ہوا اس سے منور خانۂ دیں — سراپا نور ہے نور خدا ہے

مدحت علی مرتضیٰؓ

کیا کارروا نام خدا نام علیؓ ہے — ہر درد کی درمان و دوا نام علیؓ ہے
ہے نام علیؓ جملہ مہمات میں کافی — گنجینۂ اسرار خدا نام علیؓ ہے

بزم میلاد

کیا بیاں ہو برکت ذکر رسول اللہؐ کا — دافع رنج و بلا ہے بزم میلاد نبیؐ
ہوتی ہے سیراب اس میں جان ایماں بے گماں — واہ کیا بحر عطا ہے بزم میلاد نبیؐ

ملتے ہیں دارین کے مطالب طفیل اس بزم کے ۔۔۔ فیض الوہاب وعظ ہے بزم میلاد نبیؐ
مداح کو یہ رتبہ ملا نعت نبیؐ سے ۔۔۔ خود اسکو ملا اسکا خدا نعت نبیؐ سے
بیماری و حرمان و مصیبت کی جہاں میں ۔۔۔ بہتر نہ ملی کوئی دوا نعت نبیؐ سے
جب ذات نبیؐ رحمت عالم ہے تو کیونکر ۔۔۔ ہر ذرہ نہ ہو نغمہ سرا نعت نبیؐ سے
شہزادوں کی دیتا ہوں قسم اے شہ عالم ۔۔۔ صدقہ مجھے مل جائے حسینؑ اور حسنؑ کا

(مولود منظوم مع قصائد اردو و فارسی مولانا فضل رسول صاحب بدایونی مطبوعہ ۱۸۷۶ء حیدرآباد دکن)

تلامذہ حضرت مولانا فضل رسول صاحب مست بدایونی

(۱) اسحٰق : مولوی محمد اسحٰق بدایونی

نمونہ کلام (نعت) آغوش میں لیکر تمہیں اے سرور عالم ۔۔۔ افلاک پہ کرتی ہے زمیں ناز شب و روز (تعلیقی)

(۲) انوار : مولوی انوار الحق بدایونی (۱۸۳۳-۱۸۸۷ء) خلف مولوی ظہور احمد ہمشیرزادہ و شاگرد مست بدایونی مولف طوالع الانوار سوانح خاص مست بدایونی

تاریخ دیوان بہار خلد مصنفہ کفایت بریلوی ۔۔۔ دیکھ دیوان کو کفایت کے ۔ فکر تاریخ میں ہوا بیتاب
کہا ہاتف نے لکھدے اے انوار ۔ گلشن نعت کا گل شاداب ۱۲۹۹ / ۱۸۸۲

(۳) بیتاب : مولوی عبداللہ زبیدی فاروقی شیخوپوری برادرزادہ میاں محمدی بیدار شیخوپوری دیکھئے صفحہ ۱۸۰

(۴) رسوا : مولانا فیض احمد عثمانی قادری بدایونی خواہرزادہ مولانا فضل رسول صاحب مست بدایونی ۔ دیکھئے صفحہ ۱۷۲

(۵) فقیر : مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر عثمانی قادری بدایونی خلف مولانا فضل رسول صاحب مست بدایونی ۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۹

(۶) مبارک : مولوی مبارک اللہ صدیقی حمیدی م ۱۸۶۲ء خلف متبارک اللہ ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نمونہ کلام

وعدۂ فردا کا قیامت ہے مبارک کیلئے آجکی شب کو شب وصل بنا دو صاحب

(تجلیات سخن)

(۷) نفیس:- مولوی اشرف علی صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد حضرت مست بدایونی و جناب نوا بدایونی۔ آپ کا ذکر جناب نوا بدایونی کے تلامذہ میں ہوچکا ہے (صفحہ ۲۲۱)

(۸) وحید:- مولوی اشیح الدین صدیقی متولی ۱۸۷۵ء خلف مولوی مبارز الدین ایجاد ساکن محلہ سوتہ بدایون۔

نمونہ کلام:

ان کا ہی کانہ شکوہ نہ رقیبوں کا گلا ہے آیا مری تقدیر کا لکھا مرے آگے

(تجلیات سخن)

(۹) وحشی:- مولوی علی رضا صدیقی حمیدی م ۱۸۸۰ء خلف مولوی احمد رضا ساکن قاضی ٹولہ بدایون

نمونہ کلام:

زینت گلشن اگر وہ دلربا ہو جائے گا پھول کر ہر گل کا پیراہن قبا ہو جائے گا

(تجلیات سخن)

مولوی فیض احمد رسوا عثمانی قادری بدایونی شاگرد مولانا فضل رسول صاحب مست بدایوں

رسوا:- مولوی فیض احمد عثمانی قادری بدایونی ۱۸۰۹ء - ۱۸۵۸ء خلف حکیم حافظ

غلام احمد م ۱۸۱۲ء خلف مولوی شمس الدین خلف بحر العلوم مولانا محمد علی م ۱۷۸۱ء ۔ مولانا فیض احمد صاحب کے نانا شاہ عین الحق عبد المجید صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۸۴۸ء اور آپ کے استاد و مرشد روحانی آپ کے ماموں مولانا شاہ معین الحق مفضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۸۷۲ء تھے ۔

بچپن ہی میں آپ کی ذہانت و ذکاوت خداداد پر عقلا حیران تھے ۔ پندرہ سال کی عمر میں درسیات کی تعلیم سے فارغ ہو گئے اور اجازت درس مل گئی ۔ دوسرے فنون یعنی خطاطی اور شعر و شاعری میں بھی کمال حاصل کیا ۔ آگرہ میں ولیم میور کے سررشتہ دار تھے لارڈ ولیم بنٹنگ آپ کا شاگرد تھا ۔ فقرا و مساکین کے لیے آپ کے در دولت پر ہر وقت بازار لگا رہتا تھا بسلسلہ درس و تدریس بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا تھا ۔ عربی و فارسی اور اردو میں شعر فرماتے تھے ابتدا میں عاشقانہ کلام اور آخر میں نعت و منقبت پر کاربند رہے ۔ کلام زیادہ تر جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گیا ۔ عربی کلام پر اہل عرب تعجب کرتے تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ نے راہ حق میں قدم رکھا اور جام مئے لطف لقائے دوام اٹھایا ۔ آپ کے تلامذہ میں مولوی احمد حسن قنوجی ۱۸۳۲ء ۱۸۶۰ء مولوی سراج احمد سہسوانی ، مولوی صبح الدین عباسی بدایونی ۔ مولوی قاضی شمس الاسلام عباسی بدایونی ، مولوی سید دولت علی سعد (ا) فصیا (ا) بدایونی ۔ مولوی محمد بخش صدیقی متولی بدایونی صدر الصدور مولوی علی بخش صدیقی متولی بدایونی صدر الصدور ۔ مولوی محمود بخش صدیقی متولی بدایونی صدر الصدور مولوی نور احمد عثمانی قادری بدایونی وغیرہ تھے ۔ صاحب سراج بدایونی کی تصنیف ہدیہ قادریہ ۱۸۸۶ء میں طبع ہو چکی ہے ۔

نمونہ کلام عربی (نعت)

ملک الوریٰ بما لہ نسب الہدیٰ لرجالہ　　　سمع العلیٰ لعیالہ قطر الندیٰ بنوالہ

نہ مضبائیہ بہائیہ لعمائیہ بہ لقائیہ — بولائیہ بومائیہ حتماً لبکل خصالہ
بدع العوائم کلہا ملک المکارم جلہا — جمع المحاسن جلہا بہ جمالہ وجلالہ

کلام فارسی (منقبت)

شدم بدام غم و رنج مبتلا یا غوث رض — نہ رحمے کن وزیں دام کن رہا یا غوث رض
اگر نہ عرض کنم بر تو درد دل چہ کنم — ز آستانۂ عالی روم کجا یا غوث رض
نثار اسم شریف تو جان و مال و تنم — بہ عشق تو ہمہ ایمان و دین مدا یا غوث رض
چرا بہ حضرت تو عرض مدعا نہ کنم — تو بادشاہ شہانی و من گدا یا غوث رض
دوائے درد دل من طبیب کے داند — کہ ہست نام تو بس آیت شفا یا غوث رض
بہ حضرت تو ہمیں عرض می کند رسوا — ز دست فتنہ تو داری نگہ مرا یا غوث رض

کلام اردو (انتخاب قصیدہ شکایت زمانہ)

نہ طوطی شکرستاں ہوں میں نہ بلبل زار — نہ شمع بزم ہوں میں اور نہ مرغ آتش خوار
ہوں بال بال پریشاں و بال جاں ہے نسبت — نہیں ہوں میں کسی کا ذرہ کا طرۂ دستار
کیا بتوں کے تلون نے جی یہ عرصہ تنگ — ثبات بات کو انکی نہ میرے جی کو قرار
غلط ہے گر کوئی مریخ کو کہے جلاد — کہ میرے حق میں تو زہرہ بھی ہوگئی خونخوار
جو بھاگوں میں جگر سوختہ کدھر بھاگوں — کہ سنگ حادثہ کی ہر طرف سے ہے بوچھار
امید بہتری ابتک خیال باطل ہے — کہ سب کا اس فلک بے مدار پر ہے مدار
ہجوم رنج والم سے یہ حال ہے بتلا — کہ جیسے قبر منافق ہو تنگ تیرہ و تار
میں آج دست فلک سے ہوں اسقدر بے چین — کہ ایک پاؤں پہ پھرتا ہوں صورت پرکار
وہ کون ہے کہ جگر میری اسکے دل میں ہے — وہ کون شخص ہے جسکو نہیں ہے مجھسے عار

حرم سے مجھکو مسلماں منع کرتے ہیں
تو جلنے دیر میں دیتے نہیں مجھے کفار

زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے
نہیں ہے میری دعا کو بھی آسمان پہ بار

رباعی: میخانوں میں دے کھرا ادائیں
یا قوس بھی کعبے میں بجایا

لیکن نہ کسی نے یہ بھی پوچھا
بے وقت یہ راگ کس نے گایا

[illegible]

انتخاب غزلیات :

محفل میں اسکی دور کھڑے ہیں لو بیٹھے ہم
ہیں اسکے منتظر کہ اشارا کرے کوئی

کہتا ہوں یہ بڑے سلیقے سے تو میں جان جھکے
مجبور بیٹھ ہے کہ تقاضا کرے کوئی

کہتے ہیں جس نے چھوڑی خودی وہ خدا ہوا
در گذرے ہم خدائی سے بندگی کرے کوئی

خاندانی حالات کیلئے ان کے بیٹے اور شاگرد حکیم سراج الحق سراج رعشق بدایونی
کا ذکر آپ کے تلامذہ میں دیکھیے۔

تلامذہ مولانا فیض احمد رسوا عثمانی قادری بدایونی :

(۱) قدا : مولوی غلام ستار صدیقی حمیدی بدایونی خلف مولوی مبارز الدین
ساکن محلہ سوتہ شہید بدایوں

نمونہ کلام :

سینہ و دل ہے شرار تپ ہجراں سے کباب
جوش گریہ پہ غضب دیدۂ خونبار ہے آج
(تجلیات سخن)

(۲) شرر : مولوی علی بخش صدیقی مولی بدایونی صدر الصدور ۱۸۲۲ء - ۱۸۸۵ء
بن سلطان بخش برادر رسول بخش حشر بن محمد مکارم برادر مولوی اکرام اللہ حسرت کا ذکر
علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۱۷۷

(۳) **عشق** : مولوی سراج الحق عثمانی قادری بدایونی ۱۸۴۷ء–۱۹۰۷ء خلف و شاگرد مولانا رسوا بدایونی۔

نمونہ کلام

تشنۂ دیدار ہوں میں جاں بلب — شربتِ دیدار پلا دے مجھے

(تجلیاتِ سخن)

(۴) **عرشی** : مولوی احمد حسن قنوجی ۱۸۳۱ء–۱۸۶۰ء برادر نواب صدیق حسن خاں نواب توفیق۔ شاگرد رسوا بدایونی و غالب دہلوی ان کے قصائد عربی نہایت فصیح و بلیغ ہیں۔

نمونہ کلام :

سرخروئی اپنی ہے گلگونۂ شرمندگی — دیدۂ پُر آب سے ہم مثلِ گوہر ہو گئے

(تذکرہ فرح بخش)

(۵) **قیس** : مولوی افضل الدین عباسی بدایونی م ۱۸۵۲ء بن شیخ محمد یوسف برادر مولوی نظام الدین ناطق بدایونی۔

نمونہ کلام :

گل و بلبل کے تکلف کو صبا لیا سمجھ — ایک رو تا ہے و اک خندہ زناں ہوتا ہے (نسیم سخن)

(۶) **نیاز** : مولوی سید نیاز احمد نقوی مودودی فاضلی سہسوانی ۱۸۱۹ء–۱۸۵۷ء بن سید شاہ آل احمد بن مفتی سید لطف محمد بن سید ابو محمد بن سید محمد عاقل بن مفتی عبد الغفور بن محمد ہمام عرف غلام میراں بن مفتی محمد فاضل بن قاضی عبد الشکور قاضی سہسوانی۔ دخول خلد ۱۲۷۴ آپ کی تاریخ شہادت ہے۔

(۷) **نفیس** : مولوی اشرف علی صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۸۵۹ء شاگرد جناب نوا بدایونی و جناب رسوا بدایونی آپ کا ذکر جناب نوا بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۱

(۸) **وحشت** : مولوی احمد حسن صدیقی متولی بدایونی م ۱۸۸۷ء خلف مولوی غلام حسن بن اکرام اللہ بن حافظ علم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبد الرشید اور عبد المجید جد شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۱۸۱

مولوی علی بخش شرر بدایونی شاگرد مولانا فیض احمد رسوا بدایونی

شرر : مولوی علی بخش صدیقی متولی بدایونی ۱۸۲۳ء تا ۱۸۸۵ء خلف مولوی سلطان بخش برادر مولوی رسول بخش حسرت مولانا فیض احمد رسوا بدایونی سے علم کی تحصیل کی شاعری میں بھی انہیں کے شاگرد تھے۔ وہ اور ان کے بھائی مولوی محمد بخش دونوں ترقی کر کے صدر الصدور ہوئے۔ مولوی علی بخش نے ملازمت کے باوجود مطالعہ کا مشغلہ جاری رکھا اور ایک قابل قدر ذخیرہ کتب عربی و فارسی و اردو جمع کیا جو ان کے بعد منتشر ہو گیا۔ اٹاوے میں نواب محسن الملک کا ساتھ رہا جو وہاں نائب تحصیلدار تھے دونوں میں بڑا ربط و ضبط تھا محسن الملک پہلے سرسید سے اختلاف رکھتے تھے۔ مولوی علی بخش علیگڑھ بنارس، بارہ بنکی اور گورکھپور میں مقیم رہے۔ سرسید سے مخالفت غازی پور سے شروع ہوئی وہاں سرسید نے ایک انگریزی مدرسہ جاری کیا جو وکٹوریہ گورنمنٹ ہائی اسکول کہلایا مولوی علی بخش نے عربی مدرسہ قائم کیا جو بعد میں چشمۂ رحمت کالج سے موسوم ہوا مولوی علی بخش [illegible] غیر مقلدوں، آریوں اور شیعوں کے رد میں مصروف تھے سرسید کے

مضامین تہذیب الاخلاق میں ان کو نیچریت کا فتنہ نظر آیا جسے رد کرنے کی انہوں نے پوری کوشش کی۔ مولوی سید امداد العلی نے کانپور سے سرسید کی مخالفت میں "نور الآفاق" جاری کیا اور مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے سرسید کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ مولوی علی بخش نے تکفیر کا فتویٰ مکہ معظمہ سے حاصل کیا جہاں وہ حج کو گئے تھے اسکے باوجود اپنے ایک خط مورخہ ۱۵ جولائی ۱۸۷۳ء میں انہوں نے نواب محسن الملک کو لکھا تھا کہ "مجھے سخت افسوس ہے کہ ہماری قوم میں سید احمد خاں صاحب ایک شخص لائق، نامور، معزز اور ذی عقل پیدا ہوئے اور ترقی قومی پر آمادہ ہوئے مگر انکی خود رائی سے مذہبی دست اندازی اور انقلاب دین ایسا ان کی طبیعت میں جم گیا کہ اصل غرض فوت ہوگئی۔"

سرسید کے احسانات سے مسلمانانِ ہند سر نہیں اٹھا سکتے لیکن الانسان مرکب الخطا کے اصول پر ان کے عقائد انتہا درجے کی گمراہی پر مبنی تھے۔ یہ مولوی علی بخش، مولوی امداد العلی ڈپٹی کلکٹر علیگڑھ اور مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی وغیرہ علمائے حق کا احسان ہے کہ انہوں نے سرسید کو ان کی غلطیوں پر ٹوکا اور مسلمانوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا ورنہ یہ فتنہ سخت تباہی اور بربادی لاتا۔ مولوی علی بخش صاحب کے رسالہ تائید الاسلام مطبوعہ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۲ء میں سرسید کے مذہبی خیالات کے جواب ہیں۔ سرسید کے مذہبی خیالات کو کوئی مسلمان ہرگز پسند نہیں کر سکتا۔ ان خیالات کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) کوئی حدیث قابل وثوق نہیں ہے اور اصول تفسیر و اصول حدیث اور اصول فقہ اور تمام مسائل مستخرجہ اور کتب سیر و عقائد و الہیات اور نامعتمد اور غیر مفید ہیں

(۲) طریقہ زہد و عبادت و نوافل و تعلیم صوفیاء ذکر و شغل جو فی زمانہ مروج ہے غیر مفید

(۳) تفسیر بالرائے از روئے دینیات سے ہے اور مذہب اسلام میں جو عقیدہ خلاف نیچر کے ہو باطل ہے اور تقلید صحابہ کرامؓ و اہل بیتؑ ظلمت و ضلالت ہے

مولوی علی بخش نے اپنا دیوان مطبوعہ حضرت شاہ عین الحق مولانا عبدالمجید صاحب عثمانی قادری بدایونی رحمہ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے نعت گوئی کی ترغیب دی اس لیے دیوان کی ساری نقلیں ضائع کر دی گئیں ایک بیاض اور قلمی نسخے سے جو کلام حاصل ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے مشکل بحروں میں طبع آزمائی کی ہے۔ اکمل التاریخ کے مطابق مولوی علی بخش اور مرزا غالب میں چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ آپ کے کلام کا رنگ اس زمانے کا عام رنگ ہے۔ ناسخ کی رعایت لفظی۔ ذوق کے محاورے۔ جرأت کی معاملہ بندی اور شاہ نصیر کی مشکل پسندی سب چیزیں موجود ہیں۔ دیوان ۱۸۶۲ء ۱۲۷۹ھ میں طبع ہوا تھا تسلیم نارنولی نے بحرمی جوش نثر سے تاریخ کہی تھی۔ دوسرا دیوان تفریح الشعرا ۱۸۸۵ء ۱۳۰۰ھ قلمی اہل خاندان کے پاس محفوظ ہے۔

نمونہ کلام

حمد:	حمد واحد میں جو خامہ ہے غزل خواں اپنا	قل ہو اللہ کی تفسیر ہے دیواں اپنا
نعت:	یہ رسن مل گیا ہے رسول کریمؐ کا	پایہ بلند جب تو ہے عرش عظیم کا
غزلیات:	جو ہمی خاک پر تیری تو پھر اٹھا ہوا مشکل	اثر باقی ہے میری خاک میں بھی ناتواں کا
	ہوئی یہ غش کی حالت میکدے میں ایک آتے ہی	گرا گر دل کے بل شیشہ شراب ارغوانی کا
	اے جوش جنوں چاہے جدھر کھینچ لے چل	ہاں اب تو ترے ہاتھ میں دامن ہے ہمارا
	دابیں ہونٹوں میں بھیگی زلف اس نے وقت غسل	زہر ناحق آب حیواں میں نچوڑا سانپ کا
	نقش پا ہوتا ہے پامال چلا لق اے شرر	ضعف سے ہم ہو گئے ہیں پائمال نقش پا

قبر میں بھی تو کھلی رہ گئیں آنکھیں اپنی　　چین سے حسرت دیدار نے سونے نہ دیا
کیا اثر ہے مری افسردگی خاطر کا　　گل بھی تربت پہ نہ میری کبھی خنداں ہوگا
داغ سینے کے بہت تم نے چھپائے ہیں شرر　　حال کھل جائے گا جب چاک گریباں ہوگا
ہنس کے اگر آپ نے دیکھا ذرا اسکی طرف　　غنچہ اتنی بات پر جامے سے باہر ہوگیا
ہے فکر کہ پھر مشق جفا کس پہ کرینگے　　مرنا بھی ذرا انکو گوارا نہیں ہوتا
دست بوسی کی تمنا یہ رہی بعد فنا　　مہندی ہونے لگی خاک شہدا سے پیدا
جا بجا جس میں تماشا رقص بسمل کا نہ ہو　　کوچۂ قاتل میں ایسا رہگزر کوئی نہ تھا
آ پڑا ہے عکس زلف چشم مست پر　　ابر میخانے کے اوپر چھا گیا
گلہ چرخ غلط شکوۂ دشمن بیجا　　ہیں جہاں آپ وہاں اور بھی دو چار سہی

عشقیہ دیوان کے علاوہ آپ کے چار نعتیہ دیوان مطبوعہ ہیں۔ ایک دیوان نعت بے نقطہ ہے۔ بقول جناب پروفیسر آل احمد سرور آپ کے نعتیہ کلام پر ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔

بے نقطہ قصیدے کا مطلع

سراسر اراحد اصل اصول اول　　ماہر علم صمد۔ اعلم و اعلیٰ اکمل

خمسہ بے نقطہ

کہو کس طرح ہو الم ہم کو کل کا　　کہ ہوگا مددگار دن ہر عمل کا
الم دور ہوگا ہر اک صدمہ ہلکا　　اگر ہوگا ڈر ہم کو سوئے عمل کا
مددگار ہوگا وہ سرور ہمارا

تلامذہ مولوی علی بخش شرر بدایونی

(۱) **حامد** : خان بہادر مولوی حاجی حامد بخش م ۱۹۰۶ء آنریری مجسٹریٹ خلف مولوی محمد بخش صدر الصدور آپ کے کلام کا مجموعہ "گلزار لطف" کے نام سے مطبع نسیم سحر بدایوں سے شائع ہوا تھا (۱۲۶۸ھ ۱۸۵۳ء)

نمونہ کلام

حامد کھڑے ہیں فخر سے میداں حشر میں ۔ در حضور لعت کا دیواں لیے ہوئے
کھولا رضواں نے درِ خلد تو یہ حکم سنا ۔ چلے حامد شہ جیلاں کا ثنا خواں آئے

(۲) **مضطر** : مولوی غلام شہود بدایونی سے حشر [illegible] مصنف مجموعہ کلام ورق نعت [illegible] حمد [illegible] مضطر

نمونہ کلام

یوں کہنے کو یوسف بھی حسیں گذرے ہیں لیکن ۔ حسن شہِ والا بخدا اور ہی کچھ ہے

مولوی احمد حسن وحشت بدایونی شاگرد مولانا فیض احمد رسوا بدایونی

وحشت : مولوی احمد حسن صدیقی متولی بدایونی م ۱۸۸۹ء بن مولوی غلام حسن بن اکرام اللہ بن حافظ علیم اللہ بن محمد ذاکر بن نور محمد بن غلام محمد بن عبد الرشید بن محمد سلیمان بن مولانا محمد یوسف استاد شاہ جہانگیر و قلعدار کالجر ۱۰۵۹ھ ۱۶۶۰ء جدامجد شیخ کرام اللہ محتسب بدایونی ۔

جناب وحشت سرکار انگریزی کے عہدیدار اور تحصیلدار کے منصب پر فائز تھے آپ کے قصائد نعت کا مجموعہ [illegible] کے نام سے ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا تھا

نمونۂ کلامِ غزلیات

باراں ہے صحنِ باغ ہے آمد گھٹا کی ہے
مجھ رِند بادہ نوش پہ رحمت خدا کی ہے

زاہد پیادہ پا سوئے کعبہ اگر گیا
وحشت حریمِ یار کو ہم سر کے بل گئے

نعت

نہ آفتاب بنا اور نہ ماہتاب بنا
نبیؐ کا چہرۂ پُر نور لاجواب بنا

بنا ہا کچھ ایسا تصور براقِ حضرت کا
کہ حلقہ چشم کا ہے حلقۂ رکاب بنا

دکھا دوں تجھکو میں حضرت کا روئے نورانی
چمک کہ آپ کو اتنا نہ آفتاب بنا

محیطِ عشقِ نبیؐ کا جو آشنا میں ہوا
ہر ایک آبلہ دل کا مرے حباب بنا

دئے ہیں چرخ نے جگر میں پیر لاکھوں
بگڑ گیا ہوں مجھے یا ملک جناب بنا

کشاں کشاں جو مجھے لے چلا سوئے طیبہ
یہ عشق خضرِ رہِ منزلِ صواب بنا

جو دل میں چاند سی صورت رہی وہ جلوہ فگن
ہر ایک داغ جگر رشکِ ماہتاب بنا

حصیر بھی نہیں کچھ کم حریرِ دیبا سے
کہ وہ حضورِ معلیٰ کا فرشِ خواب بنا

جو نعت لکھنے میں آیا ضیائے مدح کا خیال
ہر ایک دائرہ حرفِ آفتاب بنا

یہ خاکسار کی خواہش ہے تجھ سے یا مولا
غلام اپنا برائے ابو ترابؓ بنا

نگاہِ فیض سے ہر قطرہ بن گیا دریا
ضیائے رخ سے ہر اک ذرہ آفتاب بنا

مری غزل پہ پڑی آپ کی وہ چشمِ کرم
ہر ایک شعر یہ ہے صادِ انتخاب بنا

مکاں بنایا ہے وحشت بہت بقولِ انیسؔ
تو اپنی قبر بھی اے خانماں خراب بنا

دم نکل جائے کہیں دور پریشاں ہو کر
صورتِ شمع جلوں بزم میں گریاں ہو کر

خوب دکھلائی جنوں دشت نوردی کی بہار
وسعتِ دل نے مرے بنے کا بیاباں ہو کر

رنگ لائی لبِ رنگینِ نبیؐ کی الفت
رہ گیا سینے میں دل لعلِ بدخشاں ہو کر

دہنِ پاک کا اعجاز ہے عمرِ جاوید
مل گیا خضر کو وہ چشمۂ حیواں ہو کر

جا کے فردوس میں حوروں کے ہوئے زیبِ گلو
قطرۂ اشک مرے گوہرِ غلطاں ہو کر

بزمِ میلاد میں سب پائیں مرادیں دل کی
آئے تھے گریہ کناں جاتے ہیں خنداں ہو کر

نعتِ آئینۂ رخسار میں بولا نہ گیا
طوطیِ نطق مرا رہ گیا حیراں ہو کر

ہے کچھ اسباب نہ ساماں کی ضرورت وحشتؔ
تم مدینے کو چلو بے سروساماں ہو کر

نعتِ آئینۂ رخسارِ محمدؐ جو لکھی
حکمراں ملکِ سخن کا ہوں سکندر بنکر

آبداری درِ دنداں کے تصور سے ملی
قطرۂ اشک گرے آنکھ سے گوہر بنکر

ہے یہ لازم تمہیں وحشتؔ کہ کرو ترکِ لباس
سوئے طیبہ چلو شیدائے پیمبرؐ بنکر

جناب وحشت کا مندرجہ ذیل سلام کلیاتِ ہوش بریلوی سے حاصل ہوا اس پر جناب ہوش بریلوی نے تضمین لکھی تھی۔

غمِ سرور یہ دکھائے گا اثر میرے بعد
ہوگا فردوسِ سلامی مرا گھر میرے بعد

شاہ کہتے تھے کہ وہ کشتۂ غم ہوں مجھ پر
روئینگے ارض و سما جن و بشر میرے بعد

شبِ عاشورہ یہ زینبؓ کی دعا تھی حق سے
بھائی جیتا رہے اور ہو یہ سحر میرے بعد

جب رضا مانگنے اکبرؓ تو یہ کہتے تھے حسینؓ
کھائیو جسم پہ تم تیغ و تبر میرے بعد

کہا سرورؑ نے سکینہؓ سے آ اروبرو بعد سے
نہ رہینگے نہ رہینگے یہ گھر میرے بعد

شہ نے فرمایا ابھی دل کو سنبھالو زینبؓ
روؤگی شام وسحر آٹھ پہر میرے بعد

تیرے جاؤنگا یں صحن نجف میں وحشت
ہوگی امداد رشہ جن وبشر میرے بعد

(تجلیات سخن-عمدۃ التحقیق-کلیات ہوش)

تلامذہ وحشت بدایونی شاگرد حضرت رسوا بدایونی

ایشور ، افتخارالدین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۹۴ء - ۱۹۲۴ء (خلف شیخ

امتیاز الدین بن سراج الدین بن احمد اللہ بن محمد محسن بن محمد مراد بن شیخ مدحسن بن شیخ کرم اللہ حمدا محمد مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی

دیوان مطبوعہ آپ کی یادگار ہے مولف خم خانہ جاوید فرماتے ہیں کہ شعر کا مذاق بہت عمدہ اور قواعد فن سے واقفیت پائی جاتی ہے معاملے کے شعر خوب کہتے تھے کلام بامزا ہوتا تھا۔

نمونہ کلام:

نظر بازوں میں جلوہ ہے کسی کے روئے روشن کا
فسانہ رہگیا ہے نام کو اب دشت ایمن کا

فتنۂ حشر نیا حشر میں برپا ہوگا
ان کو بے پردہ جو دیکھینگے تماشا ہوگا

آنکھیں چرا رہے ہیں ملاتے نہیں نظر
ملتا نہیں سوال ہمارے جواب کا

ہیں مرے دم سے جفائیں ساری
یاد کر کے مجھے پچھتائیے گا

جل بجھ کے رہ گئی دل سوزاں کی کائنات
کچھ داغ سا ہے سینے میں دل کا نشاں نہیں

شریک درد نہیں ہر ایک غم رسیدہ کا
جو کوئی آہ کرے اس کا ہم زباں ہوں میں

میری آنکھوں میں آئیے تو سہی
جلوہ اپنا دکھائیے تو سہی

(عمدۃ التحقیق خم خانہ جاوید جلد پنجم)

(۲) **زلالی** مولوی انصار حسین صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد جناب وحشت بدایونی و مولانا حالی پانی پتی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۶۵۴

(۳) **شاطر** منشی رضا احمد صدیقی متولی بدایونی شاگرد وحشت بدایونی و مذاق بدایونی

نمونۂ کلام

(۴) **سلیم** مولوی سلیم اللہ صدیقی حمیدی بدایونی خلف شیخ مجیب اللہ بن علی حبیب بن علی فیض اللہ بن علی رحمت بن علی مرتضیٰ بن عبدالمجید بن قاضی عبدالوہاب جناب سلیم کی تصانیف میں مخمسات سلیم مطبوعہ ۱۸۹۷ء نظامی پریس بدایوں کا انتخاب ہے۔

رباعی:

سلطانِ سخن اے مرے یزداں کر دے — اور کشورِ نظم زیرِ فرماں کر دے

بندہ جائے ہوا سلیم کی عالم میں — اقلیم معانی کا سلیماں کر دے

تضمین بر شعر وحشت بدایونی

کہاں نصیب تھا مجھ خفتہ بخت کا ایسا — کہ زندگی میں ہو طلیبہ کا نظارہ

مگر یہ فیض ہے سب جذبہ محبت کا — کشاں کشاں جو مجھے لے چلا سوئے طیبہ

یہ عشق خضرِ رہِ منزل صواب بنا

غزلیات نعت:

جو وصفِ پیمبر رقم کر دیا — فلک پر دماغ قلم کر دیا

زہے رفعتِ روضۂ شاہِ دیں — کہ گردوں نے سر اپنا خم کر دیا

سلام:

غمِ سجاد میں رویا جو زار و ناتواں ہو کر — سلامی بہ چلے لختِ جگر آبِ رواں ہو کر

فلک بعد فنا بھی کر نہیں سکتا جدا مجھکو — نہ چھوڑوں گا درِ شبیر سنگِ آستاں ہو کر

پڑھیں طوطی [illegible] میں لو جانے یہ فرمایا
اٹھائیں کس طرح بارِ گراں ہم ناتواں ہو کر

[illegible] دیکھ [illegible] ہمیں جانے نہیں [illegible]
نجف کو ہم چلے جا بیٹھنے گردِ کارواں ہو کر

[illegible]
[illegible] علم [illegible] ایسا
ہم اس غم خانۂ ہستی میں اپنے عہد کے جم ہیں

ہوئی [illegible] جعفرؑ کی
کمر پکڑے ہوئے اپنی کھڑے شاہِ دو عالم ہیں

غزلیات

سخن کا [illegible] مرے کیونکر
زباں ہے میرے لیے صاحب زباں ہوں میں

[illegible] میں جو ترا [illegible] مراد ہے خفی
خاکِ اپنی ننگی ہے کیمیا میرے لیے

حسنِ یوسف [illegible] طرف سے جلوہ گر
دید کو چشمِ زلیخا چاہیے

[illegible] وفات وحشت بدایونی

مجلس میں غل ہے روانیِ منبر [illegible] گیا
راہِ سخن میں خلق کا رہبر گذر گیا

مداح [illegible] لو [illegible] گذر گیا
وحشت سا اے سلیم سخنور گذر گیا

آلِ [illegible] کہ [illegible] کے پاس ہے
[illegible] اہل بیت پیمبر کے پاس ہے

احمد حسن [illegible] کے پاس
وحشت غزل سرا ہے رسولِ زمن کے پاس

پڑھتا ہے مدحت [illegible] کے پاس
گویا صفیر سنج ہے بلبل چمن کے پاس

یہ گل کھلا ہے وحدت جنابِ امیر سے
جنت میں گھر ملا ہے خدائے قدیر سے

ست فیض ہے بحضرت عبدالمجید کا — پایا ہے پھل بہ خدمتِ عبدالمجید کا
غل ہے جہاں میں شوکتِ عبدالمجید کا — طالب ہوا جو دولتِ عبدالمجید کا
دنیا میں مالدار اسے زر سے کر دیا
دامن دُرِ مطالبِ عقبیٰ سے بھر دیا

۵۔ رضی: شیخ رضی الدین قادر حسین بدایونی شاگرد وحشت بدایونی

آپ کی مندرجہ ذیل تاریخ بہار خلد دیوان کفایت بریلوی میں شائع ہوئی تھی۔

کفایت کا چھپا دیوان اچھا — نہایت خوب ہے اچھی ہے تمہید
جو کوئی تم سے پوچھے اسکی تاریخ — رضی کہنا بہارِ خلدِ تحمید

۱۲۹۹ (۱۸۸۲ء)

۶۔ ریاض: حافظ رضی الدین بدایونی شاگرد وحشت بدایونی

تاریخ دیوان بہار خلد کفایت بریلوی

حضرت ختم رسول کا وصف اس میں ہے لکھا — ہے ہر ایک مصرعِ مقبولِ جنابِ کبریا
فکر تھی تاریخ کی آئی صدا مجھکو ریاض — بے بدل لکھا کفایت نے یہ دیوان نعت کا

۱۲۹۹ (۱۸۸۲ء)

عنایت : شیخ عنایت حسین بدایونی شاگرد وحشت بدایونی

تاریخ دیوان بہارِ خلد کفایت بریلوی

باغِ مدیحِ احمدی اندنوں پر بہار ہے — پھول لگے ہیں وصف کے جن سے مہک اُٹھا جہاں
تھی مجھے مادے کی فکر شب میں یہ چرخ سے صدا — آئی یہ میرے کان میں روضۂ قدسی جناں

۱۲۹۹ (۱۸۸۲ء)

بیتاب بدایونی شاگرد مست بدایونی

بیتاب : مولوی عبد اللہ شاہ فریدی فاروقی شیخوپوری بدایونی

م ۱۸۸۱ء خلف شیخ امام الدین برادر میاں محمدی بیدار شیخوپوری بدایونی۔

نمونۂ کلام :۔

دقت کے رنج و غم نہ اُٹھایا کرینگے اب — چپ ہی رہینگے لب نہ ہلایا کرینگے اب
سب آفتیں زباں کے سبب ہم پہ آئی ہیں — کچھ حال دل زباں پہ نہ لایا کرینگے اب

(تجلیات سخن)

تلامذہ بیتاب بدایونی

فضل : مولانا فضل مجید فاروقی فریدی شیخوپوری ، خلف و

شاگرد مولانا بیتاب بدایونی۔

نمونہ کلام :-

مدح حضرت مولانا فضل رسول صاحب مست بدایونی

اے خوشا اقتدار فضل رسول | دل وجانم نثار فضل رسول
مرجع ہر غنی و محتاج است | در دولت مدار فضل رسول
شد بہ اخلاص تلب فضل مجید | مددی وجاں نثار فضل رسول

(بہارستان مجموعہ مناقب مولانا فضل رسول مطبوعہ ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء)

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیرؔ عثمانی قادری بدایونی خلف و شاگرد حضرت مست بدایونی

فقیر؛ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ

۱۸۳۸ء۔ ۱۹۰۲ء خلف وشاگرد دخلیفہ حضرت سیف المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب مست بدایونی قدس سرہ ۱۸۷۲ء۔ ۱۷۹۹ء آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا نور احمد صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ ۱۸۱۶ء۔ ۱۸۸۶ء سے پائی پھر معقولات کی تحصیل حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہ ۱۷۹۸ء۔ ۱۸۶۱ء سے کی اپنے والد ماجد کے حکم سے مکہ معظمہ میں شیخ العلما مولانا شیخ جمال مکی قدس سرہ سے سند حدیث حاصل کی آپ کا پہلا مجموعہ کلام موسومہ درادین منقبت مطبوعہ دوسرا مجموعہ بہارستان منقبت مطبوعہ ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء تیسرا مجموعہ بہارستان منقبت ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء چوتھا مجموعہ گنجینۂ مظہر حق ہے

نمونۂ کلام

منقبت حضرت شیر خدا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ

یادِ علیؓ ہے راحتِ جانِ فدائیاں | نام ان کا کیا ہی دافع رنج و ملال ہے

دیدار ان کا عین عبادت خدا کی ہے — کیا حبذا علیؓ ولی کا جمال ہے
بے جانِ پاک صاحبِ لولاک وہ جناب — دیکھو گواہ اسکا خدا کا کلام ہے

منقبت حضرات سبطین رضؓ

سیرتِ سبطین ہے سیرت رسول اللہؐ کی — ان کی صورت میں رسول اللہؐ کی تصویر ہے
راکبِ دوشِ نبیؐ کا آہ سر نیزے پہ ہو — واہ وا سرداری جنت کی کیا تدبیر ہے

منقبت حضرت محبوب سبحانی ؒ شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

ہزاروں کو کیا کامل نگاہ لطف سے تم نے — ادھر بھی اک نظر بہر خدا محبوب سبحانیؓ
اگر چاہو تو اک ادنیٰ اشارے سے عطا کر دو — مریض لا دوا کو تم شفا محبوب سبحانیؓ
ترے در کا ہوں میں محتاج یا محبوب سبحانیؓ — ٹلونگا تجھ سے لیکر آج یا محبوب سبحانیؓ
فقیر قادری کی ہے تری نعلین سے عزت — نہیں درکار تخت و تاج یا محبوب سبحانیؓ
رکھا سب اولیا کی گردنوں پر ہے قدم تم نے — ملا ہے تم کو یہ اعزاز یا محبوب سبحانیؓ
فقیر قادری کو نام کا تیرے سہارا ہے — نہیں کچھ اور برگ و ساز یا محبوب سبحانیؓ
پئے فضل رسول پاک دے اپنے خزانے سے — فقیر قادری کو بھیک یا محبوب سبحانیؓ
جو ہے مشکل سے مشکل بات عقل و فکر انساں میں — وہ آساں ہے ترے نزدیک یا محبوب سبحانیؓ

تلامذہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر بدایونی قدس سرہ

(۱) ابرار: مولانا ابرار الحق عثمانی خلف مولانا اسرار الحق کیف قادری بدایونی

نمونۂ کلام :

کوئی مونس نہ کوئی ہمدم ہے — ہوں بہت لاچار یا معین الحق
صدقۂ عین حق سے ہو مقبول — عرض اسرار یا معین الحق

(بہارِ بے خزاں ۱۸۶۳ء)

(۲) اظہر: شیخ اظہر الدین بدایونی

نمونۂ کلام :

کیا دل وصف شاہ فخر رسول — ذات تھی جنکی فخر اہل قبول
یہ ہے مخدوم زادہ دی جاہ — بحر منقول و چشمۂ معقول

(بہارِ بے خزاں)

(۳) قادری: مطیع الرسول مولانا شاہ عبد المقتدر صاحب عثمانی ۱۸۶۶ء – ۱۹۱۶ء

خلف حضرت فقیر بدایونی

(دیکھئے صفحہ ۱۹۳)

(۴) قدیر: عاشق رسول مولانا شاہ عبد القدیر صاحب عثمانی قادری بدایونی

خلف حضرت فقیر بدایونی

(دیکھئے صفحہ ۱۹۰)

(۵) قیام: مولانا شاہ عبد القیوم صاحب عثمانی قادری بدایونی ۱۸۶۶ء – ۱۹۰۰ء

خلف مولانا مرید جیلانی خلف مولانا محی الدین ۱۸۱۳ء – ۱۸۵۵ء خلف حضرت
...

نمونہ کلام:

دلا پھر موسم عرس شہ گردوں جناب آیا — خدا کا فضل مخلوق خدا پر بے حساب آیا
در دولت پہ حاضر عبد قیوم ثنا خواں ہے — نظر ہو لطف کی اس پر کہ با چشم پر آب آیا

(بہار بے خزاں ۱۸۷۳ء)

(۶) منیر: مولانا منیر الحق عثمانی:

خلف مولانا سراج الحق عشق خلف مولانا فیض احمد رسوا بدایونی:

نمونہ کلام:

شہا بہر خدا اس پر کرو فضل و کرام اپنا — منیر الحق در دولت سراپا خستہ حال آیا

(بہار بے خزاں)

(۷) محب: مولانا محب احمد صاحب بدایونی

نمونہ کلام

شہ ملک ولایت والی اقلیم حق — ولی و اکملی اسرار مولانا معین الحق
محب خستہ از رسوائی فرداہ غم داری — معین تست در ہر کار مولانا معین الحق

(بہار بے خزاں)

(۸) مسکین: مولانا عظیم اللہ بدایونی

م ۱۸۸۶ء شاگرد مولانا نور احمد عثمانی بدایونی آپ کا بیشتر کلام تلف ہو گیا۔

نمونہ کلام: فقیر دوست غریبوں کے غمگسار تھے آپ — ہمیشہ غم زدوں کی آپ کرتے غم خواری

مجھے بھی خوانِ کرم سے تمہارے عطا ہو کچھ　　　قدیم سے ہے یہ مسکیں غلامِ سرکاری
(بہارِ بے خزاں، تجلیاتِ سخن)

(۹) وفا : شیخ غلام محمد بدایونی

نمونۂ کلام :-

خدایا کیجئے امداد یا معین الحق　　　جہاں ہے بر سر بیداد یا معین الحق
(بہارِ بے خزاں)

(۱۰) وقر : حکیم احمد خان شیخوپوری مصنف مجموعۂ کلام تحفۂ وقر (طبع دوم مطبوعہ ۱۸۸۴ / ۱۳۰۱)

نمونۂ کلام :-

فضلِ رسولؐ فضلِ خدا سے جدا نہیں　　　نامِ خدا یہ نام ہے فضلِ رسولؐ کا
دنیا و دیں میں چاہیئے کیا تجھ کو اے وقرؔ　　　کافی ہے تو غلام ہے فضلِ رسولؐ کا
(بہارِ بے خزاں)

قادری : حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبد المقتدر صاحب قادری خلف
و شاگرد حضرت فقیر بدایونی

مطیع الرسول حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر صاحب عثمانی بدایونی ۱۸۳۸ء
۱۹۱۴ء خلف و شاگرد حضرت فقیر بدایونی۔

فارسی نمونۂ کلام :-

مستِ شرابِ عشق چو پیرِ مغان ماست | وز دا منے طہور بہ جنت ازآنِ ماست

اردو نمونۂ کلام :-

تماشا رازِ خلوت کا بھری محفل میں کیا ہوگا | ہزاروں جس میں خطرے ہیں مرا اس دل میں ہوگا

(تجلیاتِ سخن)

غنی کر دو فقیرِ بے نوا کو اپنی قدرت سے | در دولت پہ عبد المقتدر پا افتادہ آیا

(بہار بے خزاں ۱۸۷۳ء)

تلامذہ حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبد المقتدر صاحب قادری بدایونی

(۱) ماجد : مولانا شاہ عبد الماجد صاحب قادری عثمانی بدایونی م ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء (دیکھئے صفحہ ۱۹۴)

(۲) میکش : مفتی کرم احمد صاحب صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۶۳ء – ۱۹۵۲ء

انتخاب شجرہ طیبہ

شجرہ طیبہ اصلہا ثابت | اس گلِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
احمد مجتبیٰ پر کروروں درود | آل و اصحابِ عزت پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء سید المرسلیں | خازنِ گنجِ رحمت پہ لاکھوں سلام
وہ ید اللہ مشکل کشا دستگیر | اسکے ہاتھوں کی قدرت پہ لاکھوں سلام
جس سے ظاہر کمالِ پیمبر ہوا | اسکی سرِّ شہادت پہ لاکھوں سلام
سید الاولیا محیِ دینِ نبی | غوث اعظم کی قدرت پہ لاکھوں سلام

قدیر، عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب عثمانی قادری بدایونی

خلف و شاگرد حضرت فقیر بدایونی:

عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر عثمانی قادری بدایونی

: خلف اصغر حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر عثمانی قادری بدایونی ۱۹۶۶ء

انتخاب شجرۂ قادریہ

بحبیبِ خالقِ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
بعلی رضی بازوئے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

بحسینِ شہید محبت بحضرت زین عبادت
اہل بیت رسولِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم

بحضور غوثِ اعظم معظم قطبِ اکرم قبلۂ عالم
جانِ علی و عثمان پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

تلامذہ عاشق رسول مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب قدیر عثمانی قادری بدایونی

خلف و شاگرد حضرت فقیر بدایونی۔

(۱) سالم بدایونی۔ عبدالحمید میاں ولد مولانا عبدالہادی رند مارہروی

شکل تو یہ زندگی آئی جو طیبہ سے پیام آیا
کہا میں نے مرے آقا غلام آیا غلام آیا

(۲) رند مارہروی مولانا عبدالہادی صاحب عثمانی قادری بدایونی خلف

قدیر بدایونی:

انتخاب سلام بحضور غوث الانام

آشکارا شانِ قدرت تجھ سے ہے
رونقِ قصرِ شریعت تجھ سے ہے

زینت بزم طریقت تجھ سے ہے ۔۔۔ ہم برے ہیں پھر بھی نسبت تجھ سے ہے
مرجع کل قطب ربانی سلام ۔۔۔ غوث اعظم شاہ جیلانی سلام

(۴) صمد : مولانا عبدالصمد صاحب صدیقی حمیدی بدایونی انتقال کراچی

ماحی کفر و ضلالت حضرت عبدالقدیر ۔۔۔ حامی دین و طریقت حضرت عبدالقدیر
شمع عرفان حقیقت حضرت عبدالقدیر ۔۔۔ مہر تابان ولایت حضرت عبدالقدیر

ماجد : مولانا شاہ عبدالماجد صاحب قادری عثمانی بدایونی شاگرد مولانا مطیع الرسول عبدالمقتدر صاحب قادری بدایونی

ماجد : مولانا شاہ عبدالماجد صاحب عثمانی قادری بدایونی ۱۸۸۷ء ۱۹۳۱ء خلف مولانا عبدالقیوم صاحب قادری بدایونی ۱۸۳۰ء ۱۸۵۵ء آپ نے حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب قادری عثمانی بدایونی ۱۸۳۸ء ۱۹۱۶ء سے تحصیل علم کیا۔ انہیں سے بیعت فرمائی اور شاعری میں استفادہ کیا آپ جمعیۃ العلما صوبہ متحدہ کے صدر جمعیت علمائے ہند ومجلس خلافت اور مسلم لیگ کے عظیم رہنما تھے۔ نظم و نثر میں اعلیٰ مقام تھا کئی کتابیں آپ سے یادگار ہیں اکثر اپنی غزلیں دوسروں کو دے دیا کرتے تھے آپ کا کلام رسالہ شمس العلوم بدایوں میں شائع ہوتا تھا

نمونہ کلام :

تبسم بر لب اور لغزش زباں میں شرم آنکھوں میں ۔۔۔ مزہ آتا ہے میرا جب کبھی وہ نام لیتے ہیں

تلامذہ مولانا شاہ عبدالماجد صاحب ماجد عثمانی قادری بدایونی شاگرد حضرت قادری بدایونی :

(۱) حامد : مولانا شاہ عبدالحامد صاحب عثمانی قادری بدایونی : برادر اصغر حضرت ماجد بدایونی :۔

نمونہ کلام :

یہاں آیا ہے حامد جان کو قربان کردے انکے روضے پر
مقدس ایسے لمحے بار بار آیا نہیں کرتے

(۲) واحد : مولانا عبدالواحد صاحب عثمانی قادری بدایونی خلف حضرت ماجد بدایونی :

نمونہ کلام :

ہم کیا ہیں نا تحہ خواں آرزو کے ہیں
جب دولت دنیا کو ہم خاک سمجھ بیٹھے
مجھکو روتا دیکھکر اس شوخ نے ہنسکر کہا
ویراں کدۂ دل میں اب یہ کدھر آگیا ہے
بے گناہی کی خطا پر وہ سزا دیتے ہیں

دل کیا ہے حسرت دل کا مزار ہے
پھر خاک ہمیں واحد اکسیر نظر آئی
ہم نہ کہتے تھے محبت کا یہی دستور ہے
کچھ داغ ہیں حسرت کے کچھ حوصل تمنا ہے
ہے یہی جرم کہ میری کوئی تقصیر نہیں

(واحد عثمانی کے سو شعر مطبوعہ سنہ ۱۹۲)

بیدل دہلوی : مرزا عبدالقادر ۱۶۴۴ء - ۱۷۲۲ء خلف مرزا عبدالخالق

تذکرہ مجموعہ نغز کے مطابق مرزا بیدل کا تعلق توران سے تھا۔ وہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہندوستان آئے۔ دہلی میں سکونت اختیار کی یہاں عاقل خاں رازی سے واقفیت ہوگئی۔ خوشگو کہتے ہیں کہ بیدل نے شاعری میں رازی سے بہت کچھ سیکھا انہوں نے ۱۶۶۸ء میں ظہوری کے تتبع میں ساقی نامہ محیط اعظم لکھا۔ ۱۶۷۰ء میں دوسری مثنوی طلسم حیرت لکھی اور اسے رازی سے معنون کیا۔ رازی کے انتقال ۱۶۹۷ء کے بعد شہزادہ اعظم شاہ سے تعلق قائم ہوا حکیم قدرت اللہ قاسم لکھتے ہیں کہ بیدل فارسی شعر متانت و استواری و نزاکت و پختہ کاری کے ساتھ کہتے تھے اور ہر صنف سخن میں قدرت رکھتے تھے ان کے پہلے دیوان کا نام ر وازدہ ہزاری دوسرے کا بست ہزاری تیسرے کا پنجہزاری تھا چند دیوان رباعیات کے تھے ان کے علاوہ بھی ایک نیا دیوان مرتب کیا تھا۔ ان کی دوسری کتابوں میں چار عنصر۔ رقعات بیدل وغیرہ شامل ہیں شاعری ان کے شایانِ شان نہ تھی کیونکہ وہ صاحب دل بزرگ تھے اور دنیا سے بے تعلق رہ کر زندگی بسر کرتے تھے اور خلقِ کثیر ان سے مستفید ہوتی تھی ان کے شاگردوں میں شیخ سعداللہ گلشن نواب آصف جاہ اول۔ آنندرام مخلص۔ ٹیک چند بہار وغیرہ تھے۔

تذکرہ مسرف افزا میں لکھا ہے کہ مرزا بیدل بڑے قدآور شخص تھے۔ سرخ و سفید رنگ تھا ہاتھ میں پچیس سیر وزنی آہنی عصا رہتا تھا۔ داڑھی مونچھ منڈی رہتی تھی۔ آخر عمر میں شادی بھی کی تھی ایک دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ قلعہ کہنہ کے قریب ایک مکان میں رہتے تھے۔ اسی مکان میں انتقال ہوا وہیں دفن ہوئے۔

نمونہ کلام فارسی

مست عرفاں را شراب دیگرے درکار نیست — بر طواف خویش دور ساغرے درکار نیست
دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش — من بستہ ام حنائے قناعت بہ پائے خویش

مرزا بیدل کبھی کبھی اردو میں بھی شعر کہتے تھے مندرجہ ذیل شعر اردو ان سے یادگار ہیں۔

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم ہیں — اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں
جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا — پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم ہیں

آزاد بلگرامی نے مرزا بیدل کی تاریخ وفات یہ کہی تھی ؎

سر بر آوردۂ ارباب سخن — از غم آباد جہاں خرم رفت
گفت تاریخ وفاتش آزاد — میرزا بیدل ازیں عالم رفت

۱۱۳۳ھ

(مجموعہ نغز۔ سفینہ خوشگو۔ گلشن سخن۔ خم خانہ جاوید حصہ اول)

تلامذہ مرزا بیدل

گلشن، شیخ سعد اللہ م ۱۷۲۹ء

تذکرہ سفینہ خوشگو کے مطابق آپ التعلق با نور سے تھا آپ حقائق و معارف اور فضائل و کمالات میں مشہور تھے۔ [illegible] عبدالاحد متخلص بہ گل و وحدت سرہندی ثم دہلوی م ۱۷۱۶ء نبیرہ حضرت شیخ مجدد [illegible] قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ دہلی میں مسجد زینت المساجد میں

قیام تھا۔ ہر شنبہ کو اہل سخن وہاں جمع ہوتے تھے اور مشاعرہ منعقد ہوتا تھا۔ خوشگو بھی ان مشاعروں میں شریک ہوتے تھے وہ جناب گلشن کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام

به درش رفته سجده ها کردیم — منتِ پائے ماست بر سرِ ما
کاکِ من صورت کشِ صد معنیِ رنگینِ اوست — گر کند گلشن تخلص بلبلِ طبعم بجاست
(زرودِ روشن)

تلامذہ شیخ سعد اللہ گلشن

۱ خواجہ ناصر عندلیب دہلوی

(۲) دلی گجراتی۔ دیکھیے ص ۲۰

عندلیب : خواجہ سید محمد ناصر دہلوی ۱۱۰۵ھ / ۱۷۵۸ء ؛ فرزند نواب وش الدولہ ظفر خاں امیر محمد شامی از اولاد حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہ آپ کا مجموعہ کلام نالۂ عندلیب یادگار ہے۔ ترک امارت کر کے فقر و درویشی اختیار کرلی تھی آپ شیخ سعد اللہ گلشن م ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۹ء کے مرید و خلیفہ و شاگرد تھے۔ ترکمان دروازہ دہلی کے باہر انکے خاندانی قبرستان میں مزار ہے۔

نمونہ کلام

عندلیبم داستانِ گلستاں آوردہ ام — غنچہ سان در یکدلی با صد زباں آسودہ ام
دردنوشاں ہمہ رفتند ازیں دہرِ کہن — بزمِ جمشید کجا جامِ مے آلود کجاست
با ہزاراں درد و اندوہ و الم چوں عندلیب — از سرِ کوئے تو نالاں و غزل خواں می روم
(نالۂ عندلیب)

تلامذہ خواجہ ناصر عندلیب دہلوی

درد : حضرت سید خواجہ میر دہلوی ۱۱۳۳ھ / ۱۷۲۰ء - ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۵ء خلف و شاگرد

و مرید و خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ سید محمد ناصر عندلیب دہلوی قدس سرہ۔ آپ اردو زبان کے مسلم الثبوت استاد تھے تصانیف میں دیوان فارسی۔ دیوان اردو واردات درد۔ نالہ درد۔ درد دل۔ واقعات درد۔ رسالہ اسرار الصلوۃ وغیرہ آپ سے یادگار ہیں۔ دیوان اردو آپ کا سراپا انتخاب ہے۔

نمونہ کلام:

وائے نادانی بوقت مرگ یہ ثابت ہوا — خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے — تہمتیں چند اپنے ذمہ دھر چلے
ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

تلامذہ حضرت خواجہ میر درد

عزیز۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۵ء

خلف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ۔ آپ کے والد ماجد نے اردو زبان کی تحصیل اور تحقیق کے لیے آپ کو حضرت خواجہ میر درد کی خدمت میں بھیجا تھا شاعری آپ کے لیے دون مرتبہ ہے آپ کے کمالات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں مندرجہ ذیل نعتیہ قطعہ آپ سے یادگار رہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(کمالات عزیزی)

تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

علوی: مولوی [illegible] خان قائم گنجوی مقیم دہلی م ۱۸۴۷ء

نمونہ کلام: دل [illegible] سے تنگ سر سرا [illegible] ہے خوں — لائے ہیں بخت غنچہ مگر اس چمن میں ہم

(گلستان سخن)

تلامذہ مولوی عبداللہ خاں علوی قائم گنجوی

صہبائی: مولوی امام بخش شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

نمونۂ کلام: ملک سے نام یاران رفتہ صہبائی — سپرد داغِ دل و چشمِ اشکبار مرا (گلستانِ سخن)

تلامذۂ مولوی امام بخش صہبائی دہلوی

رضی: مولوی علی رضی اللہ صدیقی حمیدی بدایونی شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

(۲) حسن: مولانا سید تاج الدین نقوی مودودی فاضل سہوانی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء

خلف سید عارف علی ابن سید عمر علی ابن سید اشرف حسین ابن سید محمد عامل ابن مفتی سید عبد الغفور ابن سید غلام میراں ابن مفتی سید محمد فاضل بن قاضی سید عبد الشکور قاضی سہسوان۔ مولانا سید تاج الدین حسن نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور مولانا بزرگ علی مارہروی سے تحصیل علم کی۔ مولانا سید آل احمد نقوی مودودی فاضل سہسوانی ۱۸۴۴ء خلف مفتی سید نظر محمد م ۱۸۳۰ء ابن سید ابو محمد ابن سید محمد عاقل ابن مفتی سید عبد الغفور کی دختر سے آپ کا عقد ہوا۔ مسائل درفیقہ میں اہل علم کی رہنمائی فرماتے تھے اور مختصر الفاظ میں ان کے سوالات کے جواب دیکر مطمئن فرما دیتے تھے۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی پروفیسری آپ نے منظور نہ فرمائی۔ نواب محمد سعید خاں والیِ رام پور کا مسند نشینی سے قبل بہ حیثیت ڈپٹی کلکٹر سہسوان میں تقرر تھا وہ آپ کے بہت معتقد تھے مسند نشینی کے بعد آپ ایک دو بار رام پور بھی گئے تھے آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شاہ نعیم اللہ صاحب رام پوری خلیفہ شاہ درگاہی رام پوری سے بیعت تھے۔ آپ کا نمونہ کلام حاصل نہ ہو سکا

تلامذہ مولانا سید تاج الدین حسن سہوانی

(۱) محمود: مولوی سید محمود حسن صاحب نقوی مودودی سہوانی ۱۸۱۰ء–۱۸۶۷ء

قاسم ... [illegible]

نمونہ کلام:-

آئینۂ عکسِ رخِ زیبائیِ خویشم من عاشقِ بینائی و رعنائیِ خویشم

(صبحِ گلشن)

(۲) مشرقی ، مولوی احمد حسین سہسوانی

نمونہ کلام:- (مثنوی)

خدایا سینہ ام را طورِ خود کن دلم را اوسِ شمعِ نورِ خود کن

بہ بوئے خود دماغم آشنا کن ۔۔۔ خویش دردم را دوا کن

(صبحِ گلشن)

(۳) فرقت ، مولوی قیام الدین رام پوری

شاگرد مولانا تاج الدین حسن سہسوانی و شیخ احمد علی احمد رام پوری آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا

(۴) طلعت ، منشی سعادت علی خاں رام پوری

شاگرد مولانا تاج الدین حسن سہسوانی و شیخ احمد علی احمد رام پوری آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا۔

ولی گجراتی :- شاہ ولی اللہ ۱۶۶۳ء - ۱۷۴۱ء

ولی قیام دہلی ۱۱۱۲ھ کے دوران شیخ سعد اللہ گلشن دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ شیخ صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ فارسی شاعری کے مضامین کو اردو میں نظم کرو۔ اس مشورے پر عمل کرنے کے بعد ولی کی شاعری معراج پر پہنچ گئی۔ ولی اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ مخزن الشعرا ولی گجراتی اپنے تذکرہ مخزن الشعرا میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں " مدفنش احمد آباد است مزار موسیٰ سہاگ ؟ د شاہی باغ سالہا در دکن ہم گذرانید۔ از رسالہ نور المعرفت کہ تصنیف اوست معلوم می شود کہ از شاگردانِ شاہ گلشن و مرید شاہ نور الدین صدیقی است"

نمونہ کلام :-

اے ولی رہنے کو دنیا میں مقامِ عاشق — کوچہ یار ہے یا گوشہ تنہائی ہے
زندگی جامِ عیش ہے لیکن — فائدہ کیا اگر مدام نہیں

(مخزن الشعرا)

تلامذہ ولی گجراتی

حاتم : شیخ ظہور الدین دہلوی ۱۷۰۰ء - ۱۷۸۳ء

شاہ حاتم نے اپنے دیوان ثانی کے مقدمے میں ان کی شاگردی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے " خوشہ چین سخنوران عالم بصورت محتاج و بہ معنی حاتم کہ از ۱۱۲۹ھ ۱۷۱۶ تا ۱۱۶۹ھ ۱۷۵۵ کہ چہل سال باشد عمر دریں فن صرف کرد .. .. در ریختہ ولی را استاد می داند"

شاہ حاتم اردو زبان کے پہلے مصلح تھے۔ انہوں نے اصلاح زبان کی غرض سے اپنے

پہلے دیوان کو جو قدیم رنگ میں تھا منسوخ کر دیا اور نیا دیوان جدید رنگ میں مرتب کیا۔ بجز میر تقی میر تمام تذکرہ نگاروں نے شاہ حاتم کے کمالِ فن کی تعریف کی ہے۔ مرزا سودا جیسا استادِ فن ان کا شاگرد تھا۔ البتہ میر تقی میر سے شاہ حاتم کی نہ بنی۔ طرفین نے ایک دوسرے کی ہجو لکھی یہی وجہ ہے کہ میر صاحب نے اپنے تذکرہ نکات الشعرا میں شاہ حاتم کے بارے میں لکھا ہے " مردیست جاہل و ممکن و بقطع وضع۔ دریافتہ نمی شود کہ ایں رنگ کیں بہ سبب شاعری است کہ ہم چو من دیگرے نیست یا وضع او ہمیں است۔ بامن آشنائے بیگانہ است "

شاہ حاتم کے بارے میں میر قدرت اللہ قاسم لکھتے ہیں " مرد درویش وضع۔ پاک طینت۔ ناصِ وقت از قید علائق وارستہ و تعلقات دنیائے فانی را پشت داد در عنفوان شباب رور کار را ... من سیاہگری بسر می کرد آخر بہ مسند توکل نشست و متصل دروازہ دہلی تکیہ تسلیم شاہ بر راہِ راجگھاٹ زیر دیوار تکیہ درویشانہ بنا کردہ۔ خواص و عوام بہرہ یاب و فیض اندوزِ انفاسِ متبرکہ ایشان می شوند۔ در شعر گوئی ریختہ و فارسی سرآمد زمانہ خود بود اول دیوان ریختہ بہ زبان متقدمین تصنیف نمودہ بعد ازاں دیوانِ دوم ریختہ بہ زبان حال ترتیب داد و شاگردان بسیار داشت (مجموعہ نغز)

شاہ حاتم کو نواب ضابطہ خان ابن نواب نجیب الدولہ کا تقرب حاصل تھا چنانچہ کہتے ہیں ؎

حاتم اس دور کے امیروں میں ۔۔۔ حاتم اس وقت ضابطہ خاں ہے

فدوی لاہوری بھی نواب ضابطہ خاں کی رفاقت میں رہے اور ان کی فرمائش پر مثنوی یوسف زلیخا لکھی۔

نمونہ کلام شاہ حاتم

مفلسی اور دماغ اسے حاتم ۔۔۔ کیا کرے تو تجھے جو دولت ہو

ہجر کی زندگی سے موت بھلی
کہ جہاں سب کہیں وصال ہوا

تو اذیت پسند دشمن ہے بغل میں دل نہیں
دور ہو پہلو سے صحبت کے مرے قابل نہیں

تیری تو جان میرے مذہب میں
دل پرستی خدا پرستی ہے

ابر ہے اور بہار باراں ہے
روزِ عیدِ شراب خواراں ہے

فقیروں سے سنا ہے ہم نے حاتم
مزہ جینے کا مر جانے میں دیکھا

دل کہاں ہے کہ ہووے دیوانہ
کیوں ادھر آتی ہے بہار عبث

چشمِ مستِ سیہ کی یاد مدام
شیشۂ دل میں ہے شراب کی طرح

مستوں سے پوچھئے تری دشنام کا مزہ
دونا نشہ کرے ہے جو ہووے شراب تلخ

لینا اس سنگ دل کا نقشِ قدم
میرے لوحِ مزار کی خاطر

قیامت پر قیامت ہووے گی روزِ جزا ظالم
اٹھیں گے داد تجھ سے مانگنے جب صف بہ صف عاشق

کیوں کہیں سے جائیں تیرے ظلم کی فریاد ہم
تجھ سے ہی تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم

تمہاری چشم کے طالب کو جام سے کیا کام
نگہ کے مست کو شربِ مدام سے کیا کام

عکس سے ہے خونِ عاشق کے فلک اوپر شفق
یہ تماشا ہے کہ رنگیں دامنِ قاتل نہیں

غلام عشق سے دیر و حرم کی راہ مت پوچھو
جو ہو دیوانہ کیا جانے طریقِ کفر و ایماں کو

اس کے مکھڑے کی روشنی کی صفت
مجھ سے کیا مہر و ماہ سے پوچھو

شاید اپنے حسن پر خود ہی ہوا ہے مبتلا
ان دنوں کچھ دیکھتا ہے یار اکثر آئینہ

ہاتھ سے تیرے نہ عاشق کو نہ معشوق کو چین
دونوں جلتے ہیں ادھر شمع ادھر پروانہ

پسند آوے تو بہتر ہے مرا دل
کہ تیرے نام کے قابل نہیں ہے

ہر صبح اٹھ سوں سے مجھے رام رام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

تلامذہ شاہ حاتم دہلوی شاگرد جناب ولی گجراتی

ابوالبقا اکبرآبادی - شیخ ابوالبقا [illegible] اللہ [illegible] اکبرآباد [illegible] بدایونی - میاں محمدی ساکن بدایوں دیکھئے صفحہ [illegible] سودا دہلوی مرزا محمد رفیع ساکن دہلی دیکھو صفحہ ۲۲۳

بیدار بدایونی شاگرد شاہ حاتم دہلوی

بیدار بدایونی ۱۱۲۹ تا ۱۱۹۵ھ کا سلسلہ نسب یہ ہے شاہ محمدی بیدار ابن شیخ عین الدین ابن شیخ رکن الدین ابن شیخ حمید بن عبد الرحیم بن سعد اللہ ابن شیخ دولھا ابن شیخ حسین ابن شیخ محمد بدایونی ثم بدایونی م ۱۰۱۱ھ ابن میاں شاہ ابن شیخ زین العابدین ابن شیخ سعد الدین ابن شیخ رفیع الدین اجودھنی ابن [illegible] داود سکروڈی ابن شیخ محمود اجودھنی ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن شیخ الاسلام بابا [illegible] الدین گنج شکر قدس سرہ (ریاض علمی مولوی علی شرف بدایونی) آپکی آٹھویں پشت میں شیخ محمد چشتی سندھی م ۱۰۵۶ھ بدایوں تشریف لائے آپ بڑے صاحب کشف و کرامات تھے۔ مولف تذکرۃ الواصلین نے علیحدہ عنوان سے آپ کا ذکر کیا ہے۔

دیوان بیدار مطبوعہ مدراس کے مقدمے میں مولوی محمد حسین محوی لکھتے ہیں کہ بیدار دہلی میں پیدا ہوئے اور جوانی میں مولانا فخر الدین چشتی دہلوی م ۱۷۸۸ کے مرید ہوئے روزانہ اپنے مکان واقع [illegible] سے [illegible] مقبرہ ہمایوں سے مدرسہ غازی الدین اجمیری دروازہ میں مولانا فخر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مولانا کی عقیدت میں [illegible] ہیں۔

[illegible] کمال فخر الدین [illegible] فخر الدین

[illegible] مرد [illegible] جبیں

[illegible] سے [illegible] کا [illegible] سے خلافت عطا [illegible]

[illegible] خلافت [illegible]

[illegible]

حضرت خواجہ میر درد سے بھی بیدار کو بے حد عقیدت تھی گلشن ہند کے مطابق وہ حضرت درد کے احباب میں تھے ۔ وقت گذرنے کے ساتھ ارادت و عقیدت میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ ان کو اپنا کلام دکھانے لگے ۔

بیدار نہایت منکسر مزاج ۔ شریف طبع ۔ حیا پرور ۔ اور ذی مروت انسان تھے اپنے معاصرین سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے کسی سے کوئی معاصرانہ چشمک نہ تھی اور نہ کسی کو ان سے کوئی شکایت تھی ۔ میر تقی میر سے بھی دوستانہ تعلقات تھے نکات الشعرا کی تالیف کے وقت وہ میر صاحب کے پاس آتے رہتے تھے اور بہت گرم جوشی سے ملتے تھے ۔ قائم چاندپوری سے بھی بیدار کے اچھے مراسم تھے وہ بھی بیدار کے اخلاق کے ثناخواں ہیں ۔ مصحفی سے بھی بیدار کے دوستانہ اور مخلصانہ مراسم تھے ۔ میر حسن اپنا تذکرہ لکھنے سے چودہ پندرہ سال قبل ان سے دہلی میں ملے تھے اس زمانے میں بیدار درویشانہ لباس میں رہتے تھے دردمندانہ طبیعت رکھتے تھے ۔ دبلے پتلے آدمی تھے اور زیور حلم وحیا سے آراستہ تھے ۔

گلشن ہند سے پتہ چلتا ہے کہ دہلی سے آگرہ چلے گئے تھے وہاں کٹرہ دندان فیل میں رہا کرتے تھے وہیں انتقال کیا اور اکبری دروازے کے قریب دفن ہوئے

مولانا حسرت کہتے ہیں کہ بیدار واسطی ہیں مرتضی قلی خاں فراق کے اور اردو میں شاہ حاتم کے شاگرد تھے فراق کے والد اعتماد الدولہ شاہ عباس ثانی شاہ ایران کے وزیر سے فراق دہلی کے رہنے والے تھے نواب علی وردی خاں کے زمانے میں مرشد آباد چلے گئے اور سرکاری خراج کی وجہ سے راجہ شتاب رائے کی قید میں انتقال کیا ۔

ان کا نمونہ کلام یہ ہے ۔

بہ خواب آمد شبے در دشمن زلف گرہ گیرے — سحر بیدار چوں گشتم بہ پایم بود زنجیرے

(روز روشن)

بیدار کے کلام پر اساتذہ کی آرا درج ذیل ہیں ۔

میر تقی میر : مصرعہ ریختہ درست موزوں می کند (نکات الشعرا)

میر حسن : طبع دردمند داشت۔ (تذکرہ میر حسن)

قائم چاندپوری : از خوبانِ روزگار است فہمے تیز و تند دارد (مخزن نکات)

شفیق اورنگ آبادی : شاعر لیست خوش گو (چمنستان شعرا)

مصحفی : دیوان ریختہ اش مشہور است ۔ زبانش بسیار شستہ درفتہ (عقد ثریا)

ابراہیم علی خاں : نزاکت سے معانی کے بخوبی آشنا (گلزار ابراہیم)

شیفتہ : مدت ہا سر مشقِ سخن بودہ مہارتِ شایاں بدست آوردہ

(گلشن بیخار)

ناسخ : شعر گوئی میں اچھی مشق پیدا کی (سخن شعرا)

عبدالحی ندوی : جذباتِ انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انہوں نے کی اسکی

پر قدما کے کلام میں نہیں ملتی (کل رعنا)

مولانا حسرت موہانی: یہ بھی شاہ حاتم کے ان شاگردوں میں تھے جنھوں نے اردو زبان کی درستی میں سعی موفور سے کام لیا۔ کلام صاف و دلپسند اور معرفت سے پر ہے ان کے بعض اشعار اپنی دلآویزی کے باعث آج تک لوگوں کی زبان پر بے ساختہ جاری ہیں۔ زبان ان کی میر و مرزا کی زبان سے ملتی ہوئی ہے انداز متین مضمون بھی سادہ ہے۔

بیدار لکھنوی: بے شک بیدار اردو کے نامور شعرا اور اساتذہ میں ہیں ان پر بھی زبان کی خدمت اور اصلاح کا سہرا ہے ان کے اشعار جذبات کی سچی تصویریں ہیں اور اپنی دلآویزی کے باعث قبول عام کے مستحق ہیں تصوف کے نکات حقیقت بھی ہے اور مجاز بھی رنگینی اور شگفتگی سے عشق کے جذبات بھی اور کردار بھی۔

بیدار کا اردو کلام درج ذیل ہے۔

بے وہ نہیں پاس دل ارباب صفا کو
ہے جلوہ گر آئینے میں نور کسی کا

بھرا ہے وہ مری چشم پر آب میں دریا
کہ ایک قطرہ ہے جس کا سحاب نیساں دریا

ہر ایک ذرے میں یوں جلوہ گر ہے وہ خورشید
کہ جس طرح سے ہے رنج حباب میں دریا

ہر رگ نشتر نگیں زخم ہے مرے دل کا
رہے گا حشر تلک نام میرے قاتل کا

عبث کہے ہے بیاباں میں دم بدم بیدار
نہیں ہے عشق کی رہ میں نشان منزل کا

ہو گئے دور میں اس چشم کے میخانے خراب
نہ کہیں شیشہ رہا اور نہ کہیں جام رہا

کر دیا اک نگہِ مست نے سب کو بیخود
افتادہ خمارِ غم ہیں رہِ عشق میں تمام

تو مختار ہے کر جفا یا وفا
چھوڑ کر کوئے بتاں جا نہ تو کعبے کو

دل میں بھی یار کی صورت ہے آتی ہے نظر
آئینے کو بھی منہ دکھاتے ہو

بیدار راہِ عشق کسی سے نہ طے ہوئی
کیا ہنگامۂ گل نے مرا جوشِ جنوں تازہ

فصلِ گل ہو چکی ایامِ جنوں بھی گذرے
ہم کلام اس سے میں اکبار نہ ہونے پایا

پھنس گیا پہلے ہی دل زلف میں تیری ظالم
غم خوار ہو کون اب ہمارا

کروں ہوں شاد دل اپنا ترے تصور سے
غمِ فراق کو ایسا میں جانتا بیدار

ایک تو آگے ہی تھا حسن پر اپنے نازاں
مئے و ساقی ہیں سب یکجا ہاہاہا ہاہاہا

بہار آئی تڑانے پھر لگے زنجیر دیوانے
تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشقِ زار

یاد کرتے ہیں تجھے دیر و حرم میں شب و روز

شوقِ مے کسکو اب اے ساقیِ گلفام رہا
رکھیو قدم سنبھال کے بیدار دیکھنا

عرصہ ہو چکا میں گرفتار تیرا
جلد پھر نا تجھے بیدار خدا کو سونپا

عکس آئینے میں پنہاں نہ ہوا تھا سو ہوا
کیا ہوا ہم نے بھی اگر دیکھا

صحرا میں قیس کوہ میں فرہاد رہ گیا
ادھر آئی بہار ادھر گریباں کا رفو ٹوٹا

چھوڑتا ہاتھ نہیں اب بھی گریباں میرا
تمھارے جی میں وہ اظہار نہ ہونے پایا

زخمیِ غمزۂ خونخوار نہ ہونے پایا
جب تو ہی نہ غمگسار نکلا

اگر یہ شغل نہ ہوتا تو کیا کیا کرتا
تو اپنے دل کو کسی سے نہ آشنا کرتا

آئینہ دیکھ کے وہ اور بھی مغرور ہوا
عجب عالم ہے مستی کا ہاہاہا۔ ہاہاہا

ہوا شورِ جنوں برپا ہاہاہا۔ ہاہاہا
گل جدا۔ سرو جدا نرگسِ بیمار جدا

اہلِ تسبیح جدا۔ صاحبِ زنار جدا

جو ایک چھوڑے سب مجھے غم تری جدائی کا — تو لوں گا نام کبھی پھر نہ آشنائی کا
مرے قدم سے ہے سرسبز بوستانِ جنوں — ہر ایک آبلہ گل ہے برہنہ پائی کا
عمر وعدوں میں ہی گنوائیے گا — آئیے گا بھی یا نہ آئیے گا
مہرباں قدر جانئے میری — مجھ سا مخلص کہیں نہ پائیے گا
بے مروتی فرمانا مہرباں نا آشنا — جس کے یہ اوصاف کوئی اس سے ہو کیا آشنا
آشنائی کی توقع کس سے ہو بیدار پھر — ہو گیا بیگانہ جب دل ہی سا اپنا آشنا
خندۂ گل میں کب ہے اتنا لطف — تو نے سیکھی ہے یہ کہاں کی ادا
باتوں باتوں میں دل لیا بیدار — دیکھی اس میرے دلستاں کی ادا
تھی جو رسوائی ہو چکی بیدار — پاسِ ناموس و ننگ کیا ہے اب
بیدار کروں کس سے میں اظہارِ محبت — بس دل ہے مرا محرمِ اسرارِ محبت
ہر بوالہوس اس جنس کا ہوتا نہیں خواہاں — جاں باختگاں ہو دیں خریدارِ محبت
کہو تو کس سے میں پوچھوں نشانِ خانۂ دوست — کہ آشیانۂ عنقا ہے آشیانۂ دوست
نے شفا ہے موت نے طاقت شکیبائی کی ہے — کیا کروں بیدار اس بیماریِ دل کا علاج
گل تو کیا سنگ میں کرتے ہیں اثر یہ نالے — سیکھ لو مجھ سے تم اے بلبلو فریاد کی طرح
نہیں سجادہ یہ اے صیدِ خلائق زاہد — دام پھیلا ہے لیے دوش پہ صیاد کی طرح
آلگی دل میں ناگہاں بیدار — نگہ اسکی خدنگ کی مانند
نہ چھٹا اسکی زلف میں جو پھنسا — یہ ہے قیدِ فرنگ کی مانند
ہوں میں پابندِ الفتِ صیاد — کب مجھے باغ و بوستاں ہے یاد
برابر روزِ محشر کے مجھے آتا ہے ہر ساعت — خدا جانے شبِ ہجراں کی کب ہوگی سحر ظاہر

فروغ شمع جوں ہو پردۂ فانوس سے روشن
مرے سینے سے یوں ہے آتش داغ جگر ظاہر

گلشن میں گر دیکھیں مجھے ہوں سنبل و نرگس خجل
دل ہے پریشاں اسقدر آنکھیں ہیں حیراں اسقدر

حیف ہے اسکی زندگانی پر
جو فدا ہو نہ یار جانی پر

رات بیمار وہ مہ تاباں
سن کے رویا مری کہانی پر

کیا ہی اسکے دھوم سے لائے میکشو آئی بہار
ساغر گل میں شراب ارغواں لائی بہار

خاک و خوں میں ہیں تپاں عاشق تم نکلو ہنوز
تشنہ ہے تیغ جفا اے بت بیباک ہنوز

گور میں بھی نہ ہوئی سرد مری آتش عشق
مثل سیماب تڑپتا ہوں تہ خاک ہنوز

دیکھ اسے شادی سے کرتا ہے دل دیوانہ رقص
شمع کے آگے کرے مجلس میں جوں پروانہ رقص

پا بہ گل۔ داغ بدل در و بر شعلہ بلب
سینہ چاک اشک رواں سوختہ جاں نکلی ہے شمع

روشن اس حال سے بیدار ہوا یہ مجھکو
کہ غم عشق کسی کا تو نہاں رکھتی ہے شمع

ترے جمال دل افروز پر ہے مائل شمع
پھرے ہے ڈھونڈتی تجھکو برنگ محفل شمع

روشن مثال شمع ہزاروں ہیں دل کے داغ
تربت پہ دل جلوں کے نہیں حاجت چراغ

نے پر پرواز ہے صیاد نے فصل بہار
کس توقع پر قفس سے ہو دیں آزاد ہم

دیکھنے پائے نہ روئے گل کہ تھا قسمت میں یوں
ہو گئے تیرے اسیر دام اے صیاد ہم

دن کو پھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے اور رات تمام
شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہیں

محو رخ یار ہو گئے ہم
سورج سے نثار ہو گئے ہم

دوستو مجھکو نہ دو سیر چمن کی تکلیف
اشک ہی بس ہے مرا باغ و بہار دامن

ایک دم بھی ہجر میں رکتا نہیں باران اشک
چشم گریاں بسکہ رکھتی ہے سحاب آغوش میں

بیدار جلوہ گر ہے مرا یار ہر طرف
جو با خبر ہوا اسکو میں آگاہ کیا کروں

زخمگاں کے تئیں کیا دُھیں کہ کوئی دم میں
کیا طلسم اسی گلی میں ہے کہ دل کی مانند
جہاں وہ ہے نہیں واں کفر و اسلام
جسم ہم کلام اس لیے جاں بخش سے ہوتے
بیدار وہ نگار تو اپنے ہی پاس ہے
حصولِ فقر اگر چاہیے تو چھوڑ اسبابِ دنیا کو
رکھے ہیں حق پرستاں ترکِ جمعیت میں جمعیت
فریبِ رنگ و بوئے دہر مت کھا مردِ عاقل ہو
نہیں آرام ایک جا دل کو
منہ نہ پھیرا کبھی جفا سے تری
دید بس کر لیا اس عالم کا
جو سخن فہم جہاں ہیں بیدار
الفتِ خار و خس ہے دامنگیر
تری محفل میں ہوا جب گذر پروانہ
سخت بیداد ہے جلنے کو چلا زنہار
شکوہ کم نگہی آنکھوں سے اسکی نہ کرو
ایک جلوے نے کر دیا تیرے
شتاب آ کہ نہیں تاب انتظار مجھے
ورنہ لے یار تیرے آ پہنچے

ہم بھی اس بزم سے جوں شمع سحر جاتے ہیں
واں سے بھر تشنہ ، جو لینے خبر جاتے ہیں
عبث جھگڑا ہے شیخ و برہمن میں
کس سے انہیں دماغ کہ جو گفتگو کریں
جو کم ہوا آگے کے تئیں جستجو کریں
لگا دے آگ یکسر لے ہے خراب دنیا کو
میسر ہووے یہ دولت کہاں اربابِ دنیا کو
سمجھ آتشکدہ اس گلشنِ شادابِ دنیا کو
آہ کیا جانے کیا ہوا دل کو
آفریں دل کو مرحبا دل کو
پھر چلو واں جہاں سے آئے ہو
مانتے ہیں تری استادی کو
چھوڑ سکتا نہیں بیاباں کو
نہ پڑی شمع پہ ہرگز نظرِ پروانہ
نہ کہو شمع سے سوزِ جگرِ پروانہ
گفتگو خوب نہیں مردمِ بیمار کے ساتھ
رشکِ صد نو بہار آئینہ
ترا خیال ستاتا ہے بار بار مجھے
طپشِ دل نے رہنمائی کی

تلامذہ حضرت بیدار بدایونی

(۱) مجرم، شیخ رحمت اللہ اکبرآبادی ثم دہلوی

... لکھے ہیں کہ فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

نمونۂ کلام:

نہ پوچھو شورِ غم سے اس دلِ بے تاب کی حالت ‏ — کہ ہمدم سب کو ہائی بے آب کی حالت

دل افگار دیا ... سودا دیا ‏ — ...بتِ ناساز نے کیا کیا مجھے آزار دیا

(سخن شعرا)

جو مانگوں مے دے تو جام عالم ... دیگر ‏ — ... ساقی ادا زانی سوال دیگر جواب دیگر

(عمدہ منتخبہ)

جنابِ مجرم اکبرآبادی کے تلامذہ میں مفتی صدرالدین خاں آزردہ دہلوی اور حکیم آغا جان عیش دہلوی تھے۔ اس سلسلے میں حکیم صاحب کہتے ہیں ؎

... کا شاگرد ... کا شاگرد ‏ — یوں سلسلہ ملتا ہے مرا درد و اثر سے

(۲) حیف، شیخ محمد جان دہلوی

نمونۂ کلام: رہتا ہے مجھے عشق کا آزار ہمیشہ ‏ — کیا جانے جئے جو رہے بیمار ہمیشہ

رباعی

اب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے میرے دل میں ‏ — سب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے میرے دل میں

ہنس کے کہہ دے کہ میں نہ مانوں گا برا ‏ — تب تجھ سے کہوں جو کچھ ہے میرے دل میں

(سخن شعرا)

(۳) شیدا: میر ہینگا کشمیری:

ان کا مولد و مسکن دہلی تھا۔ جوانی میں انتقال کیا۔ (طبقات الشعرا)

نمونہ کلام:

لیئے دل آئے دلربا، کیوں قسم کھاتے ہو تم
ہم نظربازوں کے ہاتھوں سے کہاں جاتے ہو تم

(سخن شعرا)

(۴) ضمیر: شیخ مداری اکبرآبادی شاگرد حضرت بیدار بدایونی و نظیر اکبرآبادی:

نمونہ کلام

وہ ابھی ہے نو گل اور وہ ہنوز تازہ بہار ہے
نہ کچھ آئینے سے ہے خبر نہ حیا سے کچھ سروکار ہے

(گلشن بیخار)

(۵) موزح: میاں خدا بخش اکبرآبادی ثم دہلوی

علم موسیقی میں مہارت رکھتے تھے شاگرد نظیر اکبرآبادی و شاہ بیدار بدایونی

نمونہ کلام:

تم نہ رخساروں کو زلفوں میں چھپاؤ پیارے
پردہ ابر میں کب شمس و قمر بند ہوئے

(عمدہ منتخبہ)

بقا اکبرآبادی شاگرد شاہ حاتم

مح بقاء اللہ بقا اکبرآبادی ثم لکھنوی ۱۷۹۳ء / ۱۲۰۷ھ ۔ ن حافظ

لف اثر خوشنویس اردو میں شاہ حاتم دہلوی اور خواجہ میر درد دہلوی اور فارسی
خر مکیں کے شاگرد تھے فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ اردو کی طرف
بھی دہلی میں میر اور لکھنؤ میں سودا سے معرکے ہوئے۔

نمونہ کلام

ق میں بوت کبریائی کی	عاشقی جس نے کی خدائی کی
ت اتر کہتا ہے	مرغ گم کردہ آشیاں تب ہم
اں ہی پھیلا ہے خون عاشق	جانے دو اب اس پہ خاک ڈالو

(مجموعہ نغز)

نوا بدایونی شاگرد بقا اکبرآبادی

بوں میں بقا اکبرآبادی کے مشہور شاگرد ظہور اللہ خاں نوا بدایونی ۱۸۲۵ء / ۱۲..ھ
ر فارسی شعرا میں ہو چکا ہے یہاں ان کا اور ان کے تلامذہ کا اردو
ا جاتا ہے۔
ؤ میں نوا بدایونی اور قلندر بخش جرأت م ۱۸۳۰ء / ۱۲۴۵ھ کے ادبی معرکے ہوتے د ...
مرے کی ہجویں کہیں۔

نوا | رات کو گئے لگا جو رد کھنے پا تھ پھیر | قدرت حق سے ملی ہے ہاتھ اندھے کے بٹیر
جدّت | ظہورِ عشرت ہو کیوں کر کلوڑی گھنی | صنوبر بلبل بستاں کرے نوا سنجی

نوا کی تاریخ وفات ان کے شاگرد وحید الدّٰ خاں وحید بدایونی نے کہی ہے

خانِ معلی مکاں سعدیِ ہندوستاں | در فنِ شعر و سخن خوش دُرِ معنی بہ سفت
سالِ وفاتش چو دل خواست ز آوازِ غیب | بود نوا آرا سئے فخرِ بدایوں بہ گفت

۱۲۴۰ھ

نوا کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی رائیں ملاحظہ ہوں۔

طبقات الشعرا قدرت اللہ شوق | جوانے اعجوبہ عنوان خوش تلاش و خوش فکر : قصاید پر زور می گوید

تکملۃ الشعرا قدرت اللہ شوق | از شاگرداں بقا شعر ہندی و فارسی ہر دو خوب می گوید در ریختہ گوئی قدم بہ پہلوئے استادی زند۔

گلشنِ ہمیشہ بہار | صاحب سخن و موجد قانون این فن است از ارشد تلامذ بقاء اللہ خاں بقا۔ علو طبع وے از فصاحت کلام ظاہر و نکوتے باغنتش از معنی پیرکار ظاہر

مجموعہ نغز قدرت اللہ قاسم | در خوش فکری ہمت می گماشت۔ بیشتر قصاید بہ متانت و پختگی بہ انجام رسانید و دراں مادِ خوش فکری داد در غزلیات ہم فکر رسائے دارد

گلستانِ سخن قادر بخش صابر | سخنورے بے مثل شاعر یکتا ظہور اللہ خاں نوا

سخن شعرا

نساخ

شعر فارسی خوب کہتے تھے۔
نوا کے اردو کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

جب تکلف نہ رہا یار سے پھر کیا حجاب
بوسہ اک مانگ لیا جب کبھی درکار ہوا

شربتِ بوسۂ لب جاں ترے اے رشکِ مسیح
نہ پیا وہ جو تری چشم کا بیمار ہوا

بھولی باتوں سے میاں تو نے دغا کی آخر
دل تو لیتے ہی پھر اب جی کا طلبگار ہوا

دلِ پرخوں کو شیشۂ مل ہے
نالہ و آہ شورِ قلقل ہے

آپ پی سے اور رقیبوں کو پلواتے رہے
ہم کو ساغر کے عوض آنکھیں ہی دکھلاتے رہے

اٹھانے کو نہ تیرے پھر کسی نے آستیں پکڑی
مرنگ نقش پا اس در کی جبیں پا کر پکڑی

انہیں کیا لطفِ ہستی ہو جنہوں نے نازنینوں کی
نہ چشمِ عشوہ زا دیکھی نہ ساقِ نازنیں پکڑی

کوچۂ یار سے کیا سیر ہوا آتی ہے
ٹھوکریں کھاتی ہوئی بادِ صبا آتی ہے

کیونکر نوا نگاہ کرے روئے یار پر
وہ جسکے برقِ حسن سے نورِ نظر جلے

تصور میں تری آنکھوں کے ہم بادام سے کھیلے
خیالِ لعلِ میگوں میں شراب و جام سے کھیلے

لب تشنہ ترے جو کی پروا نہ کرینگے
کشتے ترے امیدِ مسیحا نہ کرینگے

کس دھج سے بیکلی ہوئی اٹھتے ہی یار کے
کیا کیا کھنچے تھے ہمیں صبر و قرار سے

ہو بلبلوں کو سیرِ گلستاں کی آرزو
ہم کو تو اسکا سایۂ دیوار خوب ہے

مست ہیں انکو سمجھنا بے خطا نالے ہیں یہ
گیسوان سے حذر آتش پر کالے ہیں یہ

مگر زلفِ سیہ یار میں ہوتی نہیں صبح
اے نوا ہوتی ہے کیسی شبِ دیجور دراز

نہ جی دکھا یہ خوف تم تو دل فگاروں کا
اثر بدروش ہے ہر نالہ بے قراروں کا

ہے یہ کس قاتل بے رحم کا کوچہ یارب
جس طرف دیکھئے ہے کشتوں کا انبار لگا

دل تمہیں مفت میں دیتے ہیں اگر ہو منظور
ورنہ اس جنس کا ہے اور خریدار لگا

اک تیر کے کھاتے ہی بس دل کو مزا دیتا
کیا ذائقہ شیریں تھا اس میوہ نورس کا

اشک کے ساتھ نکلیاں مدتوں کی کدورتیں
گریہ نے دھو دیا تمام دل میں جو کچھ غبار تھا

لیے وداع روح بھی باز رہا یہ آئینہ
دیدۂ حسرت آشنا محو جمال یار تھا

بن کے لگی ہیں جو آئے نوا خیال لباس
تو شیب دشت سے دامن میں کوہسار لوں

تمہارے در پہ کئی خاکسار بیٹھے ہیں
شکستہ خاطر و خستہ و فگار بیٹھے ہیں

اس جنس محبت کا خریدار ہوا ہوں
اس سودے میں رسوا سر بازار ہوا ہوں

(۱) ان دلہا ی طبقات الشعرا، تکملہ الشعرا، گلشن ہمیشہ بہار، مجموعہ نغز، گلستان سخن، سخن شعرا

تلامذہ نوا :

قربان : مولوی قربان حسین خلف قربان علی خلف مولوی ظہور اللہ نوا بدایونی م ۱۸۹۰ء

یوسف وشوں کے حسن سے ہر کوچہ ہے بھرا
آباد ہیں بدایوں میں کنعاں سے بڑھ کے

(تجلیات سخن)

نثار : مولوی نجف علی تمیز صدیقی بدایونی م ۱۸۵۴ء خلف سعید اللہ نثار خلف شیخ علی ارشد بن ملا اشرف بن علی مرتضی بن عبدالمجید۔ ولد [illegible]
شاگرد جد نوا بدایونی۔

ہر طرح سے ہو کچھ نہ مقصود رنج
دل [illegible] ہے جو کہ ہو زود آشنا و زود رنج

[illegible] ہے وہ [illegible] مجھے
[illegible] دکھاتی ہے شب تار مجھے

(تجلیات سخن)

۳۔ **نفیس** : مولوی اشرف علی ۱۸۵۸ء خلف مولوی نجف علی مختار بدایوں
حضرت نادر بنارسی کے دیوان پنجم مطبوعہ ۱۸۹۱ء میں حضرت ضیاء بدایونی خلف حضرت
نفیس بدایونی کی تاریخیں درج ہیں اس میں جناب ضیا کی ولدیت کے ضمن میں
حضرت نفیس بدایونی کا نام ان الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے" افقہ الفقہا" اشرف الا
طبا فیض مریاض ۔ مشخص امراض ۔ قاری القرآن ذاکر الحمتہ الکرام مولوی اشرف علی
نفیس" تذکرہ بہار بے خزاں میں آپ کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے

"مولوی اشرف علی بدایونی کہ از رؤسائے عظام بدایوں است
بہ عہدہ تحصیلداری و پیشکاری ملازم سرکار کمپنی بود۔ بعدہٗ ترک
و تجرید پسندیدہ ۔ طبعش از حس زمینی بہ دیوانگی میلے دارد ۔ فکر
نقادش بہ فارسی و اردو برق درخشاں است ۔ بہ قیاس بیقرہم
چو عالی طبع نقاد معانی گردیں قرب و جوار پیدا نہ گردیدہ۔ مثنوی ہا و
دیوان ہا دارد ۔ دریں زمان تذکرہ مبسوط زبا ندانان اردو بہ تکلفے
کہ می باید و بہ لطافتے کہ می شاید ترتیب دادہ"

جناب نفیس بدایونی نے منقولات و معقولات کی تحصیل مولانا فضل رسول عثمانی
قادری بدایونی سے کی تھی۔ عربی و فارسی میں اچھی دستگاہ تھی۔ شاعری کا شوق زیادہ
تھا دیوان عربی و فارسی اردو مرتب کئے تھے ایک تذکرۃ الشعرا موسوم بہ انتخاب دہر ۱۸۵۱ء / ۱۲۶۷ھ میں
لکھا تھا اور اکثر کتب نظم و نثر تصنیف و تالیف و ترجمہ کیں ۔ ایہام عالی لکھتے تھے کچھ دنوں نواب
ظہور اللہ خاں نوا بدایونی سے مشورہ سخن رہا تھا ۔

حضرت آزاد بریلوی نے آپ کے دیوان و تذکرہ کی جو تاریخیں لکھی تھیں وہ ذیل

درج ہیں۔

تاریخِ دیوانِ نفیس بدایونی از آزاد بریلوی

نالۂ موزوں و دیوانِ نفیس ‏— چوں نوائے نے بود جاں در گداز
عشق پیچاں مضرعش از باغ تار ‏— ہا سہی [illegible] زبستانِ نیاز
حرف حرفش درد و سوز و لختِ دل ‏— بیت بیتش آمد از جانِ گداز
نو گرفتارِ محبت را انیس ‏— بایداز شورِ عشقش بہ سعی نو نیاز
سالِ نازش نباشد زیں نکو ‏— بیت بیتش آمد از جانِ گداز

۱۲۶۴

تاریخِ تذکرہ نفیس بدایونی از آزاد بریلوی:

نفیس لطف سخنداں و اشرف الشعرا ‏— کہ از لطائفِ تو بہ گلفشاں آمد
تکلفے نہ بود کز بلند فکری او ‏— زمیں شعر دلآویزش آسماں آمد
عجیب کہ ریختہ دارد بہ فارسی ترجیح ‏— زبانِ ورس مرجح بسے ازاں آمد
نوشت تذکرہ شاعرانِ ریختہ گو ‏— کہ صفحہ صفحہ ازاں تازہ بوستاں آمد
مذاق بیانم ازاں یافت لذتہ اے آزاد ‏— کہ سالِ خاتمہ اش لذت الجناں آمد

۱۲۶۶ (۱۸۵۱ء)

دیگر تاریخ دیوانِ نفیس بدایونی از آزاد بریلوی

آپ کے دیوانِ رنگیں پر نفیس ‏— جلوہ گر ہے صورتِ حسن و ادا

حسنِ بندش ہے جدا الفاظ زیب — لطفِ مضموں ہے رواں آب جدا
ہے ادا بندی میں رنگِ آئینہ — ہے شگفتہ گلشنِ طبعِ رسا
خوب ہے نقشہ کھچا تاریخ کا — ہے مرقع حسن کا اور عشق کا

۱۲۶۲ (۱۸۴۶ء)

ایضاً
تم نے جو نفیس اور لکھا تیسرا دیوان — ہر شعر دل آویز عجب نشترِ دل ہے
نکلی لبِ زخمِ دلِ آزاد سے یہ تاریخ — دیوان سوم آپ کا سب نشترِ دل ہے

۱۲۶۲ (۱۸۴۶ء)

جناب نفیس بدایونی کے خلف الرشید مولوی راشد علی ضیا بدایونی بھی باکمال شاعر تھے ان کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔

جناب نفیس بدایونی کا نمونۂ کلام یہ ہے ؎

سرِ محشر او مرا دیکھو غضب ہو جائے گا — جرم لونگا پاؤں کو ترکِ ادب ہو جائے گا
تم اگر جنبشِ ابرو کی دکھا دو گے ادا — ایک بے جرم پہ چل جائینگی شمشیریں دو
دونوں زلفوں میں پھنسے ہے دلِ وحشی میرا — ایک دیوانے کی گردن میں ہیں زنجیریں دو
جلنے والے کو رسوا کر دیا قتل کرو — ہے گنہگار جو جی چاہے وہ تعزیریں دو
مرنے کے بعد بھی نہ گیا ضعف کا اثر — مدت کے بعد انکو ہماری خبر گئی
جگر بھی خوں ہوا اسے دلے خوب رو نہ سکا — کہ بہتے دریا میں بھی اپنے ہاتھ دھو نہ سکا
تمام عمر نسو رہا جو آنکھوں میں — فراقِ یار میں جی کھول کر میں رو نہ سکا
نہ بت پرست ہی ٹھہرا نہ حق پرست ہوا — نفیس تجھ سے کوئی بھی کام ہو نہ سکا
سلسلہ وحشت کا باقی تیرے دیوانوں میں ہے — اب تلک الجھاؤ ناخن کا گریبانوں میں ہے

جناب نفیس بدایونی نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا نواب
خان بہادر خاں عرف بریلوی کی رفاقت کے جرم میں ۱۸۵۹ء میں گولی سے شہید
ہوئے شہادت کے وقت اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ وہ نسخہ
ان کے نواسے کے پاس محفوظ ہے۔ (تذکرہ شعرائے سخن۔ تذکرہ بہار بے خزاں۔
گلستان سخن۔ دیوان آزاد بدایونی)

۴۔ **جولاں :** مولوی دائم علی عرف جولاں بدایونی ثم بریلوی م ۱۸۶۳ء میں شعر
علی بن امیر الدین علی آصف بن علی ارشد۔ جناب مولاناں نے فن شعر میں حضرت نوابدایوں
سے استفادہ کیا تھا۔ آپ فارسی میں رباعی اور اردو میں کم طبع آزمائی کرتے تھے۔
نمونہ سے بدید ورق ۔ ہر قسم جولاں نڑپنے میں ۔ تمارے فرش مستی زنجلی بچھا ہے
(شمیم سخن۔ گلستان سخن)

تلامذہ جولاں بدایونی

قاسم ۔ مولوی قاسم علی بن دائم علی بن شیر علی ۔ جناب جولاں بدایونی کے
حقیقی برادر زادہ اور شاگرد تھے۔

نمونہ کلام (غزل)
یقین ہے العطش گویاں دم آخر دل کا میں
پیاسا ہوں ترے آب دم شمشیر براں کا

(نعت) پردۂ میم پہ دہ دہ ٹھہرا کہئے خالق سے پھر جدا کیسے
تم نہ آتے نہ جب سنورتے کس سے پھر جا کے مدعا کہئے

جناب قاسم بدالونی نے ملک محمد جائسی کے اصل نسخہ بعبارت زبان بھاکا اردو ترجمہ کیا تھا جو مطبع نول کشور کانپور سے ۱۸۷۳ء میں طبع ہوا تھا۔ نفظی ترجمہ کی وجہ سے حسن کلام مفقود ہو گیا ہے ابتدا میں حمد۔ نعت منقبت چار یار و مناقب خصوصاً حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ اور پھر شیر شاہ سوری سلطان مدح ہے جسکے زمانہ ۹۲۷ھ میں ملک محمد جائسی نے پدماوت کو نظم کیا تھا۔

حمد
عناصر چار کو حق نے بنایا — صور کا نقشہ ان سے کر دکھایا
کیا خورشید دن میں رات میں ماہ — ستاروں کی قطاریں اس میں دلخواہ
نظر اسکی ہے سب پر اک برابر — نہ سوجھے دوست دشمن کو وہ یکسر
کوئی اس کا نہ وہ بیٹا کسی کا — تمامی خلق کا خالق ہے مولا

نعت
خدا نے نور سے اپنے بنایا — پھر اس سے کون و دنیا کو سجایا
برابر نام کے اپنے لکھا نام — ہوئے دیندار پڑھکر خاص اور عام

صفت پنہاریاں
پنہاریں ماندہ آئیں مجتمع ہو — [illegible] جہاں کو
انہوں نے نالی بنا جب یہ ماری — [illegible] سرکاری

حلیہ پدمنی
دو جانب زلف گھونگر والے خمدار — سلاسل عشق گردن میں نمودار
عجب وہ مانگ سر پر جو سجا ہے — نہ سندور اب تلک اس پر چڑھا ہے
وہ بانکی آنکھ کول اسکے برابر — بھنور دونوں کرتیں جو سمندر
پھرے دنیا پھرے جو سم رنگیں — الٹ دیں پل میں جا کر ملک سنگیں
مژہ اسکی کہوں کیسی سی بھیں — سے تیروں کو دو فوجیں تنی تھیں
لبوں میں بھر کے رکھا آب حیواں — نہ پہنچے ان تلک ہے حور و انساں

شرابِ عشق سے باتیں بھری ہیں — سنیں جو مست جھومیں ہر گھڑی ہیں
چراغ از وجد دونوں صدف گوش — پڑے سونے کے بالے ان میں پر جوش
جو اسکی پیٹھ صندل کی بنائی — تو چوٹی ناگ کالا بنکے آئی

۵۔ وحید: حکیم وحید اللہ خاں بدایونی مولف مختصر سیر ہندوستان خلف سعید اللہ بن جمیل اللہ برادر لوا بدایونی۔
نمونہ کلام: کہیں تڑپ کے نکل دل تو چین آجائے — اچھل رہا ہے یہ کیوں بار بار پہلو میں (سرا پا سخن)

۶۔ زار: مولوی علی داؤد اللہ ۱۲۷۶ھ - ۱۸۵۹ء والد مولوی نجف علی تمنا ساکن قاضی ٹولہ بدایوں۔
نمونہ کلام: مدفن پہ اپنے شمع کی کیا احتیاج ہے — ہے داغِ دل چراغ ہمارے مزار کا
(تجلیات سخن)

۷۔ بیزار۔ دیگر رنگ: چودھری غلام مصطفےٰ م ۱۸۳۸ء ساکن کھیڑہ ضلع بدایوں
نمونہ کلام: یہ رخ مکھڑے پہ خطِ سبز کا آغاز ہوا — ورقِ گل پہ عیاں سبزہ خدا ساز ہوا
(تجلیاتِ سخن)

۸۔ صفیر: مولوی علی صفی اللہ ۱۲۴۶ھ - ۱۸۳۴ء برادر مولوی علی داؤد اللہ زار ساکن قاضی ٹولہ بدایوں۔
نمونہ کلام: بہارِ باغ تو فصلِ خزاں میں مانہ جاتی ہے — گلِ باغِ دلِ بلبل گلستاں کی نشانی ہے
(تجلیات سخن)

(۹) **فضل**: مولوی فضل حسین م ۱۷۹۹ء ولد مولوی علی خلیل اللہ برادر علی داؤد اللہ ذار

نمونہ کلام: فضلِ خدا سے فضل کو سب زیب و زین ہے — بس حسین لالق فضلِ حسین ہے

(تجلیاتِ سخن)

(۱۰) **ذکا**: مولوی رحمت علی خلف شیخ مہدی قلی مہدی ابن مصطفےٰ حسین ابن مصطفےٰ قلی ابن محمد قلی ابن محمد حامد ابن محمد جلیس بدایونی۔

نمونہ کلام: سنگ در زخمی کہ تسلیم در یارے بنود — تیشہ بر پائے کہ نقش کوئے دلدارے بود (تجلیاتِ سخن)

(۱۱) **سعادت**: شیخ سعادت اللہ خلف شیخ محمد واصل ساکن محلہ سید بارہ بدایوں

نمونہ کلام: ہر کہ در عشق نبی چشم ترے می دارد — او بہ صد لطف بہ حالش نظرے می دارد

(تجلیاتِ سخن)

(۱۲) **مہدی**: مولوی مہدی قلی والد مولوی رحمت علی ذکا ہجو لکھنے میں مشاق تھے

نمونہ کلام: ہوتی اولاد نہ قاضی کی اگر ناہنجار — کس طرح دیکھتے جاگیر کو لٹتے کھاتے

(تجلیاتِ سخن)

(۱۳) **فریدی**: منشی محمد سمیع اللہ

نمونہ کلام: نہیں سبزہ نمایاں ہے لبِ جاں بخش جاناں پر — جنابِ خضر اور عیسیٰ ملے ہیں آبِ حیواں پر

(ریاض الفردوس)

(۱۴) **ارشد**: مولوی علی ارشد م ۱۸۲۳ء والد مولوی علی داؤد اللہ ذادر مولوی علی صفی اللہ صفیر ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

شفاعت بدایونی : مولوی شفاعت اللہ حمیدی صدیقی بدایونی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء ابن سخاوت اللہ ابن سعادت اللہ ابن مبارک اللہ ابن فضل اللہ ابن سعادت اللہ مہتمم ریاست ابن امان اللہ ابن دیوان فیض اللہ دیوان بنگال عہد شاہ جہاں ابن شیخ محمد ابن محمد حسین ابن محمد یوسف ابن قاضی عبد الجلیل ابن قاضی محمود ابن قاضی فتح اللہ ابن صدر العلما قاضی ابن قاضی بدایوں عہد بلبن ابن شیخ حمید الدین صدیقی سبزواری ثم بدایونی۔

جناب شفاعت بدایونی حضرت لوا بدایونی کے شاگرد رشید تھے۔ آپ نہایت زودگو اور خوشگو شاعر تھے۔ تصانیف میں ترانۂ غرائب (فسانۂ عجائب منظوم) اور مظہر (مجموعۂ حمد و نعت و منقبت) ہیں۔ ان دونوں تصانیف سے آپ کی خوشگوئی و قدرت کلام کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت شاہ نصیر الدین حسین بریلوی ثم بدایونی م ۱۸۸۸ء[1] خلف حضرت شاہ نیاز احمد صاحب نیاز بریلوی م ۱۸۳۵ء کے مرید و خلیفہ تھے۔

آپ نے ترانۂ غرائب کے آخر میں بدایوں کے اولیائے کرام و علمائے عظام اور ذوی الاحترام کا ذکر کیا ہے اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

---

[1] حضرت شاہ نصیر الدین حسین ۱۸۲۲ء - ۱۸۸۸ء خلف اصغر حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی قدس سرہ ۱۲۶۳ھ/۱۸۳۵ء اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ بدایوں میں اقامت گزیں ہوئے وہاں خانقاہ و مکان تعمیر کراکے عبادت و ریاضت میں مصروف رہے آپ کے حالات میں آپ کے خلیفہ و جانشین شاہ عنایت احمد ... نے کتاب ... از نیاز ... تحقیق سے تالیف کی ہے

اب دل میں ہے لے شفاعتِ زار | کچھ حال وطن کروں میں اظہار
مسکن ہے مرا مؤیدؔ اد ن[1] | یہ خطہ ہے رشکِ صحنِ گلشن
ہیں نیک چلن کے حال اس میں | انسان ہیں ذی کمال اس میں
اونچا ہے فلک سے سرزمیں کا | اس جا پہ قدم ہے عارفیں کا
مردانِ خدا کی ہیں زیارت | سبحان اللہ واہ کیا بات
مرقد ہے یہاں شہ جہیں کا | حضرت سلطانِ عارفیں کا[2]
شہرہ ہے مہ سے تابہ ماہی | حضرت کا لقب ہے شیخ شاہی
بدر الدینِ[3] شہ ولایت | نجم فلک و جلال رفعت
بھائی سلطانِ عارفیں کے | روشن ہیں یہ آفتاب دیں کے
ان کا یہ علو ہے کرو فر تھا | محفل میں رسولؐ کی گذر تھا

---

[1] بدایوں کا قدیم نام بدھ مئو تھا اس کے بعد بدایوں ہوا۔ ملا عبدالقادر نے اپنے منظوم رسالہ میں بداؤن تحریر کیا ہے۔ (کنز التاریخ)

[2] حضرت سلطان العارفین سید حسن شیخ شاہی روشن تاب بدایونی قدس سرہ۔ خلیفہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ثم دہلوی م ۱۲۴۵ء مرید و خلیفہ حضرت شہاب الدین سہروردی ۱۲۲۴ء و حضرت قطب الاقطاب سید قطب الدین بختیار قدس سرہ م ۱۲۲۴ء۔

[3] آپ کا ذکر مبارک فارسی شعرا کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

روضہ ہے قریب عید شمسی | اے واہ نصیب عید شمسی
حاجی صاحب جمال ملتانی[1] | مشغول صلوٰۃ و صوم و قرآن
نام اس کا میاں حسام دیں تھا | وہ خادم شرع کا نگیں تھا
[2] خاصانِ خدا ہیں سات احمدؒ | آئینۂ نور ان کے مرقد
سردار ہیں ساتوں دوجہاں کے | مہ پارے ہیں سات آسماں کے
آسودہ ہیں سات سید احمدؒ | ساگر تالاب پر ہے مرقد
حضرت ہیں پدر نظام دینؒ کے | باعث ہوئے انتظام دیں کے
والدینؒ جناب کے علیؒ نام | فردوس مکیں جنت آرام
ذی مرتبہ سید عربؒ تھے | یوسف صورت مسیح لب تھے
نانا تھے نظام اولیاؒ کے | محبوب جناب کبریا کے
یاں [3] عبد سعیدؒ مولوی تھے | مقبول جناب ایزدی تھے

---

[1] حضرت شیخ حسام الدین عرف حاجی جمال ملتانی ثم بدایونی قدس سرہ م ۱۳۶۸ء مرید و خلیفہ حضرت شیخ صدر الدین عارف سہروردی ملتانی قدس سرہ م ۱۲۸۵ء آپ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے استاد تھے اپنے مرشد کے حکم پر بدایوں تشریف لائے۔ یہیں وصال ہوا مزار شریف مشہور اور زیارت گاہ خلق ہے۔

[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے سہ ہفت احمد در بدایوں

[3] ان میں سے مراد شیخ احمد یزدانی بدایونی مرید و خلیفہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری ثم

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

عالم فاضل فقیہ کامل | تھا مفضل حق و رسول شامل
حق ان سے تھا حق سے تھے نورانی | تربت ہے قریب حوض قاضی
گلدستۂ گلشن محمد | شاہ فقرا نیاز احمد
فرزند ہے ان کا صاحب راہ | باطن ہے منور اس کا جوں ماہ
نام اس کا نصیر دین احمد | کہئے اسے جانشین احمد
شب گذر رہا ہے شغل حق میں ساری | تا صبح ہے لب پہ ذکر جاری
حضرت کو یہ شہر ہے خوش آیا | علم پہ ہے اس ولی کا سایہ

ذاتی اور خاندانی حالات **شفاعت بدایونی :**

دادا میر ہے سعادت احمد | تعلیم سخنوری کی تھی ...

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے۔

. ملوی قدس سرہ نمبر ۱ شیخ احمد خیاط بدایونی نمبر ۳ شیخ محمد حسدان بدایونی نمبر ۴ شیخ احمد بھرتول نمبر ۵ شیخ احمد ... بدایونی نمبر ۶ شیخ احمد مجرد بدایونی نمبر ۷ شیخ احمد نوری بدایونی قدس سرہ۔ یہ سب حضرات بدایوں کے مشہور اولیا ء اللہ تھے حالات کے لیے ملاحظہ تذکرۃ الواصلین۔

۳؎ حضرت عین الحق مولانا شاہ عبدالمجید صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۸ء مرید و خلیفہ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہ م ۱۲۳۵ھ۔ آپ مولانا فضل رسول صاحب عثمانی قادری المتوفی بدایونی قدس سرہ ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۷۲ء کے والد ماجد تھے

دانا رتبہ رئیس اعلیٰ — قابل زیرک فہیم و دانا
بیدہ والیٔ رام پور کے نائب — حاصل تھے مدارج و مناصب
والد تھے مرے سعادت اللہ — دوستی صحو ومنیں سعادت آگاہ
مرد نیر فضل و قابلیت — فدوہ سے بھی فردِ سخاوت
عمو کا میرے نیاز تھا نام — مقتولِ محمدؐ اہل اسلام
ذکر نیاز بوا — دیکھے اگر ان کا خط شکستہ — یاقوت رقم ہو دست بستہ
فرزند ہوا بڑا سا شاعر — ری علم ہر ایک فن کا ماہر
ذکر قربان — ریزہ وہ صدف کا اور یہ گوہر — صحرا کا وہ خار یہ گل تر
خلف ہوا — وہ ذرہ یہ آفتابِ عالم — وہ قطرہ یہ آب وتابِ عالم
دران علی لوا کے حالی — ختم ان پہ ظہور نکتہ دانی
معنی ہمیں زنگ الوہ تھے — آگاہ دقائقِ خفی تھے
سنبھلا کے انہوں نے شعر کا فن — مرا بھرا موتیوں سے دامن
ہر ایک روشِ سخن سرا ہوں — بن بلبلِ گلشن نوا ہوں
شہ ر شکن و نبات لذت — ہوں طوطیٔ ہند کی بدولت
ذکر عدل بدایونی — تھا ا مرے قاضی فیض رحمان — مذرنہ تھے بلھر کے وہ سخندان
شاگرد مصحفی — عدل ان کا تخلص ان پہ زیبا — عالم میں سخنوری کا سہرا
شاگردِ رشید مصحفی تھے — حمانی لہوں کہ عسجدی تھے
ذکر نفیس بدایونی — تھا اشرف علی نفیس دلخواہ — در نجف و شرافت جاہ
کس کو کی اس نے صرف اوقات — منطق کے سوا نہ لب پہ کچھ بات

ذکر مولانا کشفی

اشعار کا بے نظیر مضمون — تمثیل نظیر سے پھر کیوں دوں
کشفی تھے میاں سلامت اللہ — تھے علم ریاضی کے شہنشاہ

ذکر اکرام اللہ محشر

عالم تھے وہ صاحب زباں تھے — معقول پہ ید فقہ داں تھے
اکرام اللہ تھے سخنور — مشہور تخلص ان کا محشر

ذکر مولانا فضل رسول مست بدایونی

جو فضل رسول مولوی ہیں — عابد زاہد ہیں متقی ہیں
ہر علم میں ہے کمال ان کو — دولت ملی لازوال ان کو
فرزانہ حکیم اور سخن گو — وہ وقت کے اپنے ہیں ارسطو
منبادِ علوم اس دیں میں — الزم ہیں فصیح ہیں فہیم ہیں

قاضی عبد السلام

قاضی عبد السلام ذی قدر — الملک شعوری کے ہیں بدر
مصحف کی جو کی ہے نظم تفسیر — قائل ہیں منیر و مصحفی میر

مولوی علی بخش شرر

پر نور کلام ہے شرر کا — آفاق میں نام ہے شرر کا
لکھتے ہیں جو نعت میں قصیدہ — چشم فلک ایں چنیں ندیدہ

حسرت مذاق بدایونی

دلدارِ علی مذاق پر ذوق — مومن کو ہے جسکے شعر کا شوق
ہے طبع رواں جو بحر آسا — نظم ان کی ہے دُر پُر یکتا
کیا خوب رسولؐ کی ثنا کی — دولت یہ خدا نے ہے عطا کی

در ذکر سلام شفاعت بدایونی

نعت

درِ سلطان رسالت کی ملے دربانی — تختِ جمشید کی سرکر نہیں پروا مجھکو
شب اول لحدِ تنگ کی تاریکی میں — اپنے پیارے کا دکھادے رخِ زیبا مجھکو
اپنے گنہگار پہ لطف کر احسان کر — مجھکو نصیب ہے خدا دولت ایماں کو

خلق کا مشکل کشا ہے جو شہِ لافتیٰ — نام سے اسکے مری مشکلیں آسان کر
عزتِ دنیا ملے حشمتِ عقبیٰ ملے — ہاں مجھے اعزاز دے واں مجھے ذیشان کر

تضمین بر غزل شہیدی بریلوی :

درِ قصرِ رسول اللہ کا جبریل درباں تھا — نواسوں پر نبی کے سیدہ نبھاہی قرباں تھا
بلا گرداں تھا خادم تھا محافظ تھا نگہباں تھا — سب دور اسکے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یار تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا

درِ جنت سے قسمت سنگِ اسود کو جویاں لائی — تو خوش ہو کہ کریہ اپنے جی میں اس نے بات ٹھہرائی
ملے گی آستانِ مصطفےٰ پر مجھ کو زیبائی — رہا کعبے میں بر سے روضے کے در پر جا پائی
اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگِ اسود کا

تری ذاتِ گرامی میں جو ہر لفظ میں ہے پنہاں — سراپا جسم اطہر سے ہے نورِ ایزدی تاباں
تو ہے بے مثل مثلِ ذاتِ پاکِ حضرتِ سبحاں — ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا ہے یہی ایماں
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

جو مرے جاں مرا اڑ کے کی خاطر بال و پر کھولے — ہوائے شوق میں طیراں در پر نور پر پہنچے
نشیمن سے مرے روح القدس کی جو ترے — تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

منقبت حضرت مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ

زیبا ہے مرتضیٰؓ کو شہِ اولیا کہوں — سردارِ خلق نائبِ خیر الوریٰؐ کہوں

بیجا ہے گر مثالِ نصیری خدا کہوں — نام خدا اسے نہ خدا سے جدا کہوں
جی چاہتا ہے لکھئے سراپا امیر کا — فرقِ علیؑ کو تاجِ سرِ انّما کہوں
ابرو ہے یا بہ حقِ محبان ہلالِ عید — یا میں کلیدِ قفلِ درِ مدعا کہوں
ہونٹوں سے نکلے یوسفِ مصری کے حب نبات — میں کیا ہوں کس زباں سے زباں کی ثنا کہوں
قد کی مثال سرو سے ہے محض بے ثمر — ہاں شمعِ بزمِ بارگہِ کبریا کہوں
ٹھوکر سے پاؤں کے کئی چشمے ہوئے رواں — آبِ حیات کو بھی یہاں خاکِ پا کہوں
تیغے میں ذوالفقار ہے جسکی نہیں پناہ — لاسیف اسکو تجھ کو شہِ لافتیٰ کہوں
پھرتا ہے صبح و شام لئے مہر و مہ کے جام — گردوں کو کیوں نہ آپ کے در کا گدا کہوں

منقبت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

علی اکبرؓ کی سی ہوگی نہ کسی کی صورت — سر سے پا تک تھے رسولِ عربیؐ کی صورت
خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات — سید ہاشمی و مطلبیؐ کی صورت
گیسوؤں میں تو عدو کہتے لگے صلِ علیٰ — حوف آتا ہے یہ کون آیا نبیؐ کی صورت
پاؤں کو پاؤں تو آنکھوں پہ رکھوں سر پہ رکھوں — یہی دولت ہے یہی بہرہ وری کی صورت

منقبت حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی قدس سرہ

سید والامناقب شاہِ جیلانیؓ ہو تم — راز دارِ واقفِ اسرارِ ربانی ہو تم
غوثِ اعظمؓ حضرت محبوب سبحانی ہو تم — فخرِ عیسےٰؑ رشکِ موسیٰؑ یوسفِ ثانی ہو تم

انتخاب غزلیات

بجلیا تیغ نگہ سے دل بسمل تو ہیں — تیر غمزے کا تری بانکی ادا نے مارا
پروانہ جلے آپ سر شمع تلم ہو — اندھیر عجب آپ کی سرکار میں دیکھا
میں تیرے لیے یار جو رسوا نہیں ہوتا — عالم میں ترے حسن کا شہرا نہیں ہوتا

(ترانۂ بوستان جلد ...)

۱۹۰۵ء جناب شفاعت بدایونی کے شاگرد آپ کے خلف الرشید مولوی الہام اللہ الہام بدایونی تھے انہوں نے والد ماجد کی درج ذیل تاریخ وفات کہی تھی۔

گلشن عمر شفاعت میں خزاں جب آئی — عندلیبان چمن غم سے ہوئے جامہ سیاہ
برگ عیش چمن دہر ہوا صرف خزاں — روئے گل زرد ہوا سرو بنا صورت آہ
رحلت والد ماجد کی تھی فکر تاریخ — دی صدا ملہم غیبی نے کہ الہام اللہ
فکر کیوں کرتا ہے لکھ مصرعہ تاریخ وفات — پہنچے جنت میں یہ حوران جناں کے ہمراہ
دوسرا مصرعہ تاریخ پڑھا رضواں نے — آؤ اطوطی باغ بنوی بسم اللہ

۱۲۸۸ھ

انتخاب غزلیات الہام بدایونی

جھلکتا ہے کوئیں چاہ زنخداں کے تصور میں — مرے پہلو میں دشمن ہے اسے دل کون کہتا ہے
یہ ہے شان خدا ہندو کو شوق حفظ قرآن ہے — تمہارے مصحف رخسار پر تل کون کہتا ہے

تلامذہ الہام خلف و شاگرد شفاعت بدایونی

ہام ۱۹۱۰ء

۱۔ اعلیٰ: منشی اعلیٰ حسین بدایونی خلف و شاگرد الہام بدایونی

نمونہ کلام: آپ ہی جلوہ دکھا کر مجھے بیہوش کیا — آپ ہی ناز سے کہتے ہیں کہو کیا دیکھا

(گلدستہ بہار بے خزاں بریلی)

(۲) شیدا: منشی شیدا حسین خلف و شاگرد الہام بدایونی م ۱۹۰۳ء

ن کلا

مرزا رفیع سودا دہلوی شاگرد شاہ حاتم دہلوی

مرزا محمد رفیع ۱۱۲۵ھ ۔ ۱۱۹۵ھ خلف مرزا محمد شفیع کابلی وارد دہلی ابتداء میں سراج الدین علی خاں آرزو سے استفادہ کیا آخر میں شاہ حاتم دہلوی کے شاگرد ہوئے کچھ عرصے فرخ آباد میں مقیم رہے آخر لکھنؤ پہنچے وہاں انتقال کیا۔ مرزا صاحب قصیدے اور ہجو کے بادشاہ تھے۔ فرخ آباد میں فدوی لاہوری اور لکھنؤ میں میر ضاحک سے چوٹیں ہو۔ انکی تاریخ وفات مصحفی نے "سودا کجا و آں سخن دل فریب او" کہی تھی۔

نمونہ کلام۔ عشق کی خلقت سے پہلے میں ترا دیوانہ تھا ۔ سنگ میں آتش تھی جب تو شمع میں پروانہ تھا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا ۔ ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

تلامذہ مرزا سودا دہلوی شاگرد شاہ حاتم دہلوی۔

(۱) معین ۔ شیخ معین الدین بدایونی۔

(۲) قائم ۔ شیخ قیام الدین چاندپوری۔ دیکھئے عدد ۱۵۱۶

معین بدایونی شاگرد سودا دہلوی

شیخ معین الدین حمیدی صدیقی بدایونی م تقریباً ۱۲۱۵ھ ۱۸۰۰ء ابن شیخ عبد الجلیل ابن شیخ عبد الجبار ابن شیخ عبد السمیع ابن قاضی عبد الوہاب عبد احمد نوا بدایونی (تاریخ بنو حمید) ان کے حالات میں مولف تذکرہ مسرت افزا لکھتے ہیں "جوان ہیں۔ بہت خوش خلق۔ سپاہی وضع۔ شیریں زباں اور لطیف طبع۔ انکی جائے پیدائش بدایوں ہے لیکن نشو و نما دہلی میں ہوئی۔ وہاں کے اکثر شاعروں سے ملاقات کی۔ جس زمانے میں الٰہ آباد میں بادشاہ کا قیام تھا کسی امیر کی رفاقت میں زندگی بسر کرتے تھے

اور وہ انکی ضروریات پوری کرتا تھا۔ جن دنوں میں حافظ رحمت خاں کے لڑکے عنایت
خاں نواب شجاع الدولہ کی ملاقات کے لیے آئے۔ انہوں نے ایک مخمس گھوڑے کی تعریف
میں لکھا اس اظہار میں کہ انکے پاس گھوڑا نہیں ہے ان کے بخت رسا نے خان مذکور
تک پہنچایا۔ قدرداں نے پڑھنے کا حکم دیا جب پڑھ چکے تو ایک گھوڑا مع ساز ان کو بخشا
اس مخمس کے چند بند یہ ہیں ۔

قدردانی کا بسکہ توڑا ہے جو پیادہ ہے زادہ کا روڑا ہے
اسپ جسکا فلک نے موڑا ہے اسکا رتبہ کہو تو تھوڑا ہے
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

کیسا ہی دلربا ارادہ ہو ذو فنوں ہوئے یا کہ پیادہ ہو
شاہزادہ ہو عمدہ زادہ ہو نہیں عزت اگر پیادہ ہو
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

جائے ہے اسپ گو سوئے نخاس بولے چابک سوا ہے وسواس
چھوٹے ٹٹو کے کیا کھڑے ہو پاس لے لو گھوڑا کلاں ہو جسکی راس
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

طول کتنی ہی ہو طلب کی راہ سب سے پیچھے ملے انہیں تنخواہ
روز و شب وہ کہیں بہ نالہ و آہ زیست بے اسپ ہیچ ہے واللہ
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

فیل بکری کی طرح جو بخشے ہے یقیں اسکی فیض بخشی سے
اس مخمس کو سنکے گھوڑا دے تو معیں یہ سوار ہو کے کہے
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

جب حضرت جہاں نے دہلی کی طرف کوچ فرمایا وہ نواب منیر الدولہ ناظم الٰہ آباد کی رفاقت میں پہنچ گئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ نواب کا انتقال ہوگیا۔ صوبہ لہ آباد نواب شجاع الدولہ کے تحت آگیا اب وہ پریشان روزگار ہوکر لکھنؤ پہنچے یکن اپنی لیاقت و قابلیت اور وہاں والوں کی قدر دانی کے باوجود انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ اب کثرتِ مشق کی وجہ سے خود استادی کے مدعی ہیں " (تذکرہ مسرت افزا)

معین بدایونی تذکرہ مجموعہ نغز کی ترتیب سے پہلے انتقال کرچکے تھے چنانچہ س تذکرہ کے مولف میر قدرت اللہ قاسم دہلوی لکھتے ہیں۔

شاعرے بود از دیرینہ شغفانِ خوش نواشاگردِ مرزا سودا۔ از مدتے بہ عظیم آباد ل اقامت افگندہ بہ ترفہ ایام زندگی بسر بردہ بہ روضۂ رضوان خرامید

شیخ مصحفی اپنے تذکرہ ہندی گویاں میں معین بدایونی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" بہ شاگردی مرزا رفیع شہرت دارد۔ شاعر کہنہ مشق است۔ فقیر ادرا یدہ" مولف عمدہ منتخبہ لکھتے ہیں۔

" معین الدین شاعر قدیم۔ شاگرد سودا۔ بسیار شیریں کلام "

سعادت خاں ناصر اپنے تذکرہ خوش معرکہ زیبا میں معین بدایونی کے رے میں لکھتے ہیں۔

" شاعر تتبع کلام اس کا نکیں محمد معین شاگرد سودا "

معین بدایونی فارسی اشعار بھی کہتے تھے اور فارسی میں مرزا فاخر مکیں کے شاگرد ۔ فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

معیں دلم شدہ قربانِ آں کمانِ ابرو۔ کہ کرد بسمل و تیرش بہ ترکش است ہنوز
(صبح گلشن)

معین بدایونی کی مندرجہ ذیل غزل بہت مشہور ہے۔

اے بادِ صبا باغ میں مت جا یو تڑکے
سوتا ہے وہ گل بات مبادا کہیں کھڑکے

جوں شبنم کی تختی اگر اس راحتِ جاں کو
چھاتی سے لگا رکھیے تو دل کا ہے کو دھڑکے

آتے ہی نہیں گر کے سوئے چشم پھر آنسو
اس گھر سے مگر روٹھ کے نکلے ہیں یہ لڑکے

قمری ہے فدا باغ میں شمشاد کی دھج پر
ہم صدقے ہیں اے سرو رواں تیری اکڑ کے

قصہ ہی کرو مختصر اب جانے دو یارو
کیا لینا ہے تم کو مرے قاتل سے جھگڑ کے

سر رشتہ رہِ عشق کا ہرگز نہ کروں گم
سو ٹکڑے اگر سبحہ نمط ہوں مرے دھڑ کے

اے ابرِ بہاری شبِ ہجراں میں خبردار
دامن ترا اس آہ کے شعلے سے نہ بھڑکے

ہوں میں وہ دوانہ کہ بہار آنے سے پہلے
زنجیر میں رکھتے ہیں معین مجھکو جکڑ کے

مولانا حسرت موہانی مرحوم نے اپنے انتخاب کلام میں اس غزل کی بہت تعریف کی ہے اردو شاعری کے ابتدائی دور میں ایسا مرصع کلام بہت کم نظر آتا ہے ایسی مشکل زمین اور قوافی میں ایسی حسین غزل سے معین کی خوش کلامی کا پتہ چلتا ہے اب ان کے دیگر اشعار ملاحظہ ہوں۔

یہ جاں تابِ تپِ عشق سے جلی افسوس
کسی نے آن کے اک دم خبر نہ لی افسوس

اٹھائے دیتے ہیں اہلِ محلہ اسکو آج
معین سے چھٹتی ہے یار تری گلی افسوس

نقشِ پا کی طرح اے راحتِ جاں عاشق
تیرے قدموں سے جدا ہو کے ملے خاک میں ہم

جوں نگیں منہ کیا کالا ہیں سیہ کاری میں
رو سیاہی میں بھی اک نام و نشاں رکھتے ہیں

مر گیا آج خدا بخشے معینِ خستہ
ایک موزوں سا جواں تھا کبھی دیکھا ہوگا

اپنے روزِ سیہ سے دیکھ لیا
ہم سنا کرتے تھے بلا ہے عشق

تمہاری بات ہے بے اعتبار کیا سنئے ۔۔۔ اور اپنی کہئے تو وہ بے اثر کیا کہئے

دست وحشت نہ رہیو آوارہ ۔۔۔ کہ ترا گھر مرا گریباں ہے

دل ہے صد چاک سینے کے اندر ۔۔۔ اور باہر مرا گریباں ہے

دیکھ کر بخیہ کیجئے ناصح ۔۔۔ بندہ پرور مرا گریباں ہے

اس جفا کار سے امید وفا رکھتا ہے ۔۔۔ میں دوانہ ہوں معتقد اس تری دانائی کا

کر دوں تجھ کوچے میں نالوں سے قیامت برپا ۔۔۔ لیک اندیشہ ہے مجھ کو تری رسوائی کا

بھیجتا ہے عوض اپنے خیال اپنا مدام ۔۔۔ کس قدر یار کو غم ہے مری تنہائی کا

رہنے دو زمیں پر مجھے آرام یہی ہے ۔۔۔ میں نقش کف پا ہوں مرا کام یہی ہے

دو چار روز دہر میں سب عیش کر گئے ۔۔۔ اک بد نصیب ہم تھے کہ ناشاد مر گئے

رباعی: جب سے تجھ ساتھ دل لگایا ہم نے ۔۔۔ کیا کیا غم و اندوہ اٹھایا ہم نے
تقصیر نہیں ہے اس میں تری للہ ۔۔۔ جیسا کہ کیا تھا ویسا پایا ہم نے

رباعی: دل کے ہاتھوں ہمارا جینا معلوم ۔۔۔ خوں پیتے ہیں اب تو مے کا پینا معلوم
گر جیب پھٹا ہو تو رفو ہو ناصح ۔۔۔ یہ چاک جگر ہے اس کا سینا معلوم

معین بدایونی کی قصیدہ گوئی کا ذکر میر حسن و مصحفی نے کیا ہے لیکن ان کے قصیدے اب نایاب ہیں۔

(تاریخ بو حمید ؛ تذکرہ مسرت افزا ۔ مجموعہ نغز ۔ تذکرہ ہندی گویان مصحفی ؛ تذکرہ جونس معرکہ زیبا ۔ صبح گلشن ، انتخاب حسرت)

تلامذہ قائم چاندپوری شاگرد مرزا سودا دہلوی

(۱) شوق : مولوی قدرت اللہ بریلوی ، دیکھئے ص ۱۵۷

(۲) مصحفی : شیخ غلام ہمدانی امروہوی ، دیکھئے ص ۱

(۳) مائل : شاہ محمدی دہلوی ، دیکھئے ص ۲۵۴

تلامذہ مولوی قدرت اللہ شوق بریلوی

(۱) حیات بدایونی : حافظ حیات اللہ صدیقی حمیدی بدایونی ابن مولوی امین اللہ بن دیوان شیخ فیض اللہ بن محمد امین بن قاضی محمد یوسف بن قاضی عبد الجلیل بن قاضی محمود بن قاضی فتح الدین بن قاضی صدر الدین قاضی بدایوں عہد سلطان بلبن۔ حیات بدایونی کے بارے میں مولانا شوق نے اپنے تذکرہ طبقات الشعرا میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔ "جوان قابل۔ خوش گپ۔ یار باش۔ صاحب استعداد عربی و فارسی کا ہے یک دو شعر ہندی بطور میر سوز موزون می کند و با این راقم الحروف از قدیم الایام ربط تام و کمال است"۔

نمونہ کلام :-

کچھ تو ادھر بھی پھینکنا پیارے
کوئی عشوہ ہی ابرواں کی خیر
یا کوئی بوسہ فی سبیل اللہ
بھیجنا دست اپنی جاں کی خیر

(طبقات الشعرا)

(۲) عزیز شیخ اعزالدین عثمانی بدایونی : جوانِ سعادت مند۔ طالب علم مستعد طبع مناسب و موزوں۔ در بہم رسانیدن تاریخ دسترسِ تمام دار و چنانچہ تاریخِ این تذکرۂ فقیر "حقیقت شعرا" گفتہ ۱۱۸۹

نمونہ کلام :

(قطعہ) صبح ہوتے ہی لیکے آئینہ
منہ لگا دیکھنے وہ کافر کیش
میں نے اُس دم کیا یہ اس سے سوال
میں بھی دیدار پاؤں کچھ کم و بیش
سن کے بولا نہیں یہ مثل
اولاً خویش بعدہٗ درویش

(طبقات الشعرا)

۳۔ جلیسؔ : محمد جلیس بن غلام محمد بن فاضل محمد بن قاضی صمد جہان قاضی بدایوں برادر قاضی عبدالوہاب جد نوابِ بدایونی در عین عنفوانِ جوانی قدم در میدانِ تجرد نہادہ و طریقِ تجرد اختیار نمودہ۔ از انکہ ذہن مناسب وحدت طبع دارد گاہ گاہ غزلیات ریختہ بہم می رساند و اکثر رباعیات مائل بہ تصوف موزوں می نماید۔

رباعی: عیدوں سے لڑا کے یہ رنگیلی آنکھیں — کیوں کرتے ہو ہم پہ نیلی پیلی آنکھیں
جیدھر یہ پھریں کریں ہیں قتلِ مردم — آفت ہیں غضب تری نشیلی آنکھیں (طبقات الشعرا)

۴۔ صدرؔ : مولوی محمد صدر بدایونی۔ قدرت اللہ شوق لکھتے ہیں کہ وہ جوانِ سعادت مند تھے اور موزوں طبیعت رکھتے تھے۔

نمونۂ کلام: آہ اس درد کی کوئی بھی دوا جانے ہے — جس سے پوچھوں ہوں وہ کہتا ہے خدا جانے ہے
(طبقات شعرا)

۵۔ رفعتؔ : مولوی غلام جیلانی رام پوری۔ دیکھئے صفحہ

تلامذہ مولوی غلام جیلانی رفعتؔ رام پوری

۱۔ حفیظؔ : مولوی حفیظ اللہ بدایونی م ۱۸۶۲ء / ۱۲۷۷ھ خلف شیخ کرامت اللہ

باسی بدایونی شاگرد مولوی غلام جیلانی رفعتؔ رام پوری شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق پلولی یو ضلع ستور التحصیل بلاسپور ضلع رام پور میں قیام تھا۔ ان کے مرید حافظ خیر محمد نے ان کی تصانیف کا ذکر مولفِ تذکرہ انتخاب یادگار سے کیا تھا۔ ان کی مثنوی میلاد شریف و غزلیات کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

نعت: حمدِ خدا خامے کی معراج ہے — نامِ خدا نامے کا سرتاج ہے
رقمہ: خامہ ہے لکھنے کے سبب شاخِ طور — نور سے ہر صفحہ ہے رخسارِ حور

غزلیات: کیا نظر تک گئی رقیبوں کی　　مجھ پہ وہ آپ کی نظر ہی نہیں
نوک مژہ پہ اشک لیے مردمانِ چشم　　موتی پرو رہے ہیں ترے ہار کیلئے

آپ کی تصنیف انشائے فیضِ رساں مولفہ ۱۸۲۲ / ۱۲۳۹ھ مطبع نول کشور لکھنؤ میں ۱۸۷۹ / ۱۲۹۶ھ میں چھپی تھی اس میں طالب علموں کی رہنمائی کے لیے مکتوبات اور قبالات کے نمونے تحریر کئے ہیں کتاب کے چار حصے ہیں ہر حصے کو فیض کے نام سے موسوم کیا ہے پہلے فیض میں بزرگوں کے نام دوسرے فیض میں ہمسروں کے نام تیسرے فیض میں چھوٹوں کے نام مکتوبات کے نمونے ہیں چوتھے فیض میں قبالات وغیرہ ہیں۔ اس کتاب میں فارسی کلام بھی درج کیا ہے چند اشعار ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

حمد　　زکاف و نون کند کونین پیدا　　کند ہر چیز نا پیدا ہویدا

نعت و منقبت　　آں روز کہ فضلِ حق تعالیٰ　　می کرد زنیست ہست مارا
روحم ز محبتِ نبی ساخت　　از رحمتِ خود بہ تن درانداخت
آوردہ عناصرِ مطہر　　از مہرِ چہار یارِ اکبر
آراستہ بہر نورِ عینین　　عشقِ حسنین رب کونین
شکرش بہ چہ طرز بر طرازم　　ل در رہِ شکر او نیازم
آں بس کہ شوم نثارِ احمد　　بر آل و چہار یارِ احمد

مدح نواب احمد علی خاں والی رام پور۔

دُرِ یکتا ز بحرِ جود و احساں　　امیرِ ملک و دیں احمد علی خاں
تفاخر کردہ نوابی بہ نامش　　کہ عالم پروراست انعامِ عامش

تاریخ مسجد بلاسپور تعمیر کردہ نواب احمد علی خاں ۱۲۳۵ھ

انیس مومناں والا گہر نواب ویں داراں — ذر بحر کرم احمد علی خاں چشمۂ احساں
بت و بتخانہ لشکستہ براں مسجد بنا کردہ — فرد تاریخ او گفتہ عبادت خانۂ ایماں

تاریخ کتاب انشائے فیض رساں — ۱۲۳۵ء (۱۸۲۱ء)

بہ گلزار سخن کلک است گلچیں — ازاں شد نامہ رنگیں بہاریں
پئے تحریر با حفظ المراتب — قوانین عبارت را درد بیں
چو خواہاں شد دلم تاریخ او را — خرد گفتہ بگو حفظ القوانین

(انتخاب یادگار تجلیات سخن۔ انشائے فیض رساں) ۱۲۳۶ء (۱۸۲۲ء)

شیخ غلام ہمدانی مصحفی امروہوی م ۱۸۲۵ء شاگرد قائم چاند پوری م ۱۷۹۵ء

شیخ مصحفی نے اپنے تلمذ کا ذکر وضاحت سے نہیں کیا ہے انہوں نے اپنے تذکرہ ہندی گویاں میں لکھا ہے کہ اپنی نوجوانی میں جبکہ ان کی عمر پچیس سال تھی وہ امروہے سے آنولہ ضلع بریلی میں نواب محمد یار خاں امیر کے دربار سے منسلک ہوتے وہاں ان کی ملاقات قائم چاند پوری سے ہوئی۔ قائم نواب کے استاد تھے ان کے پاس نواب کا کلام بغرض اصلاح آتا تھا۔ جسے وہ مصحفی کو بغرض اصلاح دے دیا کرتے تھے۔ اساتذہ شعرا کا یہ رواج رہا ہے کہ وہ اپنے نومشق تلامذہ کے کلام کی اصلاح پختہ مشق تلامذہ سے کرا دیتے تھے مصحفی کی استعداد اور پختہ کلامی کی وجہ سے قائم نواب کا کلام ان کو بغرض اصلاح دے دیا کرتے تھے۔ یوں بھی مصحفی قائم سے عمر میں سنتیس سال چھوٹے تھے۔ قائم نے تذکرہ مخزن نکات جس سال مرتب کیا تھا اسی سال مصحفی پیدا

رہتے تھے (۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء) مصحفی کو امروہہ میں کسی بڑے شاعر سے اصلاح یا مشورہ لینے کا موقع نہ ملا تھا اس وقت تک انہوں نے اپنے طور پر مشق سخن کی تھی سب سے پہلے دہلی میں قائم چاندپوری سے ان کی ملاقات ہوئی اور قریبی تعلق پیدا ہوا اس لیے بہ آسانی کہا جاسکتا ہے کہ مصحفی نے قائم چاندپوری سے اگر اپنے کلام پر اصلاح نہ بھی لی تو بھی مشورہ ضرور کیا ہوگا۔ ان اسباب و شواہد کے بنا پر ہم نے مصحفی کو قائم چاندپوری کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

تلامذہ مصحفی امروہوی شاگرد قائم چاندپوری

۱۔ محب بدایونی
۲۔ عدل بدایونی
۳۔ ذکی مرادآبادی — دیکھئے صفحہ ___
۴۔ شہیدی بریلوی — دیکھئے صفحہ ۱۲۸۱
۵۔ آتش لکھنوی — دیکھئے صفحہ ۲۰۳
۶۔ خلیق لکھنوی — دیکھئے صفحہ ۲۹[illegible]
۷۔ ناسخ لکھنوی — دیکھئے صفحہ ۲۹۹
۸۔ بیمار بریلوی — دیکھئے صفحہ ۱۲۵۰
۹۔ عاشور لکھنوی — دیکھئے صفحہ ۲۹۲
۱۰۔ اسیر لکھنوی — دیکھئے صفحہ ۳۹۲
۱۱۔ حسین شاہجہانپوری — دیکھئے صفحہ ۲۳۸

(۱) **محب بدایونی**: قاضی فیض الرحمن صدیقی حمیدی بدایونی بن قاضی عبدالرحمن قاضی تلہر ضلع شاہجہانپور بن حکیم قدرت اللہ بن محمد حاکم بن محمد زاہد بن افضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں برادر قاضی عبدالوہاب جد امجد نوابدایوں
نمونہ کلام =

(۲) **عدل بدایونی**: قاضی تفضل الرحمن خلف قاضی فیض الرحمن محب بدایونی شیخ مصحفی نے اپنے تذکرہ ریاض الفصحا میں لکھا ہے کہ وہ جب میاں غلام اشرف کے مکان پر مشاعرے کرتے تھے تو ان میں عدل بدایونی بھی شریک ہوتے تھے۔ ترتیب تذکرہ کے وقت۔ یعنی ۱۲۳۶ھ ۱۸۲۲ء میں ان کے جائے قیام کا پتہ مصحفی کے علم میں نہ تھا۔
نمونہ کلام دل میں آتا ہے کہ اب محتسب و قاضی کو جمعہ کے روز لڑا دیجئے یا لی کیجے

(۳) ذکی مرادآبادی شاگرد شیخ مصحفی امروہوی آپکا ذکر شعرائے مرادآباد میں ہوگا۔

تلامذہ ذکی مرادآبادی

(۱) فریاد مرادآبادی دیکھئے صفحہ ۳۰۷۱

(۲) تنہا مرادآبادی دیکھئے صفحہ ۲۹۴۱ دیکھئے صفحہ ۳۰۶

(۳) فارغ: منشی فدا علی مرادآبادی: آپ کا ذکر شعرائے مرادآباد میں ہوگا۔

تلامذہ فریاد مرادآبادی شاگرد ذکی مرادآبادی

۱۔ اثر مرادآبادی: قاضی شہاب الدین ساکن کراچی دیکھئے صفحہ ۳۰۷۲

تلامذہ اثر مراد آبادی شاگرد فریاد مراد آباد(ی)

قمر مراد آبادی ۔ منشی احسان الحق شاگرد اثر مراد آبادی و تبسم مراد آبادی شاگرد حسن بریلوی ۔ دیکھئے صفحہ ۔۔

تلامذہ قمر مراد آبادی

خیال : منشی فضل رب صدیقی ذرسوری بدایونی ساکن کراچی خلف مناظر الحق مناظر ابن وجاہت حسین ابن شرف الدین ابن عماد الدین جد کششی بدایونی

نمونۂ کلام :

تلامذہ تنہا مراد آبادی شاگرد زکی مراد آبادی

اخگر مراد آبادی ۔ منشی امداد حسین دیکھئے صفحہ ۱۱۲

تلامذہ اخگر مراد آبادی شاگرد تنہا مراد آبادی

بہار بدایونی

نمونۂ کلام وہ ہے مری حسرت جو نکلتی نہیں دل سے ۔۔۔ وہ آپ کا وعدہ ہے جو ایفا نہیں ہوتا

(جلوہ یادگار ۱۹۲۴ء)

تلامذہ فارغ مراد آبادی شاگرد زکی مراد آبادی

فروغ بدایونی ۔ منشی سوہن لال ابن لالہ بہاری سکھ ساکن اوسیت ضلع بدایوں ملازم بھوپال ۔ مولف تذکرہ آثار الشعرا لکھتے ہیں کہ آپ دریائے ریختہ و فارسی کے غواص تھے اور مہذب دیرینہ سال سخن سنج شیریں مقال تھے ۔

کلامِ اردو: بات سیدھی نہ کبھی ان بت کج خلق نے کی — ہم نے الٹا ہی سدا اپنا مقدر دیکھا

کلامِ فارسی: ما ئیم و خیال بت ما پیش و پس ما — در دا کہ جز این نیست کسے ہم نفس ما

عمریست کہ بوئے نہ رسید از گل و گلزار — اے باد سحر ہاں گذرے تا قفس ما (آثار الشعراء)

(۴) شہیدی بریلوی دیکھئے صفحہ (۱۳۶)

تلامذہ شہیدی بریلوی

(۱) سعادت بریلوی

(۲) فقیر مظفر نگری ثم دہلوی دیکھئے صفحہ ۷۵

(۳) نادان بریلوی ایضاً صفحہ ۱

سعادت بریلوی: منشی سعادت مند خاں، باشندہ آنولہ ضلع بریلی شاگرد شہیدی بریلوی ۱۸۸۸ء میں محلی شہر ضلع جونپور میں مقیم تھے۔

نمونۂ کلام: بادۂ عشق کا سرور ہے غم — اور اس کا خمار ہے افسوس

درد فرقت میں قضا کا کوئی خواہاں کیوں کر ہو — ہجر کے ہوتے ہوئے موت کا احساں کیوں کر ہو

یہ دملا صورت توحید ہے دیکھو تو سہی — تم سوا کون ہے آئینے میں حیراں کیوں ہو

(نغمۂ بہار لکھنؤ ۱۸۸۷ء)

تلامذہ سعادت بریلوی

گوہر بدایونی: منشی کیندن لال بدایونی ۱۸۳۸-۱۹۲۱ء ولد منشی رام دیال رسا ولد تلوک چند جناب گوہر کے والد تذکرہ شعرائے بدایوں صفحہ ۲۲۳ کے مطابق مرزا غالب شاگرد تھے ان کا مختصر دیوان ۱۸۹۰ء میں جمع ہوا تھا۔ انکا نمونۂ کلام درج ذیل ہے۔

مستاسم مذاہر دم سکھو دسعو زباں اپنا — نہیں کچھ غیر سے لینا زباں اپنی دہاں اپنا

(تالیف تذکرہ ماہنامہ صفحہ ۲۰۴)

عمر پچاسں سال تھی اور عدالت کلکٹری شاہ جہاں پور میں پیشکار تھے۔ ان کی تصانیف میں معدن گوہر۔ مثنوی گوہر شب چراغ (لا جواب) اور ایک واسوخت ہیں۔

نمونہ کلام: ہر گھڑی برگشتگی ہر دقت ہر دم ہے کجی
انکی مژگاں کیا ہوئیں میرا مقدر ہو گیا
اللہ اللہ رے کسی کے عشق دنداں کا اثر
اب زمانے میں ہمارا نام گوہر ہو گیا

(یادگار ضیغم صفحہ ۲۱۰)

ان کے واسوخت کی تاریخ منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی نے یہ کہی تھی ؎

واسوخت کا گوہر کے بھی انداز نیا ہے
مسموم غم فرقت جاناں کو ہے تریاق
تاریخ میں کیا سحر نے موتی ہیں پروئے
گوہر کا ہے واسوخت دوائے دل عشاق

۱۸۶۵ء

تاریخ مثنوی گوہر شب چراغ از سحر بدایونی:

ہیں گوہر مرے اک محب قدیم
بہت صاحب علم و روشن ضمیر
انہوں نے لکھی خوب یہ مثنوی
کہ ہے جس کا شائق صغیر و کبیر
کہا دل نے لکھ سحر تاریخ طبع
چھپا جب کہ یہ نسخہ دلپذیر
تو ہاتف نے آکر مرے کان میں
کہا خوب ہے مثنوی بے نظیر

۱۸۶۸ء

تاریخ انشا معدن گوہر از سحر بدایونی:

بہ سلک نثر ایں دُرِ معانی
چو گوہر سفت آں مردِ نکو ذات
بتاریخش بگوشم ہاتفِ غیب
بگفتا ہست مرآت الصناعات

۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء)

تلامذہ گوہر بدایونی:

(۱) اشرفی: منشی اشرفی لال بدایونی: انہوں نے منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی کے دیوان سحر سامری کی تاریخ یہ کہی تھی ؎

بادشاہِ ملکِ معنی پروری — شہسوارِ عرصہِ دانشوری
حضرتِ سحر اہلِ دِل جادو بیاں — جن کا یہ دیوان ہے سحرِ سامری
اسکے سالِ طبع کی گر ہے تلاش — اشرفی لکھ خاتمِ صنعت گری

۱۸۸۱ء (سحر سامری)

(۲) راحت: لالہ رام دیال ولد منشی کیشب لال بدایونی:

نمونہ کلام: ملے خزانہ تمہارا دل کو لوٹو غم کے عوض — کہ ایک داغ جگر دو ل زر سود رم کے عوض
(تجلیات سخن)

فقیر مظفر نگری ثم دہلوی شاگردِ شہیدی بریلوی ۱۲۱۱ھ – ۱۹۰۷ء: مولوی محمد حسین ساکن موضع بنت ضلع مظفر نگر۔ مولوی مظفر حسین کاندہلوی سے درسیات کی تعلیم حاصل کی تھی اور انہیں کے مرید تھے۔ دیوان سفینہ عشق طبع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام: عشقِ مدینہ میں یہ خیال آگیا فقیر — کیا شوق ورنہ تھا مجھے شعر و سخن کیساتھ
(سفینہ عشق)

تلامذہ فقیر مظفر نگری ثم دہلوی شاگرد شہیدی بریلوی

راسخ دہلوی: مولوی عبدالرحمن مظفر نگری ثم دہلوی ۱۸۶۵ء – ۱۹۰۸ء: خلف و شاگرد مولوی محمد حسین فقیر دہلوی۔ جناب راسخ دہلوی افضل الاخبار ... نیج۔

چلتا پرزہ اور خیر خواہِ عالم کے مدیر تھے۔ حدیث و فقہ، معقول و منقول پر اچھا عبور تھا۔ دفعہ چھاکیتے تھے شرح مثنوی معنوی مولانا روم آپ کا بڑا کارنامہ ہے دیوان مرآۃ الخیال ۱۸۹۶ء میں طبع ہوا تھا دوسرا دیوان غیر مطبوعہ تھا۔ انتقال سے چار سال پہلے عاشقانہ شاعری ترک کردی تھی لیکن تلامذہ کی اصلاح کا سلسلہ جاری تھا۔

(خم خانۂ جاوید جلد سوم صفحہ ۳۳۶)

نمونۂ کلام: تعلق ہے مری تقدیر کا شامِ غریباں سے — جگر سے جا ملا رشتہ مرے چاکِ گریباں کا
جیتا ہے خضر بتوں پہ مرنا — مرنے میں ہے لطف زندگی کا

تلامذہ راسخ دہلوی

۱۔ سنیر بدایونی
۲۔ رونق دہلوی
۳۔ لطف بدایونی
۴۔ قمر بدایونی

۱۔ سنیر بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

سنیر: ابوالکلام منشی وزیر احمد صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۴ء خلف امیر احمد ابن مولوی آیت اللہ وکیل بن کلیم الدین بن علیم الدین بن محمد مکرم بن محمد اشرف بن فخر الدین بن محمد ماہ بن عبدالجلیل بن عبدالحمیل بن شیخ محمود بن قاضی فتح اللہ قاضی بدایوں بن قاضی صدر الدین قاضی بدایوں بن شیخ حمید الدین سبزواری وارد بدایوں جناب سنیر بدایونی

بزم ادب بدایوں کے سکریٹری تھے ۔

نمونۂ کلام : ملا نہ ایک بھی ایسا خدا کے بندوں میں
رہا نہ ہو جو بتوں کے نیاز مندوں میں
آچلا اب دل کو بیداد اسیری کا مزا
اب قفس بھی چار دن میں آشیاں ہو جائے گا
(انوار قمر ۱۹۱۳ء مشاعرہ بدایوں ۱۹۱۶ء)

تلامذہ منیر بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

(۱) قاسم : منشی ابوالقاسم بدایونی

نمونۂ کلام : دشمنوں کی بد زبانی ہے یہی قاسم مگر
نام تو ان کو مرا ورد زباں ہو جائے گا
(مشاعرہ بدایوں ۱۹۱۷ء)

(۲) اختر و محوی : حافظ ظہور احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۷ء ۱۹۲۸ء

برادر و شاگرد منیر بدایونی رکن خلافت کمیٹی و مسلم لیگ انتقال حادثہ نادر شاہ گوجرانوالا

نمونۂ کلام : گلشنِ دنیا میں دم بھر کو بھی نہ پایا چین آہ
وصل گل میں بھی مجھے باغِ خزاں کا ڈر رہا
ہوں وہ میکش تیرے مرتے بھی نہ چھوٹی مجھ سے
میکدے میں دم رہا آنکھوں میں جب تک دم رہا
مری جبیں رہے وہ آستانِ ناز رہے
تمام عمر یہی سجدۂ نیاز رہے
(ریاض سخن ۱۸۹۱ء مشاعرہ بدایوں ۱۹۲۰ء)

تلامذہ اختر و محوی بدایونی

(۱) برق : منشی صدیق حسن عثمانی بدایونی :

نمونۂ کلام : نہ آوازِ سلاسل ہے نہ شورِ گریہ و زاری
کسی نے جیسے فطرت ہی بدل دی بازندوں کی
(مشاعرہ بدایوں ۱۹۲۳ء)

(۲) رضا: منشی سبط رضا صدیقی حمیدی بدایونی

نمونہ کلام:

(۳) رضا: منشی رضاء اللہ خاں بدایونی

نمونہ کلام: بس گئی ایسی ہماری آنکھوں میں جلوہ گری — اب جدھر دیکھا جمالِ یار ہی دیکھا کئے
(گفتار شکیل ۱۹۳۸ء)

(۴) عزیز: منشی عزیز مصطفےٰ بدایونی

نمونہ کلام:

رونق دہلوی شاگرد راسخ دہلوی

رونق: منشی پیارے لعل دہلوی ۱۸۶۹ء ۱۹۳۲ء مصنف دیوان رونق سخن و مدیر رسالہ کمال دہلوی۔

نمونہ کلام: روز پیتے ہیں روز توبہ ہے — کوئی رونق سا پارسا نہ ملا
(خم خانہ جاوید جلد سوم ص ۵۵)

تلامذہ رونق دہلوی

معجز: مولوی سید عبد الرحمن قادر آبادی سہسوانی بدایونی

نمونہ کلام: نہ آئے ہیں نہ آئیں گے فقط حیلے حوالے ہیں — کہے دیتا ہے قاصد صاف انداز بیاں تیرا
(کمال دہلی مئی ۱۹۱۰ء)

لطف بدایونی شاگردِ راسخ دہلوی

م احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۵ء-۱۹۴۳ء خلف حافظ غلام
و علی بن مفتی محمد اسمٰعیل بن مفتی اکرام علی بن مفتی محمد یسین بن مفتی محمد حاکم
ن مفتی محمد عابد بن قاضی افضل محمد بن قاضی فاضل محمد بن شیخ حمید بن قاضی صدر
ی بن قاضی فضل اللہ بن قاضی واقبال بن قاضی عبداللطیف بن قاضی صدر
مین شیخ حمید الدین سبزواری وارد بدایوں۔
م احمد لطف بدایونی آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے مشاعروں میں
رجہ ذیل قطعہ پڑھ کر سامعین پر رقت طاری کر دیتے تھے۔

ره میں جو آیا تو رو دیا — دامن تمام دیدۂ تر نے ڈبو دیا
نی پے لیھری نا ہوں پڑھوں تو کیا — پڑھنے کا لطف تو مری آنکھوں نے کھو دیا

نین دیوان عشقیہ شاعری پر مشتمل تھے اور ایک دیوان نعت و منقبت
ں حضرت حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی طرز پر جنگ خیبر کا
ہیں تقریباً ڈھائی سو شعر تھے حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے
جہ نہ دے سکے۔
ں کی مشہور غزل کی بحر میں آپ نے ایک نعتیہ غزل لکھی تھی جس کا مندرجہ ذیل
ہوا۔

مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

اس شعر کو سن کر علامہ اقبال نے آبدیدہ ہو کر فرمایا تھا کہ میں نے ایک قالب تیار کیا تھا جس میں جان ڈال دی گئی ہے۔ علامہ کا ایک خط سید محفوظ علی بدایونی کے نام آیا تھا جس میں بدایوں کے مزارات پر حاضری اور اہل کمال کی ملاقات کا اشتیاق تحریر کیا تھا۔ ان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور کل ہند بزمِ مشاعرہ کا پروگرام تھا لیکن علامہ کی وفات سے یہ پروگرام پورا نہ ہو سکا۔

جناب لطف کا کلام جو مختلف گلدستوں سے حاصل ہوا درج ذیل ہے ؎

ہوئے ہیں اب تو رنگِ بیوفائی دیکھنے والے — کبھی ہم بھی تھے نازِ دلربائی دیکھنے والے
وہاں کسکو خبر تھی کون حیرانِ تماشا ہے — سراپا آئینہ تھے خود نمائی دیکھنے والے
جو نکلیں گے تو اے زاہد ہمیں رندوں میں نکلیں گے — بتوں میں جلوۂ شانِ خدائی دیکھنے والے
کون سی بات پہ جو پائے وفا ہو ہم سے — کوئی حسرت کبھی نکلی کوئی ارمان نکلا
جو دل میں رہ گئی وہ حقیقت کی بات تھی — جو لب پہ آگیا وہ حقیقت کا راز تھا
نہ جانے کس نے شگوفہ چمن میں چھوڑا ہے — کہ آج تک گل و بلبل میں بول چال نہیں
خیر ہے مشقِ جفا میں لب کمی کیوں ہو چلی — کیا ستم بھی اب نصیبِ دشمناں ہو جائے گا

(مشاعرہ بریلی ۱۹۱۲ء آئینہ مشاعرہ بھوپال ۱۹۱۰ء مشاعرہ بدایوں ۱۹۱۷ء)

تلامذہ لطف بدایونی

(۱) آباد، منشی صدیق احمد صدیقی حمیدی بدایونی

نمونہ کلام ۔

(۲) اثر: منشی برہان الدین بدایونی

نمونۂ کلام: رموزِ عاشقی میں بیبہا نہیں بیگانہ کیا جانے — کسی کو کیا خبر اسکے نوازش ہائے پنہاں کی
گلوں کے عارضِ رنگیں سے کیا کیا چھیڑ کرتا ہے — کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ ساماں کی

(جلوۂ یار نمبر ۵ جون ۱۹۱۲ء)

(۳) عالی: سید محی الدین بدایونی

نمونۂ کلام: پہلے بتوں کا مسکن و مرکز دہیں تو تھا — کعبے کی آرزو بھی دلِ برہمن میں تھی

(جلوۂ یار میرٹھ اپریل ۱۹۱۲ء)

(۴) فطرت: منشی احمد بخش میلاد خواں بدایونی

(۵) محشر بدایونی: میاں جان خاں ولد عظیم الدین خاں ساکن شیخوپور ضلع بدایوں
ولادت ۱۹۰۲ء سابق مدیر ماہنامہ مشہور دہلی

نمونۂ کلام: رنگ بدلے تربت اہلِ خرد نے بیکسی — روپ بدلا نہ مگر آپ کے دیوانے کا

(۶) منصور: مولوی منصور حسین۔ بیرسٹر بدایونی مقیم کراچی

(۷) ابرار: منشی ابرار علی صدیقی حمیدی بدایونی مقیم کراچی خلف مولوی اسرار علی شائق خلف مولوی ایثار علی ذائق خلف حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی قدس سرہ
مجموعہ کلام گلِ صد برگ طبع ہو چکا ہے۔

منظوم ترجمہ مناجات حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

گر ہو کبھی ادھر سے صبا تیرا گذر سوئے حرم — پہنچا سلام عاجزاں تا روضۂ شاہِ امم
چہرے کی ضو شمس الضحیٰ رخسار ہیں بدر الدجیٰ — ذات انکی ہے نور الہدیٰ دستِ عطا بحر کرم

نمونۂ نعت: دیکھوں کہ مرے ہوش کی کیا لگتی ہے قیمت — بیچونگا یہ سودا سرِ بازارِ مدینہ
مل جائے خاکِ پاک تمہارے دیار کی — ابرار کے لئے ہے وہ اکسیر یا رسول
وما ینطق گفتہ حق تعالیٰ — کلام الہی زبان نبی ہے

غزلیات عاشقانہ

کیا ان کے تصور کا ہوتا ہے یہی عالم — صورت نظر آتی ہے دیدار نہیں ہوتا
رحمت سے کوئی پوچھے کیا قدر ہے اشکوں کی — آنسو کا کوئی قطرہ بیکار نہیں ہوتا
آسودگیٔ دید کی منزل ہے بیخودی — جلووں نے اسکے محرم اسرار کر دیا
ترے بغیر گلستاں میں جی نہیں لگتا — نظارۂ گل خنداں میں جی نہیں لگتا
نگاہ شوق کو ہے جستجوئے کوچۂ دوست — بہار جنت رضواں میں جی نہیں لگتا
آخر تری گلی کا رستہ جنوں سے پوچھا — ناکامیٔ خرد نے مجبور کر دیا تھا
زبان حال سے کہتا ہوں دل کا افسانہ — بنا لیا ہے خموشی کو ترجمان اپنا
راز برگشتگیٔ بخت سمجھتا ہوں میں — پھر مجھے ان سے شکایات نجانے کیوں ہیں
میں نے مانا کہ بہت دور رہا گلشن سے مگر — اپنی نظروں میں بہاروں کا سماں رکھتا ہوں
مرے اعمال کی کھیتی میں عصیاں کے سوا کیا تھا — مگر باران رحمت نے گلوں سے بھر دیا دامن
اس مسرت میں کوئی لذت نہیں — جس میں درد و غم کی آمیزش نہ ہو
ہے کس قدر تعلق خاطر کسی کے ساتھ — غم کو لگا لیا ہے گلے سے خوشی کے ساتھ
آنسو ہی ترجمان دل زار ہو گئے — ان کی جگر گداز نگاہوں کا شکریہ
کیوں شکوہ ادا کرتے ہو اب وجہ سکوں ہے بیتابی — دل اور تڑپنے لگتا ہے جب درد ذرا کم ہوتا ہے
پہلے ہی زندگی میں تھا راحت کا ذکر کیا — اب تو کسی نے خواہش راحت بھی چھین لی
گلوں کا رنگ تبسم نکھر گیا کچھ اور — کوئی بتائے کہ شبنم کو کیا ملا رو کے
ہمیشہ سے جنون شوق پردہ پوش رہتے ہیں — مگر اہل خرد کی لاج رکھتے ہیں تو دیوانے
نظارے ہی نظارے ہر طرف ہیں — کسی کی جلوہ آرائی کے صدقے

سی کر مرے ہونٹوں کو ظالم بھی پشیماں ہے
شاید مری خاموشی زیادہ بد اماں ہے

میری وحشت نے بدل ڈالی ہے گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

(گلِ صد برگ)

قمر بدایونی شاگرد راسخ دہلوی

(۷) **قمر**: منشی قمر الحسن حمیدی صدیقی بدایونی ۱۸۷۶ء سنہ ۱۹۴۱ء ابن محسن علی ابن محمود علی ابن علی مسیح اللہ ابن علی ارشد ابن علی اشرف ابن علی مرتقی ابن عبد المجید ابن قاضی عبد الوہاب جد امجد نواب بدایونی۔

قمر صاحب نے فارسی کی تکمیل اور کچھ عربی پڑھنے کے بعد انٹرنس تک انگریزی پڑھی آپ مشاہیر ہندوستان اساتذہ وقت سے تھے۔ رئیسوں کی مصاحبت سے دور اور امرا کی قصیدہ خوانی سے محترز تھے۔ کمالِ فن سے مددِ معاش اور حصولِ ملازمت میں مدد ملی۔ رسالہ سودمند کے مدیر تھے تصانیف میں دیوان اول مصورِ جذبات۔ دیوان دوم آئینۂ جذبات اور ایک مسدس شانِ فاروق مطبوعہ ہیں۔ نیز دیوان مرقعِ جذبات غیر مطبوعہ رہا۔ ان کے علاوہ محاوراتِ مومن۔ محاوراتِ راسخ رسالہ قافیہ بھی طبع ہو چکے ہیں کئی ناول بھی چھپ چکے ہیں۔ تاریخ وفات از مسعود شیخو پوری "خوش بیاں فخرِ انام" ۱۹۴۱ء

آپ بیخود بدایونی اور فانی بدایونی کے بعد بدایوں کے صفِ اول کے شاعر تھے عروض و بیان پر بلا کی قدرت تھی۔ روزمرہ اور محاوروں کے استعمال کے تو جادوگر تھے۔ اس کے باوجود آپ کے کلام میں سوز و گداز رفعتِ فکر اور ندرتِ بیاں۔ بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس بنا پر آپ کو صرف زبان کا شاعر کہنا سراسر ناانصافی ہے۔ بدایوں کے صفِ دوم اور صفِ سوم کے شعرا اپنے کلام پر ان سے اصلاح لینا باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ بدایوں کو

...ز حاصل ہے کہ اس نے نذر جیسا قوم پرور شاعر پیدا کیا انہوں نے ترکِ موالات کے
...ر میں ایک نظم لکھی تھی جس میں انگریزوں کے حاشیہ برداروں اور حکام کے بارے میں
...ملتے ہیں۔

ابھی تک سختیوں سے کیا ہوا حاصل جواب ہوگا — دکھائے گا اثر کیا وہ ستم جو بے سبب ہوگا
بھلا وجہِ تسلی کس طرح غیظ و غضب ہوگا — خدا جانے دعا نے ان حاکموں کا ٹھیک کب ہوگا

کوئی پوچھے تو ان سے اس جفا کوشی سے کیا حاصل
زباں بندی سے کیا حاصل نظر بندی سے کیا حاصل

نہ سمجھیں سنگدل یہ سختیاں کچھ کام آئیں گی — نہ سمجھیں وہ کہ یہ باتیں ارادوں کو گھٹائینگی
کسی دن انکی تدبیریں یہ خود انکو بتائینگی — کہ یہ قربانیاں وہ ہیں جو آفت لا رنگ لائینگی

ملے گا کیا ہمارے لیڈروں کو قید کرنے سے
ڈرینگے قید سے وہ کیا نہیں ڈرتے جو مرنے سے

تغزل میں روایتی رنگ ہونے کے باوجود قمر کے یہاں ایک انفرادیت ہے روز
مرہ اور محاورات کا استعمال ان کی نمایاں خصوصیت ہے ان کے تغزل کو زبان کی چاشنی
نے نکھارا ہے۔ فنِ عروض پر ان کو کافی قدرت تھی۔ قافیہ کی بحث پر ان کا ایک طویل
مقالہ علیگڑھ میگزین ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا تھا یہ مقالہ بجائے خود ایک کتاب ہے اور
مبتدیوں کی اچھی رہنمائی کرتا ہے ان کی ایک یادگار غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں

بیکار تھے شکوے عزیزوں کے بے سود ہمارا رونا تھا — ہم تم سے گئے تم ہم سے گئے آخر وہ ہو لو ہونا تھا
کیا سوچ رہے ہو تم دل میں کیوں آئے یہ بیری محفل میں — کچھ تم سے کہنا سننا تھا کچھ غیر کی جان کو رونا تھا
مضمون ہی کیا پھر خط کا جو حال تھا ان کو لکھ بھیجا — کچھ انکی جفا پر شکوے تھے کچھ اپنی وفا کا رونا تھا
سننے کو سنے لوگوں نے مگر خوش ہوتا کون انہیں سن کر — اشعار ہمارے کیا تھے قمر قسمت کا اپنی رونا تھا

دوسری غزلیات کا انتخاب یہ ہے۔

معراج عاشق کی پائی ہے خاک ہو کر
مجھ پہ کرم کیا ہو کوئی تو وہ بتائیں
ہے انتخاب عالم پیر مغاں ہمارا
میں نے ہی وفا کی ہے میں نے ہی خطا کی ہے
بہتر ہے نہ آئے گی قضا خیر نہ آئے
خون دل پینے سے فرصت ہی نہیں ساقی مجھے
قمر غیر تو غیر دشمن تو دشمن
جو زمانے بھر کا ہو مینا قمر اس سے عہد وفا کیا
خیر اقرار ستم اپنی زبان سے نہ سہی
ان حسینوں میں کیا نہیں ہوتا
جب وہ پرسان حال ہوتے ہیں
ظالم کے بس میں اے دل ناشاد کر دیا
کسی سے وفا اب بھی کی ہے کسی نے
یہاں تو مقدر کو روتے ہی گزری
یہی دیکھ کر اسکو دیکھا کیا میری حالت ہے
وہ خوش رہے جو ہیں رنج دہ محبت میں
اب اجل پھرنے لگی میری نگاہوں میں قمر
اے بے سروسامانی اب تیری ضرورت ہے

منت بنا رہا ہو کر ہم آسمان پہ ہیں
احسان یوں تو انکے سارے جہان پہ ہیں
جتنے مجھے ہوئے ہیں اسکی کمان پہ ہیں
مجھ پہ ہی ستم ڈھانا مجھ پہ ہی جفا کرنا
بے موت ہی مر جائے گا بیمار تمہارا
فصل گل آئی تو کیا دور شراب آیا تو کیا
مصیبت میں اپنوں کو اپنا نہ دیکھا
ارے نازاں مجھے کیا کہوں ارے بد نصیب کیا کیا
اپنے دل میں تو ستمگر پشیماں ہو جا
صرف پاس وفا نہیں ہوتا
دل میں عشق کچھ مدعا نہیں ہوتا
کیوں جان بوجھ کر مجھے برباد کر دیا
کبھی اگلے وقتوں کا دستور ہوگا
جو مسرور ہوگا وہ مسرور ہوگا
قمر سے کچھ نہ پوچھ کیا نگاہ یار میں دیکھا
وہ برقرار رہے جس نے بے قرار کیا
عشق کا انجام آخر کو نظر آنے لگا
ہم خاک نشینوں کو ساماں سے کیا مطلب

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں قمر تم کو کیا ہوا ۔ میں دل میں سوچتا ہوں کہ دوں اسکا کیا جواب

باہیں گلے میں ڈال کے دل مانگتے ہیں وہ ۔ یہ دوستی کی بات ہے یا دشمنی کی بات

کیا پوچھتے ہو دل کو وہ کسطرح لے گئے ۔ کچھ یاد ہو قمر تو کہوں بےخودی کی بات

ہمیں تیرے دیدار سے کام ہے ۔ قیامت میں ہو یا قیامت کے بعد

خدا غم نہ دے عیش و عشرت کے بعد ۔ اٹھے گی نہ تکلیف راحت کے بعد

مقدر پہ قمر راضی رہو کر حوادث میں ۔ بھروسہ ناخدا کا اور مرد با خدا ہو کر

کچھ اسطرح بنگئی ہیں زلفیں بکھر بکھر کر نقابِ عارض ۔ انہیں کے حصے میں آگئی ہے ازل سے گویا کتابِ عارض

بیمار ہی رہتا ہے غمِ عشق کا ناکام ۔ آتی ہے دوا کام نہ دیتی ہے دعا کام

تم کون ہو معشوق ہو میں کون ہوں عاشق ۔ تم کون ہو خود کام ہو میں کون ہوں ناکام

بیکار ہے الفت میں قمر فکرِ مداوا ۔ بیمارِ محبت ہو تو آرام سے کیا کام

رونے دھونے کے سوا یا جان کھونے کے سوا ۔ اور میں بیکس علاجِ دردِ فرقت کیا کروں

عشق سے نفرت ہے انکو عاشقوں سے دشمنی ۔ جب یہ ظاہر ہے تو اظہارِ محبت کیا کروں

میرے شکوے گو بجا ہیں پھر بھی سوچو تو قمر ۔ جب وہ نادم ہیں تو میں ان سے شکایت کیا کروں

برائی کچھ تو اس دنیا میں دیکھی مرنے والوں نے ۔ جو اپنا منہ چھپا کر جا پڑے گورِ غریباں میں

یہ تو ممکن ہے کہ دل میں کہوں منہ پر نہ کہوں ۔ یہ نہ ہوگا کہ ستمگر کو ستمگر نہ کہوں

جب کہا دشمنِ جاں کون ہے میرا تو کہا ۔ آپ خود آپکا دل آپکی قسمت نہ کہ میں

میں کسی شخص کا دنیا میں برا کیوں چاہوں ۔ لوگ کہتے ہیں قمر مجھ سے عداوت نہ کہ میں

کیا پوچھتے ہو مجھ سے شغلِ شبِ تنہائی ۔ سوتی ہوئی قسمت کو نالوں سے جگاتا ہوں

قفس میں کیوں مجھے پر کاٹ کر صیاد رکھتا ہے ۔ ستمگر ذبح کر کے دفن کر دے صحنِ گلشن میں

دل کا رونا ہے کبھی جان کا رونا ہے کبھی
یہی دو کام ہیں عاشق کو غمِ فرقت میں

وہ وقتِ نزع مجھکو سنبھالے ہوئے تو ہیں
گردن میں ہاتھ آج وہ ڈالے ہوئے تو ہیں

سچ ہو کہ جھوٹ آنے کے عہدِ وصال پر
ابتک تو اپنی موت کو ٹالے ہوئے تو ہیں

وہ بدنصیب ہوں ساقی کہ میری قسمت میں
سرورِ بادہ کہاں کا خمار بھی تو نہیں

سنا ہے وہ جو کچھ کہتے ہیں دنیا میں وہ پاتے ہیں
انہیں دل دے کے ہم بھی آج قسمت آزماتے ہیں

قمر موت آئے لیکن کوچۂ جاناں میں کیوں آئے
ہمارے نام سے بدنام قاتل کی گلی کیوں ہو

اب تک تھی یہ حسرت کہیں دم بھر کو ملو تم
اور اب یہ تمنا ہے کہ دم بھر نہ جدا ہو

آفت ہے تو اسکی ہے جو دل تم سے لگائے
شامت ہے تو اسکی ہے جو پابندِ وفا ہو

وہ کہتے ہیں مرجاؤ میری بلا سے
قمر کسکو مرنے سے دھمکا رہے ہو

شرم آتی ہے تو دیدار دکھاتے کیوں ہو
پردہ کرتے ہو تو پھر سامنے آتے کیوں ہو

خود کریں ترکِ ستم یہ نہیں ہوتا ان سے
مجھ سے کہتے ہیں کہ تم ترکِ محبت نہ کرو

اب ستانا ہے تو اتنا تو ستا اے ظالم
کہ مجھے دیکھکے دنیا کو نصیحت ہو جائے

سچ ہے شریکِ حال مصیبت میں کون ہو
گھبرا کے آج آہ بھی دل سے نکل گئی

محبت ہے تم سے خطا ہے تو یہ ہے
مجھے مار ڈالو سزا ہے تو یہ ہے

چھڑائے گی غم سے مجھے نا امیدی
بس اب ہجر میں آسرا ہے تو یہ ہے

درماں جو قمر چاہے اس دردِ محبت کا
دل جسکو دیا اس پر اب جان فدا کر دے

یہ ہوا کیسی چلی یارب کہ باغِ دہر میں
پھول باقی رہ گئے بوئے وفا جاتی رہی

ہمارا کیا گزر لیکن ہماری ترجمانی کو
تمہاری بزم میں جاری ہے رونا شمعِ محفل کا

وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ہی اب اسکو رہنے دو
قمر تم کیا کرو گے لیکے اس ٹوٹے ہوئے دل کا

ہجر میں ہی پہ ہمارے بن گئی اچھا ہوا — چھٹ گئے جب تم تو پھر جینے سے کچھ حاصل نہ تھا
اے قمر دنیا کی ناقدری کا شکوہ کیا کروں — مجھکو قابل کون کہتا جب کسی قابل نہ تھا
قفس میں رنج اسیری چمن میں خوف خزاں — کہیں بھی چین تہ آسماں نہیں ملتا
کچھ عجب طرح قمر یار کی محفل سے اٹھا — دل جدا اٹھنے کو نہ تھا پاؤں بھی مشکل سے اٹھا
اگر تقدیر میں ہوتیں بہاریں صحن گلشن کی — تو فصل گل میں کیوں برباد میرا آشیاں ہوتا
کسی سے ہوں بھی کہتا پھر دل پر کیا گذرتی ہے — قمر میرا بھی اس دنیا میں کوئی رازداں ہوتا
مدتیں ہو گئیں ہمراز کہ بیمار ہیں ہم — عارضہ صرف یہ ہے زیست سے بیزار ہیں ہم
کچھ تعلق نہ سہی خیر یہ نسبت ہی سہی — تم دل آزار ہو الفت کش آزار ہیں ہم
تم سے ملنے کا نتیجہ تو سمجھتے ہیں مگر — دل سے مجبور ہیں تقدیر سے لاچار ہیں ہم
وہ بت کچھ آدمی ہے کہیں جس سے حال دل — پتھر سے کیا امید ہو پتھر سے کیا کہیں
انسان رنج دے تو کچھ اس سے کہیں سنیں — قسمت سے کیا بن آئے مقدر سے کیا کہیں
وعدہ خلاف انکو سمجھ لوں تو چارہ گر — جینے کی شکل کیا ہو غم انتظار میں
قمر یہ فرق مراتب بھی ہے فراق بھی ہے — کہ تم ہو دہلی میں استاد باغ جنت میں
تخصیص مجھ میں کوئی ہے بھی قمر تو یہ ہے — میں ہر کسی سے کم ہوں دنیائے شاعری میں
داغ دل رکھتے ہیں ہم داغ جگر رکھتے ہیں — اس رعایت سے تخلص بھی قمر رکھتے ہیں
ستم ہمدردی نہیں غمخوار ابھی دکھتا ہے — کہ تو نے دشمن جاں کہدیا اس راحت جاں کو
قمر اس شوق سے یہ اہل دنیا جمع کرتے ہیں — کہ گویا ساتھ لے جائینگے اپنے ساز و ساماں کو
ادہر وہ روٹھ کر بیٹھے گئے دشمن کی محفل میں — ادہر ہستی ہوئی آئی قضا میرے منانے کو
کیا رنگ دکھاتی ہے انسان کی فطرت بھی — دنیا کی شکایت بھی دنیا سے محبت بھی

اب اور قمر آخر اللہ سے کیا مانگوں — عزت بھی عطا کی ہے اس نے مجھے شہرت بھی

جانوں پہ کھیل گئے قدر نہ کی جانوں کی — پھر بھی پروانہ ہوئی شمع کو پروانوں کی

اب تو اس میں بھی نظر آتی ہے آسانی مجھے — جان لے کر چھوڑ دے دل کی پریشانی مجھے

رنج دینا ان حسینوں میں ہنسی کی بات ہے — دل کسی کا چھین لینا دل لگی کی بات ہے

لازم ہے قمر ضبط بھی کچھ عشق بتاں میں — یہ کیا ذرا بات ہوئی اشک بھر آئے

اس طرح تو ہمت ہمیں مرنے نہیں دیتی — جی بھر کے ستا لو تو گذر جائیں گے جی سے

ڈرتا ہوں کہ ہو جائیں نہ وہ جان کے دشمن — دیکھا ہے انہیں آج محبت کی نظر سے

کہاں ظرف میرا کہاں ساغر مے — پلا دے تو ساقی کی دریا دلی ہے

ہے اک راز سربستہ روداد میری — نہ میں نے کہی ہے نہ اس نے سنی ہے

دل بھی دوں جان بھی دوں جرم وفا کے بدلے — دو سزائیں تو نہ دو ایک خطا کے بدلے

یہ تیری عنایت ہے کہ اے چشم تصور — دل میں بھی وہ تصویر ہے اب پیش نظر بھی

ہیں اہل ہنر خود بھی قمر اگرے ڈلے — اس واسطے وہ قدر بھی کرتے ہیں ہنر کی

ہم بھی ارنی کہنے کو تیار تھے لیکن — توہین گوارا نہ ہوئی تاب نظر کی

سوچو تو قمر دل میں کیا قدر وفا اسکو — جو چاہنے والے کو مجبور وفا سمجھے

دل تو بہت عزیز نہیں ہے مجھے مگر — اک چیز دل میں ہے کہ تمنا کہیں جسے

قسمت کی بات عاشق دل نا نصیب کو — دل وہ ملا کہ شوق کی دنیا کہیں جسے

حقیقت میں قفس اس دن قفس معلوم ہوتا ہے — کہ جس دن یاد آجاتی ہے مجھکو صحن گلشن کی

بات کرنا تو درکنار ہے وہ — بات سننا برا سمجھتے ہیں

جنہیں یقیں ہے تو میرے گھر نہ آئے گا — خدا کرے کہ وہ بیٹھے ہوں اور تو آئے

انتخاب مسدس "شانِ فاروق" مطبوعہ ۱۹۲۱ء

صبر و رضا و زہد و قناعت میں بے مثال
اخلاق و سادگی و توکل میں باکمال
تھے شکر و انکسار و تواضع شریکِ حال
ساتھ اسکے اپنے دین کی بہبود کا خیال
دیندار و حق پرست بھی تھے خاکسار بھی
اصلاحِ دین بھی کرتے تھے اصلاحِ کار بھی

کھدوائیں نہریں شہرت سے بسا دئے
دفتر سپاہ و مال کے قائم کرا دئے
فوجیں پولیس بعد التیں قاضی بنا دئے
قائم خزانے کردئے مصرف بتا دئے
پیمائش و حساب کی تعلیم عام کی
بنوا کے جیل قیدیوں کی روک تھام کی

ایسے فصیح اور بلیغ البیان کہ واہ
اکثر ہیں قول آپ کے اخلاق کے گواہ
کچھ فقرہ میں دکھاتے ہیں لوگوں کو نیک راہ
ہیں بعض صوفیوں کے لیے مطمحِ نگاہ
اقوال میں جو لفظ تھے یا قیل و قال میں
اسوقت تک ہیں علم و ادب کی مثال میں

عمال کو تھا حکم غریبوں کے کام آؤ
بیمار ہوں جو لوگ عیادت کو انکی جاؤ
غرور نمود کا نہ کبھی دل میں دھیان لاؤ
مظلوم کی رعایا کو آسان تر بناؤ
کامل رہا وہی کہ یہ جسکا عمل رہا
کی جس نے درگذر وہی معزول ہوگیا

تھی گرچہ علم و عقل سے موصوف انکی ذات — اوصاف کے لحاظ سے تھے مجمع الصفات
اس پر بھی پیش آتی تھی جب کوئی واردات — بے مشورہ نہ کرتے تھے وارد کوئی بات

کہتے تھے خودسری کا طریقہ بجا نہیں
بے مشورہ جو ہو تو خلافت روا نہیں

تنخواہ جب اسامہؓ کو بیٹے سے دی سوا — بیٹے نے عرض کی کہ جو کچھ آپ کی رضا
لیکن جو معرکہ ہوا چھوٹا ہو یا بڑا — مجھ سے قدم اسامہؓ کا آگے نہیں رہا

فرمایا آپ نے یہ شرف اور چیز تھا
لیکن نبیؐ کو تم سے اسامہؓ عزیز تھا

اک بار کچھ ابیؓ کو دعویٰ تھا آپ سے — جسکو ابیؓ زیدؓ کی خدمت میں لے گئے
تاریخ پر جناب عمرؓ بھی طلب ہوئے — پہنچے تو زیدؓ آپ کی تعظیم کو اٹھے

فرمایا تم نے ظلم کیا اس میں بالیقیں
انصاف میں یہ حفظ مراتب روا نہیں

کل ساڑھے دس برس کی خلافت میں یہ عروج — اس بے زری میں ایسی ملاکت میں یہ عروج
اس بے بضاعتی کی مصیبت میں یہ عروج — اس تقا و زہد و عدالت میں یہ عروج

جوشن کمند گرز کوئی چیز ہی نہ تھی
چمڑے کی تھی زرہ تو وہ بالکل پھٹی ہوئی

سر پر پھٹا عمامہ بدن پر پھٹی عبا — پیوند بارہ جس میں نظر آئیں جا بجا
دنیا کو بیت مال سے سب کچھ عطا کیا — کھایا مگر نہ خود کبھی آٹا چھنا ہوا

مسجد میں فرش خاک تھا مسند حضور کی
بستر کی جا تھی صرف چٹائی کھجور کی

ہر وقت تھا غریبوں کی امداد کا خیال　　پانی بھرا کسی کا تو بوجھا کسی کا حال
سودا کسی کا لاتے تو بخشا کسی کو مال　　بوجھ اسکا خود اٹھا لیا دیکھا جسے نڈھال

یہ زندگی میں حال تھا جاہ و جلال کا
آیا جب اسکے بعد زمانہ وصال کا

دل زیست کے جو جشنِ طلب میں گذر گئے　　پہلی محرم آتے ہی جنت میں جا بسے
چوبیسواں تھا جب سنہ ہجری حساب سے　　پہلو میں جا کے سوئے رسولِ انام کے

کیسی تھی خلق رتبہ قرب نبی یہ ہے
آپس میں اتنا پاس رہے دوستی یہ ہے

پروردگار شافع امت کا واسطہ　　صدیق کے کمال صداقت کا واسطہ
حضرت عمر کے نظم و عدالت کا واسطہ　　عثمان کی حیا و متانت کا واسطہ

صدقہ علی کے زہد و شجاعت کا رکھ بھرم
کھویا عروج پھر کر اسلام کو عطا

تلامذہ حضرت قمر بدایونی

۱. آزاد۔ منشی شمس الحسن م ۱۹۳۹ء ساکن محلہ سرائے میراں بدایوں
نمونۂ کلام　ان سے چھٹتے ہی مصیبت آگئی آزاد پر　　روز و شب شام و سحر آٹھوں پہر مشکل میں ہے
(گلدستہ مرصع بمبئی اگست ۱۹۳۰ء)

۲. آزاد۔ منشی محمد مختار بدایونی۔
۳. آسی۔ منشی عبدالقیوم صدیقی ساکن دربھنگا

۴۔ اثرؔ : منشی اعجاز احمد ساکن محلہ سرائے نو بدایوں

۵۔ احسنؔ : قاضی احسن علی صدیقی حمیدی ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں

۶۔ اخترؔ : منشی شفیع علی خاں کارڈ ریلوے ساکن محلہ بہادرپور بریلی دیکھئے ص ۱۲۹۲

۷۔ اخترؔ : منشی رفیع الدسلام عباسی ساکن محلہ چاہ میر بدایوں

نمونۂ کلام: سر مرا اور رہے سنگ در محبوب خدا — اوج دیکھے تو فلک میری جبیں سائی کے

(نعت) تیرا دیدار ہے دیدار الٰہی بے شک — من رآنی میں ہیں جلوے تری زیبائی کے

شب اسریٰ کا نہ کچھ بھید کھلا اے اخترؔ — راز پردے میں رہے انجمن آرائی کے

۸۔ اخترؔ : منشی محمد احمد ساکن محلہ چاہ میر بدایوں ولادت ۱۹۰۸ء شاگرد قمر بدایونی وجام نوائی بدایونی۔ عہد آخر اپنے عیلانہ سکے رل سے آج تک۔ ترک تعلقات کو مدت گذر گئی

۹۔ اخلاقؔ : منشی اخلاق احمد بدایونی

۱۰۔ اخلاقؔ : صاحبزادہ اخلاق حسین خاں رام پوری دیکھئے ص ۲۶۲

نمونۂ کلام: جسکو ہم جانتے ہیں سالِک کا ڈورا اخلاقؔ — کہیں اس کافر بدکیش کا زنار نہ ہو

۱۱۔ ادنیٰؔ : منشی محمد عوض ساکن سکندرآباد ضلع بلند شہر

۱۲۔ از ہرؔ : منشی امجد علی ساکن محلہ شیخ پٹی بدایوں

۱۳۔ ارشدیؔ : منشی محبوب الحسن م ۱۹۸۳ء خلف قمر بدایونی

نمونۂ کلام: ترک الفت ہے فقط آزار الفت کا علاج — عمر بھر ناصح یہی اک بات سمجھا یا کئے

زیب اسلئے دیتے ہیں جھوٹے وعدوں سے — کہ ان کے ہجر میں جینے کا آسرا ہو جائے

۱۴۔ اسحٰقؔ : منشی محمد اسحٰق بدایونی

۱۵۔ اظہرؔ : منشی محمد اظہر ساکن فرشوری محلہ بدایوں

نمونۂ کلام: وہ خودکامی نہ تھی کیا دل جلانے کیلئے اظہرؔ — ستم گر چرخ بھی کیوں در پئے آزار رہتا ہے

۱۶۔ افتخار و فخر: حکیم افتخار احمد تخلص ساکن محلہ جالندھری بدایوں حال ساکن لاہور ولادت ۱۹۰۹ء
مجموعہ کلام راز مودی مطبوعہ ۱۹۶۱ء کسی دشمن نے یہ عزت مجھے ابتک نہیں بخشی۔ ہمیشہ دست ہی کاہاتھ پہنچا ہے گریباں تک

۱۷۔ افضل: منشی افضل حسین ساکن ہمنٹور ضلع بجنور۔ دیکھئے صہ ۵۲۸۔

۱۸۔ اقبال بدایونی۔

نمونہ کلام: میری قسمت کی خرابی مانع مہر و وفا — آپ نے جو کچھ کیا سرکار وہ اچھا کیا
میں موت کی تلاش میں اور زیست میری سر — ایسی کسی سے کوئی نہ یارب وفا کرے

۱۹۔ امید: منشی عتیق اللہ خاں ساکن شہر کہنہ بریلی دیکھئے صہ ۱۲۲

نمونہ کلام: میری مستی نہیں پابند رسوم ظاہری — بے نیاز جام دمے ہے ذوق رندانہ مرا
جام جم کی قدر کیا امید اسکے سامنے — مستی کونین کا حاصل ہے پیمانہ مرا

۲۰۔ امیر: منشی امیر احمد خاں سہسوانی بدایونی

۲۱۔ امی: منشی رمضان حیدر ساکن ہلدور ضلع بجنور دیکھئے صہ ۵۴۸

۲۲۔ انجم: منشی رعایت احمد بدایونی ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں شاگرد قمر بدایونی
و مشہیر نگینوی۔

نمونہ کلام: مٹ گیا دل سے مثل حرف غلط — دل میں اب کوئی مدعا نہ رہا
اس بت سا کوئی بانی بیداد نہ دیکھا — مجھ سا نہ سنا بیکس و ناچار کسی نے

۲۳۔ انجم: پروفیسر تقی الدین ساکن سوتہ محلہ بدایوں حال ساکن جھنگ ۹۶ء دیکھو انکو ترش جا دیدہ کا کرن آسرا۔

۲۴۔ انور: منشی خورشید علی ساکن سید باڑہ بدایوں

نمونہ کلام: کس سہارے پہ جیئے وہ کہ جہاں میں جسکا
کوئی ہمدم نہ ہو مونس نہ ہو غمخوار نہ ہو

۲۵۔ انور: حکیم ضمان الرحمن سہسوانی شاگرد قمر بدایونی و سلیم سہسوانی

۲۶۔ اوج ۔ منشی برہان الدین بدایونی

۲۷۔ باپ ۔ منشی مادھورام ہزل گو پوسٹ ماسٹر پٹیالی سرائے بدایوں

میری جان قتل کے ملزم ہو تم محشر کا موقع ہے — ضمانت ہو نہیں سکتی مچلکا ہو نہیں سکتا

([illegible])

۲۸۔ بدر ۔ منشی حسن افضل صدیقی حمیدی بدایونی خلف منشی افضل علی منو
ی شاگرد تسلیم لکھنوی و قمر بدایونی ۔

الم بس اب تو درد جدائی سے دل لگا لینگے — بلا سے کچھ سہی تم سا نبھو وفا تو نہیں
بیمار محبت کو سنبھلتے نہیں دیکھا — آئی ہے تو کسی کی کبھی ٹلتے نہیں دیکھا
تصویر میں اترا نہ وہ دو رخِ روشن — سایہ تجھے ہیں کبھی دھوپ کو ڈھلتے نہیں دیکھا
ہم خاک نشینوں سے ہے اس درجہ کدورت — مٹی کا نہیں عطر بھی ملتے نہیں دیکھا

([illegible])

آپ کے صاحبزادے منشی افضل حسین افضل بدایونی کا نمونہ کلام یہ ہے۔

چلے بھی آؤ اب بہر عیادت — ہیں آنکھیں بند پروا ہو گیا ہے

([illegible])

۲۹۔ بدر : منشی محمد یوسف ساکن شیلانگ آسام

۳۰۔ برق : منشی ظہور الحسن صدیقی حمیدی بدایونی

یہ کس کے حسن کی رعنائیاں دل میں اتر آئیں — کہ ہے آئینۂ دل میں تجلی نورِ عرفاں کی
منتخب کر کے اس ستم گر کو — نگہ انتخاب نے مارا
اسے گو عمر بھر سینچا کئے ہم اشکِ حسرت سے — مگر دیکھا نہ پھلتے پھولتے نخلِ تمنا کو
بہت مشکل ہے چھپنا برقؔ تیرے دیدۂ دل سے — چھپائیں لاکھ پردے میں وہ حسنِ بے محابا کو

([illegible] ۱۹۴۳ء)

۱۔ بسمل : منشی عبد الرحمن ساکن رنجور علاقہ نیپال
۲۔ بشیر : منشی بشارت علی ساکن محلہ خواجگی ٹولہ جونپور
۳۔ بیتاب : منشی عبد الرحمن جلد ساز ساکن قاضی محلہ بدایوں

۳۴۔ بیتاب: منشی ایثار علی ہزل گو ساکن مولوی ٹولہ بدایوں

نمونۂ کلام: وہی اچھے ہیں جو سوکھے ہوئے بسکٹ کھلاتے ہیں
کھلایا ہم نے جو حلوا تو ہم ان سے برے ٹھہرے
کوئی قاصد وہاں جانے کو اب راضی نہیں ہوتا
یہ کس نے کہہ دیا وہ آدمی کو کاٹ کھاتے ہیں
عدو ہمراہ آئے گا تو کمبل اس پہ ڈالینگے
اسی مطلب سے ہم انکو اندھیرے میں بلاتے ہیں
(محشر عالم ۸ اپریل ۱۹۳۷ء)

۳۵۔ تغنیہ: منشی اقبال غنی ساکن شیخوپور ضلع بدایوں

۳۶۔ ثمر: منشی محمد لیسلیں بدایونی

۳۷۔ ثمر: منشی ریاض حسین بدایونی مقیم حیدرآباد سندھ

۳۸۔ جادو: منشی غلام معبود ساکن سید باڑہ بدایوں

۳۹۔ جمیل: منشی عبدالجمیل ساکن بھٹری ضلع بریلی دیکھیے صفحہ ۱۳۶۲

۴۰۔ جوشش: منشی مسرت حسین ساکن شیخوپور ضلع بدایوں

۴۱۔ جوہر: منشی میاں جان ساکن بیدول محلہ بدایوں ۱۹۴۷ء تک رکن انجمن انصار المسلمین بدایوں

نمونۂ کلام: یہاں تو کر دیا انکار میرے قتل سے تم نے
قیامت میں مجھ بیش داور محشر مکر جانا

۴۲۔ جو نخ: بابو رفیع احمد ہزل گو بدایونی مرحوم یہ شکل تری کالی اور اس پر غرور آنا
آئینہ بھی ہنستا ہے لے کر تو خو تمائی

۴۳۔ حبیب بدایونی:

نمونۂ کلام: بس ایک ہی جلوہ ہے مرا حاصل الفت
اب دل میں کوئی اور بٹھایا نہیں جاتا

۴۴۔ حسن: منشی ابوالحسن بدایونی (لوٹنے والے)

نمونۂ کلام   سوائے اسکے نہیں حسن و عشق کی تقسیم   کہ تجھ میں مجھ میں کوئی وجہ امتیاز رہے
(مشاعرہ بدایوں ۱۹۳۱ء)

۴۵۔ حشم : منشی حشمت اللہ خاں بدایونی
۴۶۔ حشمت : منشی حشمت علی خاں ساکن براہم پور۔ بدایوں مقیم علیگڑھ
۴۷۔ حکیم : منشی عبدالحکیم ساکن شیلانگ آسام
۴۸۔ حیات ۔ منشی جگدیش پرشاد بھٹناگر ساکن گاندھی اسکوائر لاہور
۴۹۔ حزیں ۔ منشی رشید الدین بدایونی ۔
۵۰۔ دل : منشی مولود علی صدیقی حمیدی ساکن مولوی ٹولہ بدایوں
۵۱۔ راحت ۔ منشی راحت حسین ساکن مولوی ٹولہ بدایوں
۵۲۔ رخشاں ۔ منشی محمد احمد ساکن گھیر الف خاں بدایوں حال ساکن للامر عدو مہر حسن سرِ بام جلوہ زا ہے
۵۳۔ رضا ۔ منشی رضا احمد ساکن سوتہ محلہ بدایوں عو رضا اس فیصلے سے ہیں کہ نقش مرید انھیں خوشتر چراغ بر ملک کھلا ہوتا ہے
۵۴۔ رہبر ۔ منشی اختر شاہ خاں ساکن کانکڑ ٹولہ بریلی دلی کے دیکھیے ملازم ہیں مصدقہ عاقل ہیں ۱۲۶۲ء
۵۵۔ رضی ۔ منشی رضی الدین ساکن اعلیٰ پور ضلع بدایوں

نمونۂ کلام   مطلعِ نورِ حقیقت ہے دلِ صاف اپنا   اے مجاز اب ترے آئینے کو ہم کیا دیکھیں
(مشاعرہ سنبھل ۱۹۴۴ء)

۵۶۔ زیبا ۔ منشی راجیشور ناتھ ڈرامہ نویس ساکن بہاری پور بریلی دیکھیے ۱۲۹
۵۷۔ زیبا ۔ منشی عبدالغنی بدایونی شاگرد قمر بدایونی و مضطر خیرآبادی ۱۴۰۵
۵۸۔ ساحر ۔ منشی صفی اللہ خاں بریلوی اڈیٹر رسالہ شاہد دیکھیے
۵۹۔ سریٹ : عباس عرف چھدن ال پڑھ ہزل گو ساکن سید باڑہ بدایوں

نمونۂ کلام   حسن میں بھی ہیں یہاں جلوۂ جانانہ بھی   جیل خانہ بھی ہے دل اور پری خانہ بھی

۶۰۔ سرور: منشی عبدالقیوم ساکن علی پور ضلع بدایوں

نمونہ کلام: اتنی مہلت ہی کہاں دی غم دنیا نے ہمیں — کہ ہم آرام و سکوں سے کبھی بیٹھا کریں (بزم خیال ایضاً ۱۹۲۶ء)

۶۱۔ سلطان و قیس: منشی سلطان حسن ساکن محلہ شہباز پور بدایوں

نمونہ کلام: مقبول یہ دعا مری رب غفور ہو — جنت میں حور کی جگہ وہ رشک حور ہو

۶۲۔ سیف: منشی معبود شاہ ساکن کٹرہ عالم شاہ بدایوں

۶۳۔ سید: منشی سید جواد علی ساکن سید باڑہ بدایوں

۶۴۔ شاد: منشی جگناتھ بریلوی اسٹیشن ماسٹر دیو دینہ ضلع بریلی (دیکھئے ص ۲۹۲)

۶۵۔ شاد: منشی محمد صالح ساکن براہم پور بدایوں مقیم گوالیار (کراچی ۱۹۰۸ء مصنف)

۶۶۔ شاد: منشی اصغر حسین خاں ساکن سرائے الف خاں بدایوں

۶۷۔ شباب: منشی نعمت اللہ ساکن بیدعل ٹولہ بدایوں (سکریٹری انجمن اشاعت اردو)

نمونہ کلام:
جہاں کے ذرے ذرے میں تمہیں کو دیکھتا ہوں میں — یہ ہے شوق تماشا یہ ہے ذوق نظر میرا
ٹھکانا جب کہیں ملتا نہیں شب ہائے ہجراں کو — تو بڑھ کر بیکسی اسکو بتا دیتی ہے گھر میرا

۶۸۔ شبیر: منشی غلام شبیر صدیقی حمیدی بدایونی ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

انتخاب نظم در ماتم سرسید:
غافل ایک ساعت نہیں رہتا خیال قوم سے — اس پہ بھی افسوس ہے تم اسکو کہتے ہو برا
اسکے کاموں کا خدا ہی اسکو دے اجر عظیم — صدق دل سے یہ دعا کرتا ہوں صبح و مسا
ختم کرتا ہوں دعا پر نظم اے شبیر میں — یا الٰہی رحم کر برامت خیر الوریٰ

(اجلاس آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس شاہجہانپور ۱۸۹۵ء)

۶۹۔ شمس: منشی شمس الدین شاہجہانپوری (دیکھئے ص ۲۶۶)

۷۰۔ شمس: ملا محمد ابراہیم ساکن کشمیری ٹولہ لکھنؤ

۷۱۔ شمیم: چودھری رکن الدین ساکن نواده عارف پور بدایوں

نمونۂ کلام: ہم کو بھی ہے عشق کی کاوش یار دو دیکھنا　　خانۂ دل کوئی دن میں بے نشاں ہو جائے گا

(مشاعرہ بدایوں ۱۹۱۷ء)

۷۲۔ شوق۔ منشی غفار حسین ساکن قائم گنج محرر مال ریاست مالیر کوٹلہ

۷۳۔ شوق۔ منشی شجاعت اللہ ساکن سوتہ محلہ بدایوں م ۱۹۲۶ء [illegible]
[illegible]

۷۴۔ شیدا۔ منشی غلام احمد خاں اشرفی ساکن جوالا پور

۷۵۔ شیدا۔ منشی محمد حسین خاں بریلوی دیکھیے ص ۱۲۹۳

۷۶۔ شیدا۔ منشی سخاوت حسین وارثی ساکن محلہ کہاڑا پیر بریلی دیکھیے ص ۱۲۹۳

نمونۂ کلام: دین و ایمان سے غرض اب کیا مجھے　　جب بت کافر سے الفت ہو گئی

ہم سے مشتاق شہادت رہ گئے محروم قتل　　دیکھ لی مشکل کشائی آپکی شمشیر کی

۷۷۔ شیدا۔ منشی کالکا پرشاد بریلوی اسٹیشن ماسٹر کاسگنج　　دیکھیے ص ۱۲۹۳

۷۸۔ شیدا۔ منشی محمد سلیمان خاں بریلوی شاگرد قمر بدایونی و معجز بریلوی دیکھیے ص ۱۱۰

۷۹۔ صاحب۔ منشی محمد علی ساکن سرائے میراں بدایوں

۸۰۔ ضمیر: منشی علی حسین مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔ دیکھیے ص ۱۰۹۵

۸۱۔ ضیاء۔ منشی ضیاء الحسن سب پوسٹ ماسٹر اوجھیانی ضلع بدایوں

۸۲۔ طاہر۔ منشی محمد نبی قریشی بریلوی دیکھیے ص ۱۲۹۳

نمونۂ کلام: یقیں ہے مجھکو مطلب کی جو کوئی بات کہہ دیتا　　خفا پھر آپ تو کیا آپ کی تصویر ہو جاتی

۸۳۔ ظہور۔ قاضی ظہور حسن ساکن انوپ شہر ضلع بلند شہر

۸۴۔ عاجز۔ منشی سید شیدا علی ساکن اوجھیانی ضلع بدایوں

۸۵۔ عامل الہ آبادی اڈیٹر رسالہ شاہد بریلی

۸۶۔ عارف : بابو کالکا پرشاد بعارف گو ہیڈ مولوی انٹر کالج متھرا

نمونہ کلام : حیا شوخی شرارت پہ تعجب کچھ ہے مگر عارف — مروت کی جگہ خالی ہے اس چشم فسوں گر میں

منقبت : بتوں سے پاک کرنے کیلئے اللہ کے گھر کو — جناب مرتضیٰؑ پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں

۸۷۔ عاشق : منشی عاشق حسین ساکن سوتہ محلہ بدایوں

۸۸۔ عطا : قاضی عطاء الرحمن صدیقی حمیدی م ۱۹۲۸ء ساکن سید باڑہ بدایوں خلف قاضی صاحب حسن اثر بدایونی ۔

نمونہ کلام : چھوڑو مجھے خدا پہ نہ فکر دوا کرو — بس اب دعا کا وقت ہے تم بھی دعا کرو

(تجلیات سخن)

۸۹۔ عنایت : منشی عنایت اللہ ساکن جالندھری سرائے بدایوں

۹۰۔ فرخ : شہزادہ فرخ مرزا دہلوی سکریٹری بزم ادب تیموریہ دہلی ۔

۹۱۔ فرخ : منشی غلام صدیق صدیقی حمیدی ساکن سید باڑہ بدایوں

نمونہ کلام : آنکھوں کی وساطت سے اک جلوۂ رنگیں کی — میرے دل سادہ پر تصویر اتر آئی

یہ دہر مکتب الفت ہے بہر عشق بتاں — جہاں میں آتے ہیں عشاق امتحاں کیلئے

(مشاعرہ بدایوں ۱۹۳۱ء)

۹۲۔ فرحت : منشی قطب عالم ساکن تراہہ بیرم خاں دہلی

۹۳۔ فلک : منشی احمد رضا خاں ساکن بہیڑی مقیم رام پور ۔ دیکھئے ص ۱۰۹۳

نمونہ کلام : کچھ اتنا مختصر تھا زمانہ شباب کا — تھا ایک لمحہ عالم غفلت کے خواب کا

۹۴۔ قمر : منشی قمر الدین ساکن اچھیانی ضلع بدایوں

۹۵۔ کریم : منشی کریم بخش ساکن بہیڑی ضلع بریلی ۔ دیکھئے ص ۱۴۶۲

۹۶۔ کوثر : منشی محمد علی ساکن سوتہ محلہ بدایوں

۹۷۔ کوثر : منشی احمد علی ساکن سکندر آباد ضلع بلند شہر

۹۸۔ کیف : منشی احمد علی خاں ساکن اچھیانی ضلع بدایوں

۹۹۔ ماہر : منشی مختار احمد ساکن محلہ اعظم نگر بریلی دیکھئے عہ ۱۲۹۲ء

۱۰۰۔ مائل : منشی محمد احمد خاں پیلی بھیتی ساکن محلہ کہارڑا بیر بریلی پہنچنے عہ ۲۷۸

نمونۂ کلام : گرم یوں میخانہ ہے محفل رندانہ ہے ــــ وجد میں پیمانہ ہے مست سر مستانہ ہے

اے شمع تو خاموش ہے شور نوشانوش ہے ــــ وہ اٹھی کالی گھٹا وہ چلی ٹھنڈی ہوا

ساقی ہم آغوش ہے شور نوشانوش ہے

۱۰۱۔ مانی : منشی وجاہت علی خاں برادر حضرت فانی بدایونی

۱۰۲۔ مجن : عبد المجید خاں عرف مجن ساکن سرائے چوہدری بدایوں

۱۰۳۔ محشر : منشی عبد الرحیم ساکن محلہ اعظم نگر بریلی دیکھئے عہ ۱۲۹۴

نمونۂ کلام : تڑپ کر جب گری بجلی گرا میرے نشیمن پر ــــ خدا جانے اسے کیا لاگ ہے میرے نشیمن سے

۱۰۴۔ محسن : قاضی محمد محسن میرٹھی مقیم سانکر ٹولہ بریلی دیکھئے عہ ۱۲۹۳

۱۰۵۔ محشر : منشی احتشام الدین بدایونی

۱۰۶۔ محفر : منشی اشفاق علی خاں عرف اچھے میاں ساکن محلہ کنگوئیاں بریلی دیکھئے عہ ۱۲۹۴

۱۰۷۔ مخمور : منشی اقبال غنی بدایونی

۱۰۸۔ مداح : منشی علی احمد قانون گو ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نمونۂ کلام ۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ نالوں کا یہ مطلب تو نہیں ــــ آپ کے عشق کی دنیا کو خبر ہو جائے

۱۰۹۔ مدرس : منشی وہاب الدین ساکن ککرالہ ضلع بدایوں

نمونۂ کلام : جام بھی ہے سبو بھی ہے دولت بیکلی ہوں خود بھی ہیں ــــ اک مرا گذر نہیں آپ کی بزم ناز میں

۱۰۹۔ مسٹر بدایونی: سید ضیا علی آنریری مجسٹریٹ ولد سید فدا علی ساکن محلہ ابراہیم پورہ بدایوں

نمونہ کلام: ایسی راہ تھی مگر ایسی سو کھیں تو پھر ظاہر کیا مرض مولا محسن در گھسل میں تھا
داغ دل کی کسی دیکھی تو مرجانے لگے گیسو کا ہمدم اٹھا مگر یہ تمہارا دل نہ تھا

۱۱۰۔ مسرور: منشی عبد الغنی خاں ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

۱۱۱۔ معین: منشی معین الدین ساکن سرائے چوہدری بدایوں

نمونہ کلام: میں تصور میں کیا کرتا ہوں ان سے باتیں قابلِ رشک ہے نقشہ مری تنہائی کا

۱۱۲۔ نادر: منشی داؤد علی بیگ ساکن محلہ ناگراں بدایوں

۱۱۳۔ ناصر: منشی انصار حسین ساکن محلہ ٹکیٹ گنج بدایوں

۱۱۴۔ نثار: سید مسعود علی دہلوی

نمونہ کلام: اس کم سنی کی شان کے قربان جائیے کس سادگی سے پوچھتے ہیں دل کی آرزو
بیکار اپنا حال سنانے سے فائدہ پوری اگر کرو تو کہوں دل کی آرزو
پوری کرو نہ کرو اختیار ہے تم سن تو لو خدا کے لیے دل کی آرزو

۱۱۵۔ نجف: سید امیر حیدر کورٹ انسپکٹر ساکن محلہ شاہ گنج آگرہ

۱۱۶۔ نصیر: منشی نصیر الدین ساکن سرائے چوہدری بدایوں

۱۱۷۔ نفیس: منشی نفیس احمد بدایونی

۱۱۸۔ نور: کپتان نور محمد خاں جبل پوری

۱۱۹۔ نور: منشی نور الدین ساکن اعلیٰ پور ضلع بدایوں

۱۲۰۔ نہال و خیال: منشی نہال الدین رام پوری دیکھئے صفحہ ۲۲

نمونہ کلام: اب اور بھی مٹائے گا کیا اسکو آسماں جو پائمالِ شوخیٔ رفتار ہو چکا

۱۲۱۔ وارث: منشی عبد الحمید خاں ہنرل گو ساکن محلہ براہیم پور بدایوں

۱۲۲۔ وحید: منشی غلام مشہود ساکن محلہ سید باڑہ بدایوں

۱۲۳۔ ورقؔ : بابو نرائن داس ککڑ ورق بنارسی مقیم کلکتہ

۱۲۴ وفاؔ : منشی احمد یار خاں ساکن محلہ کانکرٹولہ بریلی دیکھیے ص ۱۰۹۵

ام کچھ اتنا مختصر تھا زمانہ شباب کا — تھا ایک لمحہ عالمِ غفلت کے خواب کا

عصیاں مرے شمار سے باہر ہیں گو وفاؔ — امیدوار پھر بھی ہوں کرم بے حساب کا

۱۲ - ہاشمیؔ : سید ہاشم علی بی اے اکبر آبادی

۱۲ - ہلیلؔ : منشی محمد طاہر خاں ہزل گو ساکن سوتہ محلہ بدایوں

۱۱ - ہوشؔ : مہابہادر سید محمد عرف میکو میاں رئیس شیخوپور ضلع بدایوں

۱۲ - یکتاؔ - منشی عبدالاحد سوداگر چوب بانس منڈی بریلی ۱۲۹۵ھ

اطیب : منشی محمد طیب شیخوپوری بدایونی ۱۳۰ ہلال محمد سبطین بدایونی -

احسنؔ بدایونی شاگرد قمرؔ بدایونی

قاضی احسن علی صدیقی حمیدی بدایونی ۔ انجمن حسینیہ بدایوں کے سکریٹری تھے گلدستہ ۱۹۰۹ء آپ نے مرتب کیا تھا ۔ قاضی ٹولہ بدایوں میں مکان تھا ۔ حال ساکن لاہور

نظروں سے دور ہوگئے اس پر تو بے رخی — کیا اب خدا نخواستہ دل سے بھی دور ہو

غیر کی بزم میں جا کر تری صورت دیکھی — ہم کو دوزخ میں بھی حاصل ہوئے جنت کے مزے

تجھ کو کیا قدر ہوا ے واعظِ ناداں اسکی — تو نے چکھے ہی نہیں اسکی محبت کے مزے

تلامذہ احسنؔ بدایونی شاگرد قمرؔ بدایونی

۱۔ آذرؔ بدایونی : منشی نایاب حسین بدایونی حال ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول رالی لور ضلع ... مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء

نمونہ کلام : سونے سے تراشا ہوا بت بھی آذرؔ ۔ بت تراشے انسان نہیں ہو سکتا

عجب کیا ہے اسکی کا نام آزارِ محبت ہو ۔ خلش سی ایک دل میں چارہ گر معلوم ہوتی ہے

(۲) ابرار ۔ منشی ابرار حسین بدایونی

نمونہ کلام

(۳) ناطق ۔ منشی ابوالحسن ساکن قاضی محلہ بدایوں حال مقیم کراچی ولادت ۱۹۰۹ء

نمونہ کلام سامنے آنکھوں کے [illegible] آشیاں [illegible] رہے [illegible] ہی رہے جیسے ہمیں [illegible] نہیں

ناداں بریلوی شاگرد شہیدی بریلوی : دیکھئے صفحہ ۲۹۴

تلامذہ مولوی محمد بخش ناداں بریلوی شاگرد شہیدی بریلوی

رحیم مرزا رحیم بیگ میرٹھی م ۱۸۷۶ء خلف مرزا امیر بیگ ۔ آپ نے جناب ناداں بریلوی سے اردو کلام پر اور مولوی امام بخش صہبائی دہلوی م ۱۸۵۸ء شہید جنگِ آزادی سے فارسی کلام پر اصلاح لی تھی طب میں حکیم بو علی خاں امروہوی کے شاگرد تھے ۱۸۵۴ء میں حکیم احسن اللہ خاں دہلوی کی فرمائش پر قصص الانبیا کو نظم کیا تھا ۔ اس کے علاوہ ایک تذکرہ مخزن الشواہی مرتب کیا تھا حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی نے آپ کے انتقال کی تاریخ یہ کہی تھی ؎

میرزا صاحب نے جب رحلت جہاں سے کی تو رنج
ناگہاں آئی لبِ افسوس سے مجھکو ندا

روتے روتے خود فرشتہ موت کا اندھا ہوا
ہو گئی بے نور چشم شاعری یہ کیا ہوا

۱۲۹۳ (۱۸۷۶ء)

نمونۂ کلام جناب رحیم میرٹھی ۔

دوں میں کس کس کو کہ اک جان کے خواہاں ہیں بہت
غم جدا فکر جدا درد جدا یار جدا

کہنے ہی کی بات ہے کہنے دولاتے تو کوئی
مجھ سا عاشق دیکھکر معشوق تم سا دیکھکر

پس مردن بھی ہم بار ندامت لے چلے سر پر
کہ اڑ کر خون کے چھینٹے پڑے داماں قاتل پر

تلامذہ رحیم میرٹھی شاگرد ناماں بریلوی ۔ (گلستانِ سخن)

شوکت ، مجدد السنۂ شرقیہ مولوی احمد حسن انصاری سہارنپوری

مقیم میرٹھ م ۱۹۲۱ء شاگرد رحیم میرٹھی آپ فارسی کے عالم اور اکثر شعرائے فارسی کے شارح شعر کے نقاد۔ اعلیٰ درجہ کے نثار اور مشہور مضمون نگار تھے۔ دہلی میں اخبار خیر خواہ عالم اور لاہور میں کوہِ نور کے اڈیٹر رہے پھر لکھنؤ میں اودھ اخبار کے شعبہ ادارت میں آگئے آخر میں میرٹھ سے اخبار شحنۂ ہند ۱۸۸۳ء میں جاری کیا۔ غیر مقلدین کی تائید کی وجہ سے ا صدیق حسن خاں م ۱۸۹۰ء نے وظیفہ مقرر کر دیا حضرت بیان یزدانی میرٹھی سے چلتی رہ تھی۔ منشی سجاد حسین ریحانی میرٹھی مدیر طوطی ہند سے بھی مقابلہ کیا۔ آپ اردو زبان میں ف تنقید کی ابتدا کرنے والوں میں تھے۔ عربی کے شاعر متنبی اور فارسی کے نظامی برقی اور نظیری پر نکتہ چینی کی خاقانی اور بیدل کا کلام بھی اصلاح سے نہ بچا۔ خود ستائی میں اپنی آپ تھے فارسی میں خاقانی اور اردو میں غالب کے معترف تھے۔ قصائد خاقانی اور دیوان غالب کی شرحیں لکھی ہیں۔ علم و فضل اور ادبی مستعدی میں کوئی ان سے بڑھ نہ تھا۔ اردو میں مومن کی تقلید کرتے تھے۔

نمونۂ کلام : وہ خود سر در گریباں ہے جب اسکو ادھر دیکھا حیا کیا کر سکے گی شوخی چاک گریباں کا

رباعی :- نکلا نہ جوشِ گریہ سے کچھ کام سوزِ دل
جلتا ہوں عین جوششِ طوفانِ آب میں
کچھ دردِ جگر سناؤں گا گلشن میں
ہر برگ کا دل ہلاؤں گا گلشن میں
کاشانہ ہو سوکھ کر زبانِ بلبل
میں نغمۂ تر سناؤں گا گلشن میں
(خمخانۂ جاوید جلد پنجم ص۱۹۴)

تلامذہ شوکت میرٹھی شاگرد رحیم میرٹھی

۱۔ اثر۔ مولوی افتخار علی گنوری بدایونی

نمونہ کلام سوزِ دل نے اثر دکھایا رنگ
آہ جو آئی شعلہ بار آئی

۲۔ عیش : حکیم سید محمد اسمٰعیل ۱۸۴۱ء۔ ۱۹۲۵ء خلف مولوی سید

محمد احسن امروہوی۔ دیکھئے صفحہ ۳۰۶

تلامذہ عیش امروہوی شاگرد شوکت میرٹھی

۱۔ تسکین : مولوی رشید احمد بدایونی ۱۸۸۲ء۔ ۱۹۴۶ء شاگرد شوکت

میرٹھی و شمشاد لکھنوی۔

نمونہ کلام صدائے نالہ پر سوزنے کر دی دیار سوا
بہت کرتا رہا میں رازداری دردِ پنہاں کی
(مشاعرہ بدایوں ۱۹۴۳ء)

۲۔ مبتلا : سید آل احمد بدایونی مقیم برما

نمونہ کلام :- نہ بلبل ہے نہ گُل ہے بوستاں میں
تباہی یہ ہوئی کفصلِ خزاں میں
(پیام یار جون ۱۸۹۲ء)

تلامذہ تسکین بدایونی شاگرد عیش امروہوی

مقیم، منشی مقیم الدین بن مولوی شمس الدین، ساکن منبر صوبہ روالنوت تقریباً ۱۹ء کلکتہ میں ملازم تھے پھر ملازمت سے سبکدوش ہو کر ..ن میں مقیم ہو گئے۔

کلام۔ بنایا جب سے اس نے محرم راز نہاں مجھکو | زباں رکھتے ہوئے ہونا پڑا بے زباں مجھ کو
پھر دیکھئے دکھائے نیرنگ آسماں کیا | پھر حوصلہ کسی کا کوئی بڑھا رہا ہے

(مسلم شعرائے بہار)

آتش لکھنوی شاگرد مصحفی امروہوی

آتش، خواجہ حیدر علی ۱۷۷۸ء - ۱۸۴۶ء خلف خواجہ علی ..ش از اولاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی قدس سرہ مزاج میں قناعت بہت .. کبھی کسی کی ملازمت نہ کی اور نہ کبھی کسی امیر کی تعریف میں قصیدہ لکھا۔ حکومت اودہ ..ے اسی روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا اسی میں گذر کرتے تھے۔

..کلام۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا | جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا
دو نعمتیں یہ میری ہیں میں ہوں فقیر مست | اک نان جو اور ایک پیالہ شراب کا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے | زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
فصل بہار آئی پیو صوفیو شراب | بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھا ئیے
موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے | ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روز محشر تک
نہ اک مو کم ہوا اپنا نہ اک تارِ کفن بگڑا

شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ
قناعت بھی بہار بے خزاں ہے

طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

(خم خانۂ جاوید - یادگارِ ضیغم)

تلامذۂ خواجہ آتش لکھنوی م ۱۸۴۶ء شاگرد شیخ مصحفی امروہوی م ۱۸۲۴ء

۱- جولاں، شاہ الف خاں عرف الف شاہ ۱۱۹۴ھ ۱۷۸۰ء - ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء

خلف نامدار خاں بدایونی ثم بریلوی ثم اکبر آبادی۔ بدایوں میں سرائے الف خاں ان سے منسوب ہے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ فقیرانہ لباس میں سیاحی کرتے رہتے پھر پھرا کر آگرہ ضرور جاتے تھے وہیں انتقال کیا۔ آپ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے اس طرح اظہارِ خیال کیا ہے۔

بزم سخن: درویشے آزاد مزاج بودہ است

سخن شعرا: باشندہ بریلی مقیم اکبر آباد

خم خانۂ جاوید جلد دوم: ایک آزاد منش وارستہ مزاج درویش تھے وطن بدایوں اور مسکن بریلی تھا۔ آتش کے شاگرد تھے فقر اختیار کرنے کے بعد سیاحی میں زندگی بسر کی۔

گلستانِ سخن۔ درویش وارستہ مزاج آزاد منش الف شاہ نام ہر چند حسب و نسب اور وطن کا حال اس بزرگوار سے استفسار کیا گیا اس سب کے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

کہاں تا عمر کر کہاں رہے مسکو؛
کوئے قاتل میں رہا کرتے ہیں

لیکن خارج سے معلوم ہوا کہ روسائے بریلی سے ہے اول الف خاں نام رکھتا تھا بعد ترک تجربہ کے الف شاہ کیساتھ مشہور ہوگیا۔ آزادانہ زیست کرتا ہے وارستگی و استغنا سے فرشتے کو خیال میں نہیں لاتا۔ مدت سے اکبرآباد میں مقیم ہے گاہ گاہ بے پروایانہ کسی طرف کو چلا جاتا ہے۔

نمونہ کلام

جو دیکھنے گئی پھر لاش کو مزار میں روح — لحد پہ بیٹھ رہی تیرے انتظار میں روح

ہم وہ ہیں صید دفاکیش کہ خوں روتے ہیں — ٹوٹ جاتا ہے تڑپنے سے اگر دام اپنا

اٹھایا ہے گلی سے اس پریرو کی اگر مجھکو — تو لے چل وحشت دل اب جدھر جی چاہے ادھر مجھکو

بہ رنگ گل جو کشتوں کا ترے ہر زخم خنداں ہے — ترا کوچہ ہے اے سفاک عالم یا گلستاں ہے

معشوق پر بھی ہوتی ہے تاثیر عشق کی — چٹکی کلی جو بلبل بیدل نے آہ کی

آپ کا ایک واسوخت مسدس کی شکل میں فدا علی عیش لکھنوی نے اپنے مجموعہ موسوم بہ شعلہ جوالہ میں شائع کیا تھا۔ اس میں ۷۸ بند ہیں تعارف میں انہوں نے لکھا ہے کہ مصنف کا نام اور مولد و مسکن ان کو معلوم نہ ہو سکا۔ تذکرہ سراپا سخن سے معلوم ہوا کہ خواجہ حیدر علی آتش کے شاگرد تھے واسوخت کے طرز اور مضمون سے دریافت ہوتا ہے کہ شاعر خوش فکر ہیں طبیعت بھی اچھی ہے۔

انتخاب واسوخت

یا تو وہ دن تھے کہ جب فصل بہار آتی تھی — سیر گلشن کو طبیعت مری لہراتی تھی

وحشت دل سوئے گلزار جو لیجاتی تھی — نذر کو ڈالیاں پھولوں کی صبا لاتی تھی

ساتھ احباب تھے اور زمزمہ پردازی تھی

قہقہے گاہ تھے باہم کبھی گلبازی تھی

آثارِ غبار نہ تھا دامنِ خاطر پہ غبار — روبرو آنکھ کے رہتا تھا کھلا باغِ بہار
شاہدِ عشق سے حاصل تھی سدا بوس و کنار — یا تو دکھلائے نئے چرخ نے اب لیل و نہار

صرصرِ عشق نے یہ شیفتہ حالی ڈالی
شجرِ دل کی جدا ہو گئی ڈالی ڈالی

بحرِ خوں چشم سے ہر وقت پڑا بہتا ہے — ہاتھ حسرت سے زنخداں کا ستوں رہتا ہے
قعرِ تہِ اشک کے طوفاں میں پڑا رہتا ہے — دل ہی واقف ہے جو کچھ دردِ الم سہتا ہے

طاقتِ ضبط نماندست خدایا چہ کنم
دردِ دل با کہ بگویم و مداوا چہ کنم

کیا کروں کس سے کہوں سخت ہوں آفت میں پھنسا — آتشِ عشق میں دن رات میں جلتا ہوں پڑا
سانس کے ساتھ نکلتا ہے دہن سے شعلہ — ضبط اس سوزِ نہانی کو کروں تا بہ کجا

شرحِ ایں آتشِ جانسوز نہ گفتن تا کے
سوختم سوختم ایں سوز نہفتن تا کے

ضبط اب اسکا ہے دشوار خدا ہے آگاہ — آتشِ عشق ہے یہ آگ عیاذاً باللہ
جس نے اک دم میں کئے سینکڑوں دل گھر کے سیاہ — گر پڑا میں بھی اسی آگ میں قصہ کوتاہ

جلوۂ حسنِ جہانسوز دکھا کر مارا
ایک پرکالۂ آتش نے جلا کر مارا

دل میں ہر بار یہ آتا ہے جو ہونا ہے سو ہو — کر چکا ضبط بہت قصد یہی ہے اب تو
جو جلاتا ہے مجھے میں بھی جلاؤں اسکو — جا کے گھر اسکے کہوں سن تو بھلا اے بدخو

پیشتر میرے سوا اسکو تری پروا تھی
اور مشہوری تری کاہے کو یوں ہر جا تھی

اسقدر آگے نہ مدِ نظر آرائش تھی　　سادگی حسنِ خداداد کی زیبائش تھی
عز کی میرے سوا دل میں نہ گنجائش تھی　　ہم بغل تھے دلِ بیتاب کو آسائش تھی
رنج کی میرے نہ تم بات کوئی کرتے تھے
اپنے اس عاشقِ جانباز کا دم بھرتے تھے

یاد انداز تھے کب تم کو خود آرائی کے　　راہرو تھے نہ کبھی منزلِ زیبائی کے
ایسے دشمن نہ تھے تسکین و شکیبائی کے　　تذکرے ہوتے نہ تھے آپکی زیبائی کے
عشق اپنا ہوا اس نشو و نما کا باعث
میرا مٹ جانا ہوا تیری صفا کا باعث

آگے زنہار نہ تھے رسمِ جفا سے آگاہ　　بیوفائی کی نہ مطلق تھی طبیعت میں راہ
بات کا اپنی تمہیں بیکہ تھا ملحوظ نباہ　　پاس رکھتے تھے مرا مدِ نظر خاطر خواہ
آنکھ میں مردمِ بد وضع سماتے کب تھے
قہقہے کاہے کو اسطرح سے زیرِ لب تھے

مجھ سے برعکس ہوئے ایسے عیاذاً باللہ　　کہ مرے نام کا لینا بھی سمجھتے ہو گناہ
اپنے وعدوں کا کیا آپنے کیا خوب نباہ　　آفریں آفریں صد آفریں اے غیرتِ ماہ
نہیں کہتا کہ برا آپ نے محبوب کیا
اپنی اپنی ہے خوشی خوب کیا خوب کیا

گر یہ سمجھے ہو کہ مجھ سا نہیں دلبر کوئی　　کشورِ حسن میں میرا نہیں ہمسر کوئی
یہ غلط فہمی ہے کیونکہ کرے باور کوئی　　قدرتِ اللہ کی ہے جانتا ہے ہر کوئی
خاتمہ حسن و ادا کا نہیں کچھ تم پر ہے
ایک سے ایک زمانے میں حسیں بہتر ہے

حسن صورت سے جہاں خالی ہو کیا ممکن ہے
تو تو کیا تجھ سے پری زاد سوا ممکن ہے

چاشنی عشق کی بھولوں میں یہ کیا ممکن ہے
میں نہ اور چاہوں کسی کو یہ بھلا ممکن ہے

دل لگاتا ہوں میں اب ایسے کسی گلرو سے
چمن دہر معطر رہے جس کی بو سے

ہوش میں آ تو کدھر دھیان ہے جولاں تیرا
ایک مٹی کے یہ پتلے میں یہ سبھی بت بخدا

نہیں ان خانہ برانداز دل سے ملنا اچھا
دور اس قوم فسونگر سے ہے لازم رہنا

مل نہ تو ان سے کہا مان لے ناداں باز آ
باز آ ان کی ملاقات سے جولاں باز آ (شعلہ جوالہ)

وحید الہ آبادی شاگرد آتش لکھنوی

وحید الہ آبادی، منشی وحید الدین احمد سنہ ۱۸۲۰ء – سنہ ۱۸۹۲ء، خلف

مولوی امیر الدین۔

نمونہ کلام: عجب بہار کا عالم نظر سے گذرا ہے
ہمیشہ تازہ رہے بوستاں خیالوں کا

میں نے جب وادیِ غربت میں قدم رکھا تھا
دور تک یادِ وطن آئی تھی سمجھانے کو

کچھ کہکے اس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا
اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا
(نگار دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء)

تلامذہ وحید الہ آبادی

۱۔ اکبر الہ آبادی، سید اکبر حسین سنہ ۱۸۴۶ – ۱۹۲۱ء (دیکھیے ص ۲۱۶)
۲۔ اکبر داناپوری، شاہ محمد اکبر داناپوری کا سنہ ۱۸۴۶ – ۱۹۱۰ء (دیکھیے ص ۲۹۷)

اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

اکبر سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء سے ۱۹۲۱ء آپ تعمیری طنز کے امام تھے۔

نمونۂ کلام :- نور عرفان عقل کے پردے میں پنہاں ہوگیا
ہوش میں آنا حجاب روئے جاناں ہوگیا
فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

تلامذہ اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

۱۔ **قمر** منشی قمر الدین صدیقی فرشوری بدایونی ۱۸۸۵ء سے ۱۹۶۰ء خلف ضیاء الدین ابن مولوی عزیز الدین صادق مؤلف بزم اکبر مطبوعہ

تاریخ بزم اکبر از عیش بدایونی۔

مطلوب ملک کو تھی جو سیرت منور
لکھدی قمر نے کیسی بے مثل اور بہتر
تاریخ بھی چمکتی اے عیش ہاتھ آئی
روشن کیا قمر نے نام جناب اکبر
۱۳۵۷ (۱۹۳۸ء)

نمونۂ کلام :- بس دوا و فکر سے اے چارہ گر کیا فائدہ
حال دل ان سے کوئی کہتا مگر کیا فائدہ
تلاش میں ہیں گریزاں حیات کے ذرات
کہاں سے آئے کہاں جائینگے خدا معلوم
(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

حاتم شیخ علی حاتم صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۴۱ء بن تقی حسن بن تقی الدین بن فرید الدین بن کریم الدین بن محمد صالح بن محمد حیات بن محمد تقی برادر جلیس بدایونی

حسن صورت سے جہاں خالی ہو کیا ممکن ہے — تو تو کیا تجھ سے پری زاد سوا ممکن ہے
چاشنی عشق کی بھولوں میں یہ کیا ممکن ہے — میں نہ اور چاہوں کسی کو یہ بھلا ممکن ہے
دل لگاتا ہوں میں اب ایسے کسی گلرو سے
چمن دہر معطر رہے جس کی بو سے
ہوش میں آ تو کدھر دھیان ہے جولاں تیرا — ایک مٹی کے یہ پتلے ہیں سبھی بت بخدا
نہیں ان خانہ بر اندازدل سے ملنا اچھا — دور اس قوم فسونگر سے ہے لازم رہنا
مل نہ تو ان سے کہا مان لے ناداں باز آ
باز آ ان کی ملاقات سے جولاں باز آ (شعلہ جوالہ)

وحید الہ آبادی شاگرد آتش لکھنوی

وحید الہ آبادی ، منشی وحید الدین احمد ۱۸۲۰ء - ۱۸۹۲ء خلف

مولوی امیر الدین۔
نمونہ کلام: عجب بہار کا عالم نظر سے گذرا ہے — ہمیشہ تازہ رہے بوستاں خیالوں کا
میں نے جب وادی غربت میں قدم رکھا تھا — دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو
کچھ کہہ کے اس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا — اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا
(نگار دسمبر ۱۹۶۳ء)

تلامذہ وحید الہ آبادی

۱۔ اکبر الہ آبادی: سید اکبر حسین ۱۸۴۶ء - ۱۹۲۱ء — دیکھیے ص ۲۱۶
۲۔ اکبر داناپوری: شاہ محمد اکبر داناپوری کام ۱۸۴۶ء - ۱۹۱۰ء — دیکھیے ص ۲۹۷

اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

اکبر :- سید اکبر حسین الہ آبادی ۱۸۴۶ء سنہ ۱۹۲۱ء آپ تعمیری طنز کے امام تھے

نمونہ کلام :- نور عرفاں عقل کے پردے میں پنہاں ہوگیا — ہوش میں آنا حجاب روئے جاناں ہوگیا
فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں — ڈور کو سلجھا رہا ہے پر سرا ملتا نہیں

تلامذہ اکبر الہ آبادی شاگرد وحید الہ آبادی

۱۔ قمر :- منشی قمر الدین صدیقی فرشوری بدایونی ۱۸۸۵ء سنہ ۱۹۶۰ء خلف ضیاء الدین ابن مولوی عزیز الدین صادق مولف بزم اکبر مطبوعہ

تاریخ بزم اکبر از عیش بدایونی :-

مطلوب ملک کو تھی جو سیرت منور — لکھدی قمر نے کیسی بے مثل اور بہتر
تاریخ بھی چمکتی اے عیش ہاتھ آئی — روشن کیا قمر نے نام جناب اکبر
۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء)

نمونہ کلام :- اس دوا و فکر سے اے چارہ گر کیا فائدہ — حال دل ان سے کوئی کہتا مگر کیا فائدہ
تلاش میں ہیں گریزاں حیات کے ذرات — کہاں سے آئے کہاں جائینگے خدا معلوم

(میلاد بزم اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

حاتم :- شیخ علی حاتم صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۴۱ء بن تقی حسن بن تقی الدین بن فرید الدین بن کریم الدین بن محمد صالح بن محمد حیات بن محمد تقی برادر جلیس بدایونی

آپ شاعری میں حضرت اکبر ۱۸۴۶ء تا ۱۹۲۱ء کے شاگرد رشید اور طنزیہ شاعری میں ان کے کامیاب مقلد تھے۔ ان کا کلام محفوظ نہ رہا اس لیے اہلِ ادب کو ان کے جوہرِ طبع کا اندازہ نہ ہو سکا وہ بدایوں کی کچھ مقامی شخصیات سے متعلق طنزیہ اور مزاحیہ قطعات کہتے تھے عنوانِ ترقی کے نام سے ان کے کچھ قطعات نظامی پریس بدایوں سے شائع ہو چکے ہیں وہ جس شخص کے متعلق قطعہ کہتے تھے سب سے پہلے اس کو سنا کر دادِ فن وصول کر لیتے تھے۔ بدایوں کے ایک صاحب کو انہوں نے اپنا مستقل موضوع بنا لیا تھا۔ اکثر قطعات میں ان کی کمزوریوں پر طنز کرتے اور لطافت کے ساتھ وہ مضحک پہلو پیدا کرتے کہ داد دئے بغیر نہ بنے ایک بار وہی صاحب بیمار پڑے۔ بخار آیا تھا آدمی حکام پرست تھے حکومت سے خطابات بھی پا چکے تھے جوائنٹ مجسٹریٹ (جنٹ صاحب) رسماً ان کے عیادت کو آئے وہ صاحب ہر شخص سے اس بات کا ذکر فخریہ کرتے تھے حاتم صاحب نے فرمایا ؎

خوشی ہوتی ترقی عزت و توقیر ہوتی   بدایوں سے بریلی تک تمہارا نام ہو جاتا
بخار آیا تو تم کو جنٹ صاحب دیکھنے آئے   کمشنر دیکھنے آتا اگر سرسام ہو جاتا

ایک صاحب نے نظر کی کمزوری کی وجہ سے عینک استعمال کی تو حاتم صاحب نے فرمایا ؎

اسد رضعفِ چشم نے معذور کر دیا   نظریں بھی تھک کے رہ گئیں طول کی راہ میں
مدِ نظر جناب کو عینک کا شغل ہے   بیساکھیاں لگائی ہیں پائے نگاہ میں

۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۲ء تک کا زمانہ حاتم صاحب کی ظریفانہ شاعری کی معراج ہے اس زمانے میں بدایوں کی شاید ہی کوئی شخصیت ان کے طنزیہ نشانے سے بچی ہو۔ آج شہر میں کوئی معمولی سا واقعہ ہوا دوسرے دن ان کا قطعہ لوگوں کی زبان پر ہے وہ کبھی در پردہ اور کبھی منظرِ عام پر کہتے تھے اور اس صنف کے مانے ہوئے مردِ میدان تھے ان کی شوخیِ تخیل اور نازک

سے شاید ہی بدایوں کی کوئی در خورِ اعتنا ہستی بچی ہو۔

حاتم صاحب کے اصلاحی قطعات موسوم بہ طوفانِ ترقی کی قسط اول نظامی پریس بدایوں نے ۱۹۳۵ء میں شائع کی تھی۔ اسکی ابتدا میں چند سطور مصنف نے بطور عرضِ حال لکھی ہیں اس میں وہ کہتے ہیں۔

ان نظموں سے نہ کسی فرقے یا قوم کی تذلیل و تحقیر کا خیال ہے اور نہ انکی ملکی یا قومی رسم و رواج پر اعتراض بلکہ صرف مسلم قوم کی اصلاح کے متعلق شرعی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے امید ہے کہ دلدادگانِ تہذیبِ جدید اور مارفتگانِ پردہ شکنی ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی اور مسلم قوم کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے اپنے خیالات اور دلی جذبات کو بجائے شاعری کے ماتحت نہیں بلکہ نظم کی ہمہ گیری کشش اور جاذبیت کو دیکھتے ہوئے پیش کیا ہے۔

مصنف نے کتاب کو اپنے نبیرۂ عزیز ترین لختِ جگر علی حاکم بن علی ناظم سلمہٗ کے نام سے موسوم کیا ہے اور ان کی عمر و علم و ادب کی روز افزوں ترقی کی دعا کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ شرعی اصول اور خاندانی رسم و رواج کو استقلال اور مستعدی کے ساتھ نصب العین بنائیں۔ پہلے قطعے میں ان سے اس طرح تخاطب کیا ہے۔

حاکم مری خلاقِ دو عالم سے دعا ہے — تم علم کے گلشن میں پھلو عیش میں پھولو
لیکن یہ سخن حضرتِ اکبر کا رہے یاد — اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اپنے نسب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

سادات کا غلام ہوں کیا کم یہ ہے شرف — سید ہوں یہ تاب یہ جرأت نہیں مجھے
صدیق میرے مورثِ اعلیٰ کا ہے خطاب — کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

دیگر قطعات ملاحظہ ہوں

احباب فراموشی :

پرانے دوستوں کو چھوڑ بیٹھے — عجب کچھ ان کی حالت ہوگئی ہے
کولمبس کا نمونہ بن رہے ہیں — نئے احباب ہیں دنیا نئی ہے

رہنماؤں کی عوام سے بے تعلقی

واسطہ کیا عوام سے ان کو — آج کل ہاؤس آف لارڈز میں ہیں
بچپنا ہے سرشت میں داخل — بھائی صاحب ظہور* وارڈز میں ہیں

* مسٹر ظہور [illegible]

میونسپل بورڈ بدایوں کی بدانتظامی

ہو د و نام پہ پبلک کا سرمایہ فنا ہوگا — نہ کچھ تعلیم ہی دیں گے نہ سڑکوں کو سدھاریں گے
ہمارے ممبران بورڈ اب بجلی کی لائٹ ہیں — کبھی مونچھوں کو تائیں گے کبھی داڑھی سنواریں گے

اقربا دشمنی :

مسالم جو عزیزوں پر کئے ہیں — ملیں گے حشر میں ان کو نتیجے
[illegible] ہاتھ میں بھائی کے ہوگا — تمہیں لپٹے ہوئے ہونگے بھتیجے

سرکاری خطاب :

قاعدہ یہ تھا دئے جاتے تھے اعزازی خطاب — شکل و صورت دیکھ کر علم و لیاقت دیکھ کر
[illegible] — [illegible]

* خطاب)

قومی خطاب

خانہ زادِ بے حیائی بندۂ بے غیرتی — حامل بارِ ملامت بوالہوس ذلت مآب
بے وفا نا اہل بد بیں خود غرض بے اعتبار — قوم کی جانب سے انکو مل گئے اتنے خطاب

بے اعتبار لیڈر

ایک کے ساتھ آج ہیں کل دوسرے کے ساتھ ہیں — پیروی گردشِ افلاک ہے انکا شعار
ایک ہی دعوت میں جا کر ہو گئی کایا پلٹ — ہم نہ کہتے تھے کہ لیڈر کا نہ کرنا اعتبار

نالائق لیڈر

کسی پہلو انہیں قرار نہیں — پل میں تولہ ہیں پل میں ماشہ ہیں
روز بنتی ہے اک نئی اسکیم — آپ لیڈر ہیں یا تماشا ہیں

ایضاً

خیالِ عاقبت کچھ ہے نہ خوفِ روزِ محشر ہے — نہ یہ مذہب کے حامی ہیں نہ یہ ملت کے ساتھی ہیں
مفادِ قوم سر صدقے کیا دنیا پرستی پر — جو گھر کی فوج کو ماریں یہ وہ پوروں کے ہاتھی ہیں

جنگی کا ممبر

مسائل دین کے سب رکھ دئے ہیں طاقِ نسیاں پر — کلامِ پاک احکامِ نبیؐ بستوں کے اندر ہیں
بغل میں مینول ہے ہاتھ میں لیڈر کا پرچہ ہے — جنابِ شیخ صاحب آجکل جنگی کے ممبر ہیں

مخلوط تعلیم

جب کھلیں گے مشترک تعلیم کے دارالعلوم
لفظ و معنی کی طرح بچھڑے ہوئے مل جائیں گے
گرمیِ بازارِ حسن و عشق کچھ بڑھنے تو دو
غنچہ ہائے شوق قبل از وقت ہی کھل جائیں گے

بھنگیوں کی ہڑتال

بھنگیوں کی اسٹرائک سے عجب گڑبڑ ہوئی
بیٹ میں پانی ہوا بیت سے دست آنے لگے
دیدنی ہے خاکساری ممبرانِ بورڈ کی
مہتروں کے گھر صفائی کیلئے جانے لگے

تہذیبِ جدید

اب جنونِ عشق ہے محتاجِ تہذیبِ جدید
فی زمانہ دشت پیمائی سے کچھ حاصل نہیں
قیس سے کہدو کہ جنگل چھوڑ کر بستی میں آئے
اب کسی میٹنگ میں ہوگی لیلی محمل نشیں

خاتونِ ممبران

شخصیت جاتی رہی قومی تنا خرمٹ گیا
ہوگیا ٹھنڈا شرافت اور نجابت کا لہو
غور کرنے کی جگہ ہے ممبری میں آئی ہے
کسکی بیٹی کسکی پوتی کس گھرانے کی بہو

خواتین کے انتخاب کا امتناع

جانے کس لیڈی پہ ہوتا ممبری کا حسن سوار
جانے اسکی کون سی خدمت گذار آئینکو تھی
تو مبارک کردیا بت جھاڑ لوکل سیلف نے
وہ چمن ہی لٹ گیا جس میں بہار آئینکو تھی

پردہ اور تعلیم نسواں

آپ نے پردہ اٹھایا آپ نے تعلیم دی — اب جو کچھ بدنامیاں ہوں اپنے سر پر لیجئے
بے حیائی اور رسوائی کا باعث کون ہے — آپ جج ہیں خود ہی اسکا فیصلہ کر دیجئے

بے پردگی اور مغرب زدگی

اب ہوگیا نظر کے لیے صاف راستہ — کانٹے جو سد راہ تھے آخر وہ ہٹ گئے
بے روک ٹوک آئینگے جلوے نگاہ میں — پردہ اٹھا۔ حجاب گیا۔ بال کٹ گئے

ایضاً

زمانے کے حوادث کی محافظ رسم پردہ ہے — اگر چھوڑا اسے غیرت اڑے گی دھجیاں ہوکر
ہلاکت آفریں ہے جوشش طوفان بے شرمی — نہ موجوں سے الجھنا کشتی بے بادباں ہوکر

تعلیم یورپ

بعض لڑکے جب گئے یورپ میں پڑھنے کیلئے — اک نہ اک زہرہ جبیں کو ساتھ اپنے لیکے آئے
ہے ضرورت اور مستحکم ہو رسم اتحاد — بھیجئے لڑکی کو وہ انگلینڈ میں شادی رچائے

میوزک

تعلیم عام ہوگئی میوزک کی آج کل — اب لڑکیوں کو بھاؤ کے سیٹ سکھایئے
گر قدر و منزلت میں ترقی کا ہو خیال — بیگم کو اپنی بال میں اکدن نچایئے

مخلوط تعلیم

مشترک تعلیم کے باعث سب بن جائیں گے — نجد کے بن انڈیا کے عرض میں اور طول میں
کورس ہو جائیں گے جاری حسن کے اور عشق کے — لیلیٰ و مجنوں نظر آئیں گے ہر اسکول میں

ایضاً

لڑکیاں کالج میں جائیں پر رہے اتنا خیال — نیکنامی اور بدنامی ہے انکے ہاتھ میں
صاف کہہ دیں ہم کو خطرہ ہے فقط اس بات کا — کوئی ڈپلومہ نہ لائیں ہر سند کے ساتھ میں

ایضاً

درس و تدریس کی عنایت سے — دلبری کا انہیں سلیقہ ہے
ماسٹر لوگ وہ بھی سکھلا دیں — کورٹ شپ کا جو کچھ طریقہ ہے

مرد و زن

جب میاں خود ہی محرک ہوں تو کیسی روک تھام — اب کھلے بندوں پھرینگی پردہ داری ہٹ گئی
فارغ البالی کے صدقے بوجھ ہلکا ہو گیا — مونچھ شوہر کی منڈی بیگم کی چوٹی کٹ گئی

ایضاً

دوسرے مرغ پر جھپٹتا ہے — کچھ نہ کچھ تو اسے حمیت ہے
جو ہیں بیگم کے دوست کے ہمدرد — مرغ ان سے مرا غنیمت ہے

انگریزی آدب معاشرت :

اے موازالداس تہذیب کی تقلید نے — آدمیت سے بھی بیگانہ بنایا آپ کو
قبلہ و کعبہ کی قدر و منزلت جاتی رہی — اب ڈیر فادر لکھا جاتا ہے خط میں باپ کو

انگریزی آداب معاشرت

موتراشی کی ہوا میں زلف وکاکل اڑگئے — ہم سمجھتے ہیں یہ فیشن رنگ جو دکھلائے گا
مغربی تہذیب میں شرم و حیا مٹنے کو ہے — دیکھ لینا ایک دن بیگم کا سر منڈ جائے گا

ایضاً

کیسا حجاب کیسی حیا اور کہاں کی شرم — یہ سب وبال جاں ہیں انہیں اب ہٹایئے
چوٹی کا بار فیشن مغرب کے سر گیا — کٹ کر رہ گئی ہے اسے بھی کٹایئے

مخلوط تعلیم

مشترک تعلیم میں استاد ہوں اس قسم کے — جو کہ اپنی شخصیت سے بھی کریں کچھ ایڈریس
عورتوں کو مرد ہوں ۔ مردوں کو عورت چاہیے — ماسٹران کو پڑھائے اوران کو مسٹریس

حضرت اکبر داناپوری شاگرد وحید الہ آبادی

اکبر: حضرت شاہ محمد اکبر ابوالعلائی داناپوری مقیم آگرہ ۱۸۴۶ء ۱۹۱۰ء خلف شاہ سید محمد سجاد بن شاہ تراب الحق بن شاہ طیب اللہ بن شاہ محمد قاسم مصنف رسالہ نجات قاسم جناب اکبر کی تصانیف یہ ہیں دیوان تجلیات عشق ۔ جذبات اکبر ۔ مثنوی روح ۔ اشرف التواریخ چار جلد ۔ مولد غریب ۔ رسالہ تحفہ طریقت رسالہ غریب نواز سرمہ بینائی ۔ مولد فاطمی چراغ کعبہ ۔

نمونہ کلام: عشق کا کرتے نہیں عشاق علاج — اے دل زار یہی درد ہے درماں تیرا
جاتا ہوں تہی دست سوئے ملک عدم میں — ہے کوئی جو کچھ باندھ دے دامان کفن میں

(مسلم شعرائے بہار)

تلامذہ اکبر دانا پوری

نثار: مولوی سید نثار علی نیوتنوی ثم اٹاوی م ۱۹۲۱ء خلف سید مشتاق علی شاگرد حضرت اکبر دانا پوری و مرزا حاتم علی مہر اکبر آبادی

نمونہ کلام: تشنہ ہے ذوقِ تماشا ترے دیوانے کا — پردہ اٹھتا ہے نہ گرتا ہے صنم خانے کا
بے نیازی تری جو چاہے بنا دے جسکو — ورنہ ممکن نہیں بندے کا خدا ہو جانا
(مشاعرہ آگرہ اگست ۱۹۲۹ء)

تلامذہ نثار اٹاوی

دانا: منشی بابو رام بدایونی

نمونہ کلام: بدی کوئی تھی اس پر نہ جفا جو سے مری دانا — تمنائے دل مضطر نہیں نکلی نہیں نکلی
(مشاعرہ اٹاوہ اگست ۱۹۲۳ء)

میر خلیق لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی امروہوی

میر مستحسن خلیق لکھنوی م ۱۸۴۵ء

کو ان کے والد میر حسن دہلوی ثم لکھنوی م ۱۷۸۵ء مصنف مثنوی سحر البیان نے شیخ مصحفی کا شاگرد کرا دیا تھا ان کا رنگِ کلام یہ ہے۔

نمونہ کلام: رشکِ آئینہ ہے اس رشکِ قمر کا پہلو — صاف ادھر نظر آتا ہے ادھر کا پہلو

میر انیس: میر خلیق کے شاگرد ان کے خلف الرشید میر ببر علی انیس لکھنوی م ۱۸۷۴ء تھے جو اپنے مرثیوں کی وجہ سے اردو ادب میں زندہ جاوید ہیں۔

نمونہ کلام: رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں — جز غمِ آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں
در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے — سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم واں قدم رکھتے نہیں

رباعی

ہر وقت زمانے کا ستم سہتے ہیں — حاسد جو برا کہتے ہیں چپ رہتے ہیں
جو نیک ہیں وہ بدوں کو بھی کہتے ہیں نیک — جو بد ہیں وہ نیکوں کو برا کہتے ہیں

تلامذۂ میر انیس

میر نفیس: میر انیس کے شاگرد ان کے خلف الرشید میر خورشید علی نفیس لکھنوی ۱۸۱۶ء - ۱۹۰۱ء تھے۔

نمونۂ کلام:

عریاں سرِ خاتونِ زمن ہے اب تک — ناموس پر ایذائے محن ہے اب تک
چہلم کے دن خاک اڑاؤ یارو — شبیر کی لاش بے کفن ہے ابتک

تلامذۂ میر نفیس لکھنوی

۱۔ سعید: چودھری سعید الدین ۱۸۶۷ء - ۱۹۲۷ء

رئیس اعظم کھیڑہ ضلع بدایوں خلف چودھری تفضل حسین۔ آپ غزل گوئی میں حضرت مذاق بدایونی ۱۸۹۵ء اور حضرت ضیا بدایونی م ۱۸۹۱ء کے اور مرثیہ میں حضرت نفیس بدایونی کے شاگرد تھے آپ کا ذکر حضرت مذاق بدایونی کے تلامذہ میں ہوگا۔

۲۔ ضیا: مولوی راشد علی ۱۸۴۵ء - ۱۸۹۱ء خلف شیخ اشرف علی نفیس بدایونی م ۱۸۵۹ء محلہ قاضی ٹولہ بدایوں میں مکان تھا۔ شاہ جہانپور میں وکالت کرتے تھے صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ غزل میں منیر شکوہ آبادی اور مرثیہ میں میر نفیس لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دیکھیے صفحہ ۳۱۵

ناسخ لکھنوی م ۱۸۴۰ء شاگرد شیخ مصحفی ۱۸۲۵ء: شیخ امام بخش ناسخ

۱۷۸۲ء تا ۱۸۳۸ء (۱۲۰۱ھ - ۱۲۵۴ھ) خلف شیخ خدا بخش سوداگر لاہوری۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی نے

اپنے تذکرہ آب بقا میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔
"سیاہ فام۔ فربہ بدن۔ سر منڈا ہوا۔ ڈاڑھی خشخشی۔ بانکوں میں مشہور تھے مرزا محمد تقی ہوس رئیس فیض آباد کے ساتھ لکھنؤ آئے۔ سب سے پہلے میر صاحب کی خدمت میں اصلاح کے لیئے غزل لے کر گئے انہوں نے بے توجہی کی اور اصلاح دینے سے انکار کر دیا پھر مصحفی اور محمد عیسی تنہا سے اصلاح لی زندگی بھر شادی نہ کی۔ مصحفی نے ایک مرتبہ ان کی غزل اپنے شاگرد بیتاب کو اصلاح کے لیے دیدی اس روز سے خفا ہو گئے اور اصلاح ترک کر دی ناسخ کی تحقیق زبان حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی اصلاح دینے کا اچھا مادہ پیدا کر لیا تھا اس لیے امراؤ رؤسا کا رجوع زیادہ تھا۔ نواب معتمد الدولہ ان کے شاگرد تھے۔ شاگردان آتش دم کٹا بھیسا کہتے تھے۔ راجہ چندولال نے ایک مرتبہ بارہ ہزار اور دوسری مرتبہ پندرہ ہزار روپیہ بھیجکر حیدرآباد آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ دو دیوان موجود ہیں مثنوی نایاب ہے مولود شریف منظوم مطبوعہ موجود ہے ناسخ نے کسی رئیس کے لیے قصیدہ نہیں کہا اور ہجو سے ہمیشہ گریز کیا۔

پیشتر نشۂ ایجاد سے بےہوش ہوں میں	خم گردوں بھی نہ تھا جب سے کہ مدہوش ہوں میں
خوں نہ جب تک ہو جگر اور نہ دل ہو پُر درد	اشک میں رنگ نہیں آہ میں تاثیر نہیں
شکل اسکی تصور نے کھینچی ورق دل پہ	نقاش اسے کہتے ہیں تصویر اسے کہتے ہیں
ہیں اشک مری چشم میں قلزم سے زیادہ	ہیں داغ مرے سینے میں انجم سے زیادہ
خالی نالے سے نہیں میں غم جاناں میں کبھی	کبھی زانو پہ مرا سر ہے گریباں میں کبھی
اک عمر سے ہوں بادیہ پیمائے بے خودی	مدت ہوئی ہے کچھ نہیں اپنی خبر مجھے

تلامذہ ناسخ لکھنوی (۱) برق لکھنوی (۲) رشک لکھنوی (۳) مہر اکبر آبادی (۴) خلیق لکھنوی

برق لکھنوی شاگرد ناسخ : فتح الدولہ مرزا محمد رضا برق لکھنوی م ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء

خلف مرزا کاظم علی - آخری نواب اودھ واجد علی شاہ کے مصاحب اور استاد تھے کلکتہ میں بہ حالت جلاوطنی ان کے ساتھ رہے وہیں وفات پائی اس امر کی طرف مندرجہ ذیل شعر میں اشارہ کیا ہے ؎ برق جو کہتے تھے آخر وہی کر کے اٹھے

جان دی آپ کے دروازے سے مر کے اٹھے

ضخیم دیوان کے علاوہ ایک شہر آشوب آپ سے یادگار ہے۔

نمونہ کلام

اذان دی کعبے میں ناقوس دیر میں پھونکا
کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

لاکھ نعمت ہے جو بے رنج ملے نان جویں
پانی پی لینگے اگر بادۂ انگور نہیں

بتوں سے جلوۂ حق کا ظہور ہوتا ہے
عجیب خاک کے پتلے میں نور ہوتا ہے

گر قناعت سے آشنا ہوتا
جام جم کاسۂ گدا ہوتا

جلال لکھنوی تلمیذ برق لکھنوی حکیم ضامن علی جلال لکھنوی ۱۸۲۵ء - ۱۹۰۹ء

خلف حکیم اصغر علی داستاں گو ملازم رام پور خلف حکیم حسن علی خاں شاگرد حکیم شفائی خاں تیس سال سے زیادہ ۱۸۵۵ء - ۱۸۸۷ء دربار رام سے وابستہ رہے آپ اسم مسمی تھے۔ زور شور کی طبیعت تھی فن شعر کے محقق و مجتہد تھے جملہ اصناف سخن پر قادر تھے چار دیوانوں کے علاوہ کئی کتابیں دستور الفصاحت۔ افادۂ تاریخ۔ مفید الشعرا۔ منتخب القواعد۔ سرمایۂ زبان اردو ان سے یادگار رہیں۔

نمونۂ کلام: کہکے جھوٹے ہوئے کچھ بات بنائی نہ گئی ۔۔۔ دل کی چوٹ انکو کس طرح دکھائی نہ گئی
کیا تم سے کہیں کہ تم پہ مر کے ۔۔۔ کیا لطف ملا ہے زندگی کا
حشر میں چھپ نہ سکا حسرت دیدار کا راز ۔۔۔ آنکھ کم بخت سے پہچان گئے تم مجھکو
خوبرویوں کے بگڑنے میں بھی ہیں لاکھ بناؤ ۔۔۔ کہیں چھوں کی کوئی بات بری ہوتی ہے
ہم نے مانا مرنے والوں کو قضا آتی نہیں ۔۔۔ کیا تمہیں بھی جان لینے کی ادا آتی نہیں

تلامذہ جلال لکھنوی شاگرد برق لکھنوی ۔

ا۔ راغب: مولوی یعقوب بخش صدیقی متولی بدایونی ۱۸۸۸ء تا ۱۹۴۸ء

خلف مولوی غوث بخش ابن محمود بخش ابن سلطان بخش ابن محمد مکارم برادر شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی۔ آپ عربی و فارسی۔ فقہ و حدیث۔ فلسفہ و علم کلام۔ منطق۔ اقلیدس ہیئت۔ نجوم رمل اور طب میں کمال رکھتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب قادری عثمانی بدایونی اور مولانا محب احمد صاحب قادری بدایونی کے تلمیذ رشید تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ رہا۔ آخر عمر میں مسلم یونیورسٹی میں لکچرر ہو گئے وہیں انتقال ہوا۔ نعش بدایوں لاکر درگاہ قادریہ میں دفن کی گئی۔

نمونۂ کلام: تری صورت سے ظاہر یہ ترے صانع کا جلوہ ہے ۔۔۔ کہ جس نے تجھکو دیکھا ہے خدا کو اس نے دیکھا ہے
میں اور تاب دید تمہارے جمال کی ۔۔۔ ہاں دیکھنا نظر مرے عجز خیال کی
دیکھا تو کچھ سمجھ نہ سکے فرط شوق سے ۔۔۔ روکیں ہجوم دید نے راہیں خیال کی
دل آگیا تھا ناز و ادا کے جواب پر ۔۔۔ ورنہ ہم اور اٹھائیں یہ ذلت سوال کی
اب اسکو ساقی فیاض کیا کرے ۔۔۔ مٹی بھی تشنہ ہے مرے جام سوال کی
وہ چاہتے ہیں نام رہے اس فقیر کا ۔۔۔ بھر آئی نقد شوق سے جھولی سوال کی

ترا یہ اسیر وہم ہے تو ورنہ اس کی یاد | پابند ہی نہیں کسی فکر و خیال کی
راغب ہی ہے مومن و غالب کا اتباع | پہنچے فراز عرش بلندی خیال کی
اب حشر تک بہار تماشا ہے اور ہم | آنکھیں ہوئی ہیں بند رخ یار دیکھ کر
کام دشوار بہت تھا مگر آساں نکلا | جان یوں نکلی کہ جیسے کوئی ارماں نکلا
دل نشیں ہے عالم ذوق اسیری کا خیال | اب دل صیاد اپنا آشیاں ہو جائے گا

(خم خانۂ جاوید جلد سوم صفحہ ۴۹۳ و رسالہ تمدن دہلی مارچ ۱۹۲۰ء)

۲۔ یاس : سید ذاکر حسین لکھنوی ۔ آپ کے شاگرد عبدالحی شیدا بدایونی تھے جنھوں نے جناب دولھا بدایونی و جناب مضطر خیر آبادی سے بھی استفادہ کیا تھا ان کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا ۔

۳۔ تسکین : منشی کالکا پرشاد بدایونی

۴۔ حفظ : منشی حفظ الکریم بدایونی

۵۔ آرزو : سید انور حسین لکھنوی : خلف سید ذاکر حسین یاس لکھنوی ۔ باپ بیٹے دونوں حضرت جلال کے شاگرد تھے ۔

نمونۂ کلام
نمونۂ کلام : دل ناکام تمنا میں تمنا کیسی | اور اگر ہوگی تو مرنے کے سوا کیا ہوگی

تلامذہ حضرت آرزو لکھنوی : رضا : سید آل رضا لکھنوی :

نمونۂ کلام انتخاب کلام محسن اعظم
تو اپنا محسن اعظم ہے قائد اعظم | ترا خیال ترا پاس غم کبھی نہ مٹے
ہوائیں خاک اڑاتی ہیں اور اڑائیں گی | خدا کرے ترا نقش قدم کبھی نہ مٹے

تلامذہ حضرت رضا لکھنوی ؛ اثرؔ منشی تہور حسین بدایونی ۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء

نمونۂ کلام — نظم والدہ مرحومہ کی یاد میں

دور عشرت جسکو کہتے ہیں الم کا نام ہے
پھول کا کھلنا ہی اسکی موت کا پیغام ہے

ماں کا سایہ میرے سر پر تھا یہ کل کی بات ہے
اسکے غم میں روز روشن آج اندھیری رات ہے

کھیل سے یا مدرسے گھر میں جب آتا تھا میں
اپنی آمد کا کسی کو منتظر پاتا تھا میں

کیا خبر تھی آئے گا ایسا بھی اک دن انقلاب
مٹ کے رہ جائے گا میری سب امنگوں کا شباب

اے میری ماں میری مونس اے مری ہمدرد ماں
بات کر اٹھ کر کہ ہے تاریک نظروں میں جہاں

روٹھتا تھا میں تو ہر دن تو مناتی تھی مجھے
راہ پر جس طرح ہو سکتا تھا لاتی تھی مجھے

اب کہ تو روٹھی ہے مجھکو آزمانے کیلئے
ڈھونڈ کر لاؤں کسے تجھکو منانے کیلئے

ہاں اگر یہ اب تجھے واپس دلا سکتا نہیں
روز محشر سے میں پہلے تجھکو پا سکتا نہیں

ہے یہی صورت یوں ہی تخم محبت بوؤنگا
اب تری تربت پہ جا کر زندگی بھر روؤنگا

(مخبر عالم ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء)

سلام فارسی

اسیر رنج و محن را اثرؔ سلام علیک
شہید غنچہ دہن را اثرؔ سلام علیک

برائے امت جد کرد رہنمائی ہا
اسیر طوق و رسن را اثرؔ سلام علیک

حضور سبط نبیؐ شد چو خم سر تسلیم
رسید شاہ زمن را اثرؔ سلام علیک

(مخبر عالم ۸ دسمبر ۱۹۴۵ء)

رشکؔ لکھنوی شاگرد ناسخؔ لکھنوی ؛ میر علی اوسط لکھنوی ۱۸۰۰ء-۱۸۶۷ء / ۱۲۱۴ھ-۱۲۸۴ھ

شاگرد رشید ناسخؔ لکھنوی دو دیوان نظم مبارک (۱۸۳۸ء / ۱۲۵۳ھ) اور نظم گرامی ۱۸۴۸ء / ۱۲۶۴ھ آپ سے یادگار ہیں۔

نمونہ کلام

میرے گلے پڑ گئی کیوں زندگی
موت کو حیران ہوں کیا ہو گیا

مر کے چھٹا ہیں مرض عشق سے
زہر مرے حق میں دوا ہو گیا

دیکھیے اللہ کی یہ قدرتیں
سنگ سے بت۔ بت سے خدا ہو گیا

قیس کو تھا حجاب ہم نہ ہوتے
کہ اٹھا دیتے پردہ محمل کا

سنا رہا ہوں نکیرین کو فسانۂ ہجر
سوال انکے جدا ہیں مرے جواب جدا

مے خانۂ دنیا میں ہے افراط مے عجز
جھکنے کے لیے گردن مینا کو بنایا

خضر و الیاس ہوئے زندۂ جاوید تو کیا
دو اگر شاد ہیں دنیا میں تو ناشاد بہت

ہزار بار دعا دی ہے تجھکو اے ساقی
خدا کے واسطے دے مجھکو ایک بار شراب

کر دیا اک نگہ سے مالا مال
اسکو کہتے ہیں کیمیائے نظر

وہ بت جب نہ ہو ساری دنیا عبث ہے
الٰہی ترے کارخانے سے حاصل

ساقی ہمیں منہ نہیں لگاتا
ساغر منہ سے لگائیں کیا ہم

دنیا میں نہ آتے تو جہنم میں نہ جاتے
دو دن کے لیے آکے گنہگار ہوئے ہم

کیا ہوا کہیے جو اس بت کو خدا
لوگ بندوں کو خدا کہتے ہیں

سجدۂ شکر جفا پر کرنا
اسکو ہم لوگ وفا کہتے ہیں

دل نے غارت کر دیا آنکھوں نے رسوا کر دیا
جو عداوت دوستوں میں ہے وہ دشمن میں نہیں

دھوپ سے بھی ہے زیادہ پر تپش
سایۂ دامن احساں سے ہمیں

افسانۂ مرگ ہیچ ہے اے رشک
باقی قصے کہانیاں ہیں

ہے جائے عجب نشۂ ہستی کا طلسمات
چھوٹا سا تو میخانہ ہے میخوار بہت ہیں

اب تو باتیں بھی ہو گئیں موقوف
ارنی ہے نہ لن ترانی ہے

زندگی میں عذاب موت میں رنج — ہر طرح آدمی کو مشکل ہے
عیش ممکن نہیں مجھکو چمن ہستی میں — جب بہار آتی ہے تشویش خزاں رہتی ہے
کوئی بت کوئی خدا سمجھا تجھے — عقل ہے حیران کہئے کیا تجھے
آئیے جب مزاج میں آئے — خانۂ دل حضور کا گھر ہے
ہم بادہ خوار جانتے ہیں ایک مسئلہ — زاہد جسے حرام کہے وہ حلال ہے
رنج ہستی سے ہوئی قدر اجل — زندگی پر موت کا احسان ہے
رہین منت برق بلا ہوں — کہ یہ شمع مزار بیکساں ہے
خاک میں سونپتے ہی بات نہ پوچھی افسوس — ایک ہی روز میں یاران وطن بھول گئے
عاشق کامل ہوں ناکامی سے مجھکو کام ہے — درد میں آسودگی ہے رنج میں آرام ہے

تلامذہ رشک لکھنوی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی: کاشف: سید جعفر حسین لکھنوی مقیم بریلی

نمونہ کلام
وہ بے نیاز ہوا میں نیاز مند ہوا — وہ خود پسند ہوا میں ادا پسند ہوا
جمال نور محبت نے وہ ترقی کی — کہ درمیان میں سایہ کبھی ناپسند ہوا
عدم کی چھیڑ چلی جائے گی وجود کیساتھ — کہ اس چمن میں تلون اسے پسند ہوا
(پیام عاشق فروری ۱۸۸۷ء)

تلامذہ کاشف لکھنوی: شمشاد لکھنوی: مولوی عبد الاحد انصاری فرنگی

محلی لکھنوی ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۱ء - ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء خلف مولوی عبد الرحیم شہید جنگ آزادی ۱۸۵۷ء آپ شاعری میں (۱) خواجہ اسد قلق لکھنوی تلمیذ خواجہ وزیر لکھنوی تلمیذ شیخ ناسخ لکھنوی (۲) سید جعفر حسین

کاشف لکھنوی ثم بریلوی شاگرد رشک لکھنوی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی (۳) مولوی عبدالعلیم آسی غازیپوری شاگرد شاہ غلام اعظم افضل الہ آبادی شاگرد شیخ ناسخ لکھنوی کے شاگرد تھے۔

جناب شمشاد لکھنوی نے کیننگ کالج لکھنو اور مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور میں علم کی تکمیل کی اور تا عمر مدرسہ مذکور میں فارسی کے مدرس اول رہے۔ تین دیوان مطبوعہ اور ایک غیر مطبوعہ یادگار ہیں۔

نمونۂ کلام

وہ تھا عزلت گزین خلوت دل — جسے ہم ڈھونڈ آئے آسماں تک
ازل کی وہ مستی ابد تک نہ اتری — پلائی جو تم نے شراب اول اول
میں راز حسن و عشق سمجھتا رہا جسے — تم نے اسی کو رنجش پنہاں بنا دیا
زندگی خلد میں بھی انکی کٹے گی یونہی — یاں جو رو پیٹ کے دنیا میں بسر کرتے ہیں

(خمخانۂ جاوید جلد پنجم۔ یادگار ضیغم)

تلامذہ شمشاد لکھنوی شاگرد قلق لکھنوی و کاشف لکھنوی و آسی غازیپوری

(۱) تسکین منشی رشید احمد بدایونی

مقیم کلکتہ۔ شاگرد شمشاد لکھنوی و شوکت میرٹھی۔ آپ کا ذکر شوکت میرٹھی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۲۸۲

(تتمہ یادگار ضیغم)

(۲) جمیل محمد جمیل الدین بدایونی

منیر شکوہ آبادی شاگرد رشک لکھنوی۔

منشی سید اسمٰعیل حسین شکوہ آبادی

۱۸۲۸ء ۱۲۴۲ھ — ۱۸۸۱ء ۱۲۹۷ھ خلف منشی سید احمد حسین شادؔ شاگرد مرزا رفیع سودا دہلوی۔ جناب منیر جملہ اقسام سخن پر قادر تھے تین

دیوان منتخب العالم تنویر الاشعار نظم منیر اور دو مثنویاں معراج المضامین اور حجاب ِ زناں کچھ رقعات ۔ تقریظیں اور رسائل آپ سے یادگار ہیں ۔ آپ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں انڈمان بھیجے گئے ۔ وہاں کی تکالیف کا ذکر آپ کے کلام میں جا بجا ملتا ہے جس کی مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۔

رباعی
عزبت میں وطن خانہ بدوشوں کو ملا
زہر عزت شکر فروشوں کو ملا
جب لخت جگر کھائے لگی پیاس منیر
کالا پانی سفید پوشوں کو ملا

ایک نعتیہ قصیدے میں رہائی کی دعا اسطرح کی ہے ۔

نہیں ہوتا جو رحم اس پیکر مہر و محبت کو
ہماری آہ بھی کیا ہو گئی ناقوس رہبانی
گذر ہیکہ تصور کا وہاں تک ہو نہیں سکتا
ہے پہرہ حفظ حق کا اور ملائک کی نگہبانی
سفارش چاہتا ہوں اک پیدا ہیش پیمبر سے
جناب خامس آل عبا محبوب ربانی
لپٹ کر اپنے نانا کے گلے سے جلد چونکا دیں
سفارش میری فرما دیں کہ ہو مشکل کی آسانی

آخر دعا قبول ہوئی ۔ نواب یوسف علی خاں والی رام پور نے منیر کا یہ شعر سنا ۔

میرے ہنر کا کوئی نہیں قدرداں منیر
شرمندہ ہوں میں اپنے کمالوں کے سامنے

تو انہوں نے جواب میں یہ شعر ارشاد کیا ۔

ناظم منیر آئے یہاں ہم ہیں قدرداں
شرمندہ کیوں ہے اپنے کمالوں کے سامنے

جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ منیر انڈمان میں قید ہیں تو انہوں نے حکام سے ان کی رہائی کی سفارش کی اور منیر انڈمان سے آزاد ہوئے راستے میں نواب صاحب کے شعر پر اس طرح تضمین کی ۔

چل اے منیر قبلہ عالم ہیں قدرداں
شکر خدا حضور معظم ہیں قدرداں
وہ کہتے ہیں جو آج مسلم ہیں قدرداں
ناظم منیر آئے یہاں ہم ہیں قدرداں
شرمندہ کیوں ہے اپنے کمالوں کے سامنے

نواب یوسف علی خاں کا انتقال ۱۸۶۵ء ۱۲۸۱ھ میں ہوگیا اور منیر ۱۸۶۶ء ۱۲۸۲ھ میں انڈمان سے آزاد ہوئے لکھنؤ میں نواب صاحب کے انتقال کی خبر منیر کو ملی تو انہوں نے یہ خمسہ کہا ۔

آیا منیر چھوٹ کے جب قید سے یہاں — تھا قصد رام پور کو ہو جاؤں میں رواں
لیکن حضور ہو گئے راہی سوئے جناں — اب کسکے پاس جاؤں میں ہے کون قدرداں
نادم رہا میں اپنے کمالوں کے سامنے

نواب کلب علی خاں نواب کے زمانے میں آپ کی بڑی قدر افزائی ہوئی ۔ تاریخ وفات یہ ہے "انتقالِ منیرِ عالی قدر"

نمونۂ کلام
کیا ہاتھ مرے پہونچیں گے دامانِ تتاں تک — اپنے ہی گریبان سے فرصت نہیں ملتی
اللہ رے زورِ قلمِ صانعِ قدرت — تصویر سے تصویر کی صورت نہیں ملتی
دل تو پژمردہ ہے داغِ غمِ گلشاں ہوا تو کیا — آنکھیں روتی ہیں دہانِ زخم خنداں ہوا تو کیا

منیر نے بزرگانِ دین اور روسائے وقت کی مدح میں کافی قصیدے لکھے ہیں ان کے قصائد سودا و ذوق کے قصیدوں سے بہت اعلیٰ و ارفع ہیں کیونکہ زمانے میں کافی فرق ہے سودا کے یہاں تخیل کی فراوانی ضرور ہے ۔ مگر ناہمواری اور بندش کی سستی پائی جاتی ہے ذوق کے قصائد میں منیر جیسا زورِ تخیل اور شکوہِ بیان نہیں ہے ایک قصیدہ میں جو نواب کلب علی خاں والیِ رام پور کی تعریف میں ہے دربار رام پور کے مختلف اہلِ کمال کا بھی تذکرہ ہے ۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں ۔

رُت ہے برسات کی بہت پیاری — موجزن جھیلیں ندیاں جاری
بدلیاں چھا رہی ہیں گردوں پر — زرد ۔ اودی ۔ سنہری ۔ زنگاری
کیا ہری دوب جنگلوں میں ہے — سبز مخمل سے بھی سوا پیاری

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں پروائی　　لہریں لیتی ہیں ندیاں ساری
ننھی ننھی برستی ہیں بوندیں　　روح پہ ہوتی ہے خوشی طاری
کھیت دھانوں کے لہلہے شاداب　　کر رہے ہیں نظر کی دلداری
سوندھی سوندھی زمیں کی مٹی　　بھینی بھینی چمن کی بو پیاری
مہندیوں سے ہتھیلیاں گلنار　　ہاتھوں میں دھانی چوڑیاں پیاری
پہنے ہیں رنگ رنگ کے جوڑے　　دست نازک میں پانچے بھاری
کھنچے چاندی کے ریشمی جھولے　　ساز عشرت کی گرم بازاری
طبلے سارنگیاں ہیں ہم آواز　　گونجتا ہے سپہر زنگاری

ان کی مثنوی حجاب بزناں اصلاحی مثنوی ہے جو لڑکیوں کی تربیت سے متعلق ہے اس میں کوئی ادبی حسن نہیں ہے۔ خود کہتے ہیں۔

حال جو کچھ سنا کیا موزوں　　نہیں اس میں لطافت مضموں
سیدھی سیدھی زباں ہے اس میں　　سادہ سادہ بیان ہے اس میں

لیکن ان کی مثنوی معراج المضامین ایک بے نظیر نظم ہے ان کو اس مثنوی پر بجا ناز تھا فرماتے ہیں۔

بہت خون جگر کھایا ہے میں نے　　تب اسکو نظم کر پایا ہے میں نے
کمال رزم و بزم ایسا ہے موزوں　　کہ جس میں نظم ہیں بے مثل مضموں

اس مثنوی میں تخیل کی ندرت۔ تشبیہات و استعارات کی جدت۔ فارسی تراکیب کا لطف اور بیان کا شکوہ بہت کچھ پایا جاتا ہے مناجات کے چند شعر یہ ہیں۔

اداسی کی جگہ دیوار و در میں　　خزانہ مفلسی کا میرے گھر میں

نہیں بھاتی مجھے خلوت کسی کی — پسند آئی ہے صحبت بے کسی کی
ٹھکانا بے دیاری کا ہے مجھ سے — بھرم بے اعتباری کا ہے مجھ سے
پڑا ہے طالع ناکام سے کام — وثیقہ بے زری کا ہے مرے نام
نہیں ہے آبرو کچھ میری اصلا — مگر اتنی کہ اشک چشم عنقا
نہ عزت ہی نے مورِ ننگ سمجھا — مجھے تو عار نے بھی ننگ سمجھا

مقامی رنگ۔ مشاہدۂ فطرت۔ بیان کی صفائی اور روانی جو اس مثنوی میں ملتی ہے اسکی مثالیں کمیاب ہیں۔ دریا کے گھاٹ کا منظر ملاحظہ ہو۔

کنارِ آب انبوہِ حسیناں — ہر اک جانب ہجوم مہ جبیناں
سنہری تھالیاں چومکھ سے روشن — بتاسے دوب تلسی دھوپ چندن
مٹھائی ناریل پھول اور چاول — گلوری۔ کالے تل۔ سیندور گوگل
چڑھاتی ہیں نہانے میں لب آب — جہاں دیکھو وہاں پوجا کے اسباب
فلک پر ڈوبتے دیکھے ستارے — لب دریا چمکتے چاند تارے
کوئی گوری ہے کوئی سانولی ہے — کہیں جمنا کہیں گنگا چلی ہے
بھرے مانگوں میں سیندور اور صندل — گلابی مدبھری آنکھوں میں کاجل
گندھی زلفیں بندھے جوڑے کھلے بال — کہیں سمٹا کہیں پھیلا ہوا جال
نشیلی انکھڑیاں نیچی نگاہیں — پھنسا لینے کی بھٹکانے کی راہیں
نگہ سے سرمہ سار دل ہیں ڈالیں — بنا دیں ہنس کو چلنا یہ چالیں
ادا سے بوٹی بوٹی کا پھڑکنا — بگڑنا خود بخود رکنا جھجکنا
ہنسی میں آپ ہی وہ لوٹ جانا — پھر آپ ہی شرم سے گردن جھکانا

دمِ صبح اس عذب کا رنگ و روغن | نہ دیکھا باسی پھولوں میں یہ جوبن
طراوت تھی پسینے سے بدن کی | چلی آتی تھی خوشبو بھینے پن کی
اداسی جاگنے کی چتو نیں مست | کبھی سینہ کبھی چہرہ نہ دست
کوئی انگڑائی لے کر ٹالتی تھی | کوئی سستی کسی پر ڈالتی تھی

تاریخ وفات منیر شکوہ آبادی از بزم اکبر آبادی شاگرد منیر شکوہ آبادی

مہینہ۔ وقت۔ دن رحلت کا انکی | چہارم ماہِ سوم اور جمعہ کی شب
کہی یہ عیسوی تاریخ اے بزم | چراغ شاعری گل ہو گیا اب

۱۸۸۰

تلامذہ منیر شکوہ آبادی

۱. بزم اکبر آبادی
۲. طاہر فرخ آبادی دیکھئے صفحہ ۳۱۲
۳. ضیا بدایونی دیکھئے صفحہ ۳۱۵
۴. فاخر سہسوانی دیکھئے صفحہ ۳۵۱
۵. جمیل سہسوانی دیکھئے صفحہ ۳۷۲
۶. محو بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۳۷۳

بزم اکبر آبادی : مرزا عاشق حسین ۱۸۶۳ء ۱۹۵۲ء خلف مرزا محمد عباس بلیغ اکبر آبادی خلف مرزا نجف علی بلیغ برادر مرزا فصیح مرثیہ گو۔ جناب بزم نے ایک گلدستہ زیبِ سخن آگرہ سے جاری کیا تھا۔ منیر شکوہ آبادی رشتے میں آپ کے دادا

تھے آپ دربار رام پور سے وابستہ رہے۔ عمر کا بڑا حصہ رام پور۔ بھوپال اور حیدرآباد میں گذارا۔ شکوہ اور جواب شکوہ پر آپ کا مسدس شاہکار ہے۔

نمونہ کلام ۔ آمد یار ہے اب حسرت و ارماں ہٹ جاؤ — میرے دروازے پہ کیوں بھیڑ لگا رکھی ہے

غیر تک پہنچے گی کیونکر تری تلوار کی آنچ — ہم نے یہ آگ کلیجے میں دبا رکھی ہے

چند روزہ زیست کی کیا آرزو ئے خام ہے — مرنے والو موت بھی اک زندگی کا نام ہے

کچھ بھی پر کچھ ایسے بت نہیں منحصر — جسے ہم نے چاہا خدا ہو گیا

میں ہوں مہمان قفس صیاد میرا میزباں — میں اسیر دام ہوں یا وہ اسیر دام ہے

دے مجھکو جرم عشق کے بدلے خدا مجھے — اچھا ہو حشر میں جو ملے یہ سزا مجھے

انکے عاشق کو نہ محشر سے ڈرا اے واعظ — ایسے ہنگامے وہاں روز ہوا کرتے ہیں

بت کدے سے ابتدائے دین عرفاں کیجئے — حسن کا ذکر چراغ راہ ایماں کیجئے

صورت نہ دکھا اور مجھے دیوانہ بنا دے — نغمہ نہ سنا اور مجھے مستانہ بنا دے

(یادگار ضیغم۔ خم خانہ جاوید)

تلامذہ بزم اکبرآبادی ۔ (۱) اظہار ۔ سید عبد العلی نقوی مودودی سہسوانی

نمونہ کلام ۔ ہم اس خطاب پہ مرتے ہیں گلستاں کے لیے — کہ چار تنکے اٹھائے تھے آشیاں کے لیے

طاہر فرخ آبادی شاگرد منیر شکوہ آبادی ۔

طاہر ۔ سید طاہر علی فرخ آبادی ۱۸۴۰ء ۔ ۱۹۱۲ء

خلف سید اطہر علی اطہر ابن سید مظہر علی زار ۔

طاہر فرخ آبادی نے حضرت منیر شکوہ آبادی اور شیخ امداد علی بحر لکھنوی شاگرد ناسخ

لکھنوی اور شیخ امداد حسین صفیرؔ فرخ آبادی شاگرد بحرؔ لکھنوی سے استفادہ کیا تھا۔

تاریخِ وفاتِ طاہرؔ فرخ آبادی از سید جعفر علی جعفرؔ شمس آبادی

صاف دل، پاک طبع آلِ نبیؐ — شاعرِ خوش خیال پاک شیم
روزِ یکشنبہ و سوم شعبان — رفتہ طاہر علی بسوئے ارم

۱۳۲۹ (۱۹۱۲ء)

نمونہ کلام

ہماری قبر پر بے وجہ کب ہے پھول نرگس کا — خدا نے دی ہیں آنکھیں ہم کسی کی راہ تکتے ہیں
عاشق ہوئے تو اپنی حقیقت کھلی ہمیں — پیدا ہوئے تھے ہم غم و حسرت کے واسطے
وہ بیمارِ محبت کی عیادت کو نہیں آئے — تماشا دیکھنے آئے ہیں کیونکر دم نکلتا ہے
جن کو دعویٰ میری غم خواری کا تھا — آج وہ بھی کہہ گئے ہم کیا کریں
روئیں پیٹیں کیا دلِ مرحوم کو — جان کے دشمن کا ماتم کیا کریں
ہائے یہاں کس کو تڑپنے کی خوشی — چھیڑتا ہے نشترِ غم کیا کریں

(یادگار شیفم، سخن شعرا، پیام یار مئی ۱۹۰۰ء، پیام عاشق اگست ۱۹۰۵ء)

تلامذہ طاہر فرخ آبادی شاگرد منیرؔ شکوہ آبادی۔

عطاؔ، منشی عطاء اللہ خاں شاہجہانپوری ۔ شاگرد طاہر فرخ آبادی

دکاشف لکھنوی۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۴)

تلامذہ عطا شاہجہانپوری شاگرد طاہر فرخ آبادی

سخاؔ، منشی سخاوت حسین شاہجہانپوری ۔ شاگرد عطا شاہجہانپوری د

طاہر فرخ آبادی و داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۲۵۶

تلامذہ سخا شاہجہانپوری شاگرد عطا شاہجہانپوری و طاہر فرخ آبادی و داغ دہلوی

ابر: منشی احمد بخش گنوری بدایونی * شاگرد سخا شاہجہانپوری *

واحسن مارہروی دیکھئے صفحہ ۵۱۶

ضیا بدایونی شاگرد منیر شکوہ آبادی

ضیا: مولوی راشد علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۶ء سنہ ۱۳۰۸ ۸۹۱

خلف مولوی اشرف علی نفیس بدایونی (شاگرد نوا بدایونی) ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں، شاہجہانپور میں وکالت کرتے تھے۔ علم عروض میر کاظم حسین تنویر لکھنوی شاگرد رشک لکھنوی سے پڑھا۔ غزل گوئی میں حضرت منیر شکوہ آبادی اور مرثیہ گوئی میں میر خورشید علی نفیس لکھنوی خلف و شاگرد میر انیس لکھنوی کے شاگرد تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔

نمونہ کلام
مجھکو تم سے عشق خاص اور تم کو سب پر لطف عام
ہیں تمہارے واسطے ہوں تم زمانے کے لیے

معالج مرض دل ہے تل ہتھیلی کا
میرے مسیح کی مٹھی میں ہے دوا میری

پلک جھپکتے میں گذرا ہوں اپنی ہستی سے
ہم اتنی دیر میں طے کر کے راہ دور آیا

(یادگار ضیغم - تجلیات سخن)

تلامذہ ضیا بدایونی شاگرد میر شکوہ آبادی

۱۵۴۳ دیکھیے

(۱) افسر: سید تہور حسین نجیب آبادی مقیم بمبئی شاگرد ضیا بدایونی

نمونۂ کلام: دل ہے مرے پہلو میں کہ سیماب ہے یا برق بیتاب ہوں کچھ حال بیاں ہو نہیں سکتا
(گلدستہ برق بمبئی جنوری ۱۸۸۶ء)

(۲) جلا: منشی احمد علی شاہ جہاں پوری تلمیذ ضیا بدایونی دیکھیے ۲۳۶۲

نمونۂ کلام

(۳) حسن: منشی محمد حسین شاہ جہاں پوری مقیم رائے بریلی ۱۸۶۰ء ۔ ۱۹۲۲ء

تلمیذ ضیا بدایونی ۔ دیکھیے ۲۳۶۳

نمونۂ کلام: وہ سرِ شام میرے گھر سے چلے روتے ہیں دونوں وقت مل مل کے
ماہِ تاباں ہو یا ہو داغِ جگر ہم تو عاشق ہیں حسنِ کامل کے
آ جا کہیں شتاب کہ مانندِ نقشِ پا تکتے ہیں تیری راہ سرِ راہ پڑے ہوئے

آپ کے شاگرد منشی احمد حسین ارض شاہ جہاں پوری اور سید ابن رضا مہر اکبر آبادی تھے ۔ (یادگار ضیغم ۔ دامن گلچیں ۱۸۸۶ء)

(۴) سعید: چوہدری محمد سعید الدین ۱۸۲۷ء ۔ ۱۸۹۷ء رئیس اعظم کھیڑہ ضلع بدایوں ۔ غزل میں جناب ضیا بدایونی اور مذاق بدایونی کے اور مرثیہ میں میر خورشید علی

نفیس لکھنوی خلف و شاگرد میر انیس لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دیکھئے صفحہ ۶۵۷

(۵) شمع: مولوی محمود خان بدایونی تلمیذ ضیا بدایونی۔

نمونہ کلام غضب کا سیل مری چشم اشکبار میں ہے بلا کا شور نفس ہائے پر شرار میں ہے

(۶) عکس: منشی محمد حیدر خاں شاہ جہانپوری شاگرد جناب ضیا بدایونی (مرگئے ۱۹۳۲ء)

نمونہ کلام رک گئی چل کے انکی تیغ نگاہ گھٹ گئے بڑھ کے حوصلے دل کے
رہ گئے آنکھوں میں کیا وہ آئیں نظر سات پردے ہیں ایک محمل کے
داغ دل بجھ رہے ہیں جل جل کر پھول مرجھا رہے ہیں کھل کھل کے

(۷) فروغ: منشی منظور رضا صدیقی حمیدی بدایونی خلف شائق علی خلف

حکیم فخر الدین منصف بن محمد سلیمان بن محمد سبحان بن محمد معین برادر حکیم قدرت اللہ جد قاضی نفضل الرحمان عدل بدایونی شاگرد شیخ مصحفی۔ جناب فروغ کی سکونت نگینہ میں تھی۔

نمونہ کلام اس برے جینے سے عاشق کے لئے مرنا اچھا جان کس کام کی پہلو میں جو دلدار نہ ہو

ضو بدایونی شاگرد میر شکوہ آبادی و ضیا بدایونی۔

ضو: منشی افضل علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۱ء خلف

مولوی ہادی علی شاگرد ضیا بدایونی خلف مولوی عظیم الدین ادیب (تلمیذ مذاق بدایونی) ابن ظہیر الدین ابن قاضی ابو اللیث جد امجد لوا بدایونی۔ جناب ضو بدایونی غزل میں منیر شکوہ آبادی

اور فیا بدایونی کے اور مرثیہ میں مرزا اوج لکھنوی خلف و شاگرد مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جناب ضو کو بچپن سے مضمون نگاری اور شاعری کا شوق تھا۔ فارسی اور انگریزی میں بھی مہارت تھی۔ آپ نے ماہنامہ سعید الاخبار کھیڑہ بزرگ ضلع بدایوں سے یکم جنوری ۱۸۸۵ء کو جاری کیا تھا۔ سعید الاخبار بدایوں۔ بدایوں گزٹ اور گلدستہ بدایوں بھی جاری کئے تھے جو زیادہ دن نہیں چلے آپ بدایوں سے لکھنو چلے گئے۔ وہاں ہر روزہ اخبار نکالا اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آپ کی انتظامی قابلیت اچھی تھی اور آپ نے ہر سوسائٹی کو چمکایا کسی کے مینجر اور کسی کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مرزا اوج سے گہرے مراسم تھے اس بنا پر مولانا شبلی کی کتاب موازنہ انیس و دبیر کے جواب میں رد الموازنہ لکھی ہمیشہ روسا کی صحبت میں رہے اور اپنی قابلیت کی وجہ سے معزز رہے کچھ ریاستوں سے وظیفہ بھی مقرر تھا۔

نمونہ کلام

ساتھ میری نعش کے دو اک قدم جا بنگلے کیا ۔۔۔ عمر رفتہ کو منا کر آپ سے آئینگے کیا

بڑا احسان ہوگا اے اجل دم بھر ٹھہر جانا ۔۔۔ وہ اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیں عاشق کا مر جانا

حسینوں کا یہ اک انداز ہے اسکی شکایت کیا ۔۔۔ ذرا سی بات ہے اقرار کرنا اور مکر جانا

حوریں بہشت میں ہوں تو یہ اور بات ہے ۔۔۔ معشوق اس جہاں میں تو آپ سا نہیں

بے خود دل کو حسن و قبح ذات کی پروا نہیں ۔۔۔ زلیخا میں شہرہ ہوا بعد فنا تشہیر ہو

یاں تمہارے دم سے رونق ہوگی دیوانگی ۔۔۔ سچ ہے لے ضو تم چراغ خانہ زنجیر ہو

تاریخ دیوان ضو از ابر شر کمار وقار مراد آبادی۔

ضو نے تدوین کرکے دیوان کو بزم اردو میں شمع روشن کی۔

نور کی اے وقار لکھ تاریخ ہے یہ فکر بلند ضو چمکی

۱۲۹۵ (۱۸۷۶)

(تاریخ صحافت جلد سوم۔ فیضان انیس یادگار صیغم)

تلامذہ جناب ضو بدایونی شاگرد منیر شکوہ آبادی وفیا بدایونی

۱۔ بدر منشی حسن افضل صدیقی حمیدی بدایونی خلف و شاگرد ضو بدایونی شاگرد تسلیم لکھنوی وقمر بدایونی۔ آپ کا ذکر جناب قمر بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۷۱

۲۔ صبا۔ منشی شیعہ حسین خلف و شاگرد ضو۔ ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں

۳۔ ولایت: سید ولایت علی زیدی الواسطی آنولوی م ۱۹۱۸ء دیکھئے صفحہ ۱۳۳

بجلی سی حسن طرف کو گری کام کر گئی ۔ تم نے نظر کو برقِ تجلی بنا دیا

۴۔ طرب وشفقت۔ سید شفقت علی بریلوی مقیم پیلی بھیت۔ شاگرد ضو بدایونی وحامد بریلوی وحسن بریلوی۔ آپ کا ذکر جناب حسن بریلوی کے تلامذہ میں ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۱۱۸۶

۵۔ زوار: منشی زوار حسین ساکن قاضی محلہ بدایوں

۶۔ رند۔ منشی تجمل حسین بدایونی۔ مقیم کراچی۔

نمونۂ کلام: کیا اعتبار زندگیِ بے ثبات کا ۔ اے رند اپنے آپ سے تم کتنے دور ہو

کامل لکھنوی شاگرد رشک لکھنوی سید نجم الدین علی میاں کامل لکھنوی ۱۸۳۷ء / ۱۲۵۲ھ – ۱۹۰۵ء / ۱۳۲۲ھ

مرثیہ گوئی میں طاق۔ قصیدہ گوئی میں منفرد اور غزل میں لاجواب تھے بر گوئی کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل طرح میں سینکڑوں شعر کہتے تھے۔ آپ کا دیوان مولانا حسرت موہانی نے طبع کرا دیا تھا۔

نمونہ کلام
قفس میں کیوں نہ کروں ذکرِ بوستاں صیاد — قفس میں میں ہوں مقید نہیں زباں صیاد
سب لیگئے سمجھ کے تبرک لحد کی خاک — اعمالِ نیک نے مری مٹی خراب کی

تاریخِ وفاتِ کامل لکھنوی از سید محمد مہدی کمالؔ لکھنوی خلف و شاگرد جلال لکھنوی

ہوئے زمانے سے کیا گم علی میاں کاملؔ — بہت تلاش میں انکی نظر ہے سرگرداں
کمالؔ سالِ وفاتِ علی میاں کہہ دو — خزاں کا دور ہے کیا کل من علیہا فان
۱۳۲۲

تلامذہ کامل لکھنوی صفیؔ ۔ مولانا سید علی نقی زیدی لکھنوی ۱۸۶۲ء ۱۹۵۰ء

از اولاد حضرت سید نورالدین مبارک غزنویؒ تصانیف میں قومی نظمیں اور غزلیں اور شوریٰ لختِ جگر
نامور گار ہیں ۔ لسان القوم کا خطاب ملا تھا ۔ دیوان طبع ہو چکا ہے ۔

نمونہ کلام
غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا — ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا
اسلام کی فطرت کو قدرت نے لچک دی ہے — اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

تلامذہ صفیؔ لکھنوی (۱) ادیب ۔ منشی عبدالشافع صدیقی متولی بدایونی

حال ساکن کراچی بی اے آنرز ولادت ۱۹۱۹ء

نمونہ کلام
افزائشِ شخصیت نے ہر نفس بدلا مجھے — چشم و دل کے درمیاں آیا نظر پردا مجھے
مرے دل کے نغماتِ موزوں ادیب — مغنیِ فطرت کی آواز ہیں

۲ ۔ عزیز ۔ مرزا محمد ہادی لکھنوی ۱۸۸۲ء ۱۹۳۵ء عربی و فارسی پر عبور

تھا دیگر تصانیف کے علاوہ قصائدِ عزیز اور دو دیوان گلکدہ اور انجم کدہ ان سے یادگار ہیں ۔

نمونہ کلام
نشیمن میں رہیں آزاد کیونکر — چمن تو خود اسیرِ رنگ و بو ہے

بحر روح القدس دے کون داد اس نغمہ سنجی کی
نہ کوئی ہم سخن میرا نہ کوئی ہم زباں میرا

دمِ تلاش رگِ جاں سے آتی ہے آواز
کمالِ قرب ہمیشہ حجاب ہوتا ہے

تلامذہ حضرت عزیز لکھنوی ۱۔ اثر۔ نواب جعفر علی خاں لکھنوی ۱۸۸۵ء

نمونہ کلام

اداسی بڑھ گئی کچھ اور بھی گورِ غریباں کی
وہ گذرے مثلِ بیگانہ جو گذرے بھی ادھر ہو کر

منشا نہیں کچھ اور پریشاں نظری کا
آئینہ ہے مشتاق تری جلوہ گری کا

۲۔ حسرت ۔ منشی اجتہاد الدین صدیقی متولی بدایونی مقیم

برادر زادہ مولوی مجتہد الدین عیش بدایونی ۔

تلامذہ حضرت اثر لکھنوی

ادا جعفری ۔ محترمہ عزیز جہاں بیگم بنتِ قاضی بدر الحسن صدیقی حمیدی ،

حال ساکن کراچی ولادت ۱۹۲۴ء ۔ اہلیہ جناب نور الحسن جعفری افسر اعلیٰ حکومت پاکستان فانی ؔ اور نولا بدایونی کے بعد محترمہ ادا جعفری کا نام بدایوں کے لیے سرمایہ افتخار رہے جناب اثر لکھ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا انہیں سے حاصل کیا ۔

آپ کے کلام کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں (۱) میں ساز ڈھونڈتی رہی مطبوعہ ۱۹۵۰ء (۲) شہرِ درد مطبوعہ ۱۹۶۷ء (۳) غزالاں تم واقف ہو ۔ پہلے مجموعہ کلام کا مقدمہ برصغیر کے ممتاز ادیب قاضی عبد الغفار مراد آبادی مرحوم نے لکھا ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ "جدید ادب اور شعر کے معماروں کی صفِ اول میں محترمہ ادا بدایونی کا نام اور کلام نمایاں

ہے۔ انہوں نے جدید ادب کی نمائندگی کی ہے فنی نقطہ نظر سے ادا کی شاعری میں اقبال جگر اور فانی کے اسلوب بیان اور طرزِ فکر کے علاوہ منظر نگاری اور ترنم کا ایک پہلو نمایاں ہے۔ ترنم کا تو صرف ایک ہی نمونہ کافی ہے۔

ڈھلکے ڈھلکے آنسو ڈھلکے   چھلکے چھلکے ساغر چھلکے
دل کے تقاضے انکے اشارے   بوجھل بوجھل ہلکے ہلکے
انکی تمنا انکی محبت   دیکھو سنبھل کے دیکھو سنبھل کے
کتنے ٹیڑھے کتنے سیدھے   رستے انکے رنگ محل کے

اقبال کے اثرات کے ہلکے ہلکے نقوش بعض مقامات پر بہت پرکیف ہیں

کم یاب ہیں لیکن وہ جہاں سوز نگاہیں   بڑھ کر جو کمند انجم و خورشید پہ ڈالیں
تری نگاہ سے روشن رہیں دلوں کے مزار   سرودِ نے پہ نہیں نغمۂ حرم کا مدار
مجھے نگاہِ خرد آشنا سے شکوہ ہے   کہ ہو سکی نہ شعورِ نگاہ سے دوچار

جگر کے تغزل کا رنگ بھی کہیں کہیں اس طرح جھلکتا ہے۔

سامنے بے نقاب بیٹھے ہیں   رفعتِ حسن حدِ نگاہ گئی
اس نے نظریں اٹھا کے دیکھ لیا   عشق کی جرأتِ نگاہ گئی

چند جواہر پارے فانی کے طرز بیان کی یاد دلاتے ہیں۔ مناظر نگاری کا رنگ ان سب سے جدا ہے لیکن اس میں بھی کہیں کہیں لہجہ بہت غمگین ہے۔

نظم "بہار کا پھول"
ہے زیبِ شاخ حسنِ گلستاں کہیں جیسے   اک پھول جانِ کیفِ بہاراں کہیں جیسے
ابرِ کرم کا قطرۂ اول گہر بکف   افسانۂ بہار کا عنواں کہیں جیسے
یا جستجوئے جلوۂ رنگینِ دوست میں   وہ چشمِ انتظار کہ حیراں کہیں جیسے

یا اولیں سرشکِ محبت سرِ مژہ   محرومیٔ نشاط کا پیمانہ کہیں جسے

جوہی کی کلیاں ۔ جھیل ۔ صبحِ بنارس ۔ بہار کا راگ ۔ اور ایسی متعدد نظموں میں ادا نے اپنے ساز کے اس تار کو انگلی لگائی ہے جس سے ایک غمگین نغمہ پیدا ہوتا ہے یادِ ماضی کے عنوان سے نزماتی ہیں ۔

ہاں ابرِ سیہ انجمِ رخشندہ پہ چھا جا   آنکھوں تلے پھرنے لگے ماضی کے نظارے
تاروں کی طرح تیرے تصور میں ہیں روشن   وہ لمحے جو فردوسِ محبت میں گذارے
کیا بھول گئے ہیں وہ محبت کے نظارے   کیا یاد انہیں اب نہیں جمنا کے کنارے
میرے مہِ تاباں سے ادا کوئی یہ پوچھے   تنہا کوئی کب تک شبِ مہتاب گذارے

ادا کے کلام میں طنز کی ہلکی سی چاشنی بھی ہے ۔

تم تو وفا شناس و محبت نواز ہو   ہاں میں خطا شعار سہی بیوفا سہی
میں محفلِ نشاط میں نغمہ طرازِ شوق   تم زیرِ لب تبسمِ حسرت نما سہی
تم کو خیالِ غم سببِ اضطرابِ دل   مجھکو نہالِ دردِ مسرت فزا سہی
میں اشتیاقِ دید و مروت سے بے نیاز   اور تم نگار خانۂ مہر و وفا سہی

مندرجہ بالا اشعار پڑھ کر مومن کی غزل "تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو" کا مزہ آتا ہے

ادا کے کلام کا سب سے اہم پہلو ان کے کلام کا جدید ادب سے ارتباط ہے ۔ ان کے یہاں جہاں یاس اور مایوسی کا کوئی پہلو نظر آتا ہے تو اسکے دوش بدوش امید اور ایک بے محابا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے ۔

میں نے گلریز بہاروں کی تمنا کی تھی
مجھے افسردہ پیالوں کے سوا کچھ نہ ملا

حزن سہیلا ، مدیر رسالہ ادا کرشمہ ۱۱۰

جگمگاتے ہوئے تاروں کی تمنا کی بجھیں
میں سنے موہوم امیدوں کی پناہیں ڈھونڈیں

شدتِ یاس میں مبہم سا اشارہ نہ ملا
ڈگمگاتے ہوئے قدموں کا سہارا نہ ملا
ہائے کس دشتِ بلا خیز میں راہیں ڈھونڈیں
ظلمتِ دشت میں بھٹکا ہوا راہی بھی نہیں

رات کے سینے میں ارمانِ سحر سو بھی چکا
بیوفا راہوں میں پیمانِ سفر سو بھی چکا
وقت کے ہاتھ میں یادوں کا دیا بھی نہ رہا
ریت کے ماتھے پہ نقشِ کفِ پا بھی نہ رہا
پھر خود ہی اس طلسم کو یوں توڑتی ہیں ۔
حوصلے اور نئی شمعیں جلائیں گے ابھی

نئے راہی نئی منزل نیا سامانِ سفر
نئے پیمان نئے عزم نئی شانِ سفر
ظلم پرور وہ تمناؤں کی شہ پاتے ہوئے
سر اٹھاتے ہوئے بپھرے ہوئے تھراتے ہوئے
یعنی ہر گام پہ منزل کی قسم کھاتے ہوئے

قافلے اور بھی اس راہ سے آئیں گے ابھی

عیدِ نظارہ

مژدہ نگاہِ شوق کہ عیدِ نظارہ ہے
پلکیں کسی کی رہگذر میں بچھاؤں میں

آمد ہے آج ایک سراپا بہار کی
کس کس طرح نہ غمکدہ اپنا سجاؤں میں

خورشید کی جبیں سے کرن مستعار لوں
مہتاب سے ضیائے جوانی مانگ لاؤں میں

شبنم سے اشکہائے گہرتاب چھین لوں
غنچے کے لعلِ لب سے تبسم چراؤں میں

ظلمت میں ہوگا نورفشاں ماہِ نیم ماہ
بہرِ نثار عزا انجم منگاؤں میں

وہ اور میرے گھر میں ہوں مہماں خوشا نصیب
گلہائے اشکِ سرخ سے دیپک جلاؤں میں

اے اضطرابِ شوق سنبھلنے دے اسقدر
ہاتھوں پہ رکھ کے کول کو پئے نذر لاؤں میں

اور اسکے بعد عرض کروں حکم ہو اگر
رنگین ایک مطلعِ ادا کا سناؤں میں

اے چشمِ مست تیرا اشارہ جو پاؤں میں
جو غنچے سو رہے ہیں انہیں بھی جگاؤں میں

جوہی کی کلیاں

بہارِ خلدِ منظر جلوہ گر ہے
ہجومِ سبزہ تا حدِ نظر ہے

سکوتِ شب تحیر آزما ہے
جمالِ ماہ کیفیت فزا ہے

سرِ مژگاں ستارے کانپتے ہیں
کہ جوہی کے شگوفے کھل رہے ہیں

کتابِ حسن کا عنوانِ رنگیں
جوانِ فطرت کا ارمانِ بہاریں

یہ کلیاں ہیں کہ ماضی کی وہ یادیں
جنہیں ہنگامہ ہائے غم بھلا دیں

یہ جرأت آزما بیہم اشارے
ہیں کس کے منتظر رنگیں نظارے

جھیل :

وادی کی گود میں یاں اک جھیل سو رہی ہے　　خود چاندنی سمٹ کر آغوش ہو گئی ہے
صہبائے ارغواں کا ساغر چھلک گیا ہے　　چشمِ نگار سے اک آنسو ڈھلک گیا ہے
کیفِ شراب میں ہے ڈوبا ہوا نظارہ　　کھوئی ہوئی ہیں نظریں کھویا ہوا نظارہ
تاروں کا عکسِ دلکش ہے سطحِ مرمریں پر　　افشاں چنی ہوئی ہے پیشانیِ حسیں پر

صبحِ بنارس :

گھونگھٹ الٹ رہی ہے رُخِ لالہ فام سے　　عذرائے صبحِ حسن خود آرا لیے ہوئے
سرگرمِ مشقِ ناز ہے مشاطۂ بہار　　کیف و نشاط و رنگ کی دنیا لیے ہوئے
دامن کشاں ہے ساحلِ گنگا کی آب و تاب　　طغیانِ بے خودی کا اشارا لئے ہوئے
مستی بھری ہواؤں کے جھونکے نہ پوچھئے　　فطرت ہے آج ساغر و مینا لئے ہوئے
شفاف سطحِ آب نہیں۔ دستِ ناز میں　　آئینہ ہے عروسِ نظارا لئے ہوئے
اشنان کرنے گھاٹ پہ آئی ہیں دیویاں　　آنچل کی اوٹ میں رخِ زیبا لئے ہوئے
سامانِ نغمۂ عشق مہیا ہیں سر بسر　　ہر ہر قدم پہ دعوتِ سجدہ لئے ہوئے

تعمیرِ نو :

رخ گردشِ دوراں کا پلٹ سکتا ہے تو خود　　نا داں گلۂ گردشِ ایام کہاں تک
جز وہم نہیں بندشِ رہ و رسمِ زمانہ　　اے طائرِ آزاد تہِ دام کہاں تک

افق کے پار :

[illegible]

یہ زندگی کہ شکستِ دوام کہیے جسے — طلسم بندگی صبح و شام کہیے جسے
یہ اختیار یہ رسم و رواج کے پہرے — نگاہِ شوق پہ ظالم سماج کے پہرے
قدم قدم پہ سسکتی ہیں ان گنت لاشیں — کریک رہی ہیں سرِ راہ سوچ کی قاشیں
یہ رہگزر مرے پائے جنوں کو راس نہیں — یہ تیرگی مری تعمیر کی اساس نہیں

انتخاب آزاد نظم "میں ساز ڈھونڈتی رہی۔"

میں ساز ڈھونڈتی رہی
بہار کی فضاؤں میں
جنوں نواز بدلیوں کی بھینی بھینی چھاؤں میں
میں محوِ جستجو رہی
مگر یہ میری بھول تھی
حیات اپنی رس بھری کہانیاں سنا چکی
ہوائے مرغزار لوریاں سنا کے جا چکی
فضائے نو بہار جام ارغواں لنڈھا چکی
بہار کی نشیلی انکھڑیوں میں نیند آ چکی

انتخاب غزلیات:

تمہیں اے بجلیو پہلے مجھی کو پھونک دینا تھا — جلانا تھی اگر منظور شاخِ آشیاں میری
نہ ہوتا خانماں تو خانماں برباد کیوں ہوتی — ادا یہ رنگ لائی آرزوئے آشیاں میری

سرِ نیاز دبائے نازِ ابتدا تھی عشق کی
اب انتہائے بیخودی ہے سرگراں کئے ہوئے

آپ کی سرگرانیوں کی قسم
ہوں رہینِ نوازشِ پنہاں

کیوں نگاہِ کرم ہے آزردہ
درد ہے اب بھی آرزو ساماں

جنہیں نصیب تری کم نگاہیاں بھی نہیں
وہ کم نصیب ابھی آسرا لگائے ہیں

فروغِ حسنِ نظر دیکھکر رہا نہ گیا
کہاں پہنچ کے ادا پاؤں لڑکھڑائے ہیں

زندگی تھی کہ کاکلِ برہم
آپ سلجھائی آپ الجھائی

بارہا ہم نے پی لیے آنسو
بارہا آپ کو ہنسی آئی

محترمہ ادا جعفری کا دوسرا مجموعہ کلام "شہرِ درد" ہے اس کے تعارف میں جناب فیض احمد فیض نے بجا طور پر لکھا ہے کہ "شہرِ درد" نہایت موثر باسلیقہ اور باوقار کلام کا مجموعہ ہے۔

<u>انتخاب</u>: حائل رہی ہے راہ میں دیوارِ برگِ گل
پلٹے ہیں شہرِ درد سے دست تہی لیے

آپ کو کیا خبر آپ کو کیا پتہ
وہ بھی تھے لوگ جو جیتے جی مر گئے

ہمیں تو برہمیٔ نکہتِ گل بھی قیامت ہے
قیامت ہے کہ خود تقدیر برہم لیکے آئے ہیں

تھک ہار کے بیٹھے ہیں سرِ کوئے تمنا
کام آئے تو پھر جذبۂ ناکام بھی آئے

یہی آدابِ مروت یہی آدابِ وفا
ہو خفا اُن سے تو اپنی اسے تقصیر کہو

جتنا جتنا بے ثباتی کا یقیں آتا گیا
اتنی اتنی زندگی میں دلکشی بڑھتی گئی

اک راہ رک گئی تو ٹھٹک کیوں گئیں ادا
آباد بستیاں ہیں پہاڑوں کے پار بھی

تاریک تھیں زندگی کی راہیں
یادوں کے دیئے جلا لیتے ہیں

منزلیں کھو گئی ہیں راہوں میں
ہم بھی کس کس مقام سے گذرے

جو بجھے ہونگے کیسے کیسے چراغ
تب نمودِ سحر ہوئی ہوگی

امتحان وفا

پھر آج گھر کے آئی ہیں باطل کی آندھیاں
پھر اپنے آشیانے پہ کڑکی ہیں بجلیاں
پھر آج آزمائش ہمت ہے دوستو
پھر امتحان جذبۂ غیرت ہے دوستو
پھر امتحانِ صبر و رضا و وفا ہے آج
پھر خیر و شر میں معرکۂ کربلا ہے آج

مرے شہید (میجر ضیاء الدین عباسی شہید ستارہ جرأت)

مرے شہید ترے خون کے چراغوں سے — ترے وطن کے اندھیروں نے روشنی پائی
نشانِ راہِ عمل ہیں ترے نقوشِ قدم — کہ تیری موت سے ایمان نے زندگی پائی

تیسرا مجموعہ کلام "غزالاں تم تو واقف ہو" مطبوعہ ۱۹۷۴

انتخاب

ہونا ادا ہے آج بھی زخموں سے چراغاں — ارزاں ہے جو شے اسکے خریدار بہت ہیں
ویرانیاں دلوں کی بھی کچھ کم نہ تھیں ادا — کیا ڈھونڈنے گئے ہیں مسافر خلاؤں میں
میں کیسے اپنے خدوخال آج پہچانوں — جو آئینے ملے آلودہ غبار ملے
جادۂ تمنا سے دار کی بلندی تک — سارے راہرو پہنچے فاصلہ ہی کتنا تھا
یہ میرے عہد کی یا خود مری کہانی تھی — جو دسترس سے ہو باہر اسے خدا کہنا
بے نام سی اک آرزو بے تابی سی اک تشنگی — اپنی کہانی زندگی کس نے کہے کیسے کہے

مہر اکبر آبادی شاگرد ناسخ لکھنوی

مرزا حاتم علی اکبر آبادی ۱۸۱۵ء - ۱۸۷۹ء ۔ خلف فیض علی بیگ قزلباش

اصفہانی تحصیلدار علی گڑھ خلف مراد علی خاں وارد لکھنؤ عہد شجاع الدولہ ۱۸۵۷ء میں وفاداری پر دو موضع جاگیر میں ملے اسکے بعد آگرے میں قیام کیا وہیں ہائی کورٹ میں وکالت کرنے لگے کچھ دن آنریری مجسٹریٹ رہے رعایت لفظی کے دلدادہ اور تشبیہ و استعارات کے مرد میدان تھے (انتخاب زرین) تصانیف میں واسوخت داغ دل مہر جادۂ عروض۔ مثنوی داغ نگار۔ مثنوی شعاع مہر۔ پنجہ مہر وغیرہ کشیدہ قامت. گندم رنگ خشخاش داڑھی۔

نمونہ کلام

مرے دست جنوں کا مشغلہ اچھا نکل آیا	گریباں پھٹ گیا تو دامن صحرا نکل آیا
ذرا تمہیں مرے رونے پہ التفات نہیں	بتو خدا سے ڈرو یہ ہنسی کی بات نہیں
روز وکیا رکھیں وہ میخوار جو میخانے میں	بالی پی پی کے شب و روز بسر کرتے ہیں
دلسوز ہے کوئی نہ کوئی غمگسار ہے	مرنے کو ہم ہیں رونے کو شمع مزار ہے
اسکے مذہب کا اعتبار ہی کیا	مہر اک رند لا ابالی ہے

تلامذہ مہر اکبر آبادی شاگرد ناسخ لکھنوی

۱۔ افضل سہسوانی ۲۔ تنہا میرٹھی ۳۔ شور متھراوی

۴۔ مضطر سہسوانی ۵۔ تسلیم بدایونی ۶۔ سحر بدایونی

۱۔ افضل حکیم نظام علی خاں اکبر آبادی ثم سہسوانی

۲۔ تنہا میرٹھی . سید کفایت علی ولد میر الٰہی بخش ساکن میرٹھ تلمیذ مہر اکبر آبادی

نمونہ کلام

جلتا ہوں رات دن کف افسوس اس لیے
پہنچے ہیں دست غیر میں اس دلربا کے ہاتھ

(سخن شعرا صفحہ ۹۲)

تلامذہ تنہا میرٹھی شاگرد مہر اکبر آبادی

شاکی دفترقانی۔ سید احمد حسن میرٹھی سپرنٹنڈنٹ کمشنری دہلی

خلف و شاگرد سید کفایت علی تنہا میرٹھی۔

نمونہ کلام

تلامذہ شاکی دفترمانی میرٹھی شاگرد مہر اکبر آبادی

بیان ویزدانی۔ سید محمد مرتضی میرٹھی ۱۸۴۰ء - ۱۹۰۰ء آپ کی استعداد

علمی معقول اور فن شعر میں دستگاہ کامل تھی۔ جملہ اصناف سخن پر قادر تھے۔ وہم کے دماغی عارضہ میں مبتلا تھے جلوۂ طور میرٹھ اور دوسرے رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے عرصہ تک طوطیٔ ہند میرٹھ کے اڈیٹر رہے آخر میں لسان الملک بھی جاری کیا تھا۔ دیوان غیر مطبوعہ ہے۔

نمونہ کلام۔ نہ کھولی آنکھ وقت نزع بیمار محبت نے | کسی کا پردہ رکھنا تھا کوئی آنکھوں میں پنہاں تھا
حجاب قالب خاکی ہے جبتک دید مشکل ہے | مکان عاشق و معشوق میں دیوار حائل ہے
مرکر بھی ہوں ستم کش آزار بے سبب | اس کوچے کی زمیں بھی کم از آسماں نہیں

تلامذہ بیان ویزدانی میرٹھی شاگرد شاکی میرٹھی شاگرد مہر اکبر آبادی

بریان حکیم رگھبیر سہائے۔ ساکن قصبہ جہانگیر آباد ضلع بلند شہر بھیت۔ برادر اکبر

جناب سرور جہان آبادی آپ آریہ سماج دہلی کے ماہنامہ آریہ پتریکا ۱۸۹۵ء کے پہلے اڈیٹر تھے اس ذمہ داری سے آپ نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں استعفیٰ دے دیا۔ (تاریخ صحافت جلد سوم صد ۶۸۱)

نمونہ کلام دیر و کعبہ کی طرف اس نے ارادہ نہ کیا | جس نے گھر تیرا کبھی اے بت عیار دیکھا

گلدستہ بہار بے خزاں دہلی اپریل ۱۹۰۲ء

تلامذہ ریاض جہان آبادی شاگرد بیان و یزدانی میرٹھی

جویاؔ: منشی رام بہادر ۱۸۷۵ء – ۱۹۴۸ء خلف منشی رام غلام سکینہ ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی۔

نمونہ کلام:
ہو کھاؤں تو اندازہ لگا دو سکھا اڑانے کا — بہار آئے تو پیمائش کروں دشت و بیاباں کی
(مشاعرہ نمائش بریلی ۱۹۴۳ء)

تلامذہ جویا آنولوی شاگرد ریاض جہان آبادی

(الف) **جوشؔ منشی رادھا رمن بدایونی ۱۹۰۸ء – ۱۹۶۷ء** خلف منشی گنگا رام ملازم کلکٹری بدایوں۔ [illegible]

نمونہ کلام:
محبت کے لیے بربادیٔ عمر محبت کیا — لٹا دیتا اگر ملتی حیاتِ جاوداں مجھکو
(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

(ب) **صہباؔ بدایونی۔ منشی سیوتی پرشاد** ۱۹۱۱ – ۱۹۹۹ – آپ شاعر اور نثار تھے۔ تصانیف میں دیوان غزلیات۔ دیوان نعت اور مجموعہ مضامین و غزلیات ہیں۔ منظومات کا مجموعہ "سرد چراغاں" ۱۹۶۳ء چھپ چکا ہے۔ دو ناول پیراہنِ یوسفی اور خونابہ حسرت غیر مطبوعہ ہیں۔ جویا آنولوی کے تلامذہ نے انجمن جویائے سخن بدایوں قائم کی ہے۔

نمونہ کلام:
اف نرغہ زحمتِ انتظار و قت — چونکتا ہوں سایہ دیوار سے

(۳) نورؔ متھراوی شاگرد بہار آبادی

شورؔ: منشی سید استاد علی متھراوی ۱۸۸۵ء ۱۳۰۲ھ عدالت متھرا میں مختار تھے

نمونہ کلام:
تنہائی میں اک تو ہی تو ہمدم ہے ہمارا — اٹھ اٹھکے کہاں جاتا ہے اے دردِ جگر آج
بچھڑے ہوئے مدت کے گلے ملتے ہیں جیسے — اسطرح ملی شورؔ مری انکی نظر آج

تلامذہ شور متھراوی شاگرد مہر اکبرآبادی۔

(الف) **فیض۔ مولوی ممتاز الدین انصاری بدایونی** خلف محمد خان متھرا میں مدرس تھے

(ا) **کامل۔ مولوی بشیر الدین** ۱۹۰۶ء خلف اصغر خان بدایونی۔ متھرا میں مدرس تھے

آپ جناب شور متھراوی اور جناب سیماب اکبرآبادی کے شاگرد ہیں۔

نمونۂ کلام: مٹ سکا ہرگز نہ لکھا بار ہا تدبیر کی — کس قدر پختہ سیاہی تھی خط تقدیر کی

آپ کے شاگرد منشی نثار احمد علی خاں بدایونی منشی مقصود علی خاں محمد بدایونی منشی عبدالشکور خاں شاکر بدایونی منشی محمد طیب خاں علوی بدایونی منشی اکرام حسین عارف بدایونی منشی انتظار حسین ملک بدایونی اور منشی نصر اللہ خاں مرید بدایونی ہیں

(۴) **مضطر۔ داروغہ قیوم بخش** خلف حبیب اللہ سہسوانی شاگرد مہر اکبرآبادی آپ کا ذکر جناب تسلیم سہسوانی کے تلامذہ میں ہوگا دیکھیے صفحہ ۳۵۲

(ب) **تسلیم۔ منشی رام سہائے ڈپٹی کلکٹر بدایوں** سنہ ۱۸۵۰ء سنہ ۱۹۳۰ء

شاگرد مہر اکبرآبادی۔ آپ کے دو دیوان غنچۂ مراد اور نغمۂ آرزو طبع ہو چکے ہیں۔

نمونۂ کلام:

ترے سخن کو ہو شہرت نہ کس طرح تسلیم — جناب مہر سے اکثر تو فیضیاب رہا
جز چشم بتاں میکدہ دہر میں ہم نے — دیکھا نہ کسی مست کو ہشیار کی صورت
در یار پہ جو گدائی کرے — اسے کب ہوئی بادشاہت پسند
صورت پرست وہ ہیں جو معنی شناس ہیں — دونوں جہاں میں ایک ہے دیر و حرم کا راز
کیا غم ہے وہ نہ سمجھیں طرز وفا سے خوش — راضی ہیں ان کے جور سے ہیں اور جفا سے خوش
ہے دولت دنیا کی کبھی انساں کو کیا حرص — جتنی یہ زیادہ ملے اتنی ہو سوا حرص
جو صنم ہے وہ سراپا ہے خدا کی قدرت — بزم ہستی میں نظر آتے ہیں کیا کیا معشوق
اب تو مجنوں کو بھی دعویٰ ہے انا لیلیٰ کا — عشق کامل سے بنا عاشق شیدا معشوق
یہ بندہ وہ ہے جو پہنچے خدا تک — نہ پہنچے تو بت نا آشنا تک
دیر و حرم کو چھوڑ کے اے یار آئے ہیں — تیری گلی میں طالب دیدار آئے ہیں

تسلیم ہم اس کوچے سے نکلے تو عجب کیا
آدم بھی تو جنت سے نکلوائے ہوئے ہیں

کہنے میں رہا ہو کے گرفتار کسی کے
تسلیم اسیری میں مزا اور ہی کچھ ہے

کب نہ گذرے راہ سے ہم ٹھوکر اٹھاتے ہوئے
یوں ہی گذری عمر اپنی ٹھوکریں کھاتے ہوئے

کیوں نہ ہو تسلیم تری شعر گوئی کو فروغ
جب کہ مرزا مہر سا کامل ترا استاد ہے

رباعی

لازم ہے خدا کا ذکر ہر دم تسلیم
ہیں نام ہزار بلکہ بے حد و شمار
رکھ یاد سے اسکی دل کو خرم تسلیم
ہر نام ہے اس کا اسم اعظم تسلیم

(صحیفہ مراد ۔ معہ آرزو)

منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی شاگرد مہر اکبرآبادی

۶۔ سحر۔ منشی دیبی پرشاد ۱۸۴۰ء ۔ ۱۹۰۳ء خلف منشی چنی لال اخگر۔ باشندہ بانگر مؤ ضلع ہردوئی شاگرد مولوی طاہر الدین فرشوری بدایونی سہوان میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے پنشن لینے کے بعد بدایوں محلہ حبیبی گلی میں سکونت اختیار کرلی اور درس و تدریس کا مشغلہ جاری کیا۔ سینکڑوں قیمتی کتابیں جمع کی تھیں جو ان کے انتقال کے بعد ضائع ہوگئیں۔ تصانیف میں خلاصۃ المنطق ۱۸۹۵ء نظم پروین ۱۸۶۲ء - معیار البلاغت ۱۸۶۶ء - مرآۃ الصفا معیار الاملا محیط الساحت - مرآۃ العلوم کے علاوہ تین واسوخت اور دو دیوان موسومہ سحر سامری طاعات سحر مطبوعہ آپ سے یادگار ہیں۔ نہایت زود گو شاعر تھے۔

نمونۂ کلام

داغِ دل نقد میں جاگیر میں صحرا پایا
ہم نے بھی عشق کی سرکار سے کیا کیا پایا

ماتھے سے یار کے ہے عیاں سرخی شراب
ہے آفتاب جلوہ نما آفتاب میں

درد سر سے نہیں کم گھس کے لگانا صندل
درد کا نام اطبا نے دوا رکھا ہے

موتی برسینگے وہ جس وقت کرینگے تقریر — پھول بکھرینگے وہ جدہر کو پشیماں ہونگے
بہتر یہی ہے درد مرا کچھ نہ پوچھئے — کیا پوچھتے ہو حال ہے کیا کچھ نہ پوچھئے

انتخاب واسوخت سحر بدایونی

لوگ سب دلبر طناز کسے کہتے ہیں — عاشق خستہ و جانباز کسے کہتے ہیں
ناز کیا چیز ہے انداز کسے کہتے ہیں — سوز کہتے ہیں کسے ساز کسے کہتے ہیں
چاہنے سے کسی محبوب کے کیا ہوتا ہے
کیوں بڑہے حد سے اگر کوئی خفا ہوتا ہے

مکتوب منظوم بنام راجہ کشن کمار وقار مراد آبادی

مجمع حلم و منبع اخلاق — مصدر لطف و مظہر اشفاق
باعث افتخار و افتخار وقار — صاحب عزت و وقار وقار
رہو دائم سلامت و خوشحال — ہو ترقی دولت و اقبال
آپ نے جو رہ عنایت سے — اپنا دیوان عطا کیا ہے مجھے
مجھ پہ بیشک بڑا کیا احسان — اس کا احسان ہو کس طرح بیاں
نہیں دیوان ہے یہ جان سخن — بڑھ گئی جس سے عزو شان سخن
جو غزل دیکھی لاجواب ہے وہ — شعر جو ہے تو انتخاب ہے وہ
ہیں خیالات عالیہ موزوں — ہر زمیں میں ہیں عرش کے مضموں
الغرض دیکھکر یہ حسن کلام — ہوئی محظوظ خاطر ناکام
سحر کا ہے دعا یہ ختم کلام — آ گئے اب والسلام والاکرام

قطعہ تاریخ کتاب محیط المساحت

لکھی میں نے بے مثل جب یہ کتاب ہر ایک اہل فن کو ہوئی دلپذیر
مرے دل نے اے سحر فوراً کہا کہ تاریخ ہے نسخہ بے نظیر
۱۸۶۹ء

قطعہ تاریخ نظم پروین

ہوئی جب ختم یہ گفت زرنگس مہ پردار در بہ انداز نو آئیں
عطارد نے کہی تاریخ اسکی مسیحی سن میں بہتر نظم پروین
۱۸۶۵ء

قطعہ تاریخ کتاب معیار البلاغت

اس رسالے کے ختم کی تاریخ خامہ برداشتہ لکھی فی الحال
عیسوی صوری معنوی ہجری ایک ہزار آٹھ سو چھیاسٹھ سال
۱۸۶۶ء ۱۲۸۲ھ

قطعہ تاریخ خلاصہ منطق

جو یہ رسالہ لکھا میں نے علم منطق میں خیال طبع تاریخ خاتمہ کا ہوا
معاً یہ ہاتف غیبی نے مجھ سے فرمایا کہ ہے یہ واہ رسالہ خلاصہ منطق کا
(۱۸۶۷) ۱۲۸۴

قطعہ تاریخ رسالہ قیافہ

ہوا جب ختم یہ نادر رسالہ مجھے تاریخ کا تب دھیان آیا
کہی ہاتف نے یہ تاریخ دلخواہ کہ لکھا ہے قیافہ نظم یہ واہ
(۱۸۶۷) ۱۲۸۴

قطعہ تاریخ مثنوی تجلی حسن

جب ہوا یہ قصہ مطبوع دل مطبوع طبع — جسکی تعریفوں کا عالم میں پڑا ہے زور شور
واسطے تاریخ کے اے سحر دیتے ہوش سے — میں نے لکھا ہے یہ شیریں قصہ بہرام گور
۱۲۸۵ھ (۱۸۶۷ء)

قطعہ تاریخ کتاب معیار الاملا

جب نظامی نام چھاپہ خانے میں — چھپ گئی املا کی یہ نادر کتاب
سحر نے لکھی دمیں تاریخ طبع — ہے رسالہ رسم خط کا لاجواب
۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء

قطعہ تاریخ وفات مرزا غالب دہلوی

حیف کہ غالب زجہاں رخت بست — بود یکے شاعرے با علم و فضل
مرد چو او ایں ہمہ بے جاں شدند — شور سخن - نثر و ہنر - علم و فضل
۱۲۸۵ (۱۸۶۸ء)

قطعہ تاریخ دیوان منشی رام سہائے تسلیم بدایونی از منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی۔

خدا کی قسم خوب لکھا یہ دیوان — مضامین تازہ ہیں جس میں فراہم
کیا شائقوں پہ یہ احساں نہایت — کہوں کیوں نہ تسلیم تسلیم پیہم
بہ حسن و لطافت چھپا جب یہ دیوان — ہوئی دیکھکر طبع اے سحر خرم
پسند جہاں تھا تو تاریخ اسکی — لکھی میں نے یوں نظم مقبول عالم
۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء)

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی

چوں کلام سحر دیدم یافتم نیرنگ سحر ریخت بر دل جلوۂ معنی سحر سامری
ہمدم دیوان او در امن پریشاں گفتہ ام زانکہ در بر مصرعہ اش بدست شوخی پری
من اگر اوصاف صافش راکنم زیب رقم در غزل سعدی بگویم در قصاید انوری
طبع چو تسلیم شد دیوان سحر در گشت سال ہجریش تصویر سحر سامری
از زبانِ سحر میگویم در سال فرنگ معنی بیگانہ ما نظم سحر سامری
۱۸۶۵

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی صابر حسین صبا سہسوانی ۔ برادر و شاگرد تسلیم سہسوانی

شد چو دیوانِ سحر طبع بسال گفت شعرے صبا پری تصویر
صورتِ سحر سامری فصلی ہجریش سحر سامری تصویر
۱۲۸۵ھ

تاریخ دیوان سحر سامری از منشی فاخر حسین فاخر ۔ برادر شاگرد تسلیم سہسوانی

فکر معقولِ سحر کے فاخر نئے اسلوب ہیں خدا کی قسم
جو کہیں نکتہ ور بدایوں کے سخت محجوب ہیں خدا کی قسم
سرِ انصاف سے ہے سال طبع بندشیں خوب ہیں خدا کی قسم
۱۸۶۵ء

(بزم سخن ۔ شعرائے ہنود ۔ یادگار ضیغم)

تلامذہ منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی شاگرد قہر اکبر آبادی

۱۔ آزاد۔ منشی کالی چرن ساکن محلہ بیٹیالی سرائے بدایوں

نمونۂ کلام کبھی پڑھی نگاہ دگل یہ تیرے جوئے سمن بر — تو اب تک آنکھوں میں خار ہو کر گل کھٹک رہی ہے

(نغمۂ بہار ۱۸۹۷ء)

۲۔ ادب منشی سید سعید احمد خلف سید فیاض علی شفیق ابن سید جعفر علی صالحی مودودی نقوی سہسوانی۔

نمونۂ کلام

۳۔ بیتاب۔ منشی گردھاری سال ۱۹۲۲ء ولد پوشا کی لال ساکن محلہ جالندھری سرائے بدایوں۔

نمونۂ کلام مزاحیہ: کہاں سے تہانے کو تو لے اب کے بھادوں پر — جسکہ پوچھی تو فرمایا چندو گھر ہو کے ساگر ہو

(بہار ادب مزاحیہ نمبر)

۴۔ تمکین پنڈت رام جی مل م ۱۹۰۸ء۔ والد پنڈت چینی لال ساکن کوچہ پانڈا بدایوں۔

نمونۂ کلام۔ اس دل فتنہ کی خرابی کا — ہے تری چشم فتنہ زا باعث
ہائے پہلو سے آج وہ بھی گیا — دل جو کچھ دل لگی کا تھا باعث

(تجلیات سخن)

۵۔ جوہر۔ منشی امبکا پرشاد: برادر و شاگرد سحر بدایونی۔ ساکن محلہ قانون گویاں بدایوں۔

نمونۂ کلام آتے اسوم آج وہ دلدار اور آرام روح — زادیِ دل زردی رخ۔ درد دوری دور دور

(تجلیات سخن)

۶۔ حاضر، منشی کالکا پرشاد، ولد اندجیت کایستھ ساکن کوچہ پانڈا بدایوں

نمونہ کلام
تڑپنا برق کا جو آسمان پر شکل بسمل ہے — کس بالے کی بجلی یا کسی بیتاب کا دل ہے
نہیں خال سیہ ہے یہ لب رنگین جاناں پر — ہوا فرماں روا زنگی کوئی ملک بدخشاں پر
([illegible])

۷۔ حضرت۔ پنڈت دھرم نرائن، ساکن محلہ پٹیالی سرائے بدایوں ۱۹۰۹ء

مصنف دیوان حضرت مطبوعہ ۱۹...ء

نمونہ کلام
قرباں اس حجاب کے ہر بات ہے نئی — دل سے مرے قریب ہو آنکھوں سے دور ہو
(طالب دیدار ۱۹۱۸ء)

۸۔ خوشش۔ منشی کرپا شنکر بدایونی۔ انہوں نے اپنے استاد کے دیوان دوم طاعات سحر کی تاریخ یہ کہی تھی ؎

میرے استاد نے چھپوایا ہے — اپنا دیوان معظم زیبا
میں نے خوش ہو کے لکھی خوشش تاریخ — سخن سحر مکرم زیبا
۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء)

(۹) شعلہ، منشی نرائن داس پ ۱۹۰۹ء ساکن چوبے محلہ بدایوں

نمونہ کلام
رہوں گا جب تلک زندہ نہ مانگوں گا کبھی بوسہ — دہن اسکا نہیں ہے اسکے عاشق کی زباں کیوں ہو
ہماری آہ و گریہ سے یہ ہے قائم جہاں ورنہ — زمیں پانی پہ کیوں ہو اور زمیں پر آسماں کیوں ہو
([illegible])

(۱۰) صبر۔ منشی باسدیو سہائے م ۱۹۲۳ء ساکن محلہ چکلہ نیب بدایوں

نمونہ کلام
اشارہ جب کبھی پاتی ہے عرض حال کرتی ہے — غضب ہے آپکے ایما پہ چلتی ہے زباں میری
(تجلیات سخن)

۱۱۔ عاجز۔ منشی گردہاری لال بدایونی : آپ کی مثنوی "نجرہ عشق" کی تاریخ جناب سحر نے یہ کہی تھی ؎

ان دنوں عاجز بدایوں کی | کیا عجب مثنوی چھپی ہے یہ
ہاتف غیب نے کہا اے سحر | واہ کیا خوب مثنوی ہے یہ

۱۲۸۷ (۱۸۷۰ء)

۱۲۔ غم۔ منشی چھوٹے لال بدایونی۔ سحر بدایونی کے دیوان دوم طاعات سحر کی تاریخ انھوں نے یہ کہی تھی۔

مکرر چھپا جبکہ دیوان سحر | بہ فضل خدائے خواص و عوام
مجھے فکر تاریخ اے غم ہوئی | کہ ہے میرے استاد کا یہ کلام
حقیقت میں ثانی نہیں ان کا آج | وہ سب شاعروں میں ہیں ذی احترام
مضامین الفت سے دیوان ہے پر | تعشق کی غزلیں ہیں اس میں تمام
کہا مجھ سے ہاتف نے یوں غیب سے | ریاض تعشق ہے تاریخ و نام

۱۸۸۱

بیمار بریلوی شاگرد شیخ مصحفی۔ بیمار شیخ علی بخش بریلوی م ۱۲۷۹ھ ۱۸۵۵ء آپ کا ذکر بریلی کے شعرا میں ہوگا دیکھئے ص ۱۲۵

تلامذہ بیمار بریلوی شاگرد مصحفی امروہوی

تسلیم سہسوانی۔ منشی انوار حسین ۱۸۱۵ء ۱۸۹۲ء خلف منشی احتشام الدین خلف

مولوی ریاض الدین ریاضی خلف شیخ وجیہ الدین خلف شیخ عبدالواسع خلف قاضی چراغ الدین قاضی کورٹ سالباہن وارد سہسوان از اولاد حضرت قاسمؓ بن محمدؓ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ فارسی زبان وادب اور دیگر علوم متداولہ میں دستگاہِ کامل حاصل کرنے کے بعد مرادآباد میں امین عدالت مقرر ہوئے اور مرادآباد میں مستقل سکونت اختیار کی ۱۸۶۳ء میں اردو اخبار لکھنؤ سے وابستہ ہوگئے یہی ملازمت علمی و ادبی دنیا میں آپکے تعارف و شہرت کا باعث بنی ۱۸۸۱ء میں اپنے عزیز شاگرد راجہ کشن کمار وفا رئیس مرادآباد کے اصرار پر دوبارہ مرادآباد آ گئے۔

جناب تسلیم جامع الکمالات تھے۔ فارسی و اردو نظم و نثر پر انہیں یکساں قدرت حاصل تھی نثر و نظم فارسی کا شغلہ خاندانی ورثہ تھا جو آپ کو آپ کے جد بزرگوار جناب منشی ریاض الدین ریاض سہسوانی شاگرد مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلویؒ سے حاصل ہوا تھا۔ ریختہ گوئی میں وہ اپنے ہم عصر اساتذہ سے کسی طرح پیچھے نہ تھے۔ یہ مقام انہوں نے شیخ علی بخش بیمار بریلوی کی تربیت سے حاصل کیا تھا۔ پینسٹھ چھیاسٹھ سال شعر و ادب کی خدمت میں صرف کئے اور کافی نثری و شعری سرمایہ جمع کیا لیکن اس متاع بے بہا کا بیشتر حصہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے نذر آتش کردیا۔ نواب کلب علی خاں والیٔ رامپور کے نام ایک عرضی میں آپ نے لکھا تھا کہ میں نے قیام لکھنؤ ۱۸۷۵ء میں چار سو باسٹھ جز نظم و نثر اردو و فارسی اپنی تصنیف و تالیف کی جلا دی بار دیگر قیام مرادآباد ۱۸۸۲ء میں مثنوی اردو مشتمل بر نو ہزار بیت۔ دیوان فارسی بیس جز اور دیوان اردو پچاس جز اور رسالہ قواعد تاریخ گوئی انیس جز جلا دئے۔ تیسری بار ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۷ء تک کی تصنیفات جن میں دیوان فارسی۔ دیوان اردو۔ مثنوی اردو مصطفیٰ اردو۔ مثنوی سعد بن اردو۔ تاج المدائح فارسی در مدح والی رامپور اور مثنوی فارسی

در مدح والیہ بھوپال نذرِ آتش کر دیں۔ نواب شمشیر بہادر انگریزی تیس اٹے گڑھ کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ اشعار ردیہ تھاں سے لاؤں جو ان کو شائع کراؤں (ماہنامہ نحزن دہلی مئی ۱۹۰۹ء)

تسلیم بڑے زود گو تھے۔ شاعری انکی زندگی تھی اور زندگی شاعری۔ تاریخ گوئی میں ان کو خاص کمال حاصل تھا۔ انہوں نے اپنا زورِ فکر و قلم اسی فن پر صرف کیا ہے۔ اس موضوع پر مفضی تسلیم آپکی عدیم المثال اور جامع و مبسوط تصنیف ہے۔ کتاب دو حصوں پر منقسم ہے پہلے حصے میں فنِ تاریخ گوئی اور اسکے اصول و مبادیات سے بحث کی گئی ہے اور متنازعہ مسائل کو فاضلانہ اور عالمانہ طور پر طے کیا ہے۔ دوسرا حصہ مصنف کے طبع زاد التزامات و ایجادات پر مشتمل ہے

تسلیم کی عظیم شخصیت کا تعارف ان کے فارسی اور اردو کے کلام کی روشنی میں ممکن نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام کا بیشتر حصہ نذرِ آتش کر دیا تھا۔ ان کو فارسی زبان اور اسکے شعر و ادب پر زبردست عبور حاصل تھا۔ اگرچہ انہوں نے مثنوی اور دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن انکی طبیعت غزل کی طرف زیادہ مائل تھی ان کے فارسی کلام کا معیار اردو کے مقابلے میں بلند رہے۔ ان کے کلام میں مضمون آفرینی جدتِ خیال اور ندرتِ بیان کے اچھے نمونے ملتے ہیں اسکے ساتھ نادر تشبیہات اور لطیف و بلیغ استعارات کی کمی نہیں۔

نمونۂ کلام

ساز و برگِ من بود از حادثاتِ روزگار — برقِ سوزاں رشتۂ شمعِ شبستانِ من است

آں منم یا دنیایم بہ دل دشمن و دوست — تو نہ آنی کہ شوی لحظہ فراموش کسے

اے مرگ مژدہ باد کہ آں چشمِ تنگ ظرف — از صدف نمی دہد نگہِ جاں شکار را

از بتاں ناز و عتاب و عشوہ دایم خوش است — بندگی و عجز و تسلیم دنیادار ما خوش است

بوسہ از یار تمنا کردم — طلبِ قطرہ ز دریا کردم

بے وفائی ہمہ خوباں دارند | شکوہ ات کردم و بیجا کردم
مست بودم بہ خیال ساقی | دست در گردن مینا کردم
طرحِ تعمیر دلم از بس خراب افتادہ است | قطرۂ در آتش داغ گرد آب افتادہ است
وصل را شوق آرزو منداست | دل بہ دردِ فراق خورسنداست
گلِ نظارہ ام رخسارِ یار راست | نگاہم غیرتِ باغ و بہار است

اردو میں تسلیم نے دبستان دہلی کی قدیم روایات اور اساتذہ لکھنؤ کے اجتہادات کے درمیان توازن و اعتدال کی روشنی اختیار کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ان کا دامن بڑی حد تک انتہا پسندی سے پاک نظر آتا ہے۔ ان کا کلام رنگا رنگ ہے اس میں غالب کی مضمون آفرینی اور بلند خیالی بھی ہے اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق تکلف و تصنع کی جھلکیاں بھی موجود ہیں۔ غالب کے رنگ میں ایک غزل کے چند شعر یہ ہیں۔

ہجر آتش سوز سے سینے میں دل بنتا ہے | اشک کا ہر ایک قطرہ پارہ سیماب ہے
روئے آتشناک کا کس کے پڑا پانی میں عکس | شعلۂ جوالہ ہے جو حلقۂ گرداب ہے
مژدہ اے نومیدیٔ جاوید پھر حسرت رہی | ہاتھ میں اس ترک کے دل ماہی بے آب ہے
میرے ویرانے میں کس کے حسن نے باندھا طلسم | ذرہ ناچیز رشک مہر عالم تاب ہے

پھر بھی انکے ہاں لکھنویت کو منفرد غالب کی حیثیت حاصل ہے اگرچہ انہوں نے تصوف کے سہارے کہیں کہیں اسکی تلافی کر دی ہے لیکے متصوفانہ اشعار ملاحظہ ہوں

دیر و حرم میں بیٹھنے دیتا نہیں کوئی | اٹھکر تمہارے در سے کہیں کا نہیں رہا
مایوسیٔ جاوید کے صدمے نہیں اٹھتے | میں کاش ترا محرم اسرار نہ ہوتا
اوراق گلوں کے ہیں پریشان چمن میں | غنچوں سے چھپایا نہ گیا رازِ تبسم

ان کی دیگر غزلیات کا انتخاب یہ ہے۔

زاہد جو ترا نکتۂ توحید سمجھتا
سجدے سے بتوں کے اسے انکار نہ ہوتا

پھر بہار آئی چمن میں پھر کھلے زخمِ جگر
پھر جنوں چمکا مرا سیرِ صحرا دیکھ کر

وہ نہ آتے جو شبِ ہجر جیا ہوتا میں
رکھ لیا موت نے تاثیرِ فغاں کا پردہ

اظہارِ وفا کا فائدہ کیا
میں آپ کو خوب جانتا ہوں

ٹوٹ جاتا ہے کبھی اور کبھی بھر آتا ہے
دل پر درد ہے سینے میں کہ پیالا کوئی

ساقیا خیر تری میکدہ آباد رہے
اور بھی دے مئے گلگوں کا پیالا کوئی

دوستی دشمنوں کی کھل جاتی
آپ اگر میرا امتحان کرتے

حال یہ ان کی انجمن میں ہے
ہر سخن معرضِ سخن میں ہے

کی صبا نے مگر زلیخائی
چاک ہر گل کے پیرہن میں ہے

رنگ اپنا جمانا ہے جو تسلیم گلوں کو
زخموں سے مرے سیکھ لیں اندازِ تبسم

پابندِ ابر اشک سے دامن بھگوئیں کیوں
اک بوند آبرو ہے اسے ہم ڈبوئیں کیوں

تسلیم ہو رہے گا جو ہونا ہے حشر میں
ہم آج آنکھیں خون سے رو رو کے کھوئیں کیوں

رنگ جمنے کا نہیں تسلیم اس گلزار میں
ہم صفیروں سے مرا طرزِ بیاں ملتا نہیں

کرتے ہیں یاد وہ کہ اجل نے کیا ہے یاد
آتی ہیں آج ہچکیوں پر ہچکیاں مجھے

بزم سے اسکی اٹھاتے ہیں تو کہتا ہے دل مرے
ہم بھی کچھ دیر میں اے بندہ نواز آتے ہیں

میں ہوں وہ رند مرے میکدے میں پانچوں وقت
کان پکڑے ہوئے ارکانِ نماز آتے ہیں

میرے وضو کو لاؤ شرابِ دو آتشہ
کرنا ہے آج سجدۂ پیرِ مغاں مجھے

ہر معرکے میں کھلتے ہیں جوہر کمال کے
مانندِ تیغِ تیز ملی ہے زباں مجھے

ذیل میں مختلف تذکروں کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

خمخانہ جاوید (حصہ دوم)

آپ فن سخن میں مشاہیر سے تھے۔ تاریخ گوئی میں ایسا ملکہ رکھتے تھے کہ ان کی مثال کم نظر آتی ہے چنانچہ انواع واقسام کی صنائع وبدائع سے آپ کی تاریخیں مملو ہوتی ہیں ان کے شاگردوں میں راجہ کشن کمار وقار رئیس سہسپور بلاری بڑے خوش کلام ہیں حضرت تسلیم کی زندگی کا بڑا حصہ انہیں کی سرکار میں گذرا۔ ان کی تصانیف سے زنبیل تاریخ مثنوی سوزین اور ملحض تسلیم چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور راقم کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ مگر ابھی دیوان شائع نہیں ہوا ہے۔ شعر اچھا کہتے تھے۔ عاشقانہ اور تشبیہ دونوں طرزیں ملی ہوئی ہیں سادگی اور صفائی بھی ہے۔ ان کے پختہ مشق اور مشاق سخن ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے فارسی بھی کہتے تھے تاج المدائح مدح نواب کلب علی خاں والیِ رام پور میں اور مثنوی تاج الکلام مدح نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال میں لکھی ہیں۔

روز روشن شیریں زباں شیوا بیان است۔ در نظم پردازی طبعش رسا وفکرش عرش پیما در نثر طرازی دست خامہ اش را ید طولیٰ۔ خیلے آزاد منش و وارستہ مزاج۔ نسخہ تاج المدائح در مدح نواب کلب علی خاں والی رام پور فراہم آوردہ دیدنی است کہ چہ قدر فہم و استعداد دراں بہ کار بردہ چند شعر از ہماں کتاب بہ انتخاب رسیدہ۔

اے قدت سرورے چہ سروے سرو بستان ہمم ۔۔۔ سایہ ات نورے چہ نورے نور خورشید کرم

ہست تسلیم تو مست جام شاعری ۔۔۔ بیت او بیتے چہ بیتے عزت بیت الحرم

بزم سخن از نام آوران سہسوان است۔ از مدتے اقامت لکھنؤ در رسیدہ۔ در فن تاریخ گوئی عدیم المثل است۔ اصلاح سخن از بیمار می گرفت اکنوں مصلح گفتار دیگراں است بوئے پاس بیشتر می دارد۔ شنیدم کہ کلام ریختہ خود را بر تلامذہ قسمت کرد۔

ادبی دنیا ستمبر ۱۹۶۱ء ۔ مثنوی سعدین میں علم نجوم و ہیئت و منطق کی اصطلاحوں میں مسلسل شعر کہے گئے ہیں جن سے مصنف کے علم و فضل کا پتہ چلتا ہے ۔

تاریخِ مخلص تسلیم از جلال لکھنوی ۔

سخن آرائے یکتا سہسوانی | یگانہ منشی و بے مثل شاعر
مخاطب در سخن گویاں بہ تسلیم | ثنا خوانش ہمہ غائب کہ حاضر
مہارت داشت در تاریخ گوئی | بسا بود از فنِ تاریخ ماہر
کتابے طرفہ بنوشت اندریں فن | عجب اسرارِ ایں فن کرد ظاہر
چہ گوناگوں افادات و فوائد | دراں مملو ز اول تا بہ آخر
عجائب نسخۂ اعجوبہ تالیف | کہ قبلِ طبع شد مطبوعِ خاطر
جلال از سالِ طبع دسے خبردار | کتابِ بے بدل بے مثل و نادر

۱۳۱۴ (۱۸۹۶ء)

تاریخ از حافظ نور الحسن ذہین کرت پوری ۔ شاگردِ غالب دہلوی

زندہ گردید فنِ تاریخی | شد بپا انجمنِ تاریخی
باد رحمت بہ روانِ تسلیم | آبیارِ چمنِ تاریخی
مژدہ باد ایں کہ فنِ مردہ را | زندہ کرد از سخنِ تاریخی
سالِ طبعش چو بجستم ذہین | گفت ہاتف چمنِ تاریخی

۱۳۱۴ھ

تقریظ از ذہین کرت پوری

مدتے بہ ملازمتش نشستہ ام و لطف مصاحبتش گرفتہ ام در ہشتاد سالگی طبعش
جوان بود با این ہمہ پیری رنگِ شوخی از متانت می تافت ہر کس کہ صحبتش می گزید گلہائے عجیب از باغِ
فیضش می یافت ندیدہ ام کسے را کہ دریں کبرسنی ذہنے دارد چناں و مذاقِ طبیعتش باشد نوجواں۔

قصیدہ در مدح نواب کلب علی خاں والی رام پور

بہ دہقانِ حکیمے آنکہ معنی آفرینی کرد — نوشتم مطلعِ رنگیں بہ شوخی چوں گلِ رعنا
بہ مدحِ دل فروزِ حضرتِ ممدوحِ جاں پرور — کہ دستش ابرِ نیساں و دلِ او موجزن دریا
بود ترکیبِ ایں مطلع بہ ہشت ارکانِ موزونی — ز ہر رکنے کہ خواہی ابتدا کن اے سخن پیما
نگویم معجزہ فیضِ کراماتِ سخن گویم — بہ بیں در ذرہ پیدا بہ بیں در قطرہ دریا
کزیں بیش ایں چنیں تاریخ نادر ہیچ مداحے — نہ گفتہ بہر ممدوحے بنامِ ایزدِ یکتا
کنم من آفرینِ تسلیم و جبریلِ امیں آمیں — بہ گویندم جزاک اللہ مورخ ہم سخن پیدا

تلامذہ تسلیم سہسوانی

۱۔ <u>آزاد</u>: مرزا علی جان مراد آبادی۔ برادر خورد مرزا احمد شاہ بیگ
مہر مراد آبادی شاگرد تسلیم سہسوانی جناب آزاد ڈبائی ضلع بلند شہر میں مقیم تھے آپ واقفِ
رموزِ طریقت حقیقت آشنا بزرگ تھے دیکھیے ص ٣٨٥

<u>نمونۂ کلام</u>

تو ہے جب پردۂ آفاق میں اک سرِ نہاں — شش جہت کیوں ترے جلووں سے پر اسرار نہ ہو

(لطف سخن ١٩٣٠ء)

۲۔ احفاد : سید احفاد علی نقوی موردوی سہسوانی خلف سید یاد علی خاموش شاگرد تسلیم سہسوانی بولف بزم سخن لکھتے ہیں

"از خوش فکران سہسوان از والد ماجد خود علم اندوختہ و فن سخنگوئی از تسلیم سہسوانی آموختہ طبع شگفتہ دارد" نمونہ کلام ؎

ہے کیا جو تم الجھتے ہو اہل نیاز سے
جھگڑا ہے کیا ادا نے جو سمجھو گے ناز سے (بزم سخن)

۳۔ اظہار۔ محمد اظہار حسین خلف شیخ صدر الدین عم تسلیم سہسوانی۔ آپ سید یاد علی خاموش کے برادر نسبتی تھے۔

نمونہ کلام

۴۔ امتیاز۔ منشی امتیاز علی سہسوانی بدایونی۔ شاگرد تسلیم سہسوانی و رضوان مراد آبادی۔ آپ جناب جمیل سہسوانی کے والد ماجد تھے۔

نمونہ کلام

۵۔ امجد۔ مرزا امجد بیگ سہسوانی۔

نمونہ کلام :

۶۔ باقی و وفا : مولوی سید عبد الباقی خلف مولوی سید سراج احمد نقوی موردوی سہسوانی بھوپال میں ملازم رہے علوم عربیہ میں مہارت تھی۔ آپ کی تالیف حیات العلماء ہے۔

نمونۂ کلام (تسلیم) بڑھا جب دستِ وحشت آستیں سے   کہیں سے جیب لی دامن کہیں سے

۷۔ بیدار۔ سید شاہ آل محمد نقوی مودودی صالحی سہسوانی

خلف سید نذیر احمد خلف سید آل احمد خلف مفتی سید نظر محمد شاہ۔ آپ جناب تسلیم سہسوانی کے نواسے تھے آپ کے چاروں فرزند سید اقتدار احمد ساحر، سید نظر احمد افسوں مولف خزینۃ الانساب۔ سید وصی احمد نائب اور سید ابو محمد قدر وغیرہ نامی تلامذہ حضرت معجز سہسوانی تھے۔ جناب بیدار نے جمیل سہسوانی کے دیوان کی تاریخ یہ کہی تھی سہ

روان شد چو این چشمۂ دلنواز   ز دریائے افکار نیک جمیل
بگفتہ ز بیدار ہاتف بخواب   بگو ہست گفتار نیک جمیل

۸۔ بسمل۔ سید ابن علی مراد آبادی دیکھئے حصہ ۲۸۵۱

نمونۂ کلام

۹۔ ثاقب۔ منشی شہاب الدین مراد آبادی ۱۸۵۴ء ۔ ۱۸۹۹ء

دیکھئے حصہ ۲۸۵۱

مولف تاریخ افاغنہ۔ استاد کے انتقال کے بعد شعرگوئی ترک کردی تھی۔ کلام جمع نہ ہو سکا۔

نمونۂ کلام
فیض تسلیم رہا سر پہ اگر اے ثاقب   ہم بھی مشہور کبھی صاحبِ دیواں ہونگے
یہ جو ہیں دیر و حرم آپکے دونوں گھر ہیں   رازِ وحدت کا ہوا کوئی نہ محرم پیدا

۱۰۔ جوہر۔ مرزا احمد شاہ بیگ مراد آبادی آپ کا ذکر مراد آباد کے شعرا میں ہوگا۔ دیکھئے حصہ ۲۸۵۴

۱۱۔ خاموش ۔ سید یاد علی نقوی مودودی سہسوانی ۔ خلف میر مراد علی ۱۸۲۵ء - ۱۹۰۲ء

نعت کا دیوان آپ سے یادگار ہے ۔ مولف تذکرہ بزم سخن لکھتے ہیں ہمہ عمر نوکری در حیا کری سرکار انگریزی آبرو در بہ تصوف مناسبتے بہم رسانید اموز در مراد آبادی گذارد

نمونہ کلام
فقیروں میں ہیں گو لیکن کسی در پر نہیں جاتے ۔ توکل کا ہے تکیہ آشنا ہیں اپنے بستر کے (بزم سخن)

۱۲۔ صبا ۔ منشی صابر حسین صدیقی سہسوانی برادر جناب تسلیم سہسوانی

آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا ۔ دیکھئے صفحہ ۳۵۴

۱۳۔ فاخر ۔ منشی فاخر حسین صدیقی سہسوانی م ۱۹۱۴ء برادر و شاگرد

تسلیم سہسوانی ۔ جناب منیر شکوہ آبادی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا ۔ اردو کے دو دیوان مرتب کئے تھے ۔ ایک دیوان میں ایک ہزار غزلیات ایک ہی قافیہ و ردیف میں تھیں ۔ شاعری کے سوا کسی اور کام سے سروکار نہ تھا ۔

نمونہ کلام

دہن میں کام کی رکھی نہ لکنت نے زباں میری ۔ غضب ہے خواب گونگے کا ہوئی داستاں میری
کڑی سہتا ہوں اس امید پر دن رات زنداں میں ۔ بڑھینگے طوق جب الگے کٹینگی بیڑیاں میری
گریباں ہے گریباں گیر دامنگیر ہے دامن ۔ ہر اک کہتا ہے مجھ سے کیوں اڑائیں دھجیاں میری
کوئی پوچھے نہ پوچھے خود بخود کہتا ہوں حال اپنا ۔ نہ دل قابو میں ہے میرا نہ کہنے میں زباں میری
تڑپنے کی کہاں سے تن میں طاقت آئی فاخر ۔ ازل سے طائر قبلہ نما بے آب و دانہ ہے

(بزم سخن ۔ تجلیات سخن)

۱۴۔ کوثر۔ مرزا انتظار بیگ مرادآبادی۔ آپ کا ذکر مرادآباد کے شعرا میں ہوگا دیکھئے ص ۲۶۰

۱۵۔ مضطر۔ داروغہ قیوم بخش خلف داروغہ حبیب اللہ سہسوانی۔ حضرت تسلیم سہسوانی اور مرزا حاتم علی مہر اکبرآبادی کے شاگرد تھے۔ ان کے اجداد سرکار انگریزی میں معزز عہدوں پر فائز تھے وہ خود بھی امتیاز و اعزاز کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے تحت اللفظ مرثیہ خوب پڑھتے تھے۔

نمونہ کلام
تمنائیں بر آئیں جی کی نکلیں حسرتیں دل کی ... گلے آ کر لگی دم بھر اگر شمشیر قاتل کی

۱۶۔ مضطر۔ منشی اشفاق علی مرادآبادی۔ دیکھئے ص ۲۸۱

نمونہ کلام

۱۷۔ نادر۔ چوہدری نادر حسین سہسوانی۔

نمونہ کلام

۱۸۔ نیر۔ مولوی امجد علی مرادآبادی م ۱۳۰۸ھ/۱۹۰۱ء خلف مولوی قاسم علی ذکا مرادآبادی ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء تلمیذ ذکی مرادآبادی جناب نیر مرادآبادی مشن اسکول مرادآباد میں فارسی کے مدرس تھے۔ آپ نثر و نظم میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ نیک دل اور بامروت انسان تھے۔ آپ نے اخبار نیر اعظم ۱۸۷۷ء میں جاری کیا تھا آپ اخبار کے مالک اور آپ کے والد مدیر

اس کے اڈیٹر تھے آپ نے اپنے استاد کی کتاب ملخص تسلیم کی تاریخ یہ لکھی تھی دیکھئے ص۱۵۲

چو ملخص بار اول طبع گشت | نقش اول شد پئے اہل کمال
ایں عجب نقشے است نقش دل پسند | نقش ثانی و نظیرش شد محال
کلک نیر بہر تاریخش نوشت | با الف ممدودہ مرآت الخیال

(تاریخ صحافت) ۱۳۱۴ (۱۸۹۷)

۱۹۔ وقار۔ راجہ کشن کمار خلف رائے پردمن کشن رئیس مراد آباد قوم

کالیستھ تعلقہ دار اضلاع مراد آباد و بدایوں وغیرہ۔ انکے مورث اعلیٰ کو شاہ دہلی محمد شاہ نے مراد آباد میں عہدہ وکالت پر مقرر کیا اس وقت سے مراد آباد میں قیام ہوا۔ ان کے جد امجد رائے آتما رام عہد نواب آصف الدولہ میں چکلہ دار بجنور ہوئے اور ویسٹ انڈیا کمپنی نے منشیٔ عدالت دیوانی مقرر کیا۔ انہوں نے ترک ملازمت کرکے اضلاع مراد آباد و بجنور و بدایوں میں تعلقہ خریدا۔ ان کے فرزند رائے پردمن کشن نے ۱۸۵۷ء میں خیرخواہی کی جس کے صلے میں تین ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ملی۔ ان کے بیٹے راجہ کشن کمار کو راجہ کا خطاب ملا ۱۸۷۷ء میں اپنا دیوان مولف تذکرہ شعرائے ہنود کو بھیجا تھا۔ دیکھئے ص۲۸۵
نمونہ کلام۔ وقار آپ شاگرد تسلیم کے ہیں

ہے تصور بتوں کا دل میں وقار | جدا کیوں نہ ہو رنگ سب سے سخن کا
گھر خدا کا خراب ہے کیسا
تمہارے رنج میں ہے لطف و راحت | مزا اس درد میں پایا دوا کا
چشم وحدت سے بتکدے میں بھی | مجھ کو ہر بت خدا نظر آیا
کرم مجھ پہ ہے میرے اللہ کا | کہ بندہ ہوں اس بت کی درگاہ کا

بتوں کا عشق ہے مذہب ہمارا — مدامی شرب ہے مشرب ہمارا
یاد سے دل ہے شاد جاں محظوظ — ذکر سے تیرے ہے زباں محظوظ
نقشِ حسن لن ترانی ہے — رب ارنی ہے اک فسانۂ عشق
نیستی جلوہ گر ہے ہستی میں — کچھ عدم کا مرے وجود نہیں
بتکدہ ہو گیا خدا کا گھر — کیا ہی وضعِ زمانہ برہم ہے
چھٹ گیا میں عذاب سے تو نے — قتل کر کے ثواب لوٹا ہے
ہے حقیقی مرا مجازی عشق — بت پرستی میں حق پرستی ہے

۲۰۔ ہادی سید ہادی علی نقوی مودودی سہسوانی۔

نمونۂ کلام: ہمارا اس امید پہ [illegible] رہا اور [illegible] رہیں سے کا کسا وہ دامن کی ہوا اور

صبا سہسوانی برادر و شاگرد تسلیم سہسوانی

منشی صابر حسین صدیقی سہسوانی ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۷ء ـ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء خلف منشی احتشام الدین صدیقی سہسوانی۔ آپ فارسی اور اردو کے شاعر اور بڑے مشاق خوشنویس اور تاریخ گو تھے۔ اپنے برادر بزرگ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی اور مولوی نجف علی خاں نجف رام پوری اور محمد ایوب خاں کیفی و گلشن مراد آبادی (شاگرد شیخ احمد علی احمد رام پوری) کے تلمیذ رشید تھے۔ ابتدا میں ریاست رام پور میں ملازم تھے۔ آخر میں ریاست بھوپال میں شرقی ضلع کے نائب ناظم رہے۔ آپ کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی آرا درج ذیل ہیں۔

انتخاب یادگار: تاریخ گوئی میں طاق۔ فارسی اردو دونوں زبانوں میں مشاق

نائع و بدائع میں صاحب ایجاد تھے ذہن رسا تھا ۔ خط شفیعا اچھا لکھتے تھے ۔

خم خانہ جاوید (جلد چہارم) عربی و فارسی سے بخوبی واقف تھے۔ علم عروض اور فن بدائع میں اچھا دخل تھا ۔ تاریخ گوئی میں ملکہ تھا ۔ نواب رام پور کی تعریف میں ایک مثنوی شوکت خسروی لکھی تھی جو سکندر نامے کی بحر میں ہے اسکی بڑی قدر ہوئی ۔

روز روشن از خوش بیانان ہندوستان و نکتہ سنجان سہسوان ۔ مثنوی شوکت خسروی بہ طرز سکندر نامہ گفتہ ۔

بزم سخن ۔ از قدردانی رئیسہ عالم اندریں ریاست (بھوپال) تعلق ملازمت دارد ۔ درہر دو زبان فارسی و ریختہ دستگاہ دارد ۔ مثنوی شوکت خسروی بہ روش سکندر نامہ بہ مدح رئیس رام پور نتیجہ فکر اوست می گویند کہ بار بار گفتار خویش گرد آورد بہ دیگراں قسمت نہاد امروز بیش از دو سہ غزل باقی نبود

آثار الشعرا ، خلق و ذہانت ولیاقت میں وحید ہیں ۔

رسالہ آجکل دہلی دسمبر ۱۹۵۷ء ۔ سہسوان میں آپ کا خاندان منشیوں کا خاندان کہلاتا ہے اور علمی اعتبار سے ممتاز ہے آپ کے والد منشی احتشام الدین فارسی کے جید عالم تھے اور دادا منشی ریاض الدین ریاض فارسی کے ایک خوشگو اور قادر الکلام شاعر اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے ۔ جناب صبا کو نواب کلب علی خاں والی رام پور کی قدردانی نے رام پور

بلوالیا آپ وہاں ایک ممتاز عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ کا فارسی اور اردو کلام غیر مطبوعہ ہے ایک فارسی مثنوی شوکتِ خسروی طبع ہو چکی ہے اس مثنوی کے صلے میں نواب صاحب نے آپ کو نظامی ہند کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے بھوپال میں انتقال کیا وہاں داغ و تسلیم سے آپ کی خط و کتابت تھی۔ جناب داغ نے اپنے خط مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۵ء میں اپنے تیسرے دیوان مہتاب داغ کی تاریخ "کلام لاجوابست ایں کلام لاجوابست ایں" کا شکریہ ادا کیا ہے اور بہت تعریف کی ہے دوسرے خط مورخہ ۸ ار فروری ۱۸۹۳ء میں اپنی غزل پر حضرت صبا کے خمسے کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "میرے مزخرفات کو آپ نے توجہ فرما کر خذف سے گوہر بنا دیا ہے۔"

غزلیات فارسی۔

سخت زنجیرِ جاں کنی شدہ است
رشتۂ عمر آہنی شدہ است

از تپاکِ دل است کار بجاں
الفتِ دوست دشمنی شدہ است

چرا بہ خونِ دلم شد جفائے او محتاج
کجا بہ غازہ بود حسنِ خوبرو محتاج

مرا دل است کہ سرگرمیِ دگر دارد
نیم بہ ساغر و پیمانہ و سبو محتاج

نماز بادہ کشاں واعظا خوش آزادی است
نہ حاجتش بہ تیمم نہ با وضو محتاج

بہ جلوۂ تو بسے چشم و دل تماشائی
بہ یک جمالِ تو صد شوقِ آرزو محتاج

علاجِ لختِ دل و چارۂ جگر چہ کنم
کہ چاکِ دامنِ گل نیست با رفو محتاج

خموشیِ تو مرا جلوۂ تکلم ریخت
زبانِ شمع نباشد بہ گفتگو محتاج

پس از فناست بہ دل کاروانِ حسرت و یاس
کہ شورِ بانگِ جرس از مزارمی خیزد

مثنوی شوکت خسروی

جهان داورا بادشاهی تراست — همه پست و لیکن خدائی تراست
وجود جهان جوشش جود تست — همه بود ما سایه بود تست
بنور دو میم محمد [illegible] — [illegible] گشته روشن جبین
زمه تا به ماهی همه [illegible] اوست — [illegible] روشنائی ازوست

مدح نواب کلب علی خاں

کفش بحر فیض است در منت او — بود موج بخشش هر انگشت او
کفش بحر جود و خطوطش چو موج — رگ ابر زانگشت او یافت اوج

در صفت لغزو رقص

ترنم سرایان جادو نگار — بلائے جہان آفت روزگار
به آرایش نغمه تو به سوز — به شهنار گشتند مجلس فروز

تاریخ عطائے تمغہ مجیدیہ بہ نواب صدیق حسن خاں ۔

فرستاد قیصر نشان مجیدی — بہ نواب ذی جاه ہمتائے را
صبا یادت تاریخ ہر گہ بہ شکرش — بفرمود نوب منت خدارا
۱۲۹۶ (۱۸۷۹ء)

قصیدہ مدحیہ نواب کلب علی خاں

نشۂ عہدِ تو کے دارد خمارِ احتیاج | جامِ حاجت گم شدہ از بزمِ استغنائے تو
مادرِ گیتی نہ زادہ از سلف چوں تو خلف | جوہرت شد آبروئے گوہر آبائے تو

قصیدہ تہنیت عید الفطر بہ خدمتِ نواب صدیق حسن خاں

اے جنوں شغلِ چاکِ گریباں تا چند | ہوسِ پیرہنِ خارِ بیاباں تا چند
منکہ دیوانہ وارفتۂ ادائے خویشتم | باشدم سلسلۂ الفتِ زنداں تا چند
کارم افتاد بدستِ ملالِ وفتنۂ دہر | دل بہ بندم بہ خیالِ سروساماں تا چند
چشم پوشی و خموشی زشتہ تا بہ کجا | غفلت از مدحتِ صدیق حسن خاں تا چند
گو بہ فیضش نکند ابر بہاری شاداب | دعویِ حسن کند گل بہ گلستاں تا چند
مرجعِ بذل و عطا چرخ خطابش کردہ | عالمے زاں نشود بندۂ احساں تا چند
کو بباشد بہ نظیرش صفتِ حاتم طے | حرف راندم من ازاں دشمنِ ایماں تا چند
اے صبا رتبہ نگہدار و ادب را مگذار | دعویِ نظمِ حضورِ ہمہ داناں تا چند

قطعہ تاریخِ تہنیتِ عید الفطر نذر کردہ نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال

ماہِ عیدِ طرب افروز مبارک باشد | کوکبِ طالعِ فیروز مبارک باشد
تا جہان است بماند بہ جہاں شاہ جہاں | دائما سال و مہ و روز مبارک باشد
شانِ و شوکت سحر و شام ہمایوں بادا | جاہ و اقبال شب و روز مبارک باشد
طرفہ تاریخ بہ پردازِ غزل گفت صبا | شادیِ عید دل افروز مبارک باشد

سنہ ۱۲۹۷ (۱۸۸۰ء)

تاریخ تذکرہ بزم سخن

چوں گوہر انتخاب اشعار   خوش کلک سلیم نکتہ داں سفت
ایں گلشن گلفشان معنی   بارنگ نیاز تازہ بشگفت
تاریخ صبا بہ سال طبعش   بزم سخن است دیدنی گفت
۱۲۹۸ (۱۸۸۱)

ایضاً

ست فکر سخن ز فکر سلیم   طرفہ روشن زگریبان مصیح
گفت تاریخ انطباع صبا   دست آویز شاعران فصیح
۱۲۹۸ (۱۸۸۱)

تاریخ تذکرہ روز روشن

منتخب دلچسپ نادر تذکرہ   کرد تالیف صبا را جلوہ گر
جلوہ اش آمد تماشائے نگاہ   حسن او شد نور چشم دیدہ ور
اے صبا خوش گفتہ تاریخ طبع   روز روشن جلوہ روئے سحر
۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء)

تاریخ دیوان تاج فرخی مصنفہ نواب کلب علی خاں والئ رام پور

چوں کلام شہ خرد آگاہ   گشت شمع حریم نور نظر
۱۲۸۶ سنہ ف   ۱۹۳۶ سنہ بکرمی
سال طبعش صبا بخیر بگفت   سخن جاں نواز و جاں پرور
۱۸۷۹ء   ۱۲۹۶ھ

غزلیات اردو

کسی کی یاد نے چٹکی وہ لی قیامت کی
کہ حشر تک میں تڑپتا تہِ مزار رہا

بھولا نہیں ہوں یاد ہیں صحبت کی گرمیاں
اب تک مرے زباں پہ تمہاری زباں ہیں

نہ چھوڑے شغلِ عاشق حسن نے معشوق بھی خالی
گلوں کے چاک دامن اور غنچوں کے گریباں ہیں

کہیں ہنگامۂ محشر کو نہ کر دیں برہم
وہ بکھیرے ہوئے گیسوئے دراز آتے ہیں

یہ تو سچ بات ہے تم وعدہ خلافی نہیں
پھر یہ کیوں کہتے ہو ہم جھوٹ سے باز آتے ہیں

آپ کیوں تیغ بکف جاتے ہیں مقتل کی طرف
سر ہتھیلی پہ رکھے اہل نیاز آتے ہیں

بل کیے لیتے ہیں سرکش بھی تمہارے آگے
جھک کے پاؤں کو گیسوئے دراز آتے ہیں

شکل درد اٹھتے ہیں گر پڑتے ہیں آنسو کی طرح
تیرے کوچے میں جو ارباب نیاز آتے ہیں

دل جو والوں سے چلا نالۂ دل کر اٹھا
ٹھہریئے ہم بھی تو اے بندہ نواز آتے ہیں

کیا رہا ہے یہ کسی کی یاد میں
شوخیاں آتیں دلِ ناشاد میں

ہم ندیدے کیا کہیں لطفِ چمن
آنکھ کھولی خانۂ صیاد میں

کس کے آنے سے یہ شادی مرگ ہے
مل گیا شیشوں مبارکباد میں

ڈھونڈنے تھے طور پر جو کچھ کلیم
ہے وہ اک شوخ ستم ایجاد میں

دل بھی اب پہلو تہی کرنے لگا
ہو گیا تم سا تمہاری یاد میں

بن گئے وہ رنگ گردوں کا اثر
جو تلون تھے ستم ایجاد میں

دادخواہی کون محشر میں کرے
ہے مزہ سب کو تری بیداد میں

ازل کے دن مری قسمت غم آشنا ٹھہری
وہ جرم کون سا تھا جس کی یہ سزا ٹھہری

جو آنے والے ہیں پیشانیاں رگڑتے ہیں
بتوں کی بزم بھی کیا خانۂ خدا ٹھہری

جفا ملی ہے ازل سے تمہیں وفا مجھکو
غضب ہوا کہ طبیعت جدا جدا ٹھہری

تمہارے اٹھتے ہی سینے میں سانس بیٹھ گئی
نہ ٹھہرے تم سر بالیں تو پھر قضا ٹھہری

نہ رہے عاشق غم دوست الٰہی دلشاد
عیش کا نام نہ کھٹکا دل پر غم میں رہے

درد ہو جائے محبت تری آنسو ہو جائے
گھر مرے دل میں ترا دیدۂ پرنم میں رہے

بھلا ہو خیر کی ہمت رہے میخانے والے ہیں
فقیر مست کو ملجائے چلو بھر پیالے میں

ہر اک جا پر نیا ہے نام انکے خال مشکیں کا
سویدا دل میں تیلی آنکھ میں ہے داغ لالے میں

چٹکی کوئی خاک قدم یار کی دیدو
چلتا ہوا نسخہ ہو تو عاشق کی دوا ہو

مل جائے فقیروں سے بھی آنکھ لئے شہ خوبی
ہو خیر تری شرم کی جنوں کا بھلا ہو

مردہ دل ہوں شکستہ خاطر ہوں
ہیں نشاں مجھ میں کوئی تربت کے

چھوڑ کر بزم وعظ میکدہ کو چلو
یہ بھی سن لینگے وقت فرصت کے

کون ہے کسکو کوستے ہو آج
مرچکے ہیں صبا تو مدت کے

ہوئے ہیں کشتۂ حسرت کے دشمن دوستداروں میں
قضا ہے نوحہ خوانوں میں اجل ہے سوگواروں میں

تم کو آئینے سے فرصت ہی نہیں
کون سا وقت ہے تنہائی کا

اے صبا ہیں اور خوشامد غیر کی
بھول بیٹھا سب کسی کی یاد میں

اے گنہگاران الفت شاد ہو
تیغ بیٹھی قبضۂ جلاد میں

حشر اٹھاتے ہیں اسیران چمن
ہے قیامت خانۂ صیاد میں

آئے کیا راحت ٹھکانا ہی نہیں
بھر گیا ہے غم دل ناشاد میں

جیتے جی موت کی بھی یاد نہ بھولے انسان
رہے عالم میں مگر اور ہی عالم میں رہے

کرے وہ قتل یا چھوڑے صبا ہے اختیار اسکو
وہی مرضی ہے اپنی بھی جو قاتل کی رضا ٹھہرے

تلامذہ صبا سہسوانی

۱۔ امداد۔ شیخ امداد حسین بن الطاف حسین بن علیم الدین محمد اعظم صدیقی سہسوانی۔ جناب صبا سہسوانی کے یکجدی اور شاگرد تھے۔ جناب اعجاز سہسوانی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ (خزینۃ الانساب)

۲۔ ترقی۔ سید فرزند علی شاہ جہانپوری دیکھیے ص ۲۴۳

(‏[illegible])

کیا مزہ سیرِ چمن کا جو وہ گلزار نہیں ساتھ ‏ ‏ لطف جب ہوتا جو وہ رشکِ گلستاں ہوتا

۳۔ جلیل۔ سید جلیل احمد ابن سید اولاد احمد نقوی مودودی سہسوانی ریاست بھوپال سے وابستہ تھے۔

نمونۂ کلام ‏ ‏ صبحِ گلشن چہ خوش مرتب شد ‏ ‏ چوں رخِ دلربا فریبندہ

تاریخ تذکرہ صبح گلشن ‏ ‏ سالِ تاریخِ طبع ہاتفِ غیب ‏ ‏ گفت باغ و بہارِ رخشندہ

۱۲۹۵

۴۔ جمیل۔ مولوی سید جمیل احمد نقوی مودودی سہسوانی۔ جناب صبا سہسوانی کے علاوہ منیر شکوہ آبادی اور حافظ خان محمد خاں شہیر رام پوری تلمیذ مرزا غالب سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دیکھیے صفحہ ۲۷۲

۵۔ سوز۔ منشی محمد امین سہسوانی

۶۔ شاکر و نکہت ۔ منشی شاکر حسین ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء ۔ ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء دیکھئے صفحہ ۳۶۲

۷۔ شمیم ۔ سید قدرت علی نقوی مودودی صالحی سہسوانی۔

خلف سید استظام علی خلف سید امام علی ۔ بھوپال میں مقیم تھے۔

نمونہ کلام: ماہ کامل کبھی سمجھا کبھی نیرِ روشن — اللہ اللہ ترے رخسار کو کیا کیا سمجھا (بزم سخن)

۸۔ عسکری ۔ مفتی عسکری احمد خلف منشی نور احمد خلف مفتی سید نظر محمد شاہ

نقوی مودودی صالحی سہسوانی۔ میر سید سرفراز علی مودودی سہسوانی کے برادر خالہ زاد اور میر عالم علی خاں مائل سہسوانی کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

نمونہ کلام: سانس سینے میں جو رکنے لگی آتے جاتے — میں رکاوٹ کا تری اسکو اشارا سمجھا (بزم سخن)

۹۔ منعم ۔ منشی برخوردار بنی سہسوانی

ان کا ایک قطعۂ تاریخ راجہ کشن کی وقار مرادآبادی کے دیوان میں نظر سے گذرا اور کوئی کلام دستیاب نہ ہوا۔

۱۰۔ معجز ۔ مولوی سید اعجاز احمد سہسوانی دیکھئے صفحہ ۳۶۶

۱۱۔ ناظم ۔ سید عبدالقادر خلف سید عبدالعزیز بخاری ساکن عالم پور پنجاب

ملازم بھوپال ۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے چند کتابیں ان سے یادگار رہیں ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء تک حیات تھے۔

نمونۂ کلام اردو: ہو مقابل اس ستم ایجاد کا — حوصلہ ہے چرخ بے بنیاد کا

فارسی: چو من بہ دہر نشد الفت آزمائے دگر — نثار جور تو باشم بکن جفائے دگر

۲۱۔ نیاز۔ محمد نیاز حسین خاں سہسوانی

شاکر نکہت سہسوانی خلف و شاگرد صبا سہسوانی

منشی شاکر حسین صدیقی سہسوانی ۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۹ء خلف

و شاگرد منشی صابر حسین صبا سہسوانی۔ آپ کی ولادت رام پور میں ہوئی ۱۸۸۲ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ بھوپال چلے گئے اور تقریباً ۱۹۱۲ء تک وہاں رہے وہیں تعلیم و تربیت ہوئی آپ بڑے نفاست پسند اور سلیقہ شعار تھے جب کسی کو خط لکھتے تو ایک رجسٹر میں درج کر لیتے اور آنے والے تمام خطوط کو حفاظت سے رکھتے تھے اسطرح کئی ہزار خطوط جمع ہو گئے ۱۹۳۲ء میں یہ ذخیرہ آپ نے نذر آتش کر دیا اور یہ خزانہ ہم تک نہ پہنچ سکا۔ آپ کے فارسی قصائد کا مجموعہ جناب پروفیسر حنیف نقوی صاحب کے پاس محفوظ ہے دو خطوط بھی جناب نقوی صاحب کو حاصل ہو گئے۔ پہلا خط مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۱ء حضرت داغ دہلوی کا ہے جس میں انہوں نے اپنے دیوان پر نکہت سہسوانی کی تحریر کردہ تاریخ و تقریظ کی بہت تعریف کی ہے تاریخ یہ تھی "کلام شاعر شیریں زبان ہے۔" دوسرا خط مورخہ ۴ اگست ۱۹۲۰ء حضرت شوق قدوائی کا ہے جس میں نکہت سہسوانی کے ایک قصیدے کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ قصیدہ حضرت شاداں بلگرامی اور جناب اسر بلند شہری کو بھی بہت پسند آیا تھا۔

غزلیات: نامرادی نہ چھپی پردہ تصویر میں بھی — جس نے دیکھا مجھے محروم تمنا سمجھا

قطعہ تہنیت عید الفطر بخدمت نواب صدیق حسن خاں

اے خوشا طالع تو نور جمال مہ عید — شد فزوں از کرمت جاہ و جلال مہ عید

از سر عجز چو شاکر بہ ادب گاہ نیاز — پے تسلیم تو خم گشت ہلال مہ عید

قطعۂ تاریخِ دیوان جمیل سہوانی

سوادِ مردمکِ دیدۂ ہنر آمد — فروغِ گوہرِ افکارِ تابناکِ جمیل
کسے نہ کرد بہ ایں حسن از سخن سنجاں — بہ چستِ بندشِ الفاظ اشتراکِ جمیل
نوشت مصرعِ تاریخ بے بدل نکہت — دلیل فکرِ جمیل است فکرِ پاکِ جمیل

۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء)

قطعۂ تاریخِ طبع ملخص تسلیم

شد طبع چو ایں کتابِ مطبوع — منزل گہ صد خوشی بشد طبع
اربابِ کمال را بشارت — سرمایہ آگہی بشد طبع
ہر حرف مسحرِ تلوب است — با جلوۂ دلکشی بشد طبع
نکہت بنوشت سالِ طبعش — آئینِ مورخی بشد طبع

(سنہ ۱۳۰۷ھ ۱۸۸۹ء)

قطعۂ تاریخِ تذکرۂ خمخانۂ جاوید

آں سرِ برامِ سخن گستر کہ ہست — واقفِ اسرار و آئینِ سخن
داد از ذکرِ جمیلِ شاعراں — خامۂ او دادِ تزئینِ سخن
کلکِ نکہت بہرِ تاریخش نوشت — یادگارِ بزمِ رنگینِ سخن

۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء)

تلامذہ شاکر و نکہت سہوانی

(۱) معجز مولوی سید اعجاز احمد نقوی مودودی سہوانی دیکھئے صفحہ ۳۶۶

(۲) اعظم منشی محمد اعظم خاں شاہجہانپوری دیکھئے صفحہ ۱۴۰۵

(سالِ عمر ۱۸۹۶ء)

نمونہ کلام: نقاب زلف الٹ کر رُخِ منور سے — دکھانے آئے کچھ انداز دلربائی کا

(۳) شوق ۔ منشی اقبال احمد ۱۹۲۲ ولد مقبول احمد قریشی سہسوانی ۱۹۶۳ء

نمونہ کلام: ڈوبنے ہی میں شاید مصلحت ہو گی نگہباں کی ۔ کہ خود ساحل بکف ہر موج نکلی جوش طوفاں کی

(مشاعرہ بدایوں ۱۹۶۳ء)

تلامذہ اقبال احمد شوق

(۱) ظہیر ۔ منشی ظہیر الحسن انصاری سہسوانی مقیم کراچی

نمونہ کلام: جاتے ہوئے شرماتی ہے یہ باب اثر تک ۔ ہوں اتنا خطا کار کہ نادم ہے دعا بھی

(۲) رشید ۔ مسٹر رشید احمد قریشی سہسوانی ملازم نیشنل بینک کراچی

نمونہ کلام: مستقل برہمی بے سبب تو نہیں ۔ شاید ان کو کسی نے خدا کہدیا

(۳) جمیل ۔ مسٹر جمیل احمد قریشی سہسوانی برادر خورد رشید سہسوانی ۔ ملازم نیشنل بینک کراچی

نمونہ کلام: تمہارے نقش خدا جانے کیوں ابھر آئے ۔ بنا رہا تھا میں اپنے خیال کی تصویر

(۴) شیدا ۔ منشی ابن علی سہسوانی

نمونہ کلام

معجز سہسوانی

مولوی سید اعجاز احمد نقوی مودودی فاضلی سہسوانی [illegible] ۱۸۸۶ء – ۱۹۶۳ء

خلف مولوی عبید الباری ۱۸۵۱ء – ۱۸۸۶ء خلف مولوی سید سراج احمد خلف مولانا سید آل احمد

سہسوانی ۱۲۶۸ھ - ۱۸۴۲ء آپ نے پنجاب سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کی سندیں حاصل کیں مدرسہ بسولی میں مدرس تھے آپ مولانا سید تاج الدین حسن سہسوانی کے نواسے اور حضرت جمیل سہسوانی کے برادر خالہ زاد تھے۔

آپ نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے اس لیے آپ کی پرورش آپ کے والد کے عم بزرگوار مولوی حکیم سید نذیر احمد ۱۸۲۸ء - ۱۸۹۲ء نے کی۔ آپ کے اساتذہ کی تفصیل یہ ہے

(۱) مولوی سید عبد الحبیب مودودی قاسمی سہسوانی ۱۸۲ – ۱۸۹۵ء شاگرد

مولانا احمد حسن مرادآبادی و مولانا سید عالم علی محدث مرادآبادی و مولانا سید تاج الدین حسن مودودی فاضلی سہسوانی۔ مولانا عبد الحبیب سے آپ نے بعض کتب فارسی اور صرف و نحو عربی کی تعلیم حاصل کی۔

(۲) مولوی حکیم سید محمود عالم صاحب مودودی صالحی سہسوانی ۱۸۶۳ء - ۱۹۱۲ء

شاگرد مولانا ارشاد حسین صاحب نقشبندی مجددی رام پوری و شمس العلما مولانا عبد الحق خیرآبادی و مولانا سید حسن شاہ محدث رام پوری و مولانا سید محمد شاہ محدث رام پوری و مفتی عبد القادر خاں رام پوری و حکیم محمد ابراہیم خاں لکھنوی۔ و حکیم عبد العلی خاں خلف حکیم محمد ابراہیم خاں لکھنوی۔ مولوی سید محمود عالم صاحب سے آپ نے منطق و فلسفہ و حکمت و فقہ و کلام وغیرہ کی تعلیم یکسانہ حاصل کی۔

(۳) مولوی محمد بشیر صاحب فاروقی سہسوانی ۱۸۳۷ء - ۱۹۰۸ء شاگرد

مولوی سید امیر حسن ۔ مودودی فاضلی سہسوانی و مولوی سید نذیر حسین محدث دہلوی و شیخ حسین عرب یمنی و شیخ احمد منزلی دہاجر مکی ۔ مولوی محمد بشیر صاحب سے آپنے قیام بھوپال میں تحصیل علم کی ۔

مولوی اعجاز احمد نے وطن میں مطب کیا ۔ آپ کو علوم ادبیہ عربی و فارسی اور منطق و حکمت و کلام میں دستگاہ کامل تھی ۔ علمائے ہند میں ایسا ادیب و ناظم و ناثر ۔ بدیہہ گو فصیح و بلیغ کم پیدا ہوا آپ غرائب لغات و محاورات عرب ۔ حل اشعار مشکل میں عدیم النظیر تھے ۔ حماسہ ۔ متنبی و حریری کا درس دیتے تھے ۔ بے شمار عربی قصائد لکھے ۔ اردو و فارسی میں بھی مسائل علمیہ و قصائد و غزل وغیرہ بہت کچھ تحریر کئے ۔ مادہ ہائے تاریخ کے اخراج میں بھی کمال حاصل تھا ۔ آپ کے فارسی قصائد انوری و ظہیر فاریابی کا مقابلہ کرتے ہیں ۔ غزل میں کہیں حافظ اور کہیں نظیری کا رنگ ہے ۔ تصانیف میں رشحات الکرم شرح فصوص الحکم ۔ تذکرہ ادبائے ہندوستان عربی میں براعۃ التحقیق عربی میں بمسئلہ اجتہاد و تقلید ۔ تسلیۃ الفواد فارسی نظم میں قصیدہ بانت سعاد کا ترجمہ رسالہ جات اردو فرقہ آریہ کی تردید میں مناظرہ طبیہ میں مناظرہ اور وبائے طاعون پر رسالہ ۔ پردۂ راز اخلاقی ناول مطبوعہ آگرہ ۱۹۰۸ء جاریہ عرب ناول مطبوعہ بریلی ۱۹۰۹ء معجز نما دیوان غزلیات اردو مطبوعہ بدایوں ۱۹۱۰ء بیاض متفرقہ مشتمل بر کلام فارسی ۔ تعلیقات علی الحمیات عربی میں طب پر ۔ کتاب المودات فارسی میں علم طب پر تنقید و انتقاد مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۱ء شعر العرب غیر مطبوعہ تذکرہ شعرائے سہسوان غیر مطبوعہ سحر اعجاز مجموعہ غزلیات اردو غیر مطبوعہ ۔ نغمۂ حرم قصائد اردو غیر مطبوعہ ۔ قند پارسی غزلیات و قصائد فارسی غیر مطبوعہ دیوان عربی غیر مطبوعہ افکار معجز متفرق کلام اردو غیر مطبوعہ ۔

آپ نے ابتدا میں ایک سال لکھنؤ میں لوگوں کو مستفید کیا۔ پھر آگرہ میں دو سال سینٹ جانس کالج میں مدرس عربی رہے ۱۹۰۵ء میں قصبہ بسولی آئے اور وہاں درس و مطب میں مصروف رہے طب میں بہت لوگ شفایاب ہوئے ۱۹۲۰ء کے بعد فیض آباد میں قیام رہا وہاں دینیات عربک کالج میں وائس پرنسپل کے عہدہ پر کام کیا چھبیس سال کے بعد ۱۹۴۶ء میں وطن چلے آئے وہیں انتقال ہوا۔

نمونۂ کلام

رخِ روشن سے تو سرکا بھی تھا اک نقاب
اٹھ گئیں دل کو اطمینان کردہ نگاہیں کیونکر

ذوقِ خلش نے راز نکلنے کی بند کی
جو تیر دل میں آئے وہ ارمان ہو گئے

ان سے بڑھ کر شوخ ہے انکا خیال
دل میں جب آئے گا تڑپا جائے گا

تیر کی بھی ہو نہ غیروں پر نظر
ہائے کیا رشکِ دلِ ناشاد ہے

ہجوم تھا ایک حسرتوں کا بھرے تھے ارمان دل میں صد ہا
جو تیر پہلو سے اس نے کھینچا تو شور اٹھا ہیں ہیں کا

کم نہ تھی کچھ ان کے کوچے کی زمیں
آسماں کیوں برسرِ بیداد ہے

کاہے کو سنتے تھے کبھی یہ نالۂ پر درد
آج انکے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

دل یہ کہتا ہے نہ ہو فاش کسی کا پردہ
درد پہلو میں جو اٹھے تو کراہیں کیونکر

سر پہ بلا جب آئی کسی نے دیا نہ ساتھ
ہم چشم پھر گئے نگہ یار کی طرح

غش سے موسیٰ کو نہ تا حشر افاقہ ہوتا
جلوۂ طور ترا جلوۂ رخسار نہ تھا

دلِ مضطر میں ہے خود روحِ تمنا بیتاب
شوقِ تکمیل کے معیار تک آپہنچا ہے

آیا ہے یوں اب انکی ملاقات کا خیال
جس طرح کوئی خواب نظر آئے خواب میں

ستم تھا وہ نگاہِ شوق کا مجبور ہو جانا
وہ حیرت کا نقابِ عارضِ پرنور ہو جانا

ہر گام پہ جھکتی ہے سجدے کو جبینِ یار
جو نقشِ کفِ پا ہے کعبہ نظر آتا ہے

یہ ادائے ناز کی شوخیاں یہ شبابِ حسن کی گرمیاں
مرے ضبطِ شوق کی دھجیاں نہ اڑائیے نہ اڑائیے

کہتے ہیں آئیں گے چراغ جلے — دیکھئے کب چراغ جلتا ہے
دل کہاں دل کا داغ ہے معجزؔ — خالی گھر میں چراغ جلتا ہے

تجلیات کی نیرنگیوں میں گم ہو کر — تعینات کی حد سے گذر گیا ہوں میں
حجاب اٹھ گئے نظر دل سے لالہ و گل کے — وہ صورت اپنی کسی پردے میں چھپا نہ سکے
اللہ یہ وحدت کا عالم ہے بایں کثرت — وہ آئینہ خانے میں تنہا نظر آتا ہے
احساں ہے مفت ہستیٔ ناپائیدار کا — اک تہمتِ حیات ہے انسان کیلئے
خوگر تغیراتِ جہاں کا ہوں اسقدر — راحت ہے کچھ سکوں سے سوا اضطراب میں
نیرنگیٔ جہاں سے جو فطرت تھی آشنا — میں انقلاب سے کبھی ترساں نہیں رہا
یہ رنگِ انقلاب یہ لیل و نہارِ دہر — کیا پہلے اس زمیں پہ نہ تھا آسماں کہیں
موج و گرداب میں برپا ہے تلاطم کیسا — کیا سفینہ کوئی منجدھار تک آپہنچا ہے
خدام میکدہ کو دعوائے برتری ہے — آقا بنے ہوئے ہیں تیرے غلام ساقی
کعبۂ دل کو بنا قبلۂ اربابِ نظر — صورتِ ناقوس میں گلبانگِ اذاں پیدا کر

طویل البحر قصیدہ نعتیہ

ہاں ساقیِ نازک بدن لا جلد صہبائے کہن دے ساغرِ توبہ شکن ہوں دور دل سے سب محن
بدلا ہے پھر رنگِ چمن ہے موسمِ گل جوش زن ہر غنچہ ہے شیریں دہن ہر گل ہے رنگیں پیرہن
آئی بہارِ جاں فزا بدلی گلستاں کی ہوا جو خار تھا غنچہ ہوا جو غنچہ تھا گل ہو گیا
ہر گل ہوا رنگیں قبا ہر برگ ہے معجز نما نرگس بچشم فتنہ زا ہے محوِ دیدارِ چمن
آئیں گھٹائیں جھوم کر قبلے سے اٹھا ابرِ تر سیراب ہیں نخل و ثمر شاداب ہیں دیوار و در
ہے طرفہ مستی کا اثر لغزش میں ہے پائے نظر ہونے لگا خطف البصر برقِ تپاں ہے خندہ زن

ابرِ بہاران چمن ہے آج قربانِ چمن نرگس نگہبانِ چمن سنبل مگس رانِ چمن
یہ چشم فتانِ چمن وہ زلف پیچانِ چمن ہر نخل ہے جانِ چمن نورِ نظر ہے نسترن
آباد پھر میخانہ ہے گردش میں پھر پیمانہ ہے جو رند ہے مستانہ ہے مینوش بے باکانہ ہے
بیخود ہے جو فرزانہ ہے واعظ کا زہد افسانہ ہے خود محتسب دیوانہ ہے پیکر مئے توبہ شکن
آیا شہِ عالی نسب ماہِ عجم مہرِ عرب ملجائے علم ای لقب گنجینۂ اسرارِ رب
معصوم فخرِ جد و اب خلقِ دو عالم کا سبب بزمِ رسل میں منتخب آیاتِ حق کا مؤتمن
ایما جو ابرو کا ہوا خود طاقِ کسریٰ گر گیا تابِ نگاہِ گرم کیا آتشکدہ خود سرد تھا
جھکا جو ردے حق نما سجدے میں ہر بت گر پڑا جنبش ہوئی لب کو ذرا گویا ہوا ہر بے دہن

انتخاب قصیدہ در مدح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

تجھکو خوں ریزیٔ امت ہی گوارا نہ ہوئی
ورنہ کیا تاب تھی کرتا کوئی تجھکو معزول

بے زری میں بھی کیا تو نے گداؤں کو غنی
ہیں زمانے سے جدا تیری سخاوت کے اصول

تیری ایک ایک ادا مژدہ رسانِ جنت
تیری ایک ایک نگہ آیۂ رحمت کا نزول

کھیل بچپن میں ترا وجہِ رضائے حق تھا
حکم داور سے ہوا سجدۂ محبوب کو طول

انتخاب قصیدہ در مدح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ترا نقشِ منزہ محرمِ اسرارِ قدرت ہے
ثباتِ عزم میں تیرے نہاں رازِ مشیت ہے

ہے خضرِ وادیٔ صبر و رضا نقشِ قدم تیرا
خموشی میں سبق دینا تری شانِ ہدایت ہے

تجلی زارِ عرفاں اک جھلک ہے پرتوِ رخ کی
بہارِ گلشنِ ایماں ترے گیسو کی نکہت ہے

فضائے دہر میں گونجی صدائے انقلاب آخر
ترے ہر نعرۂ تکبیر میں شورِ قیامت ہے

تلامذہ جناب معجز سہسوانی

(۱) ساحر۔ مولوی سید اقتدار احمد (۱۸۹۰-۱۹۴۲ء) خلف سید آل محمد شاہ خلف سید نذیر احمد خلف سید شاہ آل احمد نقوی مودودی صالحی سہسوانی مدرسہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں مدرس تھے۔ ہجرت کرکے پاکستان آئے یہاں گورنمنٹ گرلز کالج میں پروفیسر ہوئے۔ یہیں انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادے سید عبدالملک تعنتہ کراچی میں مقیم ہیں۔

نمونہ کلام

چارہ سازان محبت صبح تک رو یا کئے
رات بھر بیمار غم اٹھا کئے بیٹھا کئے

کوئی اہل عقل کا دیکھے یہ انداز جنوں
سر یہ دیوانے کے پتھر رات بھر آیا کئے

خندہ ہائے گل کا باعث تھی نوائے عندلیب
چاک دامانی گل بھی ہم صبا دیکھا کئے

چشم بد میں سے کوئی یہ پوچھنے والا نہیں
پھول تو کانٹے تھے آنکھوں میں ترے کیوں کھٹکا کئے

(گلدستہ شکیل علیگڑھ ۱۹۵۷ء)

نہ کچھ زادِ رہ ہے نہ کہنا نہ سننا
چلے جاتے ہیں بے خبر جانے والے

(گلدستہ چشمہ فیض علیگڑھ ۱۳۵۹ھ)

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی۔

کلام جمیلِ سخنور کا شہرہ
عجب کیا جو پہنچا عرب تک عجم سے

فن شعر میں آج استاد ہیں وہ
ہے باغ سخن میں بہار انکے دم سے

مسلم وہ ٹھہرا جو نکلا زباں سے
ہوا مستند لکھدیا جو قلم سے

ہوا طبع ان کا کلام مبارک
بر آئی تمنا خدا کے کرم سے

پئے سال تاریخ ساحر نے لکھا
قصیدے ہیں دلچسپ دلدار جمسے

۱۳۲۴ھ

تاریخ کتاب خزینۃ الانساب مولفہ مولوی سید نظر احمد افسوں سہسوانی

ایں نسب نامہ کہ افسوں بنوشت — حسب فرمائش احباب نوشت
ساحر ایں مژدہ شنیدہ گفتم — قلمش شجرۂ انساب نوشت

١٣٧٨ھ (١٩٥٨ء)

(٢) افسوں ۔ سید نظر احمد مولف خزینۃ الانساب ۔ آپ جناب اقتدار احمد ساحر کے برادر حقیقی تھے ۔

(نمونۂ کلام) اللہ نگہ رہے ہمارا تو کفر افسوں — کہاں بیکے لرس اطلس و کمخواب کا ملکہ

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

جمیل احمد سخن سنج یگانہ — کہ شد از خلق خود در خلق محبوب
کلامش طبع گشت و گفت عالم — دل و جاں طالب اشعار مطلوب
دل افسوں پئے تاریخ طبعش — شدہ معجز نما ابداع مرغوب

١٣٢٦ھ (١٩٠٨ء)

٣۔ سید قمر احمد قمر سہسوانی بی اے ایل ایل بی خلف سید نظر احمد افسوں وکیل ججی بدایوں انہوں نے خزینۃ الانساب کی تاریخ یہ کہی تھی ؎

نسب نامہ چھپنے کا دیکھا تھا خواب — تو اب اس کی تعبیر سچی ہوئی
قمر کہدو تاریخ تالیف تم — کہ توضیح انساب اچھی ہوئی

١٣٧٨ (١٩٥٨ء)

(۴) صدر وناؔمی سید ابو احمد برادر جناب اقتدا احمد ساحرؔ سہسوانی آپکو عربی، فارسی اور انگریزی پر عبور تھا۔ آپکے صاحبزادے یہ تہذیب احمد تہذیبؔ بھی شاعر ہیں

نمونہ کلام - قیامت الحذر اے چرخ جب شور فغاں ہوگا — ملائک کی زباں پر الحفیظ و الاماں ہوگا (انتخاب سخن ۔ ۔ ۔)

(۵) عرشؔ سید محمود علی ساکن بسولی ضلع بدایوں

نمونہ کلام — پی ہے غدیر خم کی جب سے شراب الفت — اب تک مزے اسی کے کام و زبان پر ہیں (تقویر شاعرہ)

(۶) فوقؔ پروفیسر سید محمد حنیف سہسوانی خلف عقل سہسوانی پروفیسر سندر یونیورسٹی بنارس

نمونہ کلام
غم جاناں غم دوراں کی گذرگاہوں سے — گذرے ایسے کہ خود اپنی ھی خبر ہو نہ سکی
زندگی جام بکف آئی بھی محفل میں مگر — سب کے متوالوں کو توفیق نظر ہو نہ سکی
(ادب لطیف ۱۹۵۶ء)

(۷) انجمؔ ۔ پروفیسر شفیق احمد سہسوانی لکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

نمونہ کلام اٹھو کہ دو نمائی فصل بہار رہے — دوڑو کہ عہد نرگس مستانہ آگیا
(آجکل فروری ۱۹۵۸ء)

جمیلؔ سہسوانی شاگرد صباؔ سہسوانی و منیرؔ شکوہ آبادی و شمیرؔ رام پوری

مولوی سید جمیل احمد نقوی مودودی صالحی سہسوانی سنہ ۱۸۶۰ء - سنہ ۱۹۳۵ء

خلف سید امتیاز علی خلف سید مراد علی آغاز شیر خواری میں آپ کی والدہ کا انتقال

ہوگیا اور نانا اور نانی نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے نانا مولوی حافظ سید اولاد احمد نقوی مودودی صالحی سہسوانی ۱۸۱۰ء - ۱۸۶۴ء مفتی شرف الدین رام پوری۔ مولوی تراب علی لکھنوی اور مولوی محمد اسمٰعیل مرادآبادی کے شاگرد تھے ان کی تصانیف میں مفتاح اللغات۔ ابتدار العرف بتمس الفی وسراج التحقیق اور شرح مثنوی حسن وعشق مصنفہ نعمت خاں عالی ہیں۔ نانا کے انتقال کے بعد آپ کے ماموں مولوی سید سبط احمد اور سید ابن احمد نے مثل اولاد صلبی آپ کی پرورش کی۔ اور جائداد ننہال سے حصہ بھی دیا۔ مولوی سید سبط احمد کے ساتھ آپ ۱۸۸۰ء میں بھوپال گئے وہاں تعلیم کی تکمیل کی اور ملازمت کی وجہ سے مستقل قیام کرلیا ۱۸۸۵ء میں اپنے رشتے کے ماموں مولوی سید عبدالباری کے ساتھ حج کیا

جناب جمیل سہسوانی کے بارے میں مختلف تذکرہ نگاروں کی آرا درج ذیل ہیں

حیات العلما صہ ۱۲۲ - صہ ۱۲۳

آپ کو شعر وسخن سے خداداد مناسبت تھی۔ صفائی زبان اور فصاحت کی طرف متوجہ تھے نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال اور نواب صدیق حسن خاں کی مدح میں قصائد اردو اور فارسی میں لکھے فن شعر میں بھوپال کی جماعت کثیر آپ سے تلمذ رکھتی تھی۔ دیوان مخمسات وقصائد مسمیٰ بہ ثمرہ فصاحت طبع ہوچکا ہے۔ دیوان غزلیات اردو غیر مطبوعہ مرتب ہے اسکے سوا مثنوی حلیتہ الابرار بہ ایما ئے نواب صدیق حسن خاں لکھی گئی تھی طبع ہوچکی ہے۔ بعض رسائل تحقیق مسائل متنازعہ میں بھی آپ کی تالیف سے مشتہر ہوچکے ہیں۔ اکیاون سال عمر ہے اور ریاست سے پنشن پاتے ہیں۔

- **تذکرہ آثار الشعرا** ۔ ذہین و بالیاقت ملازم ریاست ہیں۔ ریختہ گوئی میں منشی صابر حسین صبا سے اور فارسی میں حافظ خان محمد خاں شہیر سے تلمذ ہے۔

تذکرہ بزم سخن ـ فکرش رسا طبیعتش موزوں. مشق سخن از منشی صابر حسین صبا آرسانید ـ امروز بہ ملازمت ریاست بھوپال سر افتخار بر فلک می ساید ـ

تذکرہ روز روشن بیان واصفان از بیان توصیف جودت طبع وحدت ذہنش در علوم عربیہ و فارسیہ مہارتے دارد و در نظم فارسی و اردو منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی را استاد خود می شمارد ـ

تذکرہ طور کلیم تلمذ پیش مولوی سید سبط احمد کہ از بزرگان اوست نمودہ اصلاح سخن پارسی از منشی انوار حسین تسلیم و در تجربہ از منشی صابر حسین صبا می گیرد ـ متوسل ریاست بھوپال است ـ

نمونۂ کلام فارسی

بحمد اللہ چو پیش از مرگ من خود را فنا کردم / زبند گور رہا رستم ز سودائے کفن رستم
ما بہ کوئے او ز دیدارش خوشیم / قسمت زاہد بہشت و حور باد

نمونۂ کلام اردو

محشر میں کیوں یہ شور تظلم ہے ہر طرف / دیکھو کہیں یہاں بھی وہ بیدارگر نہ ہو
بہت اس گل کے بلبل ہیں الجھتے کیوں نہیں ان سے / مجھی پر خار کھائے بیٹھے ہیں کانٹے بیاباں کے
کیا پوچھتے ہو داغ جگر میں کہاں کے ہیں / کچھ آپ کے دئے ہوئے کچھ آسماں کے ہیں
قاصد کی گفتگو میں دلآویزیاں کہاں / اسکی زباں پہ لفظ کچھ انکی زباں کے ہیں
کیوں ناگوار ہم کو جفائیں ہوں یار کی / ہمدم یہی تو یار کی باتیں ہیں پیار کی
اچھی کہی کہ اب ہمیں چاہا نہ کیجئے / گویا کہ ہے یہ بات مرے اختیار کی

آخر چلیے نہ آئے چلی شوخیوں کی کیا　　دیکھی کشش ہمارے دلِ بیقرار کی
کہتا ہے آنکھیں پھیر کے وہ شوخ دلربا　　گردش تمہیں دکھاتے ہیں لیل و نہار کی

انتخاب تضمین بر غزل مرزا غالب۔

ان کی ابرو دیکھی ہے شمشیر سے بھاگیں گے کیوں　　کھائی ہیں چوٹیں نظر کی تیر سے بھاگیں گے کیوں
عاشقِ بدنام ہیں تشہیر سے بھاگیں گے کیوں　　خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ بلا زنداں میں گھبرائیں گے کیا

انتخاب تضمین بر غزل خواجہ آتش۔

اک جگہ آراستہ تھی ایک مجلس وعظ کی　　اتفاقاً میں بھی جا پہنچا مری بد قسمتی
یہ ہوئی حالت کہ ز دِّ تے روتے ہچکی بندھ گئی　　حور کی تعریف گویا یار کی تعریف تھی
ذکر کو جنت کے میں سمجھا بیانِ کوئے دوست

انتخاب تضمین بر غزل بہادر شاہ ظفر

اگرچہ تو ہے خبردار اے دلِ غمگیں　　تجھی سے کہتا ہوں ناچار اے دلِ غمگیں
نہ دوست ہے نہ کوئی یار اے دلِ غمگیں　　رہا ہے تو ہی تو غمخوار اے دلِ غمگیں
ترے سوا غمِ فرقت کہوں تو کس سے کہوں

کلامِ فارسی
نظمم بہ ملکِ گوہرِ رخشاں برابر است　　نازم بہ طبعِ خود کہ بہ عمّاں برابر است
گلگشت لالہ زار چرا آرزو کنم　　داغِ دلم بہ روضۂ رضواں برابر است
مستِ کشِ علاجِ مسیحا نمی شوم　　در کیشِ عشق درد بہ درماں برابر است

قصیدہ در صنعتِ لف و نشر

بتے دارم بہ جور و غمزہ و آزار و شور و شر — دلیر و شوخ و بیباک و قیامت زا و غارتگر
بہ قد طوبیٰ بہ لب مرجاں بہ مو سنبل بہ خط ریحاں — بہ چشم آہو بہ تن لولو بہ رو نیّر بہ خو آذر
دو چشمانش دو ابرویش دو لبہایش دو رخسارش — دو بادام و دو شمشیر و دو یاقوت و دو نیلوفر
فسوں ساز و خود آرا و فریب انگیز و عاشق کش — جفا کار و دغا و دشمن کرم سوز و ستم گستر
بہ یک غمزہ بہ یک عشوہ بہ یک جلوہ بہ یک ایما — ستاند جاں رباید دل و بد حسرت کند مضطر
من دیوانہ حیراں سر آشفتہ و پر سودا — دلم پر درد و آہم سرد و چشم زار و اشکم تر
دلے دارم کہ در دورانِ عدل و نصفتِ سلطاں — نگیرد صعوہ را شاہیں نسوزد کاہ را اخگر
زہے شاہِ جہاں بیگم کہ توصیف و ثنائے او — ہمائے عقل را معراج و مرغ فکر را شہپر
فروغِ دودۂ دولت چراغِ خانۂ صولت — مطیعِ خالقِ اکبر معینِ دینِ پیغمبرؐ

ترکیب بند بہ تقریبِ معاودت از سفرِ ثانی کلکتہ

امسال بہار آئی ہے پر زور چمن میں — ہر سمت گھٹا چھائی ہے گھنگھور چمن میں
غنچوں کے چٹکنے سے ہے گلزار میں اک لطف — نغموں سے عنادل کے ہے اک شور چمن میں
جو نخل ہے وہ رنگ میں ڈوبا ہے سراپا — کچھ گل ہی نہیں آج شرابور چمن میں
آتی ہے چمن میں چمن آرا کی سواری
آرائشِ دیں رونقِ دنیا کی سواری
ہوں مست فقیری میں بدولت ترے ایسا — شاہی کی حقیقت نہیں گویا مرے آگے
لکھتا ہوں ترے جاہ کی توصیف ہمیشہ — رہتا ہے سدا عالمِ بالا مرے آگے

دن رات کرم کا ترے رہتا ہے تصور | ہے آٹھ پہر جوشش دریا مرے آگے

مداح ہوں تیرا مجھے بھاتی ہے تری مدح

ہوں تیرا نمک خوار خوش آتی ہے تری مدح

انتخاب قصیدہ در تہنیت عید الفطر

دیکھا جو تو نے عید کا اے شہریار چاند | تقدیر اسکی چمکی۔ لگے اسکو چار چاند

کاش اسکا چہرہ آئینہ داروں میں ہو ترے | مدت سے اس جگہ کا ہے امیدوار چاند

فرقِ نیاز کرکے خم آیا ہے دور سے | تیرے سلام کو یہ غریب الدیار چاند

تاریخ ادب کے ساتھ ہے نذرانہ جمیل | تجھکو دکھاتے عید کے حق بے شمار چاند

(۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء)

قصیدہ تہنیت جشن صدر نشینی نواب سلطان جہاں بیگم

ناظورۂ گل باز بہ گلزار برآمد | بلبل بہ گلہا افشانی گفتار برآمد

عالم ہمہ سرجوشِ بہار است بہ شادی | گلبانگ طرب از در و دیوار برآمد

آں مائلِ نظارہ داین محو تماشا | ارمانِ دل و دیدہ بہ یکبار برآمد

سلطانِ جہاں خسرو دوراں شہ گیہاں | با شوکت شاہانہ بہ دربار برآمد

حاتم کرمش دید و بمن گفت کہ خواہد | در اہلِ کرم قافلہ سالار برآمد

قطعہ شکر گزاری اضافہ تنخواہ

نہ کیوں حسود ہوں گھٹ کر ہلال کی مانند | جو ماہیانہ مداحِ خیر خواہ بڑھے

یہ مجھ گدا کی زباں پر ہے شام و پگاہ | کہ عمر و دولت و اقبالِ بادشاہ بڑھے

جمیلؔ چل کے یہ شکرانے میں سنا تاریخ — تمہاری عمر زیادہ ہو ملک وجاہ بڑھے

۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء)

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از جلال لکھنوی

جس وقت جمیل احمد خوش فکر کا دیوان — مطبوع ہوا اور نشاط و طرب انگیز

تاریخ جلالؔ سخن آرا نے یہ لکھ دی — ایک ایک غزل کیا ہوئی دلچسپ و دل آویز

۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء)

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از فاخر سہسوانی

چو گفتار جمیل ما بتد طبع — بہ توصیفش دل و جان گشت ساعی

کلامش دیدہ ام عین فصاحت — نمی گویم ز اخبار سماعی

پئے تاریخ این الفاظ فاخرؔ — سرافشاندہ بہ شان اجتماعی

قصیدہ۔ مثنوی۔ خمسہ۔ مثلث — مسدس۔ شعر و دیوان و رباعی

۱۰۰ + ۴۰ + ۶۰۰ + ۴۰ + ۴۰ + ۳۰۰ + ۴ + ۲۰۰ = ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۷ء

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی از نکہت سہسوانی

سواد مردمک دیدۂ ہنر آمد — فروغ گوہر افکار تابناک جمیل

کسے نہ کرد بہ این حسن از سخن سنجاں — بہ چیست بندش الفاظ اشتراک جمیل

نوشتہ مصرعۂ تاریخ بے بدل نکہتؔ — ولیل فکر جمیل است فکر پاک جمیل

۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء)

تاریخِ دیوان جمیل سہسوانی از معجز سہسوانی

الحق کہ مصنفش خبیر است | در قوتِ نظم بے نظیر است
دارد بہ مخمسات شانے | مرغوب و خجستہ تر بیانے
از مدح اگر اساس دارد | صد نکہتِ بو لو اس دارد
دُرہا کہ بہ سلکِ مدح سفتہ | حاقانی را جواب گفتہ
چوں پایہ زمینِ مدحت افسرد | گوئے ز ظہیر فاریابی برد
چوں طبع بہ جستِ سالِ طبعش | معجز بنوشت نظم دلکش

۱۳۲۲

تاریخِ دیوان جمیل سہسوانی از ساحر سہسوانی۔

کلام جمیل سخنور کا شہرہ | عجب کیا جو پہنچا عرب تک عجم سے
فنِ شعر میں آج استاد ہیں وہ | ہے باغِ سخن پُر بہاران کے دم سے
مسلم وہ ٹھہرا جو نکلا زباں سے | ہوا مستند لکھدیا جو قلم سے
ہوا طبع ان کا کلام مبارک | بر آئی تمنا خدا کے کرم سے
پئے سالِ تاریخ ساحر نے لکھا | قصیدے ہیں دلچسپ دلدار ہم سے

۱۳۲۲ سنہ

تاریخِ دیوان جمیل سہسوانی از سید عبدالحکیم میاں سیف شاہجہانپوری

تلمیذ جلال لکھنوی۔

جمیلِ سخنور کا دیوان چھپا | کہ ہے واقعی دلکش و بے نظیر
یہ سطریں ہیں یا گیسوئے مہوشاں | نہ کیوں اہلِ بینش کے دل ہوں اسیر

دو اثر کی اللہ رے آب و تاب | کوئی مہر ہے کوئی ماہِ منیر
نہ کیوں برقِ طور معانی ہو نظم | سخنور ہو جب ایسا روشن ضمیر
چھپا ہے کلام ایسے شاگرد کا | نہ کیوں خوش ہو روحِ جنابِ منیر
لکھا سال تدویں کا یوں سینؔ نے | یہ دیواں ہے پاکیزہ و بے نظیر

۱۳۲۲ھ

تاریخِ دیوان جمیل سہسوانی از جناب احسان شاہجہانپوری شاگرد جلال لکھنوی

چھپ گیا وہ جانِ فصاحت کلام | جس سے ہوئے حاسدِ بد بیں ذلیل
اسکے معانی ہیں سبھی دلپذیر | اسکے مضامیں ہیں سبھی بے عدیل
فکر کی احسانؔ نے جو تاریخ کی | لکھدیا ہر شعر نہایت جمیل

۱۳۲۲ھ

تلامذہ جمیل سہسوانی

۱۔ اشہر۔ خواجہ مجید الدین خلف حافظ وجیہ الدین اجمیری ملازم ریاست بھوپال

نمونہ کلام
نہیں ہے خوں مرا ہے کچھ ایک ابرو پر | شریکِ قتل تری چشم فتنہ گر بھی ہے

۲۔ اظہر۔ خان بہادر سید اظہر علی سہسوانی مقیم مراد آباد خلف سید

بنیاد علی سہسوانی۔ آپ جناب جمیل سہسوانی اور امیر مینائی کے شاگرد تھے دیکھئے صفحہ ۳۹۹

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی
اظہر یہ نامہ کیا ہے اک شوخ دلربا ہے | یہ حسن یہ ادا ہے کب حور میں پری میں
جس نے اسے پڑھا ہے ساختہ کہا ہے | انداز ساحری کا ہے رنگِ شاعری میں

۱۳۲۹ھ

۳۔ افسرؔ۔ منشی سید عبدالاحد مقیم بھوپال

نمونہ کلام

۴۔ افسرؔ۔ سید افسر علی سہسوانی برادر خان بہادر سید اظہر علی

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

چشم بد دور دلآویز ہے گفتار جمیل — شہرت آج اسکی لطافت کی ہے ماشاءاللہ

طبع کی اس نے یہ تاریخ لکھوائے افسر — جان لاریب فصاحت کی ہے ماشاءاللہ

۱۳۲۹ھ

۵ بزمؔ۔ سید مظہر احمد سہسوانی

نمونہ کلام

ہو چکا جب براداستے حسن عالم آشکار — چشم نظارہ سے کیوں بیٹھے ہیں دو دیدہ ڈاکے

(گفتار شکیل علیگڑھ ۱۹۳۲ء)

۶ تمناؔ۔ شیخ محمود سورتی مقیم بھوپال ۔ جناب جمیل سہسوانی اور حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام

۷۔ جوہرؔ۔ منشی الیشری پرشاد خلف درگا پرشاد شاہجہانپوری۔ دیکھئے ص ۲۳۴

نمونہ کلام

۸۔ حافظؔ۔ منشی عبدالمجید راجگڑھی ملازم ریاست بھوپال

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

کہتے ہیں کرامت اسکو اہل معنی — استاد کی میرے یہ نہیں ہے گفتار

تاریخ لکھ اسکے طبع کی اے حافظ — زیبندہ کلام دل نشیں ہے گفتار

۱۳۲۴ھ

۹۔ خلیل۔ منشی خلیل الرحمن خلف حافظ عبدالرحمن کاندھلوی

۱۰۔ خنجر۔ منشی مقبول حسین سہسوانی

نمونہ کلام

خنجر نہ ملا لطف کسی اور سخن میں — گلدستہ قنوج ہے بھایا مرے دل کو

(پیام عاشق قنوج ۱۸۹۰ء)

۱۱۔ رمز۔ منشی فضل احمد منڈاوری ۱۸۹۶ء میں کھوپال میں زیر تعلیم تھے۔

دیکھیے صفحہ ۱۵۷۵

نمونہ کلام

تڑپ اٹھا مرے سینے میں کیوں دل — الٰہی بیٹھے بیٹھے ہو گیا کیا

زباں اے رمز اپنی بند رکھو — مقدر کی شکایت کیا گلہ کیا

خاک بھی رند کی نکلے گی نہ میخانے سے — ذرے بنکے پلٹ جائے گی پیمانے سے

(پیام یار جنوری ۱۸۹۶ء)

۱۲۔ ربط۔ سید علی اعظم خلف سید عبدالعلی بھوپالی۔ کوثر بھوپالی کے

بھائی تھے دونوں بھائی جناب جمیل سہسوانی کے شاگرد تھے۔

تاریخ دیوان کلام جناب جمیل جلیل — چھپا ان دنوں شکر پروردگار

جمیل سہوانی کہو ربط تاریخ از سر انبساط — یہ ہے تازہ گلشن عجب پربہار

۱۳۲۵ھ

۱۳۔ شاد۔ سید اسحٰق احمد خلف منشی سید مقبول احمد نقوی مودودی

سہسوانی۔ آپ اور آپ کے والد ماجد دونوں جناب جمیل سہسوانی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام

۱۴۔ شاکی۔ سید علی ہادی امروہوی از خاندان قاضی زادگان۔
محکمہ ریلوے آگرہ میں ملازم تھے۔ دیکھئے ص ۲۸۶

نمونہ کلام قیس کی داستاں نہیں سنتے سننے والے مرے فسانے کے
(پیام یار مئی ۱۸۹۵ء)

۱۵۔ شفق۔ منشی محمد فضل اللہ جاگیردار ریاست بھوپال

تاریخ دیوان شفق چھپا یہ ان استاد نامور کا کلام کہ بے شمار تلامیذ جنکے ہم سے ہیں
جمیل سہوانی عجب لطیفہ ہے طبع کتاب کی تاریخ یہ کیا نفیس قصیدے عزیز چھپے ہیں
۱۳۱۵ھ

۱۶۔ شور۔ منشی محمد علی خاں بھوپالی م ۱۹۲۳ء۔ حضرت جمیل سہوانی کے علاوہ
مولوی محمد حسین محوی لکھنوی اور جناب شوق قدوائی سے بھی استفادہ کیا تھا۔
تاریخ دیوان کلام استاد کا یہ چھپا فضل الٰہی سے وہ یکتا خوش کلامی میں کلام انکا ہے لاثانی
جمیل سہوانی یہ لکھی شور نے تاریخ دلکش اسکے چھپنے کی عجب کچھ دلربائی ہے گہر ریزی گل افشانی
۱۳۲۹ھ

۱۷۔ ظہور۔ منشی ظہور الاسلام خلف سید نور عالم شاہ جہانپوری۔ دیکھئے ص ۳۳۴

نمونہ کلام

۱۸۔ عاجز۔ سید لئیق احمد سہوانی۔

نمونہ کلام بزم میں ساقی نے بھی ٹوٹا ہوا ساغر دیا کسکے آگے روئیے پھوٹی ہوئی تقدیر کو (شکوہ یاد ۱۹۰۹ء)

۱۹۔ عاقل ۔ سید خلیل احمد نقوی مودودی سہسوانی خلف سید ابن احمد خلف سید اولاد احمد ۔

تاریخ کتاب "خزینۃ الانساب"

بحمد اللہ نسب نامہ چھپا ہے | بخوبی حاوی انواب سادات
لکھو تاریخ تم بھی اسکی عاقل | مبارک شجرہ انساب سادات

۱۳۵۱ (۱۹۳۲ء)

۲۰۔ عقیل ۔ سید عقیل احمد نقوی مودودی سہسوانی برادر سید خلیل احمد عاقل

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

ہے مگر روح صحافت یہ کتاب | دل سے قرباں ہو نہ کیوں جان سخن
دل کشا طبع کی تاریخ عقیل | یوں کہو ہے چمنستان سخن

۱۳۳۹

۲۱۔ کوثر ۔ سید محمود علی بھوپالی برادر کلاں سید علی اعظم والی بھوپالی

ایضاً

زہے کلام جمیل جلیل شد مطبوع | جہاں سوئے خود می کند چو مقناطیس
چو ہر گوہر تاریخ قطرہ ز کوثر | ربحر طبع برآمد طلسم نظم نفیس

۱۳۳۹

۲۲۔ لطیف ۔ حافظ عبد اللطیف خاں شاہ جہاں پوری جاگیردار ریاست بھوپال

شگفتہ ۱۳۳۶

نمونہ کلام

چھپانے سے کبھی راز محبت چھپ نہیں سکتا | کرو کتنا ہی ضبط آخر کو افشا ہو ہی جاتا ہے

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

چھپا بارک اللہ کلام جمیل | طبیعت شگفتہ ہے دل شاد ہے
نہ کیوں اسکی تاریخ لکھوں لطیف | یہ سنجیدہ گفتار استاد ہے

۱۳۴۹

(ثمرہ فصاحت)

مقبول۔ سید مقبول احمد خلف سید ظہور احمد نقوی مودودی سہسوانی۔ ریاست کورٹ میں ملازم تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید اسحٰق احمد شاد بھی حضرت جمیل سہسوانی کے شاگرد تھے

نمونہ کلام
یارب یہ آج کون سے ارماں کا خوں ہوا
سینے سے آج رونے کی آتی صدا ہے دل

(پیام عاشق قنوج اپریل ۱۸۹۱ء)

جناب مقبول کے شاگرد منشی علی حسین عاجز خلف شیخ مراد علی بھوپالی تھے۔

۲۴۔ مجید۔ حافظ عبدالمجید راجگڑھی ملازم بھوپال

تاریخ تذکرہ خمخانۂ جاوید
موج فیضاں می زند ایں تذکرہ
ہاں بیا اے تشنہ کام ریختہ
بہر سالِ طبع آں کلکِ مجید
زد رقم جوئے کلامِ ریختہ
۱۳۲۵ھ

۲۵۔ مضطر۔ سید احمد رضا لکھنوی مقیم بھوپال خلف سید حسن رضا لکھنوی نبیرہ میر مظفر حسین ضمیر مرثیہ گو

نمونہ کلام

۲۶۔ مظفر۔ مولوی حکیم سید مظفر علی برادر خان بہادر سید اظہر علی اظہر نقوی مودودی سہسوانی۔

تاریخ دیوان
لاؤں خاطر میں سخن کیا میں کسی شاعر کا
بھائی صاحب کی مرے ذہن نشیں ہے گفتار
جمیل سہوانی طبع کی دیکھ ہے کیا صاف مظفر تاریخ
سلک گوہر ہے یہ انمول نہیں ہے گفتار
۱۳۲۹

(ثمرہ فصاحت)

۲۷۔ نظیر۔ مولوی محمد نظیر حسن خلف مولوی محمد شبیر سہسوانی

نمونۂ کلام

۲۸ نفیس۔ منشی محمد سلیمان خاں جاگیردار بھوپال

تاریخ دیوان جمیل سہسوانی

نفیس آپ کے استاد کا کلام چھپا
جہاں ہے اسکا طلبگار دل ہے مطلوب

ملی ہے مجھکو یہ تاریخ فکر رنگین سے
کہ خمسے اور قصیدے ہیں چلبلے محبوب

۱۳۲۹ (ثمرہ نصاحت)

۲۹۔ نسیم۔ منشی پنالال قنوجی مقیم بھوپال

نمونۂ کلام

(۳۰) مہر۔ منشی جگل کشور خلف گردھاری لال بھوپالی

نمونۂ کلام

(۳۱) نفیس۔ کنور اطہر علی خاں خلف معصوم علی خاں علیگڑھی ۱۹۳۴ء ۱۹۷۵ء

کراچی میں انتقال ہوا۔ آپ کے کلام کا مجموعہ ۱۹۷۶ء میں کراچی میں چھپا تھا۔

نمونۂ کلام شاید نہ رہائی مل سکے اب
یادوں کا اسیر ہو گیا ہوں

۳۲۔ واحد۔ منشی سید واحد علی خلف سید جعفر علی بھوپالی۔

نمونۂ کلام

وکیل۔ حافظ سید وکیل احمد خلف و شاگرد جناب جمیل سہسوانی۔

تاریخ تذکرہ: پنچ کامل سرپراہ نے — عجب شاعروں کا لکھا تذکرہ
تم خانہ جاوید: ہوئی جب مجھے فکر تاریخ جمع — زباں پہ مری آ گیا تذکرہ

۱۳۲۵

سید محمد ذکریا نظام رام پوری شاگرد بہار بریلوی

آپ کا تذکرہ شعرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۲۳

مولوی سید ابوالحسن ساکت امروہوی شاگرد نظام رام پوری
آپ کا ذکر شعرائے مراد آباد میں ہوگا دیکھئے صفحہ ۲۸۴

شمیم امروہوی۔ مولوی سید جواد حسین شاگرد ساکت امروہوی
آپ کا ذکر شعرائے ضلع مراد آباد میں ہوگا دیکھئے صفحہ ۲۸۷

تلامذہ شمیم امروہوی

جاہ۔ منشی مخدوم حسین بدایونی

نمونہ کلام۔

سلسلہ میر ضمیر لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی۔

ضمیر۔ میر مظفر حسین لکھنوی ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء خلف قادر حسین ان کے بارے میں شیخ مصحفی اپنے تذکرہ ریاض الفصحا میں لکھتے ہیں "سرآمد صلحائے عالی مقدار۔ جوان منشی عمرش سی سالہ خواہد بود ہمراہ شیخ محمد بخش واحد بہ حلقۂ شاگردی فقیر آمدہ بود۔ در فنون است در مرثیہ گوئی طاق۔

نمونہ کلام: حسرت کا داغ لے کے چلے ہم بجائے گل — سب سے کہیں کہ ہم بھی گلستاں سے لائے گل

(ریاض الفصحا یعنی شعرا)

تلامذہ میر ضمیر لکھنوی۔

دبیر۔ مرزا سلامت علی ۱۸۰۳ء ۱۸۷۵ء خلف مرزا غلام حسین دہلوی ثم لکھنوی خلف مرزا غلام محمد خلف مرزا محمد ربیع بلیغ خلف ملا محمد ہاشم نثار شیرازی ثم دہلوی برادر ملا اہلی شیرازی

نمونۂ کلام دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں — قبر بلبل کی بنے گلزار میں

رباعی
گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے — بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا — جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

(خم خانۂ جاوید جلد سوم ص ۱۵)

تلامذہ مرزا دبیر لکھنوی شاگرد میر ضمیر لکھنوی۔

اوج۔ مرزا محمد رفیع ۱۸۴۵ء ۱۹۱۷ء خلف و جانشین مرزا دبیر۔ فن عروض کے ماہر تھے مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کا مشغلہ تھا۔ حیدرآباد اور رام پور سے وظائف مقرر تھے

نمونۂ کلام اوج کیجئے ارباب سخن سے کیا بحث — دامن گل کبھی کانٹوں میں نہ الجھا دیکھا
چل سوئے گور غریباں اے حریص مال و زر — دیکھ کتنی آرزوئیں نذر مدفن ہو گئیں

مرثیہ
نظر نہیں کسی منعم کے مال و دولت پر — ہے تکیہ بندے کو اللہ کی عنایت پر
رخ نیاز کو ہے ناز اپنی حشمت پر — دکھی پڑے ہوئے ہیں آستان حضرت پر
وہ جلنے دیتا ہے اپنی گلی سے کب ہم کو — فقیر جھکے ہیں دیتا ہے بے طلب ہم کو

(رسالہ اردو ستمبر ۱۹۷۵ء)

جناب اوج کے شاگرد ضو بدایونی کا ذکر جناب ضیا بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔

عاشور لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی امروہوی

عاشور ۔ نواب عاشور علی خاں م ۱۸۶۱ء خلف نواب محمد علی شاہ والی اودھ

م کعبۂ صدق و صفا مشرق انوار دل — عالم علم خفی مخزن اسرار دل
خضر طریق وفا عیسیٰ معجز نما — برق تجلی طور طالب دیدار دل

تلامذہ عاشور لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی امروہوی۔ (سراپا سخن ۔ سخن شعرا)

امید ۔ مولوی سید محمد جعفر م ۱۸۳۵ء خلف سید محمد باقر خلف مولوی

دلدار علی مجتہد آپ کی طبیعت حمد و نعت کی طرف راغب تھی۔ آپ نے عاشور لکھنوی کے علاوہ آغا حجو ہندی شاگرد شیخ مصحفی سے بھی استفادہ کیا تھا۔

ترا کرم بھی تو ہے بے حساب اے غفار — مرے گناہ نہیں گر شمار کے قابل
شوق یہ سیر عدم کا کم نہیں — وہ چلے جاتے ہیں جن میں دم نہیں

تلامذہ امید لکھنوی شاگرد عاشور لکھنوی (خم خانہ جاوید)

خورشید ۔ مولوی سید محمد مصطفیٰ ۱۸۵۶ء ۔ ۱۹۰۱ء خلف سید محمد مرتضیٰ خلف

سید دلدار علی مجتہد خواہرزادہ و شاگرد مولوی سید محمد جعفر امید لکھنوی کئی سال انتخاب شائع کرتے رہے ایک دیوان اور ایک رسالہ افادات آپ سے یادگار وفات پائی۔ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی میں کمال تھا آپ نے حیات محسن لکھنوی سے بھی استفادہ کیا تھا

نس میں گرتی ہیں یا تڑپ میں تجلیاں پیہم — تڑپ تڑپ کے جو ہوتا مرا آشیاں کیلئے
ظرف حالی بحر میں اب شاق بہت ہے ایدوست — جسکو کہدے اسے دیدوں میں امانت تیری

(کاملان رامپور ۔ خم خانہ جاوید جلد دوم)

تلامذہ جناب خورشید لکھنوی ۔

۱۔ **بشیر ۔ خواجہ مبشر حسین نگینوی** خلف خواجہ امیر حسین شاگرد جناب خورشید و جاوید لکھنوی ایک مثنوی ریاضِ فیض آپ سے یادگار رہی ۔ دیکھئے صفحہ ۱۵۶۴

نمونۂ کلام دل ہی اک جنسِ گراں تھی وہ اڑالی آپ نے — اب ہمارے پاس کیا باقی ہے لٹ جانے کیلئے

۲۔ **جاوید ۔ مولوی سید محمد کاظم لکھنوی** ۔ ۱۸۶۷ء ۱۹۴۵ء (خمخانۂ جاوید) خلف مولوی سید محمد جعفر امید لکھنوی ۔

نمونۂ کلام

بنی تھی رہگذر میں قبر کیوں پامال ہونے کو — کوئی کس منہ سے اب شکوہ کرے اس آفتِ جاں کا
کسے غرض تھی کہ روتا ہمارے ماتم میں — کوئی لحد پہ بجز شمع اشکبار نہ تھا
حالِ دنیا پوچھتے ہیں اہلِ محشر تو سنیں — مرنے جینے کا مزہ سب کوچۂ قاتل میں تھا

تلامذہ جناب بشیر نگینوی شاگرد خورشید لکھنوی

انجم ۔ منشی رعایت احمد بدایونی ۔ شاگرد جناب بشیر نگینوی و جناب قمر آپ کا ذکر جناب قمر بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۱۷۰

سحر ۔ منشی مشرف حسین بدایونی ۔

نمونۂ کلام

سلسلہ حسین شاہ جہانپوری شاگرد شیخ مصحفی امروہوی

حسین۔ نواب غلام حسین خاں شاہ جہانپوری شاگرد شیخ مصحفی دیکھیے صفحہ ۳۸۰

نائب۔ منشی نثار احمد خاں شاہ جہانپوری شاگرد حسین شاہ جہانپوری دیکھیے صفحہ ۴۰۴

قاسم۔ حافظ عبدالرحمن شاہ جہانپوری مقیم سہسوان شاگرد نائب شاہ جہانپوری دیکھیے صفحہ ۵۸۵

تلامذہ حافظ عبدالرحمن قاسم شاہ جہانپوری شاگرد نائب شاہ جہانپوری۔

اخگر۔ چودھری پرویز احسن سہسوانی

نمونہ کلام

اسیر لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی

تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی مظفر علی لکھنوی ۱۸۰۱ء ـ ۱۸۸۲ء ابن منشی مسدد علی مائل (شاگرد شاہ ملول لکھنوی مطابق ریاض الفصحا) ابن محمد علی ابن معین الدین ابن محمد صالح کرڑوی از اولاد حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ۔ فارسی اپنے والد ماجد اور عربی اپنے عم بزرگوار مولوی سید علی اور علمائے فرنگی محلی سے پڑھی۔ نصیر الدین حیدر۔ امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ والیان اودھ کے عہد میں حکومت اودھ کے عہدیدار رہے جس زمانے میں نواب محمد سعید خاں مسند نشینی سے قبل لکھنؤ میں مقیم تھے آپ کو اپنے صاحبزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا نواب یوسف علی خاں کے زمانے میں گھر بیٹھے وظیفہ پاتے رہے۔ نواب کلب علی خاں کے زمانے میں رام پور چلے گئے۔ ایک دیوان فارسی۔ چھ دیوان اردو

متعدد مثنویات کے علاوہ نذرِ کامل عیار، شرح معیار الاشعار، رسائل علم عروض و قوافی (فارسی و اردو) رسالہ بیان اضافات، رسالہ تشریح الحروف (فارسی) فوائد مظہریہ (علم نحو عربی) آپ سے یادگار ہیں۔

نمونۂ کلام

زیست کہتے ہیں جسے ہے اضطراب
موت کہتے ہیں جسے آرام ہے

ایک کیا ایسے جو سو عالم خدا پیدا کرے
غیر ممکن ہے کہ تجھ سا دوسرا پیدا کرے

ہجوم محشر میں ہوئی جب تری آمرزش کی
بے گنہ مل گئے چھپ چھپ کے گنہ گاروں میں

باقی ابھی ہے ترکِ تمنا کی آرزو
کیونکر کہوں کہ کوئی تمنا نہیں مجھے

داغ جتنے تھے زمانے میں وہ ہم نے چن لئے
چرخ تاروں سے چمن پھولوں سے خالی ہو گیا

بیکار کوئی رہنے نہ دی میکدے کی چیز
ٹوٹا سبو تو جام بنایا شراب کا

مانع کوئی حرم میں ہے اپنا نہ دیر میں
ہیں ساکنانِ کعبہ و میخانہ آشنا

سر آستانِ یار سے جس نے اٹھا لیا
رسوا ہوا خراب ہوا دربدر ہوا

صحبتِ واعظ میں جی لگتا نہیں اپنا امیر
ذکرِ جنت سے ہے بہتر داستانِ کوئے دوست

مست ایسا کر دیا مجھکو شرابِ شوق نے
محتسب سے پوچھتا ہوں میں رہِ میخانہ آج

کھینچے ہیں ترے تصور نے بھی کیا کیا نقشے
ایک نقاش ہے بہ مانی و بہزاد کے بعد

کرتا ہے ایک جام سے سلطاں فقیر کو
کیسا ہے دستِ ہمتِ پیرِ مغاں بلند

زاہد در زہد ریائی سے ملے گی کیا بہشت
ہو عبث نازاں تم اپنی سعیِ ناشکور پر

ہمتِ عالی میں پایا اس کو حاتم سے سوا
کر لیا سو بار ہم نے امتحانِ مے فروش

ہے نمازوں میں بھی اس بت کا تصور مجھکو
منہ ہے کعبے کی طرف دل ہے کلیسا کی طرف

خبرِ قافلۂ اہلِ فنا کیا معلوم
نہ پھرا ملکِ عدم سے کوئی دنیا کی طرف

سوچ ہے ہم کو یہی گلشن ہستی میں اسیر
دیکھئے گل کی طرف یا چمن آرا کی طرف

زنجیر تعلق سے مرا پاؤں تو نکلے
ہے فاصلہ دو گام کا ہستی سے عدم تک

حسن طلب سے ہی دل ساقی ہو مہرباں
مانگیں زبان خشک دکھا کر شراب ہم

طائر رنگ حنا ہوں گلشن ایجاد میں
زندگی میں نے بسر کی ہے کف صیاد میں

اس قدر اب تو جان جاں کیجے نہ قتل عاشقاں
تیغ پکارے الاماں موت کہے نہیں نہیں

صحن گلشن جلوہ گاہ شاہد طناز ہے
خندۂ گل بھی کسی کے پاؤں کی آواز ہے

طبع رنگیں کثرت مضمون نازک سے اسیر
حجلۂ لیلی ہے بزم شاہدان ناز ہے

سب چلے جاتے ہیں کچھ ملک عدم دور نہیں
دیکھنا ہم بھی پہنچ جائینگے دیکھا دیکھی

عشق بازی کی یہ خو ہے کہ لگی دل پر چوٹ
چلتے پھرتے جو کوئی صورت زیبا دیکھی

طالع ملے ہیں پست نہیں حوصلے بلند
دوزخ میں بھی گذر نہیں جنت پسند ہے

جلوۂ محبوب آئے بے حجابانہ نظر
دور ہو جائے کہیں یارب حجاب زندگی

چشم خوں بار نہ تھی آہ تیر بار نہ تھی
جب تلک عشق نہ تھا گرمی بازار نہ تھی

کیا فیض ملا ہے ہمیں میخانے میں ساقی
تقدیر جواں عقل جواں طبع جواں ہے

دیوانہ ہوں ایسا جو گیا جانب زنداں
زنجیر نے غل کر کے کہا آپ کا گھر ہے

شیشۂ مے نے جو کی جام سے سرگوشی رات
کر دیا راز دو عالم سے خبردار مجھے

وہ نا قبول ہوں نہ ملا راستہ کہیں
جنت کے در کھلے نہ جہنم کے در کھلے

یا تو دریا بہ رہے تھے یا نہیں آنکھوں میں نم
اے فلک وہ ابتدا یہ انتہا برسات کی

کیا خوب ہو موت آئے جو پہلے مجھے سب سے
نازک ہے یہ دل داغ عزیزاں نہ اٹھے گا

کہنے سننے کی اب نہیں طاقت
عفو کیجے کہا سنا میرا

کیا تعجب ہے جو بن جائے سبو ظرفِ وضو ۔۔۔ اب تو مسجد میں بھی وہ مست شرابی آنے لگا

خوبرو جتنے ہیں آمادۂ بیداد ہیں سب ۔۔۔ ایک منصف نہیں اس میں ستم ایجاد ہیں سب

عرصۂ حشر مرے نام سے برہم ہوگا ۔۔۔ دیکھ اے شورِ قیامت مجھے بیدار نہ کر

ایسی تپِ غم سے تنِ سوزاں میں لگی آگ ۔۔۔ دامن کو بجھایا تو گریباں میں لگی آگ

خراب ہیں ستمِ محتسب سے میخانے ۔۔۔ دوا کے واسطے ملتی نہیں شراب کہیں

ہر دم ہے پائے یار پہ اپنا سرِ سجود ۔۔۔ ہوتی ہیں عابدوں کی نمازیں قضا کہیں

جانِ بے پروا دلِ بے آرزو لے جائیں گے ۔۔۔ ہم یہ دو تحفے خدا کے روبرو لے جائیں گے

ہیں تنگیِ جہاں سے بہت تنگ ہم فقیر ۔۔۔ اتنی جگہ نہیں ہے جو بستر لگائیے

چلا ہی ہے لاش مری کوئے یار میں ۔۔۔ ٹھوکر لگائیے مجھے ٹھوکر لگائیے

عشرت سے بسر ہوتی ہے اوقات تمہاری ۔۔۔ کیا بات ہے اے اہلِ خرابات تمہاری

ہوا شکست سے ہم میکشوں کا کیا نقصاں ۔۔۔ سبو جو ٹوٹ گیا ساغرِ شراب ہوا

کیا بیاں ہو ترے کوچے کے فقیروں کا شکوہ ۔۔۔ بادشاہوں سے ملاقات نہیں کرتے ہیں

منتخب ہے منتخب ہے ذات تیری اے اسیر ۔۔۔ لکھنؤ ہے جانِ عالم تو ہے جانِ لکھنؤ

بے گنہ جائیں کہاں اب کہ تری رحمت نے ۔۔۔ بھر دیا گلشنِ جنت کو گنہگاروں سے

ایک ساغر میں کئے سینکڑوں پیاسے سیراب ۔۔۔ دیکھی لے پیرِ مغاں ہم نے کرامت تیری

آتے مقتل میں ہر طور تمہارے جانباز ۔۔۔ تھک گئے پاؤں تو آنکھوں سے بہ سر تو مجھے

رخصت اے اہلِ جناں سوئے عدم جاتے ہیں ۔۔۔ پھر کے آنے کے نہیں اب کے بہت دور چلے

(انتخاب یادگار۔ خم خانۂ جاوید۔ یادگارِ ضیغم)

تلامذہ حضرت اسیر لکھنوی شاگرد شیخ مصحفی امروہوی

(۱) امیر - منشی امیر احمد مینائی صدیقی لکھنوی دیکھیے صفحہ ۱۰۸

(۲) اعجاز - منشی عبدالعزیز صدیقی سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و جناب امیر مینائی۔ دیکھیے ص ۴۰۱

(۳) افضل - منشی افضل علی خلف اعز و شاگرد حضرت اسیر لکھنوی دیکھیے ص ۲۴

(۴) حکیم - منشی غضنفر علی خلف اکبر و شاگرد حضرت اسیر لکھنوی دیکھیے ص ۲۴

(۵) شوق - منشی احمد علی قدوائی لکھنوی دیکھیے ص ۱۹۲

(۶) عابد - منشی سید عابد حسین نقوی موروری سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و امیر مینائی۔ دیکھیے ص ۴۰۳

حضرت امیر مینائی لکھنوی شاگرد رشید حضرت اسیر لکھنوی

امیر - منشی امیر احمد مینائی ۱۸۳۰ء - ۱۹۰۰ء خلف کرم احمد ابن محمد معظم بن شیخ احمد بن شیخ صالح بن شیخ خواجہ بن شیخ مبارک بن شیخ حسین بن شیخ گدائی بن شیخ نظام بن اللہ داد بن شیخ ابراہیم بن شیخ قطب الدین (برادر زادہ و جانشین حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب لکھنوی قدس سرہ) بن شیخ نصیر الدین بن شیخ قطب بن شیخ عرب صدیقی وارد سند (مسلم شعرائے بہار) علمائے فرنگی محلی سے اکتساب علوم عربی و فارسی کیا نجوم اور جفر بھی

بھی دستگاہ تھی شاعری میں ان کے استاد حضرت اسیر لکھنوی بھی ان کے معترف تھے ۔ ۱۸۵۲ء میں دربار نواب واجد علی شاہ سے وابستہ ہوئے۔ نواب موصوف کے حکم پر دو کتابیں ارشاد السلطان اور ہدایت السلطان تصنیف کیں ۔ ۱۸۶۰ء میں نواب یوسف علی خاں والیٔ رام پور نے طلب کرلیا اور عدالت دیوانی کا مفتی مقرر کیا ۔ نواب کلب علی خاں شاعری میں آپ کے شاگرد ہوئے ۔ سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں حضرت میاں امیر شاہ رام پوری قدس سرہ سے خلافت پائی سوائے عبادت اور شاعری کے کوئی مشغلہ نہ تھا ۔ فرشتہ صورت ۔ ملائک سیرت دوست نواز اور غریب پرور تھے رام پور کے قیام کے دوران امیر اللغات کی ترتیب کا کام شروع کیا صرف دو جلدیں شائع ہوئی تھیں کہ ۱۹۰۱ء میں آپ حیدرآباد چلے گئے وہاں جاتے ہی بیمار ہوئے اور وہیں انتقال فرمایا ۔ تصانیف میں دیوان عاشقانہ صنم خانۂ عشق ۔ مرآۃ الغیب ۔ گوہر انتخاب ۔ جوہر انتخاب مضامین دل آشوب ۔ تذکرہ انتخاب یادگار دیوان ۔ سرمۂ بصیرت ۔ نعتیہ دیوان محامد خاتم النبیین مثنوی ابر کرم ۔ مثنوی نور تجلی ۔ لیلۃ القدر ۔ صبح ازل ۔ شام ابد ۔ ذکر شاہ انبیا سب مطبوعہ ہیں دیوان فارسی ۔ معیار الاغلاط ۔ مثنوی بہ جواب مثنوی میر حسن ۔ دیوان قصائد و ترجیعات غیر مطبوعہ ہیں

نمونۂ کلام

دل ویراں مرا آباد رہے — ایسے ویرانے کہاں ہوتے ہیں
بہار آئی ہے اے دست جنوں یا عید آئی ہے — گریباں سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا
کلیم شکر کرو حشر تک نہ ہوش آتا — ہوئی یہ خیر کرو وہ شوخ بے نقاب نہ تھا
ظاہر میں ہم فریفتہ حسن بتاں کے ہیں — پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں
قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر — جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا
خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر — سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
ان کو آتا ہے پیار پر غصہ — مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

(کاملان رام پور ۔ خم خانۂ جاوید یادگار ضیغم)

تلامذہ حضرت امیر مینائی لکھنوی

(۱) اثیر ۔ منشی جمیل احمد ساکن شیخو پور ضلع بدایوں

نمونۂ کلام میں دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو مصیبت اک مصیبت پہ پڑی ہے
قدم باہر درا گھر سے نکالو قیامت منتظر کب کی کھڑی ہے

(۲) اظہر ۔ مولوی سید اظہر علی ۱۸۷۳ء ۔ ۱۹۳۸ء خلف سید مظہر علی ڈپٹی کلکٹر لنوی ۔

ودود دی سہسوانی عرصے تک ریاست بڑودہ میں قیام رہا ۔

نمونۂ کلام عشاق میں خم ابروئے خمدار کے آگے رہتی ہیں جھکی گردنیں تلوار کے آگے
پی کر تو نہیں آئے ہو کچھ خیر ہے واعظ ہیجو ہے ناب اظہر میخوار کے آگے

(خم خانۂ جاوید)

(۳) اعجاز ۔ منشی عبدالعزیز صدیقی سہسوانی شاگرد حضرت امیر مینائی حضرت امیر لکھنوی

(دیکھئے صفحہ ۱۱۲)

(۴) بسمل ۔ منشی افضال احمد م ۱۹۱۷ء خلف مولوی شفیع احمد محو صدیقی بدایونی

رام پور میں وکالت کرتے تھے ۔ وہاں حضرت امیر مینائی کا قرب حاصل ہوا ۔

نمونۂ کلام خود فراموشی کا باعث سوشناسی ہے تری کھو گیا وہ آپ جو تیرا شناسا ہو گیا
ہے یہ بسمل بادۂ مینا ئے مینائی کا فیض شاعروں میں آج تیرا بول بالا ہو گیا

بدایوں کے ایک مشاعرہ میں آپ کا یہ شعر بہت پسند کیا گیا ۔ تسلیم لکھنوی مشاعرے میں موجود تھے انہوں نے بہت داد دی ۔

میں نے اپنا جامۂ ہستی حوالے کر دیا شرم آئی دیکھ کر خنجر کی عریانی مجھے

(بدایوں کے چند یاد شعرا)

(۵) راز ۔ پیارے خاں رام پوری دیکھئے صفحہ ۱۹۵۹

(۶) روشن ۔ منشی عنایت اللہ بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۰۸

(۷) زار ۔ منشی بانکے لال بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۰۹

(۸) سلیم ۔ حکیم فیض الحسن سہسوانی دیکھئے صفحہ ۲۱۱

(۹) عابد ۔ سید عابد حسین نقوی مودودی سہسوانی دیکھئے صفحہ ۲۱۳

(۱۰) عشرت ۔ منشی عبدالرشید خلف عبدالواسع بن ممتاز حسین بن بخش اللہ بن ولی الدین بن عبدالرسول انصاری بچھرایونی ثم سہسوانی از اولاد حضرت ابوایوب انصاری رضی

(۱۱) عیش ۔ مولوی مجتہد الدین صدیقی متولی بدایونی م ۱۹۵۴ء دیکھئے صفحہ ۲۱۶

(۱۲) محو ۔ مولوی شفیع احمد شاگرد امیر مینائی و مذاق بدایونی دیکھئے صفحہ ۳۲۷

(۱۳) صولت ۔ سید اکبر حسین بدایونی ثم بریلوی شاگرد جناب مذاق بدایونی و جناب امیر مینائی آپ کا ذکر جناب مذاق بدایونی کے تلامذہ میں ہوگا دیکھئے صفحہ ۲۸۲

(۱۴) پردیسی ۔ مولوی قطب الدین انصاری سہسوانی ۱۸۴۸ء ۔ ۱۹۲۳ء خلف شیخ سخاوت حسین آریہ سماجیوں سے ہمیشہ مناظروں میں غالب آتے تھے ۔

نمونہ کلام میں راز حقیقت ہوں یہ میری حقیقت ہے فطرت کی تجلی کا پوشیدہ خزانہ ہوں

۱۵ ۔ بدر ۔ منشی بدر الحسن برادر عمزاد سلیم سہسوانی

ہمت بے ساختہ پن کبھی لوٹ کا باعث ہے ہوائے تند کچھ اچھی نہیں ہوتی ہے ساحل کی

[illegible]

(۱۶) مضطر۔ سید افتخار حسین خیرآبادی دیکھئے صفحہ ۲۲۴

اعجاز سہسوانی شاگرد حضرت اسیر لکھنوی و جناب امیر مینائی

منشی عبدالعزیز اعجاز رقم صدیقی ۱۸۳۶ء۔ ۱۹۰۰ء بن اصلح الدین محمد یوسف بن

محمد اعظم بن عبدالواسع بن قاضی چراغ الدین قاضی کوٹ سابیا بن وارد سہسوان از اولاد حضرت محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ خوشنویسی منشی کالکا پرشاد موجد لکھنوی سے سیکھی۔ ریاست گوالیار اور بھوپال میں ملازم رہے۔ فارسی میں مرزا محمد عباس رفعت بھوپالی شاگرد مرزا غالب اور اردو میں حضرت اسیر لکھنوی و حضرت امیر مینائی سے استفادہ کیا۔

آپ کی وصلیاں جب کلکتے گئیں تو نواب واجد علی شاہ نے اعجاز رقم کا خطاب دیا آپ فنونِ سپہ گری میں بھی باکمال تھے۔ آپ بینسٹھ سالہ زندگی میں ہمیشہ پریشان رہے آغازِ شباب تک لکھنؤ میں سکونت رہی اور وطن جیسی محبت ہوگئی۔ نواب واجد علی شاہ کی معزولی (۱۸۵۶ء) کے بعد رام پور گئے وہاں سے ۱۸۵۷ء کے آخر میں بھوپال چلے گئے۔ وہاں محکمہ فوجداری میں معقول ملازمت مل گئی۔ فضا اور ماحول بھی سازگار تھا۔ وہیں شاعری کا آغاز ہوا اور آپ دربار کے متوسل ہو گئے۔ اتفاق سے آپ کے بعض شاگردوں سے والی بھوپال کے تعلقات خراب ہو گئے کیونکہ آپ نے ان تلامذہ سے ترک تعلق نہ کیا اس لیے ملازمت سے برطرفی اور اخراج کا حکم صادر ہوا اور آپ ۱۸۷۰ء میں گوالیار چلے گئے وہاں بھی کافی قدر و منزلت ہوئی اور لوگوں نے مختلف علوم و فنون میں آپ سے استفادہ کیا خصوصاً فنِ سپہ گری میں بہت شاگرد ہوئے

احباب کی جدوجہد سے بھوپال میں سکونت کی اجازت ملنے پر آپ ۱۸۷۲ء میں دوبارہ بھوپال چلے گئے ساتھ آٹھ ماہ بعد نواب صدیق حسن خاں کی برہمی کی وجہ سے دوبارہ بھوپال سے قطع تعلق کرنا پڑا اس مرتبہ دس سال کے قریب وطن اور گوالیار میں مقیم رہے نواب صدیق حسن خ کے بعد پھر بھوپال گئے اور وہاں انتقال ہوا۔ اس مرتبہ بھوپال میں نواب لیسین محمد خاں اور نو یار محمد خاں شوکت کی سرکاروں سے وابستہ رہے۔

جناب اعجاز کو فارسی و اردو کی تمام اصنافِ سخن پر قدرت کاملہ حاصل تھی شاگردو کی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد دوسرے تمام شعرا کے تلامذہ سے زیا تھی، ان میں خواتین بھی تھیں۔ آپ حقہ بہت پیتے تھے اور اکثر اشعار کے مسودوں سے آگ جلا تھے اس لیے آپ کا کلام ہماری دسترس سے دور ہے۔ جو کلام مختلف تذکروں اور بیاضوں ملا اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ لکھنوی طرزِ شاعری کے پیرو تھے تخلیقِ شعر کو محض مر سازی سمجھتے تھے جس کی وجہ سے واردات و کیفیات کی ترجمانی نہ ہوسکی۔

نمونہ کلام

رہتا ہے دستِ یار میں ساغر شراب کا — کیونکر نہ ہو فلک پہ دماغ آفتاب کا
آنکھوں کے سامنے رہے رخسار و زلفِ یار — عاشق کو اے خدا یہی دن رات چاہیئے
باتوں سے اس پری کو کروں گا میں شیشہ بند — اعجاز کسکو سحر و کرامات چاہیئے
کیا ہے بیخودی نے نیک و بد سے بے خبر ایسا — کہ شکوہ دوست کا کرتا ہوں میں جا کر دشمن سے
اعجاز کو نہ بزم سے اپنی اٹھاتے آپ — شاعر تھا خوش مذاق تھا نیکو شعار تھا
ناتوانی سے ہوں تصویرِ خیالی اعجاز — ملک الموت تو پہچان لے صورت میری
شرم عصیاں کی جو دامنگیر تھی — ہم کفن میں منہ چھپا کے چل دئے
ہو پھیکا نہیں پڑتا تھیملانِ محبت کا — کہ حرفِ رنگِ بلبل آج تک ہے گل کے داماں پر

نکتہ کھلا روئے کتابی پہ خال کا — قرآن میں علامت آیات چاہیئے
قید کو عاشق کی کیا زنجیر و زنداں چاہیے — زلف پیچاں چاہیے چاہِ زنخداں چاہیئے
فارسی کیف از بادۂ توحید مرا کشیدند — قل ھو اللہ مرا قلقلِ مینائے ہست ص۳۲۱
(یادگار ضیغم ص۶۲ خم خانۂ جاوید حصہ اول)

قصیدہ نگاری ۔ آپ نے نواب شاہ جہاں بیگم۔ نواب صدیق حسن خاں اور مادھو راؤ سندھیا کی قدر دانیوں سے فیض اٹھایا۔ اور نواب یار محمد خاں شوکت جاگیردار بھوپال کی عنایتوں سے متمتع ہوتے اس لیے دعا گوئی اور مدحت سرائی آپ کی زندگی میں داخل ہوئی آپ کے قصیدے اب نہیں ملتے نمونہ یہ ہے ع

صحنِ گلزار میں گھنگھور گھٹا چھائی ہے — چار سو مستِ کرم جھوم رہا ہے بادل
گریہ بادِ بہاری کی کرم بخشی ہے — شجرِ سرو میں بھی ایکے برِ ناشگفتہ پھل
اعتدال اسکے ہوا میں یہ ہے اللہ اللہ — بیدِ مجنوں سے ہے مفقود لرزنے کا عمل
زلفِ سنبل ہے کہیں طرۂ تاجِ گلِ تر — عشقِ پیچاں ہے کہیں شمشاد سے دست و بغل

اس تشبیب میں تخیل کی سحر آفرینی اور فن کی اعجاز نمائی شباب پہ نظر آتی ہے۔

دوسرے قصیدے کی تشبیب یہ ہے ع

زمیں پہ تو سب کیا کیا گلِ رعنا کھلائے ہیں — مراد من رسا گلچیں ہے معنی کے گلستاں کا
مرے اشعار پر منشیٔ گردوں صاد کرتا ہے — عطارد ایک کاتب ہے مری غزلوں کے دیواں کا
کیا دم بند طوطی کا مری شیریں زبانی نے — اڑا مضموں سے میرے رنگ شورِ عندلیباں کا

ان اشعار میں متانت و جزالت۔ شکوہِ الفاظ اور شوکتِ بیاں بدرجۂ اتم موجود ہے

مدح کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

جہاں میں انکے فیضِ عام نے سودا کیا ارزاں — گہر کا لعل کا الماس کا نیلم کا مرجاں کا
ترشح افزوں ہوا اہل دول میں انکی ہمت سے — عطا کا جود کا اکرام کا بخشش کا احساں کا
ملا ہے خلق انکو از پئے آسائشِ عالم — خضرؑ کا نوحؑ کا یونسؑ کا عیسیٰؑ کا سلیماںؑ کا
ہوا ہے سلسلہ مضبوط ان سے اہلِ عالم میں — یقیں کا شرع کا توقیر کا ایماں کا عرفاں کا

نواب یار محمد خاں شوکت کی مدح میں آپ کے قصیدے گلدستۂ جشن میں شائع ہو چکے ہیں آپ کو مرثیہ نگاری میں بھی غیر معمولی مہارت تھی اور آپ نے کامیاب مرثیے اور سلام کہے ہیں اگر آپ کا کلام طبع ہو جاتا تو آپ مرثیہ کے بڑے استاد دیکھے جاتے

باقی ہے اب بھی یادِ شہیدانِ باوفا — اب بھی تازہ معرکۂ دشتِ کربلا

مدیر اخبار دبدبۂ سکندری رام پور نے اپنے سفرنامۂ بھوپال میں آپ کی تاریخ گوئی کی تعریف کی ہے۔

تلامذہ اعجاز سہسوانی

(۱) حافظ ۔ حافظ خورشید محمد خاں بھوپالی ۔ برادر میاں ارجمند محمد خاں سلمہ ۔

نمونۂ کلام

نگاہِ ناز ان کی کہہ رہی ہے — مرا خالی نہیں جاتا نشانہ
گم گشتہ زخود دل ہے مرا روزِ ازل سے — اے بے خبری مجھکو ہوئی ہائے خبر آج

(خمخانۂ جاوید حصہ دوم صـ ۲۵۴)

(۲) خادم۔ منشی خادم حسین گوالیاری

(۳) صہبا۔ لالہ کشن پرشاد خلف لالہ گھاسی رام۔ ٹونکی ملازم ریاست بھوپال

نمونہ کلام اردو
رنگ نے نقش جمایا شوخیٔ تحریر کا — خود مصور ہے تماشائی تری تصویر کا
بار سر سے دی سبکدوشی نہ قاتل نے مجھے — حوصلہ نکلا نہ صہبا عاشق دلگیر کا

نمونہ کلام فارسی
رفت محروم نہ از لطف تو صہبا تنہا — ہر کہ برخاست از یں بزم پریشاں برخاست

(۴) سلیم۔ نواب ارجمند محمد خاں خلف نواب محمد یسین خاں بھوپالی

راز رام پوری۔ جناب امتیاز احمد خاں عرف پیارے خاں رام پوری
شاگرد حضرت امیر مینائی۔ دیکھئے صفحہ ۱۹۵۹

تلامذہ راز رام پوری

خیال۔ مولوی سید شمس الحق ساکن گلاوٹھی ضلع بلند شہر وکیل رام پور
شاگرد جناب راز رام پوری

نمونہ کلام
اس بت کو خیال دے دیا دل — کچھ قدر نہ کی خدا کے گھر کی
خزاں دیدہ تھا زندگی کا چمن — محبت نے کچھ کچھ ہرا کر دیا

تلامذہ خیال گلاوٹھوی

آسی الدنی۔ مولوی عبدالباری ساکن الدین ضلع میرٹھ شاگرد جناب خیال گلاوٹھوی

نمونہ کلام۔
ذروں سے وہی کلام کرتا ہوں — افسانۂ غم تمام کرتا ہوں

رباعی۔
جس در پہ ہوا تھا انکا دیدار نصیب — روزانہ اسے سلام کرتا ہوں

(۱) فکر۔ منشی سید حسین ساکن سرائے میراں بدایوں ملازم پولیس مصنف مجموعہ کلام "افکار" مطبوعہ ۱۹۲۰۔ انتقال سنہ مخطمہ

نمونہ کلام

اب اے امید رہائی قفس میں رہنے دے — ہوا نہیں ہے گلستاں کی سازگار مجھے
چمن دہر کی ہے کتنی جنوں خیز ہوا — ہر کلی چاہتی ہے چاک گریباں کرنا
طلسم راز تھی اک ہستی موہوم کی دنیا — جسے سمجھے تھے منزل وہ زیب راہ منزل تھا
اے دردِ عشق موت سے بدتر تھی زندگی — بخشی ہے تو نے ایک نئی زندگی مجھے
جنوں نہیں تو یہ کیا ہے کہ اپنا قصۂ غم — کوئی سنے نہ سنے ہم سنائے جاتے ہیں
کیا عجب لطف نیا ستم ہے — کیوں مجھ پہ وہ مہرباں ہوتے ہیں
مرحبا اے جوشِ وحشت مرحبا دستِ جنوں — جیب کو دامن تو دامن کو گریباں کر دیا
جو آشنا ہیں تری لذتِ اسیری سے — تڑپ کے دام میں خود آشیاں سے آتے ہیں
خاک کیوں چھانتا ہیں دیر و حرم کی اب تک — تو رگِ جاں سے قریں ہے مجھے معلوم نہ تھا
ناکامیاں رہی ہیں ہمیشہ مرادِ دل — حرفِ غلط ہے حرفِ تمنا کہیں جسے
ہاں ایک نظر اے ساقیِ گلفامِ محبت — اک جامِ محبت مجھے اک جامِ محبت
لطف کہتے ہیں جسے اب وہ مسرت میں نہیں — اور ہو کبھی تو مسرت مری قسمت میں نہیں
نہ دوں تیری محبت کو دعا کیوں — کہاں پہنچا دیا مجھکو کہاں سے
صبر آجاتا ہے روتے دوسروں کو دیکھکر — خشک کر لیتے ہیں آنسو دامنِ شبنم سے ہم
یہی سمجھے ہیں ہم غایتِ رکوع و سجود — جھکی جبیں ترا نقشِ قدم جہاں دیکھا

یہی اک حاصلِ نظارہ ہے ساقی کی آنکھوں کا
کہ شیشوں میں شرابِ آتشیں معلوم ہوتی ہے

چارہ سازو دردِ دل ہے ایک ہی اپنا علاج
لطف آجائے گا جب حد سے سوا ہو جائے گا

آبلہ پائی میں پایا رہ نوردی کا مزہ
کاش ہر ہر گام پر ہوں دور تر منزل سے ہم

ہے ذوقِ رہ نوردی بے نیازِ منزل شاید
گذر جاتا ہے منزل سے جو چھٹ کر کارواں میرا

اللہ اللہ ایک دل اور اسکی اتنی وسعتیں
بارگاہِ عاشقی بھی جلوہ گاہِ ناز بھی

رسوم دار و رسن خود گواہ ہیں اسکی
کہ رازدار کوئی تیرا رازداں نہ ہوا

ناشناسِ درد تو ہے تجھکو اسکی کیا خبر
سازہی میں سوز بھی ہے سوز میں ہے ساز بھی

نعت
لطف اسکو بادشاہی میں نہ آئے گا کبھی
بنکر جو کوئی غلامِ مصطفےٰ ہو جائے گا

(۲) سید شہید حسین شہید بدایونی (ولادت ۱۹۱۲ء وفات ۱۹۸۷ء) مقیم کراچی شاگرد آسی لدنی آپ فکر بدایونی کے بیٹے ہیں

آپ کا مجموعہ کلام موسومہ "شام وسحر" ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام
بہت مشکل ہے میرے غم کا ممنونِ کرم ہونا
اگر دامن بڑھاؤ گے تو آنسو سوکھ جائیں گے

اس پہ بھی تو ہے غمِ دوری
تم بھی ہمارے ہم بھی تمہارے

پھر وہی باتیں ہیں گلے ہیں وہی شکوے ہیں بار بار
یہ مگر دردِ جدائی کا مداوا تو نہیں

نسبتیں محبت کی چھوٹ کے بھی نہیں مٹتیں
ذکر آپ کا نکلا میرا تذکرہ آیا

تجلیوں کو عطا کی گئی ضیا ان کی
گلوں کو بخش دیا رنگِ پیرہن انکا

آئینہ دیکھا تو انکا عکس آئینے میں تھا
مدتوں کے بعد اپنی شکل پہچانی گئی

سنتا ہوں وہ آئیں گے تکلیفِ کرم کرنے
اب پرسشِ غم ہوگی جب غم نہ رہا کوئی

ابتدا وہ تھی کہ تھا ساحل پہ طوفانوں کا خوف
انتہا یہ ہے کہ طوفانوں میں جینا آگیا

زندگی کی بہار دل سے ہے
دل نہیں ہے تو زندگی بھی نہیں

جس کا مطلب کوئی دانستہ نہ سمجھا ابتک
میرے خاموش لبوں پر وہ فغاں آج بھی ہے

اہلِ غم تو قصور وار ہیں خود
نام بدنام ہے زمانے کا

اک ناشناسِ مہر و وفا سے وفا کی بات
ہونا پڑا ہے خود سے پشیماں کبھی کبھی

شہید بربادیوں کا عالم کرم کی حد سے گذر چکا ہے
وہ لطف فرما بھی ہو گئے تو مرے مقدر کو کیا کریں گے

واقفِ منزل تو ہوں لیکن وفورِ شوق میں
یہ بھی ہوتا ہے کہ منزل سے گذر جاتا ہوں میں

روشن بدایونی
شاگرد حضرت امیر مینائی

۱۹۳۰ ، عزیز بریلوی

مولوی عنایت اللہ بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی۔ صاحب دیوان مطبوعہ بدایوں ر

نمونۂ کلام

مثنوی [illegible] روشن مطبوعہ ۱۸۹۲

داغ تازہ دیئے نیرنگِ فلک نے اسکو
باغِ عالم میں جسے پھولتے پھلتے دیکھا

فرقتِ طالب و مطلوب غضب ہے روشن
جان کو جسم سے رک رک کے نکلتے دیکھا

کچھ تو ہے لطف محبت میں جو ہوتے ہیں فنا
شمع و پروانہ کو ہر بزم میں جلتے دیکھا

راحت ہے قناعت میں ہوس باعثِ زحمت
درویش غنی ہوتا جو سائل نہیں ہوتا

صورتِ زخمِ جگر ہنستے ہی رہتا ہے سبو
یاں میسر نہیں دم بھر کو بھی شاداں ہونا

ہوا فقیر غنی دولتِ قناعت سے
ہوس کو ترک کیا جس نے بادشاہ ہوا

آتی ہے زخمِ دل سے صدائے جگر خراش
کرتی ہے خون دل کو نوائے جگر خراش

کوئی انیس نہیں بزمِ دہر میں اپنا
خود اپنے حال پہ ہوں اشکبار صورتِ شمع

اس میں شب بھر سے زیادہ نہیں رہتا کوئی
منزلِ راہِ عدم ہے یہ سرائے عالم

اٹھ جائیں سب حجاب جو بینا ہو چشمِ دل
مخفی ہے حسنِ ذات نقابِ صفات میں

دیکھے نظرِ غور سے جو عیب کو اپنے
انساں وہی بینا ہے وہی اہلِ نظر ہے

(دیوانِ روشن)

تلامذہ روشن بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

(۱) بہادر۔ پنڈت لال بہادر بریلوی دیکھئے صفحہ ۲۰۲

نمونہ کلام خورشید کی جو کرنے لگا ذرہ ہمسری نا داں وہ زیر بار رہا اپنی خطا سے آپ
(گلدستہ نشوونما بریلی ستمبر ۱۹۰۳ء)

(۲) خلیل۔ منشی خلیل الرحمن خلف روشن بدایونی مدرس تعلیمی اسکول بدایوں مصنف دیوان مع مثنویات تجمیس عشق و درستی مد روشن

نمونہ کلام فنا نہیں جسکی بقا ہے وہ شمع کشتہ ہوں تپاں جو شوق فنا میں ہے وہ شرارہ ہوں میں

(۳) عبید۔ ماسٹر عبید الرحمن خلف روشن بدایونی

نمونہ کلام خدا کی یاد جو کرنی ہے کر جوانی میں وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے

(۴) لطافت منشی لطافت حسین بدایونی

نمونہ کلام

زار بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

منشی بانکے لال زار خلف منشی اللہ پرشاد کمتر بدایونی ضلع ہمیرپور میں پولیس انسپکٹر تھے۔ دیوان مطبوعہ یادگار ہے ۱۸۸۳ء میں چھاتہ ضلع متھرا میں قیام تھا وہاں سے گلدستہ خیال یار اکتوبر ۱۸۸۵ء سے جاری کیا اس سے قبل ماہنامہ رسالہ گلدستہ مضامین یکم اپریل ۱۸۸۵ء

سے متھرا سے جاری کیا تھا۔

نمونہ کلام
مری آزردگی مجھ سے نہ پوچھو — سنو یہ داستاں شمعِ سحر سے
عدم کو زار لاکھوں نے کیا کوچ — نہ آیا پھر کے کوئی اس سفر سے
کیا خاک تُجھ تجھے محشر نگاہ میں — دیکھتے ہیں ہم نے رنگ تری جلوہ گاہ کے
بنے کیونکر نہ یہ مجموعہ پریشانیِ عالم کا — فلک بھی ایک پرزہ ہے مرے چاکِ گریباں کا
حشر برپا ہے آج پہلو میں — طور پہ طور ہیں مرے دل کے
بہارِ رخِ یار دیکھی ہے ہم نے — نظر میں رہے بوستاں کیسے کیسے

(تاریخ صمانیت جلد سوم، خم خانہ جاوید جلد سوم صلا۶۱۱ دامن گلچیں ۱۸۸۶ء تصویر سخن ۱۸۹۵ء)

تلامذہ زار بدایونی

(۱) اختر۔ منشی عبدالواحد متھراوی برادر طالب متھراوی

نمونہ کلام

(۲) داغ۔ منشی احمد علی خاں گورکھپوری

نمونہ کلام

(۳) شاد۔ بابو بہاری پرشاد رئیس متھرا

نمونہ کلام
سر پیٹتی ہیں آرزوئیں اسکی ہر طرف — حسرت برس رہی ہے یہ کسکا مزار ہے

(پیام یار ستمبر ۱۸۸۶ء)

(۴۱) طالب۔ منشی طالب حسین متھراوی برادر احقر متھراوی

نمونۂ کلام

۵ برقؔ۔ منشی حسین خاں بدایونی

نمونۂ کلام فرقت میں میرے دل کا عجب حال زار ہے — دن کو نہ چین اور نہ شب کو قرار ہے

(پیام یار ستمبر ۱۸۸۶ء)

سلیم سہسوانی بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

سلیمؔ۔ حکیم مولوی فیض الحسن سہسوانی۔ حکیم بہبی خلف نور الحسن ابن نیاز احمد ابن صدرالدین ابن کبیرالدین فاروقی تھانیسری ثم سہسوانی۔

نمونۂ کلام

اک بوند نہیں خون یہاں جسم میں باقی — ناوک ترے خونخوار رہیں ارمان کرینگے

اے آسمان ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے — دو گز مرے مزار کو ملتے یہاں نہیں

حدا سازانکی باتیں بے نیازی انکا شیوہ ہے — کسے وہ شاد کرتے ہیں کسے ناشاد کرتے ہیں

نظم تہنیت جشن آصفیہ ۱۸۹۸ء

اندھیری جھونپڑی میں ہم غریبوں کم نصیبوں کی — یہ کس کے نور کی برکت سے آئی ہے درخشانی

جہاں شبنم کے قطرے دیکھنے کو سب ترستے تھے — وہاں رحمت کے چشمے بھر گیا ہے ابر نیسانی

جبین شاہ آصف جاہ میں کیا شان برتر ہے — ستارہ بخت کا اس شہ کا لایا ہے درخشانی

بہار سبزہ سے معمور گلشن روز افزوں ہو ترے سر پر رہے قائم ہمیشہ ظلِ ربّانی

(گلدستۂ جشنِ آصفیہ ۱۸۹۸ء - خریطۃ الانساب - تصویر یار بمبئی ۱۹۱۴ء)

تلامذہ سلیم سہسوانی

(۱) سراج - محمد سراج الدین بدایونی

انتخاب قطعۂ تہنیت جشنِ آصفیہ ۱۸۹۸ء

نمونۂ کلام

ترے فیضِ قدم سے تیرے طالع کی نزاکت سے ہنر نے علم نے ہر بات نے پائی درخشانی

دمِ عدل دسخا و پرورش عقل و خرد شاہا تری پاپوش برداری کے قابل کب ہو خاقانی

(گلدستۂ جشنِ آصفیہ ۱۸۹۸ء مرتبہ عبداللہ خاں ضیغم)

(۲) انور - حکیم ضمان الرحمٰن بن حکیم عبد الرشید بن احمد حسین بن کریم الدین بن

کبیر الدین فاروقی تھانیسری ثم سہسوانی - جناب انور نے حضرت سلیم سہسوانی اور حضرت قمر بدایونی سے استفادہ کیا تھا آپ گلدستہ تصویر یار بمبئی کے مدیر تھے ۔

نمونۂ کلام - مزا ہے اسکے جینے میں مزا ہے اسکے مرنے میں جو رہتا ہے مدینے میں سکندر ہے دو قسمت کا

(مقطع) عزیزو نعشِ انور کو وہیں لیجا کے دفناؤ خدا بخشے اسے کشتہ ہے وہ طیبہ کی حسرت کا

(گلدستہ تصویر یار ۱۹۱۴ء)

(۳) لطیف - منشی رضوان الحسن خلف حکیم سبط الحسن برادر جناب سلیم سہسوانی

نمونۂ کلام

(۴) شمیم - منشی وارث حسن سہسوانی

نمونۂ کلام

میرا شوق شمیم اک درد ہے لیکن مصیبت میں ‌ ‌ ‌ ‌ اسیرانِ قفس فریاد بر فریاد کرتے ہیں
(منتظر لکھنؤ ستمبر ۱۹۱۹)

عابد سہسوانی شاگرد حضرت امیر لکھنوی

عابد - منشی سید عابد حسین نقوی مودودی سہسوانی ۱۹۰۶ء خلف سید صفدر حسین ابن سید حسن ابن سید محمود حسن ابن سید احمد علی ابن سید اکرام اللہ ابن سید نصرت اللہ ابن سید خیر اللہ ابن سید محمد حنیف ابن قاضی احمد (تقرر قاضی مطابق فرمان سنہ ۷ جلوس عالم گیر) ابن قاضی سید نصر اللہ (تقرر قاضی مطابق فرمان سنہ ۲۷ جلوس عالم گیر) ابن قاضی محمد صالح قاضی سہسوان ابن قاضی عبد المشکور نقوی مودودی سہسوانی۔

جناب عابد نے اپنے چچا مولوی سید احمد حسین سے تعلیم پائی۔ لکھنؤ میں انگریزی پڑھی مولوی سید غلام حسنین قدر بلگرامی اور خواجہ مرتضیٰ حسین بقا لکھنوی سے علم عروض پڑھا فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ کچھ عرصہ ریاست رام پور میں ملازم رہے صاحب دیوان تھے۔ آپ کی تاریخ وفات منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی نے یہ کہی تھی۔

دارِ فنا کو چھوڑ کر ملکِ بقا چلے گئے ‌ ‌ ‌ ‌ سید عابد حسین اہل کمال ذی خرد
سالِ وفات کی مجھے فکر تھی سحر ناگہاں ‌ ‌ ‌ ‌ ہاتفِ غیب نے کہا داخلِ خانۂ ابد
۱۳۲۴ (۱۹۰۶ء)

نمونۂ کلام

اللہ رے نیاز سے نفرت یہ ناز کو ‌ ‌ ‌ ‌ دل مانگتے ہیں جس میں کوئی آرزو نہ ہو
حیا - شرم - شوخی - لگاوٹ - اشارے ‌ ‌ ‌ ‌ انہیں میں سے دل ہو رہا ہے کسی کا

ہجر کا غم سہا نہیں جاتا ۔ ملک الموت آ نہیں جاتا
کبھی کھایا تھا ہم نے عشق کا غم ۔ آج تک وہ مزا نہیں جاتا
آج اس گل کی جدائی میں دم اپنا نکلا ۔ لو خلش مٹ گئی اچھا ہوا کانٹا نکلا
گھر سے جانے کا ارادہ وہ اگر کرتے ہیں ۔ ہم در و بام پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
آپ رخصت ہوئی جلتا ہوا چھوڑا ہم کو ۔ یہ گلہ تجھ سے ہم اے شمع سحر کرتے ہیں
جس طرح جگر توڑ کے ناوک ترا نکلا ۔ اس طرح نکلتے ہوئے ارمان نہیں دیکھا
کیوں مفت میں بدنام کیا خوب سمجھ لو ۔ پھر کے جو کبھی عہد جوانی ادھر آئے
وہ آئیں مرے گھر یہ کہاں میرے نصیب ۔ پردے میں انکے اے ملک الموت تو نہ ہو
نشے کا زور تو بڑھنے دو ذرا اے عابد ۔ دور پیمان خودی سے کبھی نکل جاونگا
جاں ہی جائے گی دم بھر میں کہ نزع کا وقت ۔ ساتھ ہی لیکے اسے آپ سدھارے ہوتے
اپنی جانب نہ ہوا اس بزم میں کوئی نہ سہی ۔ حضرت دل ہی طرفدار ہمارے ہوتے
جو کچھ شوخی بھی شامل ہو حیا میں ۔ ہزاروں دل وہ لیں ایک ایک ادا میں
طلب گار ستم کیونکر نہ ہو دل ۔ مزا ہے حد ملا عذر جفا میں
ترے کوچے سے زندہ کون اے قاتل نکلتا ہے ۔ نکلتا ہے تو ساری عمر کو ہاتھ ملتا ہے
مزہ درد محبت کا بیاں کیا کیجئے عابد ۔ کلیجہ کوئی دونوں ہاتھ سے رہ رہ کے ملتا ہے
خمار توڑتا ہے ہاتھ پاؤں لے ساقی ۔ مزائے بادہ پرستی یہ ہم نے پا لی کیا
اک مزے کا مشغلہ تو دل کے بہلانے کو ہے ۔ ہم نے مانا حاصل آہ و بکا کچھ بھی نہیں
اپنے سینے میں بھری تھیں ہائے کیا کیا حسرتیں ۔ اب ہجوم ناامیدی کے سوا کچھ بھی نہیں
حسرت و امید و ارماں سب کے سب رخصت ہوئے ۔ عابد اب دل میں بجز داغ جفا کچھ بھی نہیں

نیم جاں چھوڑ کے جاتے ہو قاتل ہو رخصت افسوس — رہ گئی دل میں تڑپتی ہوئی حسرت کیسی
قہر ہے قہر خدایا یہ تعشق کیسا — موت ہے موت الٰہی یہ محبت کیسی
عمر دلدار کو اللہ سلامت رکھے — فکر کونین سے دیدی مجھے رخصت کیسی
پہنچا دیے مجھ نحیف کو بزم شراب میں — زاہد ذرا شریک ہو کار ثواب میں
اللہ رے بیخودی تری محفل سے اٹھتے وقت — ہم دل کو بھول آئے وہیں اضطراب میں
جانتا ہوں ترے وعدے کا نتیجہ لیکن — دل کی تسکیں کو بیمار وصال اچھا ہے
جو درد بھرا ہے دل غمگیں کی صدا میں — اے قافلے والو وہ کہاں بانگ درا میں
کیا پوچھتے ہو سینے میں حال جگر و دل — دو پھول ہیں مرجھائے ہوئے باغ وفا میں

(خزینۃ الانساب ۔ یادگار ضیغم پیام یار ۱۸۸۵ء ۔ ۱۸۸۹ء)

تلامذہ عابد سہسوانی

(۱) حسرت ۔ منشی سید شبیر حسن خلف سید صفدر حسن برادر عابد سہسوانی۔

(۲) ساجد ۔ منشی ساجد حسین خلف عابد سہسوانی

نمونہ کلام: آجا ترے بغیر خزاں ہے بہار بھی — اے نو بہار آبرو رکھ لے بہار کی

(۳) شوکت ۔ قاضی شوکت علی خاں مدرس مدرسہ سرکاری سہسواں۔ (ذکر شاعران سہسوان)

گئی نہ مر کے بھی اے یار جستجو تیری — تلاش میں تری سرگرداں مزار رہے
(ریاض سخن مارہرہ اکتوبر ۱۸۹۷ء)

(۴) شائق ۔ منشی جگدمبا پرشاد فرخ آبادی

(۵) فروغ ۔ منشی عبداللہ خاں حیدرآبادی

(۶) نامی۔ منشی محمد عبداللہ۔ کلرک سنٹرل آفس مدراس

نمونۂ کلام: وہ دل آرام دلربا بھی ہے — درد بھی درد کی دوا بھی ہے

(۷) صابر۔ منشی صابر حسین ساکن گنور ضلع بدایوں

نمونۂ کلام: حواس و ہوش پہ پہلے ہی گر گئی بجلی — ہم ان سے کس طرح اظہار مدعا کرتے

[illegible]

عیش بدایونی شاگرد حضرت امیر مینائی

عیش۔ مولوی شیخ مجتہد الدین صدیقی متولی بدایونی سنہ ۱۸۷۱ء-سنہ ۱۹۵۲ء خلف شیخ اشجع الدین وحید خلف شیخ مبارز الدین ایجاد خلف شیخ وہاب الدین موحد بدایونی۔ آپ مولانا مجاہد الدین ذاکر بدایونی شاگرد حضرت شیفتہ دہلوی کے برادر زادہ اور مولوی انصار حسین زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی کے داماد تھے۔ چھ دیوان۔ پانچ مثنویاں۔ پانچ مسدس دو مجموعہ مراثی سراپائے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ قصائد و متعدد رباعیات ان سے یادگار ہیں۔

جناب عیش بدایونی نے سرکاری ملازمت میں قانون گو کے عہدے سے پنشن لی پھر اپنی زمین داری پر قناعت کی۔ آپ کو شاعری کا شوق شروع سے تھا۔ غزل۔ قصیدہ اور مثنوی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کا ایک قصیدہ سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا تو جناب راغب بدایونی نے اس پر تضمین کی جو موج تضمین کے نام سے شائع ہوئی اس کا پیش لفظ پروفیسر ضیا احمد ضیا بدایونی نے لکھا تھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیش کے ایک ایک شعر سے ان کی کہنہ مشقی پختگی۔ زور بیان اور بلند خیالی ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ طرز قدیم کے

ایک کامیاب استاد اور امیر مینائی کے ایک ممتاز شاگرد ہیں۔ ان کا عشقیہ اور نعتیہ کلام بارہا ارباب ذوق سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں شہرت پا چکا ہے حال میں انہوں نے ایک معرکتہ الآرا نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس میں تمہید کی شوکت۔ تخلیص کی آمد۔ مدح کا جوش اور خاتمہ کا حسن دیکھکر ہر ناقد اس فیصلے پر مجبور ہوگا کہ شاعر نہ صرف مقتضیاتِ سخن و لوازمِ قصیدہ سے باخبر ہے بلکہ حسنِ سلیقہ و لطفِ سخن کے ساتھ ندرتِ کلام پر بھی پورا پورا قادر ہے۔ گردشِ روزگار اور عالم آشوب کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

ہو چکی ہے مجھسے رخصت قوتِ اعضائے تن
ہو چکی ہے صبح مجھکو ہے شمعِ انجمن

غور سے دیکھا تو یہ تھا مطلب موئے سفید
عہدِ پیری ساتھ اپنے لیکے آیا ہے کفن

انتظامِ روح میں ڈالی ہے ہلچل ضعف نے
منتشر ہونے کو ہے ترکیبِ اجزائے بدن

گھٹ گیا زورِ سماعت بڑھ گیا ضعفِ نگاہ
جھک گیا سر بند ہو کر رہ گیا گویا دہن

لیٹے رہنا رات دن عادت میں داخل ہو گیا
ہو نہیں سکتا میں تھوڑی دور بھی اب گامزن

ہو گئی شعر و سخن کی اس قدر حالت خراب
میں سمجھتا ہوں کہ اٹھ جائیگا دنیا سے یہ فن

اس قدر ہونے لگی ہیں اختراعاتِ فضول
پہنچی ہے بیکار دے کے ترین طرزِ کہن

ڈھونڈنے نکلو تو دو دل صاف مل سکتے نہیں
ہے یہ رنجش ایک سے ہے ایک کو یہ سوئے ظن

دیکھئے انکی طرف تو رشتہ داروں کا یہ حال
باپ سے ناراض بیٹا بھائی سے ناخوش بہن

عالموں میں اسقدر ہے اختلافِ باہمی
ایک ہے اتر کی جانب دوسرا ہے دکھن

کسقدر ہے گرم بازاری دروغ و کذب کی
سچ لیے کوئی تو ٹھہرے قابلِ دار و رسن

کر کے محنت کچھ کمانا وجہِ ننگ و عار ہے
کاہلی و بے حیائی بن گئے فعلِ حسن

تو کہاں اور مدحِ ممدوحِ حبیبِ حق کہاں
ہوش میں آ عیش آنکھیں کھول دیوانہ نہ بن

جناب عیش کی تمام نظموں میں سب سے اہم مثنوی "شہنشاہ نامہ" ہے جو شاہنامہ حفیظ جالندھری کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ یہ ۳۷ صفحات پر مشتمل ہے جناب عیش کی شاعری اس میں نقطۂ عروج پر ہے۔

رضاعت — بلایا آمنہؓ نے تین راتوں کے بعد شیر خوار کو
تو بخشا گود میں حلیمہؓ نے شرف قدرت کو

حلیمہؓ لے کے اسے چل کے اپنے گاؤں میں آئیں
وہ بیٹھے بٹھائے حضرتؐ کو اپنے سامنے لائیں

رہے چھ سال تک وہ ماں جائی جا کے گھر ان کے
تھی ان کے گھر دو لڑکیاں تھیں والے پسر ان کے

سنا ہے اس قدر چاروں کو دل سے محبت تھی
ہمیشہ ہر گھڑی ہمراہ رہتے تھے یہ الفت تھی

لکھا ہے یہ بھی اک دختر حلیمہؓ کی جو شیما تھیں
کہ وہ اپنے رضاعی بھائی کی عاشق تھیں شیدا تھیں

شہ کونین بھی ہر وقت ہاتھ ان کا اٹھاتے تھے
چرانے بکریوں کو بھائیوں کے ساتھ جاتے تھے

غرض چھ سال میں سرکار لوٹے آئیں مکے میں
سنائیں آمنہؓ کو سب وہاں گذری جو تھیں باتیں

جہیز حضرت فاطمہؓ کا جہیز — جہیز جو بی بی کا تھا، اک چادر تھی اک قطیفہ تھا
تھی دو بڑی اک نہالی اک بالا تکیہ تھا

او سر زیور میں بازو بند کا نہ ایک جوڑا تھا
اور ایک مشک اک چکی تھی ایک مٹی کا کوزہ تھا

پدر جس کا شہ کونین تھا محبوب سبحاں تھا
یہ اس مخدومہ کی شادی کا ساماں تھا

لباس اس کا یہ تھا جو سرور عالم کی دختر تھی
خدا کے گھر سے جس کو چادر تطہیر آئی تھی

متاع دنیوی تھی ہیچ اس کی کیا حقیقت تھی
دعا میں لینے نکلیں باپ کی جو اصل دولت تھی

دعائیہ خاتمہ — کرم تیرا ہے بے حد بے نہایت تیری رحمت ہے
تری بخشش لئے ہے ہر حاجت طلب حاجت ہے

روا کیں حاجتیں ساری بنائے کام سب تو نے
طلب کیوں ہو کر سب کچھ ہی دیا ہے بے طلب تو نے

کلام مدح سرور ہے ابھی مقبول ہوتا ہے
بس اب خاموش ہو اے عیش قصہ طول ہوتا ہے

انتخاب غزلیات عیش بدایونی — نہ کہیں در ہے نہ دیوار کہاں سر پھوڑوں
گھر سے ناحق ہی میں اے شوق بیاباں نکلا

جمع احباب کئے ہیں کہ ذرا دل ٹھہرے
تم بھی آ جاؤ تو محفل مری محفل ٹھہرے

انکی شوخی کا لقب برق بلا رکھا ہے — آسماں پر انہیں یاروں نے بٹھا رکھا ہے
حسن انکا ہے ادا انکی ہے جلوہ انکا — پھر بھی منور تو آئینے میں کیا رکھا ہے
پان لیتا ہوں وضو کیلئے پیمانے میں — میں ہوں مسجد میں تو نیت مری میخانے میں

(بدایوں کے چند شعراء و ادبا - میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء)

تلامذہ بیش بدایونی

(۱) منور، منشی ثقلین احمد صدیقی متولی بدایونی ساکن کراچی ۱۹۰۸ء-۱۹۸۲ء

خلف منشی حسین احمد درسنح بدایونی م ۱۹۶۲ء ابن حکیم نیاز احمد ابن عبدالصمد ابن اظہر الدین ابن بصیر الدین برادر حقیقی منشی وہاب الدین موصد بدایونی۔ جناب عیش بدایونی آپ کے پھوپھا تھے۔ آپ دھام پور ضلع بجنور میں رجسٹرار قانون گو رہے۔ آپ کی غزلیات کا مجموعہ "منور غزلیں" اور نعتوں کا مجموعہ "منور نعتیں" شائع ہو چکے ہیں۔ آپ پاکستان کے چوٹی کے نعت گو تھے۔

انتخاب کلام

نعت

تمہیں اللہ نے جلوے نے مجکو نظر بخشی — مجھے جلد ہو جائے نظارا یا رسول اللہ
جب وہ دل کے قریب ہوتے ہیں — وہ بھی عالم عجیب ہوتے ہیں
جو حبیب خدا کے ہو جائیں — وہ خدا کے حبیب ہوتے ہیں
اس گدائی پہ منور ہے مجھے ناز بڑا — میں تیرے در کا گدا ہوں مری قسمت تیری
کھڑا ہوں روضۂ اقدس کی جالیاں پکڑے — شباب دعا کی عزت شباب سوالوں کی
نعت محبوب داور سند ہو گئی — میری بخشش ہیں مستند ہو گئی
عمر بھر میں نے دنیا میں نعتیں لکھیں — فرد عصیاں مری مسترد ہو گئی
پڑھی جاتی ہیں مدینے میں منور نعتیں — مجھ سے پہلے مرے اشعار مدینے پہنچے

انتخاب غزلیات

اللہ نے یہ شان بڑھائی ترے در کی
بخشی ہے ملائک کو گدائی ترے در کی

تری سرکار میں ٹوٹا ہوا دل لیکے آیا ہوں
مرے مولا اگر مقبول یہ نذرانہ ہو جائے

دیتا ہوں دعا خارِ بیابانِ جنوں کو
چھالے مرے تلووں کو مزا دینے لگے ہیں

تم گورِ غریباں سے گذر جاؤ سنبھل کر
ذرے مری مٹی کے صدا دینے لگے ہیں

مجھے جو دیا اسے مرے دینے والے
طلب سے زیادہ ہے بخشش سے کم ہے

محبت سے بڑھکر کوئی شے نہیں ہے
مگر ہاں اُسی کو جسے راس آئے

مٹی مری مٹ کر بھی منور ہی رہے گی
جو خاک میں مل جائے یہ وہ خاک نہیں ہے

ساغرِ زندگی کا بھرنا کیا
جتنا بھر جائے اتنا خالی ہے

اس بحرِ حوادث میں اے دل ساحل کی تمنا کیا معنی
جس موج سے کشتی ٹکرا دوں وہ موج ہی ساحل ہو جائے

اس نے نظروں سے پلا دی ظرف والوں کو شراب
بوالہوس بیٹھے رہے ہاتھوں میں پیمانے لیے

مجھے خاموش کرنے کی نئی صورت نکالی ہے
مری ہر بات پر کہتے ہیں کیا کچھ اور کہنا ہے

دل جہاں تک عشق میں مانوسِ غم ہونے لگا
دردِ دل کچھ اور کم کچھ اور کم ہونے لگا

برق جب تک فلک پر رہی برق تھی
آشیاں پہ گری آشیاں بن گئی

(۲) محشر بدایونی۔ منشی فاروق احمد صدیقی متوطن بدایوں مقیم کراچی

برادرِ خورد منور بدایونی

ولادت ۱۹۲۶ء ابتدائی تعلیم بدایوں اور اعلیٰ تعلیم بریلی کالج بریلی میں پائی۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک دہلی میں اور ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک کراچی میں محکمہ سپلائی سے وابستہ رہے ۱۹۵۱ء سے ریڈیو پاکستان کے ادارہ آہنگ سے منسلک ہیں۔ دو دیوان شائع ہو چکے ہیں ان کے علاوہ بچوں کے ادب پر "بین باجے" اور شاعر نامہ چھپ چکے ہیں۔ آپ کے مجموعہ کلام

شہر نو مطبوعہ ۱۹۶۴ء کے پیش لفظ میں جناب ممتاز حسین نے لکھا ہے کہ محشر صاحب کے کلام میں نیا آہنگ نیا کس بل اور نیا لہجہ ملتا ہے۔ انکے کلام میں وسعت اور گہرائی دونوں ہیں۔

انتخاب کلام

تو مجھے بلوا نہ اپنی خلوتِ خاموش میں
لاکھ ہنگامے ہیں میرے ساتھ میں تنہا نہیں

بات نقشِ تمنا کی ہم سے چلی
لوگ آتے گئے رنگ بھرتے گئے

باہر آتا ہے ہنسی بن کے رونا
گھر میں رونے کی تو آزادی ہے

یہ ہماری سادگی ہے یا خلوص اس دیس کا
دو ہی دن میں ہم سے لوگ اتنے شناسا ہو گئے

خوش ہوتے ہیں شعروں سے سمجھتے ہیں کہاں لوگ
شاعر نے کسی درد کا اظہار کیا ہے

ترے حسن کے رنگ کیا کیا بھرے ہیں
تمنا کے سادہ نگینے میں ہم نے

بادِ صبح گاہی کے نرم نرم جھونکوں میں
بارہا گماں گذرا جیسے تو خراماں ہے

عزلت کی دنیا جنت نہیں ہے
لیکن نہیں ہے جنت سے کم بھی

دریا پہ بھی جا کے لوٹ آئے
ڈوبے ہوئے کیفِ تشنگی میں

خموشی سے آخر ادا ہو گیا ہے
وہ مطلب جو کھلتا نہ تھا گفتگو سے

پیکر ہے وہ ایک سادگی کا
سو رنگ ہیں اسکی سادگی میں

ہو چلے دوستی کے افسانے
دوستو اور کوئی بات کرو

اسکے قدموں پہ جھکتے ہیں شاہوں کے سر
جسکو نسبت ترے آستانے سے ہے

کبھی اس گلی میں پھرا کبھی اس گلی میں پھرا
نہ یہاں مرا بسیرا نہ وہاں مرا بسیرا

میں گدائے بے غرض ہوں میں نہ ترے طلب میں
نہ کوئی صدا ہے میری نہ کوئی سوال میرا

کبھی صحرا میں جو دریا دیکھیں
ہم بھی آئینے میں چہرا دیکھیں

ہم محبت کیلئے خاک آرائش
لوگ گلیوں میں تماشا دیکھیں

مضطر خیرآبادی شاگرد امیر مینائی

سید افتخار حسین خیرآبادی ۱۸۶۵ء - ۱۹۲۷ء خلف سید احمد حسین

رسوا نبیرہ مولانا فضل حق خیرآبادی۔ آپ نواب ٹونک کے استاد تھے انہوں نے اعتبار الملک کا خطاب دیا تھا۔ جناب مضطر ریاست گوالیار میں ملازم تھے وہیں انتقال ہوا۔ آپ کے حمدیہ کلام کا دیوان موسومہ نذر خدا شائع ہو چکا ہے آپ نے ۱۸۸۴ء میں خیرآباد سے ماہانہ گلدستہ "کرشمۂ رہبر" جاری کیا تھا۔

نمونۂ کلام

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں
مرا دل پھیر دو مجھ سے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

ستم کی خو نہ رہی شیوہ جفا نہ رہا
مجھے مٹا کے انہیں کوئی حوصلہ نہ رہا

یا الٰہی یہ تمنا ہے کہ روز محشر
لب پہ ہو نام ترا ہاتھ میں دامن انکا

حق رسم محبت کا کچھ دیر ادا کرنا
رہ رہ کے ستم کرنا تھم تھم کے جفا کرنا

مرتے دم یاد بتاں جائے مری جاں کیساتھ
میرے اللہ اٹھانا مجھے ایمان کے ساتھ

الفت کی آنکھ چھپ نہیں سکتی ہزار میں
پہچان اسکی دل سے نہیں ہے نظر سے ہے

اللہ سے چھپا نہ سکا عاشقی کا حال
محشر میں اس کا نام ہی لینا پڑا مجھے

حسن نے قہر کیا عشق نے آفت ڈھائی
آرزو مفت میں بدنام ہوئی جاتی ہے

کوچۂ یار میں رہنے نہیں دیتا کوئی
پھرتی ہے اپنا سا منہ گردش ایام لئے

(انتخاب حسرت)

تلامذہ مضطر خیرآبادی۔

(۱) افسر امروہوی منشی منظور احمد امروہوی ۱۸۹۸ء - ۱۹۸۴ء آپ کا

شعرائے مرادآباد میں ہوگا۔

تلامذہ افسر امروہوی۔

مسعود گنوری۔ منشی مسعود احمد گنوری مقیم کراچی

نمونۂ کلام

(۲) زیبا بدایونی۔ مولوی عبدالغنی بدایونی ملازم گوالیار صاف عاشقانہ شعر کہتے تھے

نمونۂ کلام

دل لیا زیبا کا تم نے جس طرح — جان بھی لے لو اسی انداز سے

تم اگر روز تصور میں نہ آیا کرتے — جینا پھر طالب دیدار کا مشکل ہوتا

(خمخانۂ جاوید)

(۳) شیدا بدایونی۔ منشی عبدالحی بدایونی شاگرد مضطر خیرآبادی

(درہا بدایونی۔ آپ کا ذکر درہا بدایونی تلامذہ میں ہوگا۔

حکیم لکھنوی خلف (شاگرد اسیر لکھنوی۔

مرحمت الدولہ غضنفر علی صولت جنگ ۱۸۴۵ء - ۱۹۰۳ء خلف اکبر

حضرت امیر لکھنوی۔ لکھنؤ میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ دیوان طبع نہیں ہوا۔ اپنے والد کی زندگی میں صاحب تلامذہ تھے۔

نمونۂ کلام

کشمکش تھا میں سزا مجھے ملتی تھی محتسب — شیشہ تھا بے گناہ قدح بے قصور تھا

صبر پہ مجبور ہم تم جبر پر — حق تو ہے تم کیا کرو ہم کیا کریں

(خمخانۂ جاوید - یادگار ضیغم)

تلامذہ حکیم لکھنوی خلف وشاگرد اسیر لکھنوی

کریم منشی عبدالکریم خاں رئیس سہسوان

نمونہ کلام ہے یہ سرد و گرم جہاں سا تقاضا — کہ تاپے کوئی اور جلے گھر کسی کا
(نغمہ بہار لکھنؤ ۱۸۸۷ء)

افضل لکھنوی خلف وشاگرد اسیر لکھنوی۔

منشی افضل علی ۱۸۴۸ء - ۱۹۲۸ء خلف اصغر حضرت اسیر لکھنوی۔ لکھنؤ

میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ عربی و فارسی و اردو تینوں زبانوں میں دستگاہ رکھتے تھے۔ ایک گلدستہ نیر آصفی نکالا تھا جو کچھ عرصے بعد بند ہوگیا۔ با مذاق۔ پُر گو ماہر سخن تھے کلام میں بلند پروازی۔

نمونہ کلام
یہ شوق دید میں دل چاہتا ہے — کہ میں پہنچوں وہاں پہلے نظر سے
ترقی ہے ابھی محدود اپنے دست وحشت کی — ابھی پہنچا نہیں ہے چاک تا دامن گریباں کا
دل پہ داغ پیار رنگ و بوئے عشق رکھتا ہے — یہ گلدستہ تمہاری محفل رنگیں کے قابل ہے
خون تو یہ میں سمجھتا ہوں اسے اے افضل — نظر آتی ہے مئے ناب جو پیمانوں میں

تلامذہ افضل لکھنوی۔

شائق مولوی سدید الدین عباسی ۱۸۴۰ء - ۱۹۰۵ء خلف

مولوی صبیح الدین عباسی وکیل محلہ چاہ میر بدایوں میں سکونت تھی۔ جناب ثاقب بدایونی کے عم بزرگوار تھے جناب شائق بڑے قابل وکیل تھے کسی وجہ سے وکالت کی سند ضبط ہوگئی

تو قانون کی کتابیں لکھنے لگے ۱۸۹۲ء میں اخبار انتخاب عالم جاری کیا تھا۔

نمونہ کلام

(نعت) شارِ احمدِ مختار سر آنکھیں جگر پہلو — مدا ہونے کو ہیں تیار سر آنکھیں جگر پہلو

نہ کیوں ہر پھول کی بو سونگھ کر صلِ علیٰ کہیے — یہ گل بوٹے بنے ہیں جسم احمد کے پسینے سے

منہ سے جو نکلا فصحہ میں کیسے مینے جائیگے — رنگ لے اڑ کے چہرے سے ہم کو بتا دیا کرکون

سلام۔ ماتم شاہِ شہیداں میں عزادارِ ہے آنکھ — تارِ اشکوں کا جو توڑے تو گنہگار ہے آنکھ

غزلیات۔ غضب کی بات ہے اغیار بھی مرنے لگے ان پر — اجل حصہ ہمارا ہے نصیب دشمناں کیوں ہو

دستِ سفاک تو دم بھر ٹھہرے — دیدہ بازی تہِ خنجر ٹھہرے

(اخلاقِ کریمی۔ تجلیاتِ سخن۔ عمدۃ التحقیق) ۱۸۸۸ء - ۱۹۹۲ء

جناب شائق بدایونی کے شاگرد اور خلف الرشید مولوی خلیل الدین عباسی نوشہ بدایونی بڑے باکمال تاریخ گو تھے آپ مطبع نسیم سحر بدایوں کی بزم ادب میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کے شاگرد اور صاحبزادہ منشی مظاہر الدین صہبا بدایونی تھے۔ (العلم کراچی مارچ ۱۹۵۶ء)

تلامذہ شوق قدوائی شاگرد اسیر لکھنوی

راغب۔ مولوی یعقوب بخش بدایونی شاگرد شوق قدوائی و جلال لکھنوی

آپ کا ذکر جناب جلال لکھنوی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھیے صفحہ ۳۰۳

مائل دہلوی شاگرد قائم چاند پوری

شاہ محمدی دہلوی ان کی بابت تذکرہ نگاروں نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے

مجموعہ نغز میر قدرت اللہ قاسم — وے بزرگے بود از شاہ جہان آباد۔ زبور جسم و حیا آراستہ و بہ حلیہ مہر و وفا پیراستہ بسیار دلدویشانہ و آزادانہ ایام بسر می برد تلمذ بمیاں قائم داشت و استاد بصورت حال

شفتہ دکھ نصیرالدین نصیراست

میاں محمدی نام۔ اصلش از شاہ جہان آباد است۔ با اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ اتصاف دارد۔ اورا در سخن گوئی طرز مخصوص است۔

میاں محمدی در شاہ جہان آباد متصل مسجد فتحپوری می ماند سلیقہ سخن سنجی بسیار با درستی دارد

حال کہنے کی نہ دی گریہ نے فرصت رات کو — آج پھر کہنا ہے مائل نہ کیا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنوا تا ہے دین و دل مائل — یہ کافر آہ خدا کا بھی ڈر نہیں کرتا

نالے کو ہم نے ضبط کیا ناصحا تو کیا — منہ سے تو رنگ زرد چھپایا نہ جائے گا

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دلو زاری ہوس — مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

جیا جو ہجر میں وہ وصل یار دیکھے گا — جو اس خزاں سے بچے گا بہار دیکھے گا

اے چشم مرے موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے — یہ اشک مسلسل ہی بہے تار نہ ٹوٹے

تلامذہ مائل دہلوی

شاہ نصیر دہلوی۔ شاہ نصیرالدین عرف میاں کلو سنہ ۱۲۶۱ھ ـ ۱۸۳۹ء

خلف شاہ غریب پرورش کردہ حضرت میر جہاں قدس سرہ۔ شاہ نصیر نے اپنے خسر شاہ محمدی مائل سے شعر گوئی میں استفادہ کیا تھا۔

۱۔ مجموعہ نغز میر قدرت اللہ قاسم "اگرچہ احوال فن و قواعد سخن چنداں آگہی نہ دارد اما مناسبت کلی بہ سخن پردازی می دارد بہ نسبت کثرت فکر کلامش پر معنی معلوم

می شود اکثرے از تازہ مشقاں نسبت تلمذ بوے دارند۔ خیال شاعری چناں در نہادش جاگرفتہ کہ مرزا سودا میر تقی میر در نظرش نمی گنجند خود را ملک الشعرا می دانند۔

(۲) ریاض الفصحا۔ شیخ مصحفی "جوانیست ذی دولت و صاحب ہوش دراں ایام کہ فقیر در دہلی طرح مشاعرہ انداختہ بود مبتدیانہ موزون می کرد در مشاعرہ می آمد حالا شوق او را اسیر شدہ بہ مرتبہ کمال رسانیدہ۔ در شاہجہاں آباد علم استادی می افرازد و شریفان آں شہر بہ حلقہ شاگردیش درآمدند اورا استاذ مسلم الثبوت می دانند و ملک الشعرا می گویند۔ البتہ در روانی طبعش شکے نیست اما چوں در لکھنو گذر افگندہ با فصحائے ایں دیار ملاقات کرد و در مشاعرہ با غزل طرحی گفتہ خوانند مرتبہ سخن بلند او معلوم شد۔ دریں نزدیکی دو سہ بار مشاعرۂ آلیعہ بہ ایں دیار آمد و غزل ہائے طرح شریک مجلس یاراں شد۔ عمرش از سنصت متجاوز خواہد بود۔

(۳) مولف عمدۂ منتخبہ فرماتے ہیں: "شاعر شیریں کلام بسیار نازک خیال معنی بند است طبعش بہ خیال بندی راغب۔ اظہار شاگردی شاہ محمدی مائل می کند و شاگرداں بسیار بہم رسانید اکثر غزلیات سنگلاخ بہ طور خود خوب گفتہ۔

(۴) گلستان سخن مرزا صابر استعداد علمی سے بہرہ ور نہ تھا بلکہ سواد بھی چنداں روشن نہ تھی۔ لیکن روشنی طبع خداداد حلوت دل میں ہزار شمع معنی بزم افروز تھی۔ ایک بار سفر لکھنو اختیار کیا۔ اکثر سامعین عالی طبع مثل ذوق و نیکین اوائل حال میں اسکی شاگردی سے مشرف ہوتے چند بار حیدرآباد جا کر راجہ چندو لال کی قدرشناسی سے صلہ پایا۔

سلسلہ اس کی شاگردی کا سودا تک پہنچتا ہے اس طرح کہ یہ شاگرد ہے مائل کا اور وہ قائم سے مستفیض اور قائم سودا کا بلا واسطہ شاگرد تھا۔

(۵) تذکرہ خیراتی لال بے جگر بہ حضور سلطانی اور اخطاب ملک الشعرائی

فرمودہ اند۔ سیل فکرش بہ سمت شعر و سخن در صحبت میر محمدی مائل روئے توجہ آورد

قبول خاطر احباب ہے سخن اپنا بہ فیض صحبت مائل نصیر اٹھایا ہے

بے جگر نے میاں روشن شاہ روشن کے ذکر میں لکھا ہے "نصیر در شعر و سخن طبع نارسا دارد"

نمونۂ کلام

کیا ہوا گر چشم تر سے خون ٹپک کر رہ گیا | بادۂ گلگوں کا ساغر تھا چھلک کر رہ گیا
دل اسکے خندۂ دنداں نما کے مول بکا | ہزار شکر کہ یہ موتیوں کے تول بکا
خود بخود طاق سے شیشہ جو گرا اے ساقی | روح کسکی ہے یہ مینائے مئے ناب میں بند
افسوس کہ نرگس کی طرح باغ جہاں میں | کچھ ہم نے بجز حسرت دیدار نہ پایا
جہاں سے گو بت مغرور اٹھ گیا انصاف | خدا کے روبرو دیوگا مرا ترا انصاف
قبول خاطر احباب ہے سخن اپنا | یہ فیض صحبت مائل نصیر اٹھایا ہے۔

"تلامذہ شاہ نصیر دہلوی شاگرد مائل دہلوی شاگرد قائم چاندپوری"

(۱) حکیم ممتاز الدین ممتاز بدایونی دیکھئے ص ۴۲۹

(۲) نواب الٰہی بخش خاں معروف دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۳۰

(۳) شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۳۳

(۴) حکیم مومن خاں مومن دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۱۷

(۵) نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۴۰

ممتاز بدایونی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

حکیم ممتاز الدین صدیقی فرشوری بدایونی م ۱۸۹۰ء خلف حکیم افتخار

الدین ملازم جے پور خلف قمر الدین خلف محمد اکرم جد امجد سید کامل بدایونی جناب ممتاز طب میں اپنے والد ماجد اور حکیم صادق علی خاں والد حکیم محمود خاں دہلوی کے شاگرد تھے طریقت میں مولوی محمد حیات صاحب دہلوی خلیفہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی چشتی نظامی قدس سرہ سے بیعت تھے۔

انتخاب قصیدہ نعتیہ

اللہ رے کیا مرتبہ کیا شان و حشم ہے
جب عرش علا ماحذ تلمیس قدم ہے

کیوں میرے قلم پر نہ عطارد ہو در افشاں
کس مطلع انوار کی توصیف رقم ہے

اقدس ہے مقدس ہے وہ طاہر ہے مطاہر
اعلیٰ ہے وہ اولیٰ ہے وہ ماوائے کرم ہے

انور ہے منور ہے وہ سردار دو عالم
مالک ہے وہ سلطان عرب شاہ عجم ہے

مطبوع ہے مقبول ہے محبوب جہاں ہے
محمود و محمد ہے سر لوح و قلم ہے

تو وہ ہے کہ ہے ذات تری مبدع عالم
اوصاف میں لولاک بھلا کسکے رقم ہے

تو خاصہ درگاہ الٰہی ہے مقرر
ہر سجدہ گہ عام ترا نقش قدم ہے

تھا گریہ یعقوبؑ بھا صنا بشری سے
حضرت کی جدائی میں ستوں دیدہ نم ہے

تھا ایک شہادت کا رہا مرتبہ سو وہ
نورِ بیں نظرِ لختِ دلِ جاں بن بہم ہے

الماس سے پہلے پیا جام شہادت
اور دوسرا محکمِ ستم تیغ دو دم ہے

جب دین شہنشاہ والا مورد صلوات
پھر اس دلِ ناشاد کو کس چیز کا غم ہے

حاجات روا ہوں مری اے قبلۂ حاجات
ہوں دور وہ غم جلکے سبب دل کو الم ہے

دیدارِ پُرانوار سے پھر کیجے مشرف
پھر دل متمنی شرفِ طوفِ حرم ہے

دل حشر کے نعلین اٹھانے پہ ہو مامور
ممتاز کی اے شاہ یہ امید اتم ہے

غزل نعت
والشمس ہے شمع رخِ نیکوئے محمدؐ
واللیل سوادِ سرِ گیسوئے محمدؐ

ہیں جن و بشر حور و ملک سارے شیدا
واللہ ہے کیا قامتِ دلجوئے محمدؐ

ہیں جملہ صفاتِ احدی جسم سے پیدا
اللہ کا آئینہ ہے تہ روئے محمدؐ

اسلام یہی ہے مرا ایمان یہی ہے
رو جانب کعبہ ہو پہ دل سوئے محمدؐ

مداح ہو حسن وسعت اخلاق کا خالق
تحریر ہو مخلوق سے کیا خوئے محمدؐ

ممتاز شب و روز یہ خالق سے دعا ہے
ہو کحل بصر خاکِ رہ کوئے محمدؐ

(تذکرہ الواصلین)

غزل عاشقانہ
مشہور تھے مجنوں بہ انا لیلیٰ ہے لب پر
آغاز وہ دیکھا یہ ہے انجام ہمارا

رات جو اسکی گلی میں خاک چھانی تا سحر
دل نہ ہاتھ آیا خدا جانے کدھر جاتا رہا

(گلشنِ بیخار)

معروف. نواب الٰہی بخش خاں م ۱۸۲۷ء خلف مرزا عارف خاں برادر

شرف الدولہ ناصر خاں بہادر سہراب جنگ قاسم خاں نجف خاں کے زمانے میں امرائے نامدار میں تھے. جناب معروف خوش خلق و نیک خو دینریں کلام آپ کا دل دنیا سے سرد ہوگیا

اور مشائخ چشتیہ سے عقیدت ہوگئی اکثر اوقات یادخدا میں صرف کرتے تھے آپ کے والد ماجد و والدہ ماجدہ اور محمد عزیز حضرت مولانا شاہ فخر الدین چشتی دہلوی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ جناب معروف بھی حضرت مولانا ضیاء الدین خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین قدس سرہ سے بیعت۔ تھے جنہوں نے جے پور میں علم اسلام بلند کیا تھا ایک دیوان مشتمل بر بیشتر اصناف سخن جمع کیا تھا۔

رباعی منقبت

اس ماہ تمام کے تصدق جاؤں — محبوب کے نام کے تصدق جاؤں
معروف اگر پاؤں تو سو جان سے میں — سلطان نظامؒ کے تصدق جاؤں (مجموعہ نغز)

نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ گلشن بیخار میں لکھتے ہیں کہ آپ دو دیوانوں کے مصنف تھے اور آپ کے اکثر خیالات رنگیں اور مضامین دل نشیں ہیں۔

نمونہ کلام

وضو کو مانگ کے پانی خجل نہ کر معروف — یہ مفلسی ہے تیمم کو گھر میں خاک نہیں
درد سر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید — اس کا گھسنا اور لگانا درد سر بھی تو ہے
کہاں تک راز عشق افشا نہ کرتا — مثل یہ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا (گلشن بیخار)

تلامذہ معروف دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

ناطق بدایونی۔ مولوی نظام الدین عباسی م ۱۸۶۸ء بن مولوی صدر الدین

بن مولوی محمد واصل بدایونی بن شفاعت اللہ بن عنایت اللہ بن عزیز اللہ برادر خلیل اللہ جد امجد مولانا قاضی عبد السلام صاحب عباسی بدایونی جناب ناطق کو علم جفر و رمل و عملیات میں دستگاہ تھی حضرت سید آل احمد عرف اچھے صاحب مارہروی م ۱۸۲۰ء کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف میں دیوان اور مثنوی مشتمل بر قصہ کام و نا کام اور قصہ نثر موسوم بہ خواب و خیال ۱۸۴۲ء کی یادگار ہیں۔

انتخاب دیوان قلمی مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی

رواں ہیں جا بجا روئے زمیں پر اشک کے دریا
جہاں میں فیض جاری ہے ہماری چشم گریاں کا

حقیقت میں ہوا ہے ایک عالم معتقد اپنا
مگر اے شیخ تو قائل نہیں میری کرامت کا

ہمہ کامل سے کیا تشبیہ دوں اک روئے تاباں کو
نہیں رہتا کمال اک شب سے زائد ماہ کامل کا

چین سے کنج لحد میں بھی نہ سونے پائے
دغدغہ دل میں رہا حشر کی بیداری کا

تصویر یار اپنے تصور میں ہے مدام
کر کے خیال دیکھ لی جس وقت دل ہوا

دیدار یار بام پہ معراج ہے ہمیں
ہم کو نزول وادیٔ ایمن سے کام کیا

تر دامن اس قدر ہوں کہ واں بھی نہ جل سکوں
دوزخ کی آگ کو مرے دامن سے کام کیا

مہر و مہ سے صاف معراج محمدؐ ہے عیاں
نعل توسن کا نشاں یہ رہ گیا وہ رہ گیا

آدمی آتے ہیں دنیا میں مسافر کی طرح
ہے سرائے کارواں یہ رہ گیا وہ رہ گیا

آگیا کنج لحد میں جو ترے رخ کا خیال
شام غربت میں ہوا صبح وطن کا دھوکا

لب لعلیں نے ترے لعل یمن لوٹ لیا
خال مشکیں نے ترے مشک ختن لوٹ لیا

یاد آئی جو لحد میں ترے عارض کی بہار
خانۂ گور ہوا رشک گلستاں اپنا

ہے حقیقت میں وہی ہر رنگ میں جلوہ نما
آپ ہی شمع ہوا اور آپ پروانہ ہوا

جب موحد ہو گئے پردہ دوئی کا اٹھ گیا
ایک ہے پھر خواہ مسجد خواہ بتخانہ ہوا

چاہیے کرنا نہ اپنی خاکساری کو عیاں
رہتے ہیں اکثر جہاں میں صاحب اکسیر چھپ

اپنی تر دامنی پہ نازاں ہوں
مجھکو کیونکر جلائے گا دوزخ

ناطق اس آہ آتشیں سے مری
ہے وہ سوزش کہ جل اٹھا دوزخ

تصور میں کروں آنکھیں اگر بند — ابھی نظروں میں ہو دیں وہ نظر بند
جب سے دیکھا ہے لب بام کسی کا جلوہ — رہ گئی چشم مری محو تجلا ہو کر

تلامذہ ناطق بدایونی

بسمل مولوی رضی الدین صدیقی فرشوری بدایونی خلف و شاگرد سعید کامل بدایونی شاگرد ناطق بدایونی و مذاق بدایونی۔ آپ کا ذکر حضرت مذاق بدایونی کے تلامذہ میں ہوگا۔ دیکھئے ص ۴۷۶

ذوق دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

ذوق شیخ محمد ابراہیم دہلوی ۱۷۹۰ء ۱۸۵۵ء خلف شیخ محمد رمضان۔ بڑے شاعر اور جمیع اقسام کی شاعری پر قادر تھے۔ اکبر شاہ ثانی نے خاقانی ہند کا خطاب دیا۔ اور بہادر شاہ ظفر آپ کے شاگرد ہوئے۔ علوم و فنون میں کامل تھے۔ فن شعر سے ازلی مناسبت تھی۔ اکثر اساتذہ نے ان کو قادر الکلام استاد تسلیم کیا ہے حد درجہ قناعت پسند اور منکسر المزاج تھے۔ رات دن سوائے فکر شعر اور تلامذہ کے کلام کی اصلاح کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کی خانقاہ میں دفن ہوئے تاریخ وفات "بلغ العلی بکمالہ" سے نکلتی ہے۔

مجموعہ نغز — نوشتہ است از شاگردان محمد نصیر الدین نصیر۔ گاہ گاہ در مجلس شعرا حاضر می شود و غزل طرحی انجام می دہد
یرمغان اللہ قاسم

عمدہ منتخبہ — در غزل گوئی ممتاز است مضامین رنگیں از طبیعتش در ریختہ گوئی برمی آید

سخن شعرا — جملہ اصناف سخن پر قادر تھے۔ مضامین تازہ و عالی و عاشقانہ خوب باندھتے تھے

راقم الحروف کے زعم میں ریختہ گویوں میں اس قدرت کا شاعر نہیں پیدا ہوا۔

انتخاب زمین کلام میں عاشقانہ معاملہ بندی اور رندانہ شوخی ہے زبان کی صفائی۔ محاورہ بندی اور بندش کی خوبی میں خاص کمال ہے۔

تاریخ وفات شاہ نصیر دہلوی از ذوق دہلوی

از سرم رفت سایۂ استاد / ہست اے ذوق جائے حسرت و غم
گفت سال وفات ہاتف غیب / شد نصیر از دکن بہ سیر ارم

۱۲۵۴ھ

نمونۂ کلام

دعا بلا تھی شب غم سکون جاں کے لیے / سخن بہانہ ہوا مرگ ناگہاں کے لیے
بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو / زباں نہ دل کے لیے ہے نہ دل زباں کے لیے
کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے / حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جانے / یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے
اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات / رو کر گزار یا اسے ہنس کر گزار دے
پئیں مے آشکارا کس لئے ہم کو ساقیا چوری / خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے / زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے / مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے / اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
باقی ابھی ہے شیخ کو حسرت گناہ کی / منہ بھی کرے گا کالا جو داڑھی سیاہ کی
پھول تو کچھ دن بہار جانفزا دکھلا گئے / حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیوں برا کہنے سے تو اسکے برا مانتا ہے

سر بوقت ذبح اپنا اسکے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ہم ہیں غلام انکے جو ہیں وفا کے بندے
اسکو یقین جانو گر ہو خدا کے بندے

بغضا دو و فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا یہ ہے طریق کہ باہر حسد سے ہیں

وہ اپنے سینے میں ہے آہ آتشیں اے ذوق
کہ جس سے برق بھی فی النار و السقر ہو جائے

تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہینگے ایمان ہے تو سب کچھ

شکر پردے ہی میں اس بت کو ادا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا تھا ہی خدا نے رکھا

ہے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انساں
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

مستی و نا آشنائی وحشت و دیوانگی
یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانے میں

وقت پیری شباب کی باتیں　　ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں
رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو　　تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو
بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو　　زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو
کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے　　ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے
مرتے ہیں موت کے عاشق بیاں کمھو کرتے　　مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا　　بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

تلامذہ استاد ذوق دہلوی

(۱) آرزو بدایونی

(۲) فقیر مظفر نگری　　دیکھئے صفحہ ۲۵۱ تلامذہ ذوق رحمی شہیدی مرحوم

(۳) مذاق بدایونی　　دیکھئے صفحہ ۴۵۵

(۴) مرزا داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۵۱۴

(۱) آرزو بدایونی ۔ منشی محمد علی خان بدایونی ۔ پولیس انسپکٹر ہمیرپور ۔ استاد ذوق کے بعد داغ دہلوی سے استفادہ کیا تھا ۔

نمونہ کلام

تلامذہ آرزو بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی و مرزا داغ دہلوی

شفق بدایونی ۔ منشی عبدالماجد بدایونی مقیم شاہجہانپور ولادت ۱۹۱۲ء ملازم ریلوے

نمونۂ کلام — کچھ نہ سیکھا کچھ نہ سمجھا یوں تو ساری عمر میں
ہیں کتابِ زندگی کے بس ورق الٹا کیا (نغمۂ بلبل ۱۸۷۰ء)

(۲) **فقیر مظفر نگری** ۔ مولوی محمد حسین مظفر نگری ثم دہلوی م ۱۹۰۵ء شاگرد استاد ذوق دہلوی و شہیدی بریلوی آپ کا ذکر شہیدی بریلوی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۲۵۱

(۳) **ظہیر دہلوی** سید ظہیر الدین دہلوی ۱۸۴۲ء ۔ ۱۹۱۱ء خلف سید جلال الدین حید مولف کتاب داستانِ غدر، دیوان گلستان سخن۔

نمونۂ کلام

درد بیدرد کی دوا کیا ہو — درد ہو تو دوا کرے کوئی
وہ جھوٹا عشق ہے جس میں فغاں ہے — دہ کچی آگ ہے جس میں دھواں ہے
مدتوں خونِ دل پیا لیکن — حسرتِ ساغر و سبو نہ گئی
ناتوانی سی ناتوانی ہے — لب تک آتی ہے سانس مشکل سے
ہم بھی جناب داغ کے ہمدرس ہیں ظہیر — بلبل ہیں وہ تو طوطی ہندوستاں ہیں ہم
ہے یہ دلی کی بول چال ظہیر — میر کی یہ زبان ہے گویا
رہ گئی داد کی حسرت مرے دل ہی میں ظہیر — سامنے حضرتِ مومن کے غزل خواں نہ ہوا
پیرو خاقانیِ ہندوستاں ہوں اے ظہیر — ہیں مرے اشعار میں پر تو مرے استاد کے

(گلستان سخن)

تاریخ دیوان استاد ذوق

ہوا مطبوع جب دیوانِ استاد — بہارِ گلشنِ گل ہائے معنی
ظہیر آئی ندائے غیب مجھ کو — کہ اے دردی کشِ صہبائے معنی
تامل کیا ہے لکھ دے بے تامل — بیانِ ذوق ہے دریائے معنی
۱۲۷۹ (۱۸۶۳)

(دیوان ظہیر ص ۲۰۳ ۔ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ)

تلامذہ جناب ظہیر دہلوی

(۱) جادو سہسوانی بدایونی

(۲) ثاقب بدایونی در صفحہ ۴۳۹

(۱) جادو سہسوانی ۔ نواب سید احتشام علی بہادر نقوی مودودی صالحی سہسوانی

امیر دربار گردون خلف نواب سید ابراہیم علی خاں وفا میر گردون گرد مرزا غالب خلف سید اکبر علی خلف میر سید سرفراز علی امیر دربار گردون خلف سید ممتاز علی ابن سید ذوالفقار علی بن سید فیض علی بن سید روشن علی بن سید علی اکبر بن سید ابو اللیث بن سید محمد سعید بن قاضی محمد صالح بن قاضی سید عبد الشکور قاضی سہسوان

جناب جادو نے حضرت ظہیر دہلوی اور انکے تلمیذ رشید جناب ثاقب بدایونی سے استفادہ کیا تھا آپ صاحب دیوان تھے ۔ کلام نہایت پاکیزہ ۔ خیال بلند تلاش اعلیٰ ، بندش چست زبان صاف اور دلکش ہے ۔ طبیعت میں شوخی تھی ۔ اپنے استاد کے کامیاب مقلد تھے ۔

نمونہ کلام

مفردات

نہ کوئی پوچھنے والا نہ کوئی سننے والا ہے — ہماری بیکسی ہے آشنا گور غریباں کا

لو بی مرنا کہاں مشکل مری آساں کر — چین سے سو جاؤں میں تربت میں جا پاؤں کر

مرنے مرتے مرے سر پر بار احسان رکھدیا — آئے بالیں پہ مجھے دم بھر کا مہمان جان کر

حسرت دیدار پوری سخت جانی سے ہوئی — دیر تک تڑپا کیا سوتے ستم گر دیکھکر

دامن ہستی موہوم کو صد چاک کر دل — اے جنوں آج یہ قصہ ہی ترا پاک کر دل

آنکھوں میں بسی ہے ان کی صورت — آئینے میں ان کو دیکھتا ہوں

نعت ۔ وہ عاشق بہ محبوب پھر کیا عجب ہے — خدا سے جو نازک ہے خوئے محمدؐ
جدا آل و اصحاب کب ہیں نبیؐ سے — یہ رنگِ محمدؐ وہ بوئے محمدؐ (قمخانہ جاوید)

ثاقب بدایونی شاگرد ظہیر دہلوی

مولوی نجم الدین عباسی بدایونی ۱۸۶۸ء تا ۱۹۴۰ء خلف مولوی جمیل الدین وکیل برادر شائق بدایونی خسف مولوی صبیح الدین ابن محمد یوسف برادر ناطق بدایونی۔ عربی و فارسی فقہ و تفسیر معقول و منقول میں صاحب استعداد تھے ابتدائے عمر سے شعر گوئی کا شوق ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں گوالیار گئے وہاں آپ کے ماموں غلام غوث وحید بدایونی (تلمیذ حضرت مذاق بدایونی) سررشتہ تعلیم میں ملازم تھے۔ ان کے فیض صحبت سے آپ بھی شعر کہنے لگے ان کے مشورے سے دو ایک غزلیں حضرت داغ کی خدمت میں بھیجیں اور ان کے شاگرد ہو گئے۔ گوالیار سے اٹاوہ گئے جہاں آپ کے والد وکالت کرتے تھے وہاں سے تلاش معاش میں رام پور دہلی اور راجپوتانہ کی ریاستوں کا چکر لگایا۔ آخر کار بڑودہ پہنچے اور میر احتشام علی خاں رئیس بڑودہ کے مصاحب ہو گئے ان کے کام سے ٹونک گئے وہاں حضرت ظہیر دہلوی کے فیض تلمذ سے بہرہ ور ہو کر زیادہ نام پایا اور استاد مانے گئے۔ پستہ قد۔ زندہ دل۔ حد درجہ خلیق۔ پابند وضع اور ملنسار شخص تھے۔ کبھی کبھی ایک ایک دن میں دو دو سو شعر کہہ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ٹونک میں آپ کئی ماہ سے علیل اور صاحب فراش تھے کسی نے جناب محسن کاکوروی کے نعتیہ قصیدے کے چند شعر پڑھے اسی حالت میں آپ نے دو دن میں تین سو شعر کا قصیدہ اسی زمین میں کہہ ڈالا حضرت ظہیر نے بھی سنا تو بیحد متعجب ہوئے اور سخت ممانعت کی کیونکہ اس زمانے میں آپ کی حالت بہت خراب تھی ۱۹۰۸ء ۱۳۲۵ھ میں پندرہ برس سے زیادہ بمبئی اور بڑودہ میں رہتے تھے۔ احمد آباد اور بڑودہ میں اکثر موزوں طبع آپ کے شاگرد تھے۔

آپ کی بابت تذکرہ نگاروں نے مندرجہ ذیل آرا کا اظہار کیا ہے۔

خم خانۂ جاوید — اکثر اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اچھے مضامین کی تلاش۔ الفاظ کا مناسب اور برمحل استعمال آپ کے کلام کا خاص جوہر ہے۔ زبان پر آپ کو حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ طبیعت میں روانی اور خیالات کی تازگی قابلِ تعریف ہے نہایت زود گو اور خوش کلام شاعر تھے۔ تذکرہ خمخانہ جاوید پر آپ کی منظوم تقریظ آپ کی حیرت انگیز قدرتِ کلام اور مشاقی کا قابلِ قدر نمونہ ہے کوئی خاص وقت فکرِ سخن کا معین نہ تھا۔ ہر وقت طبیعت حاضر رہتی تھی حضرت ظہیر آپ کو بہت چاہتے تھے اور آپ پر فخر کرتے تھے پہلوانِ سخن کا خطاب بھی انہیں کا دیا ہوا ہے۔

سخنورانِ چشم دیدہ — دیوانِ ریختہ دیبا رسی۔ غزلیاتش رنگیں وقصایدش معانی خیز بہ نظر آمد ہر چہ می گوید بسیار خوب میگوید بعضے مردمِ حیدرآباد بہ استادیش قبول کردند ہفت سال است کہ وارد حیدرآباد شدہ دور سرکارِ یمین السلطنت بہ زمرہ شعرا پیوستہ گردید سنین عمرش بپنجاہ رسیدہ باشد بعضے اہلِ سخن آں جناب را از کجی یا از حسد یا از تمسخر شاعرِ شکستہ کمری گویند چرا کہ وقت رفتن در ہر قدم قدرے کمرِ آں راست منش خم می خورد وچوں فقیر از آں جناب سبب ایں شکستگی پرسیدم گفت کہ در طفلی از بام افتادہ بودم ہنوز اثر آں ضربِ شدید باقی است۔

بدایوں کے چند شعرا و ادبا — محسن کاکوروی کے مشہور نعتیہ قصیدہ کے جواب میں جو قصائد اس زمین میں لکھے گئے ان میں ثاقب کا "چراغِ مدعا" ممتاز ہے وہ بدایوں کے سرداتھے لیکن افسوس کہ بقائے دوام کے دربار میں ان کو جگہ نہ مل سکی۔ ان کا کلام مقامی اور ادبی نشستوں تک محدود رہا۔ غزل قطعہ۔ قصیدہ

رباعی ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

تذکرہ شعرا
حرِ شعوبانی: چودہ سال کی عمر میں مدرسہ قادریہ سے درس نظامی سے فارغ ہوکر امتحان مڈل میں کامیابی حاصل کی۔ انکسار و متانت اور سادگی ضرورت سے زیادہ۔ ہر دلعزیزی آپ کا حصہ خودبینی و خودنمائی سے یہاں تک تنفر کہ آپ کے کلام میں کبھی تعلی بہت کم پائی جاتی ہے۔ مزاج میں توکل بڑھا ہوا ہے جس کی مثال آپ کے اس مقطع میں ہے ع

گدائے مست ہوں تاقبِ منعم ہوا اپنی کملی ہیں — توکل تکیہ اپنا مسند اپنی فاقہ مستی ہے

تحمل اس قدر کہ اکثر اوقات حاسدوں نے بیجا اعتراضات بذریعہ اخبارات شائع کئے۔ اور آپ کے پاس بھیجے مگر کسی کو آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ اپنے احباب اور تلامذہ کو بھی جوابدہی سے مجبور کرکے باز رکھا البتہ اپنے استادوں کی جانب سے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور ہر موقع پر خم ٹھونک کر میدان میں آئے۔

شاعری کا شوق آپ کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے۔ آپ کو آٹھ سال کی عمر سے اس کی طرف رجحان ہے پچیس برس کی عمر تک کسی سے اصلاح نہیں لی۔ اردو۔ فارسی عربی۔ ہندی چار زبانوں میں مشق سخن حاصل ہے مگر اردو کی طرف ہمیشہ سے زیادہ رجحان رہا۔ آخرکار۔ احباب کے اصرار پیہم سے ابتداً جناب داغ دہلوی کی خدمت میں گاہ بگاہ رجوع کیا بعد ازاں یہ زمانہ قیام ریاست ٹونک نواب راقم الدولہ ظہیر دہلوی سے وقتاً فوقتاً مشورہ کرتے رہے۔ استاد نے اسی زمانے اپنے تمام تلامذہ کی اصلاح آپ کے سپرد کردی اور بسااوقات تقریراً تحریراً آپ کو اپنا جانشین ظاہر کیا ایسے شاگرد شروع ہی سے مایہ ناز اور فخر استاد

وتے ہیں اسی زمانے میں یکم دسمبر ۱۹۰۰ء کو پہلوانِ سخن امام الکلام کا معزز خطاب حاصل اور زمانہ قیام ریاست بڑودہ میں طوطیٔ گجرات کا خطاب حاصل کیا۔ اپنے ہم سن اور ہم عصروں یں آپ کی شہرت سب سے زیادہ ہے اور زمانہ مسلم الثبوت استاد مانتا ہے منجلہ دیگر اصنافِ سخن کے غزلیں آپ کو اکثر اساتذہ وقت نے بھی یادگارِ خاقانیٔ ہند استاد ذوق مرحوم تسلیم کیا ہے۔

آپ کے کلام میں شوخی کے ساتھ ہی متانت بھی اس قدر موجود ہے کہ شوخ سے شوخ مضمون کو بھی اس رنگ سے بیان کر جاتے ہیں کہ متانت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کلام میں مضمون آفرینی اور نازک خیالی کے ساتھ ہی لطفِ زبان اور مذاقِ تصوف بھی شیر و شکر کی طرح آمیختہ ہے افسوس کہ آپ کی تمام عمر کا سرمایہ یعنی دو دیوان اردو مکمل نہایت ضخیم اور یک زبردست مجموعہ متفرقات کا مشتمل قصائد و رباعیات و مراثی اور قومی و ملکی نظموں وغیرہ پر نیز کلام فارسی و عربی و ہندی دستبردِ زمانہ سے تلف ہو گئے تاہم ایک دیوان غزلیات یر مطبوعہ اب بھی موجود ہے اس کے علاوہ جگانِ بڑودہ کی مکمل تاریخ نثر میں۔ چراغِ مدعا۔ ریاض یا داب۔ سیرِ دکن۔ معراجِ تصور آئینۂ عبرت اخلاقِ کریمی۔ بہارستانِ سخن یہ سب مطبوعہ ہیں زبان کے تلامذہ تین سو سے زیادہ ہیں بعض بعض صاحب دیوان بھی ہیں۔

نمونۂ کلام

خدا کریم ہے اس سے تو بخشوا لینا
یہ قہر ہے کہ بتوں کا گناہ گار رہا

یہ کہہ رہی ہے تری چشمِ شوخ کی گردش
کہ اب کوئی نہ کوئی انقلاب آئے گا

قسمت پھری نہ گردشِ پائے جنوں کے ساتھ
گویا سفر میں ہم تھے مقدر وطن میں تھا

رکھیو آہستہ قدم اے فتنۂ پرشورِ حشر
سو رہے ہیں کشتۂ نازِ بتاں زیرِ زمیں

کوئی گاہک ملے تو بیچتے ہیں جوہرِ ذاتی
کوئی بیچے تو ہم اے دل مقدر مول لیتے ہیں

عزیزوں سے زیادہ سنگدل ہے کون دنیا میں
کہ ہم تو جان دیتے ہیں وہ پتھر مول لیتے ہیں

مکافاتِ شکایت ہائے بختِ نارسا تم ہو
دلِ نادیدہ و شکلِ مدعا کے مدعا تم ہو

ثاقب بھی حسنِ شاعری ہے
مضموں زباں میں ادا ہو

قید سے ظالم کبھی کب آزاد ہے
دامِ زلفِ صید میں صیاد ہے

خود مسیحا بر سرِ بیداد ہے
اے اجل فریاد ہے فریاد ہے

تیری آنکھوں میں ہے وہ مستی کہ ملتے ہی نظر
بن گئی ساغرِ مے چشمِ تمنائی بھی

برائی پر تو زمانے کو کر لیا اپنا
بھلے کو آپ کسی کا بھلا نہیں کرتے

امیدِ رحمت و شرمِ گناہ و خوفِ خدا
جو رند کرتے ہیں وہ پارسا نہیں کرتے

مٹ چکے سب فتنے تیری راہ میں
اک ٹھوکی مانند قیامت اور ہے

اٹھا کے بزم سے اپنی عبث نہ لو الزام
کہ ہم تو ہاتھ زمانے سے ہیں اٹھائے ہوئے

یہ دل لگی ہے مزے کی جو دل سے ملتے تھے
وہ یار ہے ہیں مجھے خاک میں ملائے ہوئے

قطرے قطرے کا لیا جائے گا محشر میں حساب
ساقیا دیکھ چھلک جائے نہ پیمانے سے

نظر آتا ہے تل کی اوٹ عالم بزمِ امکاں کا
ہماری آنکھ کا پردہ ہے پردہ روئے جاناں کا

خاک کا پتلا ہے انساں خاک میں ملجائے گا
خاک اس کی ابتدا ہے خاک اسکی انتہا

بادۂ عشرتِ دنیا کی نرالی ہے کشید
نہ سرور اسکا ہے اچھا نہ خمار اچھا ہے

چھوٹی دنیا بھر کی ہے دولت ایسے کیا منہ لگائیں
بردۂ شیر خدا ہیں ہم سگِ دنیا نہیں

چار گوشوں پر سرائے دہر کے ہیں چار گھر
غمکدہ عشرت کدہ ۔ محنت کدہ ۔ ماتم کدہ

نیرنگِ بے ثباتیِ عالم نہ پوچھئے
جھونکا ہوا کا تھا ادہر آیا ادہر گیا

شامِ غربت میں مزا صبحِ وطن کا پایا
ٹھوکریں خوب کھلائیں مجھے در در اے چرخ
دیکھ نادان سایۂ دیوار
پیری میں سر جھکائے ہوئے ڈھونڈتے ہیں ہم
کیا رہا ہے اور کیا رہ جائے گا
ملی دولت بڑھی غفلت بنے محتاج غیروں کے
ہمارے دل میں جو رہتے تھے درد کی صورت
بچی جان اور لاکھوں پائے تیرے نامِ دستوں نے
میں گدا ہمت ہوں مشرب مرا رندانہ ہے
طولِ موسیٰ نے دیا طور کے افسانے کو
چار چھینٹے گرمیِ تردامنی کے پڑ گئے
عصیاں کے ولولے کچھ گھٹنے لگے تھے لیکن
کریم اپنے کرم کا حساب کرے آپ
آ ہی جاتی ہے نظر صورت امید و یاس کی
نہ جاؤں در پہ کسی کے نہ ہاتھ پھیلاؤں
خوش ہوں نہ ملا گور و کفن دشت میں لیکن
اہلِ وطن نے مجھ کو بھلایا تو کیا ہوا
کرانِ شیشہ جھکی اور کہا حبِ قلقل
تو تو میں میں سے فائدہ کیا ہے

عیش دنیا کا ملا تارکِ دنیا ہو کر
پاؤں سے باندھ دیا رزق کے پیمانے کو
ہے نشیب و فراز کی تصویر
شاید سراغِ قافلۂ رفتگاں ملے
سچ یہ ہے اللہ بس باقی ہوس
جہاں تک ہاتھ خالی تھا خدا خود میرا یار تھا
وہ جان بن کے قریبِ رگِ گلو آئے
خبر کیا تھی بھرا ہے زہر شہ کے نوالوں میں
میکدہ جھوٹا ہے کہا جھیک کا پیمانہ ہے
ورنہ کیا شمع جلاتی نہیں پروانے کو
آفتابِ روزِ محشر ابرِ تر ہو جائے گا
لا تقنطو سنا کر پھر حوصلہ بڑھایا
حساب پوچھ نہ مجھ سے مرے گناہوں کا
جلوہ گر تقدیر ہے آئینۂ تدبیر میں
خدا نے اسلئے بے دست و پا کیا مجھ کو
احساں رہا سرِ غریب الوطنی کا
کافر ہوں گر نہ ہو مرے دل میں وطن کی یاد
سچ تو کہتے ہیں بڑے بول کا سر نیچا ہے
تو رہے گا نہ میں زمانے میں

دولتِ دنیا کی خاطر کیا اٹھیں دستِ دعا
حشر میں وہی تو ایک فرقہ جنتی ہوگا

جو کچھ کھویا وہ کھویا بات کہکر
نورِ عرفاں سے دل کو کر روشن

تیرہ دل خالی نہیں باقی ہیں مگر اہلِ صفا
تجھی ٹھوکر کسی دشمن کو نیرے دل پہ چوٹ آئی

علیؑ نے آپ ہی شربت پلایا قاتل کو
اپنے عیبوں پر ہوئی اسکی بدولت دسترس

ہے زرِ گل کی قدر غنچے میں
مصفا دل کو کردیتی ہے صحبت پاکبازوں کی

یوں رہا پاسِ ادب راہِ طلب میں مانع
خدا سے بھی خطائیں بخشوالیا مری آخر

احسانِ غیر ہے کہیں طوفان سے سوا
عاصیوں پر سایہِ دامانِ رحمت دیکھکر

تنگ آ گئے کشاکشِ دیر و حرم سے ہم
واماندہ ہوکے راہِ طلب میں رواں رہے

ثاقب عروجِ فکر نے کیں یہ ترقیاں
جادہ مقصود ہے شہرگ ثاقب

خدا کو خود بھی عزلت ہی پسند آئی خدا لو

یہ بھی ننگِ آبروئے ہمت مردانہ ہے
کہ جس نے سدِ گل پر اپنے مذہب کی بنا رکھی

جو کچھ پایا وہ پایا خامشی میں
گھر میں اللہ کے چراغ جلا

آئینہ عالم میں روشن ہے سکندر خاک میں
کسی کا پاؤں پھسلا میں زمیں پر سر کے بل آیا

سزا بھی دی تو یہ دی جرمِ نابرا کے عوض
کیوں نہ دھو دھو کر پیوں میں عمر بھر دشمن کے پاؤں

راز در راز ہے جو دل میں رہے
سیاہی نامۂ عصیاں کی دھل جاتی ہے اشکوں سے

پاؤں تو پاؤں کبھی سر بھی اٹھا کر نہ چلے
یہ طفلِ اشک پھرتا ہے کسکی جب مچلتا ہے

ممنوں ہوں خدا نہ کرے ناخدا کے ہم
زاہدوں کو بھی مزہ آنے لگا تقصیر میں

بت مہرباں ہوئے تو خدا مہرباں نہیں
ہم گردِ ناتواں تھے پسِ کارواں رہے

پیدا زمینِ شعر میں بھی آسماں رہے
رکھیا سر جو زیرِ تیغ تو مطلب نکلا

کہ گھر اپنا بنایا مومنوں کے خانہِ دل میں

لوگ سمجھے ہیں کہ میں عامل ہوں دستِ غیب کا　　مجھکو جس دن سے توکل کا خزانہ مل گیا

خوفِ انکسار ہے کب پائمال ہوتا ہے　　کمال ہی کو جہاں میں زوال ہوتا ہے

حیات ثاقب بدایونی کے بیٹے میاں شمس الدین تمنّا ... (۱۹۲) ... بدایونی ... شاگرد ہیں

(۱) تلامذہ ثاقب بدایونی

مولانا حسرت موہانی کے مطابق جناب ثاقب کے تین سو کے قریب تلامذہ تھے۔ ۵۷ تلامذہ کے نام اور نمونہ کلام درج ذیل ہیں۔

(۱) آبرو۔ منشی گوہر علی خاں ساکن ڈھاکہ ؏ مطلع لکھا جو نعتِ رسولِ کریم کا
آیا در قبول سے مژدہ نعیم کا

(۲) آتم۔ چودھری محمد ابراہیم لکھنوی ساکن بمبئی ؏ منزلِ مقصود کا جادہ ہے تسلیم و رضا
ڈگمگائے پاؤں جب اپنے تو پھر منزل کہاں

(۳) آرام و امیر۔ حکیم امیر الدین سورتی ؏
جب اپنے گریباں میں ذرا سر کو جھکایا
آرام خدائی کا تماشا نظر آیا

(۴) احمد۔ منشی احمد جان الہ آبادی ؏
حساب آج تمہاری جفا کا بھی ہوگا
حساب کیلئے سب حشر میں ہیں آئے ہوئے

(۵) اختر۔ منشی نبی احمد بریلوی ؏ (۳۵۱)
ان کے آنے سے مسرت تو یقینی تھی مگر
رہ نہ آئے جو لطفِ انتظار آ ہی گیا

(۶) اخلاص۔ میرا احمد علی احمد آبادی ؏
کوئی ہے لوٹ صورت پر ادا پر کوئی دیوانہ
رخِ انور ہے تیرا یا تماشا گاہِ عالم ہے

(۷) ادیب۔ خواجہ احسن اللہ فرزند شہاب ؏ ساکن سورت
مبارک ہم صفیرو تم کو سیر موسمِ گل کی
اٹھا کر لے چلے ہم آشیانہ اپنا گلشن سے

(۸) ارمان و اکمل سید قادر محی الدین بادشاہ میاں قادری عہ حیدرآبادی — کچھ بے طرح ادائے تبسم ہے جاں ستاں
تصویر میں بھی آپکی شوخی نہاں نہیں

(۹) اشتیاق سید اشتیاق حسین نبیرہ ظہیر دہلوی عہ — شوخی کے یہ اشارے ہیں نیچی نگاہ سے
ہم دل میں راہ کرتے ہیں آنکھوں کی راہ سے

عالم خوبان ۱۹۱۶

ب (۱۰) اصغر سید اصغر علی شاہ جانشین سلسلہ مداریہ گوالیار عہ — شان اللہ کی کسطرح نہ ہو شانِ رسولؐ
وہی فرمانِ خدا ہے جو ہے فرمانِ رسولؐ

(۱۱) افسر سید محمود حسین سہسوانی — دیکھیے صفحہ ۵۴

(۱۲) افضل منشی غلام محمد عہ حیدرآبادی — نہ جائے گی ولائے غوث اعظمؒ
ازل سے ہوں فدائے غوث اعظمؒ

(۱۳) اقبال سید اقبال حسین دہلوی عہ — نبی کے غم میں دے کر جان میٹھی نیند سوتا ہوں
مرا کنج لحد ہی تختۂ گلزار جنت ہے

(۱۴) امید ابو الحسنات نواب میر شاہ علی خاں نواب کرنول عہ — یادِ خدا کبھی کبھی یادِ بتاں رہے
دل میں یہ مہماں کبھی وہ مہماں رہے

(۱۵) امید نواب میر شاہ علی خاں عہ حیدرآبادی — نظر آتی ہیں اس میں پیاری پیاری صورتیں لاکھوں
ہمارا ساغر دل دوسرا کہ ساغر جم ہے

(۱۶) انجم منشی شہاب الدین کلکتوی

(۱۷) بزمی منشی بجرنگ پرشاد عہ حیدرآبادی — چہ یارائے ثنائے غوث اعظمؒ
دل و جانم فدائے غوث اعظمؒ

(۱۸) بسمل منشی غلام سجاد بدایونی ۱۸۸۲-۱۹۵۹ء — محو دلفریبی سے برہم ادا ہو کر
آئینہ کبھی دیکھیں آپ بھی خفا ہو کر

(۱۹) بیتاب سید غضنفر علی عہ حیدرآبادی
رتبہ سالک کا زیادہ کیوں نہ ہو مجذوب سے
یہ ترا شیدا وہ دیوانہ تری تصویر کا

(۲۰) بیخود ۔ نواب میر احمد حسین خاں نقوی مودودی سہسوانی رئیس بڑودہ خلف مقرب الدولہ منتظم الملک میر محمد حسین خاں فوجدار حکومتِ اودھ

(۲۱) بیدار ع ۔ خواجہ نور الدین احمد مرادآبادی
الٰہی سر کے بل چل کر مدینے میں جا پہنچوں
فدا ہوں چوم لوں ہر ذرہ میرے دل کی یہ حسرت ہے
(مناقب و مصنف...)

(۲۲) تاثر ۔ منشی کرامت علی ساکن نواب گنج عہ ضلع بارہ بنکی
ہائے ناکامی قسمت کا برا ہو تاثر
سر پٹکنے کو دربار کا پتھر نہ ملا

(۲۳) ثابت سید محبوب حسین عہ دہلوی
مزہ مجھسے کوئی پوچھے تمہارے دردِ فرقت کا
دکھاتا ہے تماشا رات بھر صبحِ قیامت کا

(۲۴) جادو ۔ نواب میر احتشام علی خاں نقوی مودودی سہسوانی سردار اول بڑودہ شاگرد ظہیر دہلوی و ثاقب بدایونی ۔ دیکھئے صفحہ ۴۳۸

(۲۵) جاہ ۔ منشی سکندر جاہ لکھنوی عہ
حق تو یہ ہے کہ پیارے کا پیارا الٰہی ہے عزیز
محبوب ہے خدا کا طلبگار مصطفےٰ کا

(۲۶) جمیل میر تراب علی عہ حیدرآبادی
ترے جانباز اس در سے نہ اٹھے ہیں نہ اٹھینگے
اٹھانے کے لیے آیا کرے فتنہ قیامت کا

(۲۷) جوہر ۔ محمد یوسف الدین حیدرآبادی
پس فنا بھی اکیلے رہے نہ اے جوہر
ہمارے ساتھ ہوتے دفن یاس و حسرت بھی
(...)

(۲۸) حافظ محمد امام الدین حیدرآبادی
در بیابان محبت کہ ندارد پایاں
رہ فراموش نکند این دل دیوانہ ما

(۲۹) حافظ۔ حافظ نصیر الدین لکھنوی ساکن بھوپال۔ آدمیت بھی کوئی شے ہے بھلا سوچو تو
ہم دعا دیتے ہیں اور تم کو ہے دشنام سے کام

(۳۰) حفیظ۔ محمد حفیظ الدین عہ
زن و فرزند و جان و مال خود را
بدل سازم فدائے غوث اعظم

(۳۱) حمید۔ مولوی حمید الدین برادر ثاقب عہ
رو کے دنیا میں مٹا فکر دنیا کی
آج کا کام عبث کل پہ اٹھا رکھا ہے

(اصلاح کی)

(۳۲) حمید۔ پیرزادہ سید محمود میاں قادری خلف سید بدرالدین عرف بابا صاحب بھرڈی

(۳۳) حیرت۔ محمد عبد الرحیم صدیقی عہ
ساکن بلدہ شہر
الٰہی خیر ہو پھر چھیڑ ہے صحرا نوردی کی
تقاضا مجھ سے پھر ہونے لگا ہے جوش وحشت کا

(۳۴) خیال ابوالمعانی شیخ عبد القادر لاہوری عہ طور سے آج صدائے ارنی آتی ہے
کون عالم میں ہوا نور مجسم پیدا

(۳۵) خاطر۔ منشی سورج نرائن گوالیاری عہ
نہ چار آنکھیں کرو تم دیکھ لو نیچی نگاہوں سے
بہت حسرت زدہ یہ طالب دیدار رہتے ہیں

(۳۶) خنداں۔ منشی کندن لال عہ
تو زمانے سے نرالا ہے ترا ثانی نہیں
صانع قدرت بھی شیدا ہے تری تصویر کا

(۳۷) دامن۔ خواجہ اسد اللہ فرزند شہاب عہ
ساکن سورت
آیئے آپ آیئے اسکی عیادت کے لیے
حال ہے ابتر سے ابتر عاشق دلگیر کا

(۳۸) دلیل۔ محمد ربان داد خاں حیدرآبادی عہ
پوچھو تو چل کے ناظم ثنا نت سے اسے دلیل
کس دل پہ داغ بلبل ہندوستاں ہے

(۳۹) رحمت منشی رحمت علی لکھنوی ع۵

شوق مجھ کو منزلِ مقصود کا
اور طاقت دے جکی رحمت جواب

(۴۰) رازی۔ مولوی فخر الدین انصاری کی بہار

قصہ مرا بھی قصۂ مجنوں سے کم نہیں
کیونکر نہ یادگار مری داستاں رہے

(۴۱) رضی مولوی رضی الدین مراد آبادی ع۵ ۱۳۴۳

رضی شباب جو کھویا گیا ہے پیری میں
ہم اسکو ڈھونڈتے پھرتے ہیں سر جھکائے ہوئے

(۴۲) رمز منشی سید محمد دہلوی ع۵

عیب سے مجھکو بچایا اے رمز
عیب گویوں کو دعا دیتا ہوں

(۴۳) زندہ۔ منشی زین الدین اورنگ آبادی ع۱

کہاں میں اور کہاں ہنگامۂ روز جزا لیکن
محبت ان بتوں کی کھینچ کر سوئے خدا لائی

(۴۴) سحر۔ میر قطب الدین احمد محمودی ع۱
ساکن حیدرآباد دکن

طالب زر کیمیا گر خاک ہی چھانا کئے
خاکساری نے پتہ مجھ کو دیا اکسیر کا

(۴۵) سردار محمد محبوب عرف آغا میاں ع۱
ساکن لکھنؤ

گلے شکووں سے میرے بندہ پرور کیوں بگڑتے ہو
شکایت دوست سے ہوتی ہے دنیا میں کہ دشمن سے

(۴۶) سریر۔ میر احمد حسین ع۱
ساکن حیدرآباد دکن

دنیا میں مکر رزق تو عقبیٰ میں خوف حشر
آرام سے بشر جو رہے تو کہاں رہے

(۴۷) شارق سید محمد باقر ع۱
ساکن بلند شہر

آپ کا نور ہوا سب سے مقدم پیدا
آپ کے نور سے ہیں عالم و آدم پیدا

(۴۸) شوق۔ چودھری مصطفیٰ حسین دیں پناہی
بارہ بنکی

اے شوق باغ دہر کی لوٹی نہ کچھ بہار
ہم آتے ہی شباب حسینوں پہ مر گئے

(۴۹) شہاب خواجہ اکرم اللہ عـہ
ساکن سورت

(۵۰) تیند الحشی میر زین الدین رئیس سورت عـہ

(۵۱) صابر منشی صابر علی ساکن شملہ عـہ

(۵۲) صبا۔ حکیم احمد علی مقیم بمبئی۔

(۵۳) عالم۔ محمد یوسف الدین عـہ
ساکن حیدر آباد دکن

(۵۴) عزیز منشی عبد العزیز دہلوی عـہ

(۵۵) فقیر ابو الفیض فقیر احمد صاحب عـہ
ساکن حیدر آباد دکن

(۵۶) قابل۔ منشی بھیروں پرشاد حیدر آبادی

(۵۷) کامل سید شاہ ابو القاسم بخاری عـہ
ساکن حیدر آباد دکن

(۵۸) قادر ڈاکٹر عبد القادر خاں بریلوی عـہ

جنبشِ مژگاں نے اس کا در نظر کی شباب
چھلنی چھلنی کر دیا ہے سینہ مجھ دلگیر کا

ہے سکندر کہیں نہ دارا ہے
نیک ناموں کا نام زندہ ہے

دل میں کرتے ہیں حوالے صابر گناہ
رات کو رو رو کے دھو لیتے ہیں ہم

کیوں عبث طور پہ جاتے ہیں جنابِ موسیٰ
جلوۂ یادِ بتاں کیا دلِ ویراں میں نہیں

نگاہوں میں سمائے غوثِ اعظم
مرے دل میں ہے جائے غوثِ اعظم

ہم خاک ہو کے بھی نہ ہوئے پائے بوسِ یار
یوں پائمالِ گردشِ ہفت آسماں رہے

ہے رہروانِ عشق کا سب سے الگ طریق
محتاجِ خضر کا ہو یہ وہ کارواں نہیں

فلکِ دیں پہ ہوا بدرِ اعظم پیدا
شہرِ جیلاں میں ہوئے قطبِ دو عالم پیدا

آنا نہ تھا تو کاہے کو اقرار کر گئے
کیوں سنگِ انتظار مرے دل پہ دھر گئے

(دکلپیں سنہ ۱۹۱۷)

(۵۹) تقدیر۔ منشی غلام قادر خان الوری عہ

دل بتاب تھا ازل سے عرش ہی گویا
بنی کے خاک پا سے ہی تب ابر آزار آیا

(۶۰) قمر حکیم میر امام الدین منصبدار حیدرآباد

کفر اور اسلام کا جھگڑا ابھی ہو جائے پاک
تو جو بے پردہ کہیں اے فتنۂ محشر ملے

(۶۱) قنبر حکیم عبد العلی احمد آبادی عہ

منہ اسلئے کفن میں چھپائے ہوئے ہوں میں
محجوب بعد مرگ ہوا ہوں گناہ سے

(۶۲) محسن۔ میر محسن خاں خلف نواب وزیر جنگ یار الدولہ

کنج قفس میں صورت آئینہ خیال
ذرسحر بیاض رخ گلستاں رہے

(ماہ جون ۱۹۱۳ء حیدرآباد)
(کلام علی جنوری ۱۹۱۵ء)

(۶۳) مطیر۔ ملا اسمعیل ساکن بمبئی

(۶۴) نسیم۔ ماسٹر بنیاد حسین بدایونی

نمونۂ کلام
ہم بھی کبھو نظر میں کسی کی سمائے تھے
ماہ دوہفتہ بنکے یہاں جگمگائے تھے

(نظم نور جہاں) مہرالنسا و نور محل نام پائے تھے
بلکہ جہاں میں نور جہاں بنکے آئے تھے

(ایک بند)
شہزادہ سلیم کے آرام جاں تھے ہم
ہندوستاں کے واسطے اوج رواں تھے ہم

(رسالہ چمن بدایوں ۱۹۲۶ء)

(۶۵) نشتر۔ میر دلاور علی حیدرآبادی عہ

یارب ترا ظہور کہاں ہے کہاں نہیں
ہر جا عیاں ہے اور کسی جا عیاں نہیں

(۶۶) ناصر نواب میر ناصر علی نقوی مودودی سہوانی
سردار اول گڑودہ برادر جناب حامد سہوانی

ہے سیر ممکنات حقیقت کی آنکھ سے
کثرت کو دیکھتا ہوں میں وحدت کی آنکھ سے

(۶۷) نیر۔ حکیم خورشید حسن لکھنوی عہ

مری ناکامیاں اس حد کو پہنچیں
دعا میں کبھی نہیں تاثیر باقی

(۶۸) نور۔ شیخ نور محمد ٹونکی (۶۹) وحید۔ حکیم مسرور احمد بدایونی عہ مزید مسدس مطبع بمبئی

فعائے سخن ہر اگر وحید پرور۔ سراب معانی ہی ہو یعنی آور حقائق کے کیلئے ہر دور کے دفتر معارف کے جلتے ہیں ساغر پر ساغر
جھاتے مقاصد کا اپنے نہکتا۔ گنہ کبیرہ ہے خاموش رہنا

(۷۰) ہوش میر محی الدین خاں عہ
ٹھہرا۔ یا ذر گردش تقدیر سے کبھی
ساکن حبدر آباد دکن

(۷۱) ہاشم۔ سید محمد ہاشم دیوبندی عہ
دم بھر کبھی چین سے نہ تہ آسماں رہے
میں جوش ہوں جو بد لوئی مری کرتے ہیں دشمن
کرتے ہیں سبکدوش گناہوں سے مجھی کو

(۷۲) یکم۔ مولانا فیض الدین احمد لاہوری عہ
کسی کی بھی اذیت آنکھ سے دیکھی نہیں جاتی
کہ رو دیتا ہوں میں گلزار میں شبنم کے رونے پر

(۷۳) یوسف۔ نواب میر یوسف علی خاں مودودی
سہسوانی مقیم بڑودہ برادر جناب جاود
حسن یوسف سے سوا ہے حسن خلق
ایک جہاں اسکے خریداروں میں ہے
(اعجاز سخن)

افسر سہسوانی بدایونی شاگرد ثاقب بدایونی

۱۹۵

حافظ حکیم سید محمود حسین نقوی مودودی صالحی سہسوانی۔ خلف حکیم احمد حسن فدا و جمالی شاگرد مرزا غالب ابن سید محمد حسن ابن سید فضل امام ابن سید احسن اللہ منصرم مطابق زمانہ نواب آصف الدولہ والی اودھ مورخہ ۱۷۹۰ء ابن قاضی سید فیض اللہ ابن سید سلطان اللہ ابن سید عبدالواجد ابن سید منور اللہ ابن قاضی محمد صالح ابن قاضی سید عبدالشکور قاضی سہسوان جناب افسر سہسوانی ریاست بڑودہ میں بہ سلسلہ طبابت ملازم تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

پیام یار ہی مرقد عاشق بیکس پہ وہ روجاتے ہیں
تھی جو کچھ دل میں کدورت اسے دھو جاتے ہیں

۱۸۹۱ء اے مہر وچھلکتے ہیں عارض نقاب میں
کہتا ہے حسن میں نہ رہونگا نقاب میں

پیام یار — اپریل ۱۸۹۱ء

یاں چھپتے ہو ہو جائے گی جی بھر کے وہاں دید | جاؤ گے کہاں عرصۂ محشر سے نکل کر
دیکھ کر دل کو وہ کہتے ہیں کہ حال اچھا ہے | سچ تو یہ ہے کہ یہ اندازِ سوال اچھا ہے

پیام یار — جون ۱۸۹۱ء

میں بھی چھوٹا اور مرے شکوے بھی سب چھوٹے حضور | آپ سچے ہی سہی تکرار رہنے دیجئے

دل میں مرے عشقِ رخِ انوارِ نبی ہے | ہر لحظہ فزوں حسرتِ دیدارِ نبی ہے

منشور شفاعت — بمبئی ۱۸۹۳ء

تسکیں مجھے نظارۂ فردوس سے ہو کیا | دل میں تو مرے حسرتِ دیدارِ نبی ہے
بر آتی ہے ہر شخص کی حاجت یہیں افسر | سرکارِ خدا کی مجھے سرکارِ نبی ہے

منشور شفاعت — بمبئی ۱۸۹۳ء

درِ محبوب ہو میرا سرِ شوریدہ ہو یارب | یہی ہے التجا میری یہی میری تمنا ہے
نزع کے وقت خیال آپ کا ہوتا ہے جیسے | بادب اسکی حضوری میں قضا آتی ہے

نعت — احسن الکلام بمبئی

جھوٹی شراب اسلئے دیتا نہیں اسے | واعظ اڑا نہ لے مری تقدیر کے خواص
قیامت میں بھی کیونکر دادخواہی کی ہوس نکلے | اگر وہ بانیِ بیداد ہی فریادرس نکلے
گلا گھونٹا الٰہی نالہائے دل نے کس وقت میں | ہماری جان کے دشمن ہمارے ہم نفس نکلے
کہاں ستم کا گلہ اور ذکر جور کجا | گئے وہ ہوش کہ کچھ دادخواہ کر سکے
تشنہ لب کون گیا ہے ترے میخانے سے | ساقیا مے جو چھلکنے لگی پیمانے سے

تلامذہ افسر سہسوانی بدایونی شاگرد ثاقب بدایونی

(۱) اثر — سید مظفر شاہ الیری

نمونہ کلام

بیخود ہوں میں اگر تو تغافل شعار وہ | میری خبر اسے ہے نہ اسکی خبر مجھے
اے ہم صفیرو آگیا کیا موسم بہار | ملتی نہیں چمن میں قفس کی خبر مجھے

(شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۳ء)

(۲) اکبر - قاضی علی اکبر ساکن بڑودہ

(۳) امیر و آرام - حکیم امیر الدین خلف حکیم ور میاں سورتی - آپ جناب ثاقب بدایونی اور افسر سہوانی کے شاگرد تھے - نمونہ کلام جناب ثاقب بدایونی کے تلامذہ کے ذیل میں درج کیا جا چکا ہے - دیکھیے صفحہ ۴۶؟

(۴) عاشق - محمد عثمان خاں ساکن بڑودہ

حضرت مذاق بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی

حضرت مولانا شاہ دلدار علی صدیقی حمیدی قادری بدایونی ۱۸۲۰ء - ۱۸۹۴ء

خلف حافظ نثار علی چشتی نظامی ۱۸۰۲ء - ۱۸۲۷ء خلف مولوی قطب الدین چشتی نظامی م ۱۸۲۲ء خلف قاضی ابو اللیث برادر مولانا شاہ دلیل اللہ قادری والد ماجد جناب نوا بدایونی جناب مذاق کو سات سال کی عمر میں والد ماجد سے خلافت ملی - چودہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے نانا صاحب حضرت مولانا عبد العلی نقوی قباؔئی قادری رزاقی بدایونی قدس سرہ سے عربی و فارسی کی تعلیم مکمل کی پھر رام پور جا کر ملا محمد عفران صاحب ۱۷۵۶ء - ۱۸۲۵ء فقیہ و محدث رام پوری سے شرح وقایہ ہدایہ پڑھی اٹھارہ سال کی عمر میں لکھنؤ اور دہلی میں مولانا فضل حق خیرآبادی م ۱۸۶۱ء اور دیگر علمائے وقت سے علوم عربی و فارسی میں کامل استفادہ کیا - لکھنؤ میں ناسخ و آتش کے جلسوں میں شریک ہوتے اور شعر کہنا شروع کیا - عیار تخلص اختیار کیا پھر بدایوں واپس آئے اور کچھ عرصے کے بعد دہلی گئے - استاد ذوق کے خدمت میں حاضر ہو کر یہ قطعہ سنایا -

کیا کروں عرض اشتیاق اپنا   شعر کہنا غرض تھا شاق اپنا
ذوق تھا یہ ترے تلمذ سے   کہ تخلص کیا مذاق اپنا

یہ سنکر استاد ذوق نے اپنے تلامذہ میں شامل کر لیا۔ جب تک آپ دہلی میں رہے استاد کسی وقت آپ کو علیحدہ نہ کرتے تھے اور کمال شفقت فرماتے تھے آپ مومن غالب اور دیگر شعرا کے حلقوں میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت غالب نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ مئی ۱۸۵۰ء میں لکھا تھا کہ مشفقی مولوی دلدار علی صاحب بندہ کے دانست میں معنی آفرینی میں سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی کے برابر ہیں اور خود اپنے اعتقاد میں ان کے شاگرد ہیں (شمیم سخن)

مشاہیر وقت نے اپنے خطوط میں حضرت مذاق بدایونی کو مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے

مکتوب مورخہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء) منجانب شاہ جی عبدالرحیم صاحب شاہجہاں پوری م ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ء) مرشد حضرت مذاق

قبلۂ دین و دنیا فیض کش و دیعہ رساں حضرت سیدی مولوی محمد دلدار علی صاحب مذاق بفضل ایزدی سلامت باشند۔ از جانب فدوی عبدالرحیم شاہ فقیر بعد اشتیاق سلام و نیاز تمنائے قدم بوسی ہویدا باشد

مکتوب مورخہ یکم محرم ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) از مولانا احمد حسن صاحب مراد آبادی شاگرد مولانا فضل حق خیرآبادی

جناب یکتائے زمانہ سخنور یگانہ دُرِ دریائے آشنائی مخدومی و ملجائی میاں دلدار علی صاحب دام مجدکم۔

مکتوب مورخہ یکم رجب ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) منجانب مولوی فیض الحسن سہارنپوری

مولوی صاحب مصدرِ عنایت و کرم محمد دلدار علی صاحب زید عنایتکم امروز حسب اتفاق از کرامت آں جناب حاملِ عریضہ ملاقی شدند

مکتوب منجانب مولوی سید اولاد حسن موہانی

غائبانہ مشتاق زیارت و قدم بوسی ہستم آداب و کورنش بصد خشوع و خضوع قبول باد

مکتوب مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۴ء) منجانب مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی

جناب مولوی صاحب جامع کمالات صوری و معنوی مجمع فضائل دینی حقائق و معارف ایقان گنجینۂ اسرار حکمت و عرفان دام مجدکم۔ عنایت نامہ مولوی ثناء الدین صاحب آوردہ احقر العباد را سپاسہا گذار یاد آوری ہا گردانید۔

مکتوب مورخہ یکم جنوری ۱۸۵۲ء منجانب مولوی محمد باقر دہلوی از مطبع دہلی اردو اخبار

بخدمت سراپا افادت مخدومی و معظمی مطاعی مولوی محمد دلدار علی صاحب المتخلص بر مذاق زید عنایتکم سلام سامی بہ میاں ذوق گفتہ شد اوشاں ہم سلام گفتند

مکتوب مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) منجانب شمس العلما مولانا عبدالحق از رام پور

جناب سید صاحب جامع کمالات صوری و معنوی دام سلامتہ بعد ما وجب مکتوب خاطر عاطر باد بعض رسائل مرسلہ آپ کے خاکسار کے پاس پہنچے انہیں دیکھکر نہایت محظوظ او مسرت اندوز ہوا آپ کی ذات بھی اس وقت مغتنم ہے۔

دہلی اخبار مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۴۴ء

نہایت طباع اور ذہین ہیں۔ فن شعر میں دستگاہ لائق رکھتے ہیں ناسخ و آتش وغیرہ اکثر شعرائے لکھنؤ کو دیکھا اور سنا۔ خود بھی شعر خوب کہتے ہیں

اور زبان بہت فصیح جیسی کہ چاہیے۔ طرز میر و مرزا و درد نہایت مرغوب ہے جب ارادہ اور شوق تلمذ ذوق کا ہوا تب سے تخلص مذاق کیا نام ان کا مولوی دلدار علی ہے اور وطن شہر بدایوں ہے کہ مولد حضرت سلطان جی صاحب قدس سرہ کا ہے۔ حقیقت میں خاک وہاں کی آدم خیز ہے اکثر اہل دل وہاں کے سنے گئے ہیں۔ ایسے مردم بے طمع چشم فلک نے کم دیکھے ہوں گے۔ صاحب درد اور اہلِ دل معلوم ہوتے ہیں دو خمسے ان کے جو شہیدی کی غزلوں پر ہیں بہت پر تاثیر اور مقبول ہیں غرض ایسا تیز طبع صاحب ذہن سلیم کم دیکھنے میں آیا۔

مکتوب حضرت امیر مینائی مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۷۸ء

آپ نے جو چند اشعار دو اور قطعہ پارسی اس ہیچ میرز کا سنکر پسند فرمائے درحقیقت اعزاز اس ہیچداں کا بڑھایا۔ آپ کے محامد جلیلہ سنکر ہمیشہ مشتاق حال باکمال رہتا تھا اب کے آپ نے منت پذیر یاد فرمائی کیا مشتاق تر ہوا۔

مکتوب مولانا محمد حسین آزاد مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

آپ کا تعلق قدیمانہ ان (استاد ذوق) کے ساتھ اور شفقت و محبت جو بندہ آزاد کے ساتھ ہے۔ اس کا لحاظ کرکے امید قوی ہے کہ آپ دونوں قصیدے اور جو اشعار آپ کے خیال میں ہوں جلد مرحمت فرمائیں۔

آئینۂ دلدار مقدمہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مذاق میاں کا شمار متصوفین میں ہوتا ہے ان کی شاعری نہ محض لفظی صناعی اور الفاظ کی گلکاری ہے نہ اس میں معاملہ بندی اور چوما چاٹی ہے اسکے اصلی جوہر وہ خیالات ہیں جنہیں عام طور پر صوفیانہ۔ اخلاقی اور حکیمانہ کہا جاتا ہے اس میں تصوف کے عام مسائل اور مضامین ہیں لیکن حسن خلوص ندرت اور لطافت سے ادا ہونے میں اسکی مثالیں ان شعرا کے یہاں نہیں مل سکتیں جنکے نزدیک "تصوف

برائے شوگفتن خوب است ایک حقیقت ہے۔ یہاں تصوف زندگی کا ایک مسلک ہی نہیں پوری زندگی سے عبارت ہے ان کے اشعار میں محض روایت نہیں ذاتی تجربات کیفیات اور وجدان کا اظہار ہے

تذکرہ روز روشن مولانا دلدار علی بدایونی شاگرد مولانا فضل حق خیر آبادی و شیخ ابراہیم ذوق دہلوی و مرید شاہ فضل غوث اویسی بریلوی قدس سرہ۔ اکثر اشعار اردو و کمتر فارسی موزوں نماید از وست

دل ذوق شراب ناب دارد　　　جانم ہوس کباب دارد

تذکرہ بہار بے خزاں پیشتر عیار تخلص می کرد۔ در اکثر افکار و غزلیات او کہ شہرت دارد ہمیں تخلص است عرصہ چندسال است کہ عیار را بدل کردہ تخلص مذاق مشہور است باراقم رشتہ اتحاد محکم است

انتخاب زرین وفات سے چند سال قبل اشعار غزل کہنا موقوف کردیا اور نعت گوئی کی طرف رجوع کیا

حضرت مذاق کی تصانیف یہ ہیں (۱) کلام دلدار علی مذاق مطبوعہ ۱۸۷۱ء بلندشہر (۲) حلیہ مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ ۱۸۷۸ء مراد آباد (۳) مولود کی دہوم دہام مطبوعہ ۱۸۷۹ء مرادآباد (۴) محامد خمسہ مطبوعہ بدایوں (۵) فضائل غوثیہ مطبوعہ بدایوں ۱۸۸۶ء (۶) پاک ترجیع بند مطبوعہ ۱۸۸۰ء گوالیار (۷) میلاد مصطفوی و مرتضوی مطبوعہ ۱۸۸۰ء مرادآباد (۸) رسالہ مجموعہ دعا مطبوعہ ۱۸۸۱ء مرادآباد (۹) مثنوی مدح الرسول مطبوعہ بار دوم ۱۹۲۹ء لاہور (۱۰) قصیدہ حضرت سلطان جی و شاہ ولایت صاحب بدایونی مطبوعہ بدایوں ۱۸۹۱ء بدایوں (۱۱) نسخہ الشہادتین منظوم قلمی مصنفہ ۱۸۶۳ء (۱۲) مولود رسول نثر غیر مطبوعہ (۱۳) مناقب چشتیہ (۱۴) کلام دلدار علی مذاق مطبوعہ ۱۸۹۶ء بدایوں۔

حضرت مذاق میاں کا وصال ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء مکان مسکونہ قاضی ٹولہ بدایوں میں ہوا۔ تاریخ وفات "مذاق عاشق" سے برآمد ہوتی ہے آپ کی وفات پر شیخ اعجاز احمد نوشہ شیخوپوری بدایونی نے ۲۱ بند کا ترجیع بند لکھا تھا اس کا انتخاب یہ ہے۔

وہ نیرِ عاشق و معشوقِ حق — یعنی دلدارِ علی شاہ مذاق
اس کی صورت باعثِ دیدِ خدا — اسکی محبت دافعِ کفر و نفاق
شیخِ وقت و غوثِ عالم وہ ولی — سید الاخیار دلدارِ علی
نورِ صورت نورِ معنی نورِ حق — نور فوق النور نورِ منجلی

انتہی سخنہا حضرت مذاق بدایونی

حباب موج سے ٹوٹا جو آشنا ہو کر
وہ آبِ بحر تھا ہو گیا فنا ہو کر
(اس شعر پہ حضرت ناسخ نے فرمایا کہ "شاعرانہ کلام ہے")

عشقِ خالِ بتاں سے ہو گی نجات
کیونکہ نکتہ نواز ہے اللہ
(اس شعر پر مومن ۱۸۲۲ نے فرمایا کہ ان کے کلام سے بوئے استادی آتی ہے یہ کسی وقت میں نامور شاعر ہونگے)

تختِ دل پہ ترے ہیں وہ لعل جا لعزا
ان کو شہنہ سے لعلِ بدخشاں لگائیے
(اس شعر کو خواجہ آتش م ۱۸۴۸ء نے بہت پسند کیا)

راہِ غربت میں غذا تو ہم غریبوں کی نہ پوچھ
رہے ہیں منزل بہ منزل ٹھوکریں کھاتے ہوئے
(اس شعر پہ حضرت مومن م ۱۸۵۲ء نے فرمایا کہ یہ استادانہ کلام ہے)

لب پلائے ہیں ایسی بھی خود آرائی کیا
بات کرنے میں بگڑ جائے گی مرزائی کیا
(اس شعر پہ مولانا آزردہ م ۱۸۶۹ء نے فرمایا کیا آپ دہلی کی مٹی سے پیدا ہیں۔

مرتے ہیں ہر دم لبِ جاں بخش پر
ہم کو تو مرنے کی بھی فرصت نہیں
(مرزا غالب م ۱۸۶۹ء نے اس شعر کی تعریف کی۔

تم آکے پہلو میں بیٹھے کہ درد دل اٹھا
ہمارے جی کا مرض ہو گئے دوا ہو کر
کیا نعت مصطفٰیؐ کی ہو کیا مدح مرتضٰیؓ
صلِ علیٰ نبیؐ و سلام علیٰ علیؓ
دن کے دن ہو تو خدا جانے کہ پھر آئیں نہ آئیں
رات کی رات میں مہمان سفر جاتے ہیں
مذاقِ ساقیِ کوثر ہے مجھ سنبھال لیں گے
نشے میں بگڑی طبیعت مری اگر بنکر

(حضرت امیر مینائیؒ نے اس شعر کو سنکر فرمایا کہ
یہ استادِ سخن کا کلام ہے۔)
(میر نفیس لکھنوی م ۱۹۰۱ء نے اس شعر پہ
فرمایا کہ اس سے بڑھکر نعت و منقبت کوئی نہیں کہہ سکتا)
(امیر مہدی مجروح م ۱۹۰۲ء نے اس شعر پہ فرمایا
کہ یہ زباندانِ سخنور کا کلام ہے۔)
(مرزا داغ دہلی نے اس شعر کو سنکر فرمایا کہ اردو
شاعری آپکا حصہ ہے میں آپکو اپنے استاد کی جگہ
سمجھتا ہوں۔

تو یہ سینے میں ہے یا پسینے میں
عکس تیرا ہے ہر آئینے میں
وہ آرزو سے ملا جب کچھ آرزو نہ رہی
پیالہ سامنے آئے تو اشکِ خوں نہ بہا
کوئی رہبر نہ ترے منزلِ در کا نکلا
ہائے سودائے رخ و زلف کی آوارگیاں
جسکو ہم جانتے تھے جوہرِ جاں دل میں مذاق
نکل گیا مری آنکھوں سے مثلِ خواب و خیال
مرجائے ہے سنکر کوئی جی جائے ہے سنکر
خیال دل میں ہے ساقی کی چشم میگوں کا

(مولانا حالی نے اس شعر پہ فرمایا کہ اردو
زبان کے استاد کا کلام ہے اس سے بہتر شعر نہیں ہو سکتا)
نہ جب تک گئی ملنے کی آرزو نہ ملا
شرابِ ناب ہمارے چشمِ تر لہو نہ ملا
خضر بھی نہ ملا اس راہگذر کا نکلا
گھر سے میں شام کو جاتا ہوں سحر کا نکلا
وہ تو ٹکڑا کسی پیکانِ نظر کا نکلا
گذر گیا دل روشن سے وہ نظر بن کر
اس تموج کی ہے کچھ عجب اعجاز کی آواز
شراب جام میں ہے بادہ جام شیشے میں

اس دل میں ایسے تیر میں کتنے ہی بے نشاں — آپ اپنا دیکھ بھال کے پیکاں نکالیے
نشے میں بیخودی کے کرتا ہے باتیں خدائی کی — مذاقِ مست کو کچھ ہوش میں کاہے "تو کاہے"
اس شعلہ رو کو لاگ ہے ہر دل سے کیا مجھے — ہے سب گھروں میں آگ برابر لگی ہوئی
سوز دردل سے پھونک دیا جسم و جان و دل — اک آگ ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی

حمد و نعت و منقبت سے حضرت مذاق میاں کو خاص مناسبت تھی۔ آپ کی
عری کو ان مضامین نے معراج پر پہنچا دیا ہے اس موضوع پر آپکا سارا کلام منتخب ہے اور اس
تخاب سخت مشکل کام ہے۔ آپ کے کلام میں قرآن۔ حدیث اور تصوف کے حوالے جا بجا
ہیں ان حوالوں سے آپ کی علمیت اور قدرتِ کلام کا اندازہ ہوتا ہے چند نمونے پیش خدمت ہیں

نیاز کیا کرے مولا نیاز مند ترا — کہ مال و زر نہیں رکھتا نیاز مند ترا
پڑھوں نماز میسر نہیں نیاز کو کچھ — جھکوں میں ہو کے سراپا نیاز مند ترا
حلاوت دل و جاں سے بنا کے لایا ہے — نیاز کے لیے حلوا نیاز مند ترا
نظر آتا ہے جس میں جلوہ خدا کا — وہ آئینہ حق نما ہے محمدؐ
وجودی شہودی میں مدحت میں حیراں — محمدؐ خدا یا خدا ہے محمدؐ
عیاں بندگی سے ہے اسکی خدائی — خداوند بندہ نما ہے محمدؐ
بشت ہو جسکو ثانی کہیے اللہ رسول اللہ کا — کیا بیاں وصف ہو اس صاحب یکتائی کا
حضرت جلوہ اول محمدؐ جلوہ ثانی علیؓ — باعثِ ایجادِ عالم فخرِ انسانی علیؓ
علی شیر خدا کہہ فنا فی اللہ ہے گا ہے بقا باللہ ہے — فانی و باقی علیؓ ہے باقی و فانی علیؓ
یا علیؓ کہتے ہیں اہل وجد حالِ وجد میں — نام نامی میں ہے کیا مضمونِ وجدانی علیؓ
منقبت خوانِ علیؓ مشکل کشا رہتا مذاقؔ — کرتے ہیں نامِ خدا مشکل کی آسانی علیؓ

اس قصیدہ منقبت کو حضرت سیدنا شاہ فضل غوث صاحب ساقی بریلوی قدس سرہ نے پسند فرمایا تھا۔

مولا علیؓ امام علیؓ پیشوا علیؓ — کعبہ علیؓ ہے قبلہ علیؓ مقتدا علیؓ
ہے یہ مذاق بھی ترے میخانے کا فقیر — اسکو بھی اپنے گھر کا پیالہ پلا علیؓ
سہرا حضرت علیؓ نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا — ملا خلعت نبیؐ سے خلق کی حاجت روائی کا
مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ دلدل۔ ذوالفقار اللہ نے بخشی — سلامی ہیں وہ لشکر کش بنا فوج خدائی کا
المدوحہ غلاماں حیدری بن گئے سب خاص و عام اسلئے — سا لولا علیؓ دولھا جواس احمدؐ کی حالی کا
گنہگاران امت کی شفاعت حشر میں ٹہری — ہوا پھر وعدۂ دیدار بدلہ رونمائی کا
جہاں ہے شاد و آباد اے مذاق اولاد انکی — رہے گا دور دورا یسا ہی آل مصطفائی کا

تلامذہ حضرت مذاق بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی

(۱) آہ چوہدری فصاحت اللہ خلف چوہدری یاد علی ساکن عارف پور نوادہ بدایوں

نمونۂ کلام ہمیں سے تو کرتے ہیں اظہار الفت — ہمارے ہی سر کی قسم کھا رہے ہیں (تجلیات سخن)

۲۔ اثر قاضی حب حسن خلف مولوی غلام شبیر وکیل ابن نزہت اللہ ابن حکمت

اللہ ابن محمد احسن ابن محمد روشن ابن محمد رضی ابن غلام محمد ابن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں۔ جناب اثر اوائل شباب میں شعر کہتے تھے بعد میں شعر گوئی ترک کردی

نمونۂ کلام
بھید ہے اور ہی کچھ بے اثری میں اسکی — یہ نہ سمجھو کہ مری آہ میں تاثیر نہیں
آگیا کیسے قریب پیرہن میں تو اثر — ہو گیا دست جنوں کیونکہ شکار آستیں
(تجلیات سخن خم خانہ جاوید)

۳۔ احسان۔ مولوی احسان اللہ صدیقی فرشوری بدایونی خلف شاہ شکر اللہ

شکر بدایونی خلف حضرت شاہ ذکر اللہ صاحب بن محمد اشرف بن محمد اعظم بن محمد افضل بن عصمت اللہ

بن محمد اولیا بن محمد درویش بن کمال محمد بن شیخ منصور بن شیخ منگن ۔

۴۔ ادیب مولوی عظیم الدین وکیل م ۱۸۹۸ء بن ظہیر الدین بن قاضی ابو اللیث

جد امجد حضرت مذاق آپ جناب منو بدایونی کے جد بزرگوار تھے۔

نمونہ کلام ۔ کب وصف اضافی ہے بھلا جوہر ذاتی ۔ بڑھتی ہے کہاں قدر صدف آب گہر سے

(بیاض منیر)

۵۔ اسیر: مولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی م ۱۹۲۷ء شاگرد حضرت

مذاق بدایونی و حضرت ذکی دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۸

۶۔ اشک ۔ مولوی محمود رضا صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۰۸ء ابن احمد رضا

بن امداد علی بن نظام الدین بن محمد اکرم بن محمد حرم بن خلیل اللہ بن جان محمد بن غلام محمد بن

فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں آپ بدایوں اور شاہ جہانپور میں وکیل تھے۔

نمونہ کلام ۔ ہم نے اللہ کے کہنے سے تو چھوڑی تھی شراب ۔ محتسب ہوش میں آ تیری حقیقت کیا ہے

آئینے میں وہ ادا دیکھ رہے ہیں اپنی ۔ آئینہ کہتا ہے خود محو تماشا ہوں میں

(بیاض محمود رضا) (ایضاً ص ۱۳۲)

۷۔ اطہر منشی اطہر علی بدایونی ع ۔

چونکیں کیا خاک خفتگانِ عدم ۔ تھکے ماندے پڑے ہیں منزل کے

لاگ مجھ سے ہے اور اس سے لگاؤ ۔ کیا قیامت ہیں مشغلے دل کے

اپنے مرنے کا غم نہیں ہے مگر ۔ کون اٹھائے گا ناز قاتل کے

(دامن گلچیں لکھنو ۱۸۸۶ء)

(۸) امجد۔ مولوی امجد حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۹۷

(۹) برق۔ مولوی ارشاد حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۵ء خلف حسن بخش بن جمیل اللہ برادر حضرت نوا بدایونی جناب برق نے حضرت مذاق بدایونی اور ان کے شاگرد رشید امجد بدایونی سے استفادہ کیا تھا۔ جیسا تخلص تھا ویسا ہی کلام سراپا سوز تھا۔ آپ جناب جام نوائی بدایونی کے والد ماجد تھے۔

نمونہ کلام

اس محک تک جائے گا کس طرح مرغِ نامہ بر
پر جلا کرتے ہیں جس جا طائرِ تدبیر کے

ازل سے ساتھ تھا جسکا یہ بے رُخی اسکی
اکیلا چھوڑ کے جاتی ہے جانِ زار مجھے

مارا غمزے سے تو ٹھوکر سے جلایا سو بار
حوصلے پست کئے خوب قضا کے تم نے

بھلا راحت کہاں تقدیر میں ہم غم نصیبوں کی
اگر ہوں شادماں دم بھر ہیں اندیشے ہزاروں

شہادت کے بہت خواہاں ہیں خونِ تیغِ نازِ قاتل کی
عطا اب دیکھئے کس کو یہ دولت ہونے والی ہے

حیف صد حیف ترا دل نہ پسیجا ظالم
موم ہو جاتے ہیں پتھر مرے افسانے سے

وہ مری آنکھوں میں اور دل میں ہے ہر دم جلوہ گر
طور پر موسیٰ ہوئے غش جسکا جلوہ دیکھ کر

(تجلیات سخن۔ یادگار ضیغم۔ پیام یار ۱۸۹۵ء طالب دیدار ۱۹۱۸ء)

(۱۰) بسمل۔ خان بہادر مولوی رضی الدین صدیقی فرشوری بدایونی م ۱۹۲۵ء دیکھئے صفحہ ۲۷۶

(۱۱) حامد۔ مولوی حامد حسین وکیل صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۶ء۔ ۱۹۳۹ء
خلف احمد حسین بن امیر اللہ بن جمیل اللہ برادر حضرت نوا بدایونی ساکن محلہ ٹولہ بدایوں

نمونہ کلام

گلے ملتے ہی بخشی ہے حیاتِ جاوداں مجھکو
بھلا تھا خنجرِ قاتل بھی شاید آبِ حیواں میں

کیا شرمندہ اس نے اور اس نے سرخرو پایا
بھلا ہو تیغِ قاتل کا برا ہو سخت جانی کا

(منتخب)

۱۲۔ حسرت ۔ قاضی غلام شبر صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۷ء خلف شیخ غلام

حیدر بن امام بخش بن غلام حسین بن محمد احسن بن محمد روشن بن محمد رضی بن غلام محمد بن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں جناب حسرت کی مطبوعہ تالیف مدائح حضور نور بڑی اہم کتاب ہے

نمونہ کلام

نعت

بے طلب کیونکر ہو حاضر اب بلا بھی لیجیے — مدتوں سے حسرت خانہ خراب آئے گو ہے

اپنی لسکی لنظارے کا تقاضا کیا — مجھکو بن دیکھے ہی عشق آ تیرے ہی جلوہ کیا

منقبت

بندہ ام بندہ نوازا اے احمد نوری توئی — درد مندم چارہ سازا اے احمد نوری توئی

(تجلیات منحنی ۔ مدائح حضور نور)

۱۳۔ حیدر ۔ منشی غلام حیدر ساکن شیخوپور بدایوں

نمونہ کلام

۱۴۔ حیرت ۔ مولوی سید عنایت احمد نقوی تبائی بدایونی م ۱۸۶۲ء ۔ ۱۹۳۹ء

خلف سید مطیع احمد ابن سید فرزند علی ابن حضرت سید عبد العلی قادری رزانی بدایونی م ۱۸۴۴ء جد مادری حضرت مذاق بدایونی کی بن سید عماد علی بن سید ریاض الدین بن سید علاء الدین بن سید احمد اللہ بن سید عبد اللہ دانشمند بن سید احمد محدث بن سید فضل اللہ دانشمند بن سید یوسف دانشمند بن سید صدر الدین محمد بن مولانا سید علاء الدین اصولی استاد حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ جناب حیرت نے ابتدا میں بدایوں اور شاہجہانپور میں وکالت کی پھر تیس سال ریاست گوالیار میں منصف ۔ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس رہے وہاں سے واپس آکر بدایوں اور سہسوان میں وکالت کی اور بدایوں میں انتقال کیا شاعری میں حضرت مذاق بدایونی اور مرزا داغ دہلوی کے

شاگرد تھے۔ آپ کا کلیات شائع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام

لگا دی آگ نئی دل کو ہاتھ میں لیکر
علاج خوب کیا دل کی بے قراری کا

کچھ تغافل کچھ حیا کچھ بانکپن کچھ شوخیاں
ہر ادا میں ہے نرالا ڈھب ستم ایجاد کا

گنہِ عشق تو دونوں سے ہوا ہے لیکن
دل کو آنکھوں کا گلہ دل کی ہیں شاکی آنکھیں

اندازِ جورِ یار اڑائے ہیں چرخ نے
تھی اس جفا شعار کو مشق ستم کہاں

حضرت داغ کا ہے فیض تلمذ حیرت
آپ کے شعر جو اس درجہ مزا دیتے ہیں

نہ ٹھکرا دو مرا سر بخت خفتہ جاگ اٹھے گا
جگانا منع ہے اسکا جو میٹھی نیند سوتا ہے

کیا حسن جو پنہاں رہے اربابِ نظر سے
کیا عشق جو رسوا سرِ بازار نہیں ہے

چٹکیاں لیجئے مرے دل میں
رو پڑوں جس سے گدگدی ہے وہی

ہے قیامت کی دھوپ محشر میں
خشک دامانِ تر نہ ہو جائے

ساقیِ سرمست میخانے کی خیر
دیر سے سائل ہیں ہم بھی جام کے

نام ہے کیا کام جاں آرام جاں
جان و دل صدقے تمہارے نام کے

لپک شعلے کی بجلی کی چمک جو جاہئے کہئے
یہ اک بگڑی ہوئی تصویر ہے بیتابیِ دل کی

(۱۵) ذائق۔ مولوی ابرار علی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۳ء ر ۱۹ء خلف حضرت مذاق بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۸۵

(۱۶) رسا۔ شیخ فضل احمد صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۰۵ء خلف شیخ احسان حسین

ساکن محلہ سیدہ باڑہ بدایوں صاحب دیوان غیر مطبوعہ۔ کلام حاصل نہ ہوسکا۔

نمونۂ کلام ؎ چھٹی ماہِ پنجم کی تاریخ تھی　　عدد کا ہوا سوختہ جاں دو تن
تاریخ تولد فرزند ؎ رسا ہاتفِ غیب نے دی ندا　　کہ پیدا ہوا آج اختر حسن

(۱۷) رشکی۔ حاجی حافظ قاضی عنایت حسین صدیقی حمیدی جلیسی بدایونی م ۱۹۱۸ء

خلف قاضی رحمت اللہ بن قاضی تبارک اللہ بن قاضی شیخ محمد بن قاضی وزیر محمد بن قاضی محمد جلیس جلیس بدایونی۔ آپ حضرت مذاق بدایونی اور مرزا غالب دہلوی کے شاگرد تھے۔ دیکھئے صفحہ ۶۲۷

(۱۸) رضا۔ قاضی عنایت رضا صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۱۲ء بن غلام موسیٰ رضا بن قاضی محمد حنیف بن قاضی محمد منیف بن قاضی محمد شریف بن شیخ محمد اکمل بن محمد کامل برادر محمد منیر جد بزرگوار حضرت نوا بدایونی جناب رضا نے حضرت مذاق بدایونی کے علاوہ جناب داغ دہلوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔

نمونۂ کلام ؎ ہوں جور پر بھی خوش کہ اسے یاد تو رہا　　اس شوخ سے تھی مجھکو امیدِ ستم کہاں

(۱۹) سعید۔ چودہری سعید الدین ۱۸۲۷ء۔ ۱۸۹۷ء رئیس اعظم کھیڑہ ضلع بدایوں خلف چودہری تفضل حسین صدیقی۔ آپ آنریری مجسٹریٹ تھے غزل گوئی میں حضرت مذاق بدایونی اور جناب ضیا بدایونی کے اور مرثیہ گوئی میں میر نفیس لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دوہرے جسم کے گندم گوں۔ خوش وضع اور خلیق شخص تھے دیوان نعتیہ یادگار ہے آپکے بیٹے ... سعید الاخبار بدایوں ... نکالا

نمونۂ کلام ؎ اک تغافل ہے ترا لاکھ جفا سے بہتر　　نہ کر ایجادِ ستم اے ستم ایجاد عبث

گر نغماں جنازے پہ یہ زمانہ تھا — لو چل رہی تھی اور مسافر روانہ تھا
دیکھوں تجھے عدو کو نہ دیکھوں تو ہو شفا — صحت کے دو طریقے ہیں پرہیز یا علاج
اک خلق منتظر ہے تری جلوہ گاہ میں — تارِ نگاہ صرف ہوتے فرشِ راہ میں
ملنے کا ان کے فکر نہ ملنے کا ان کے ذکر — کچھ مشغلہ ذاق میں اسکے سوا نہیں

(۱۹۱۶ء فیض بزم عرفان نیس)

(۲۰) سیف ۔ شیخ خدا بخش بدایونی

نمونہ کلام — تعجب ہے یہ کیسا ربط ہے ہندو کو قرآں سے — تمہارے مصحفِ عارض پہ کیوں زلفِ پریشاں ہے

(زلف سخن)

(۲۱) شاطر ۔ مولوی رضا احمد وکیل م ۱۹۱۰ء خلف حکیم نیاز احمد صدیقی متولی بدایونی

آپ جناب منور بدایونی کے عم بزرگوار اور جناب مذاق بدایونی اور جناب وحشت بدایونی کے شاگرد تھے

(نمونہ کلام) تھم جاؤ گر رہینگے مت رہے دل خراب کر ... دیکھے کے اشعار کو چھیڑے شرارت سے

(۲۲) صولت ۔ مولوی سید اکبر حسن دیکھئے صفحہ ۲۸۲

(۲۳) صفا ۔ مولوی عبد الحی صدیقی متولی بدایونی م ۱۹۱۴ء خلف شیخ فقیر

الدین ابن غازی الدین بن معین الدین بن ریاض الدین بن عطاء اللہ بن درویش محمد بن شیخ احمد حسامی برادر شیخ بدھن جد امجد حضرت کشفی بدایونی ۔ جناب صفا کی تصانیف میں عمدۃ التواریخ مطبوعہ ۱۸۷۹ء مراد آباد تذکرۃ الصلحا مطبوعہ ۱۹۱۲ء بدایوں اور خیر الکلام مطبوعہ ۱۹۱۰ء دہلی تذکرہ شعرا مسودہ شمیم سخن دیوان مثنوی گلزار صفا مثنوی ذوقِ عشاق اور کئی مختصر رسالے ہیں ۔

نمونہ کلام — عشقِ گیسو پھر ہوا پھر دردِ سر ہونے لگا — پھر وہی سودا ہوا پھر شور و شر ہونے لگا
سوزِ جگر نے مزرعِ دل خاک کر دیا — جل جائے جب شجر تو بھلا کیا ثمر ملے

رفتار تیری دیکھی ہے گلشن میں صحدم — چلتی ہے اس ادا سے نسیم سحر کہاں
صورت وہ پیاری پیاری ادائیں وہ دلربا — اس شکل اس ادا کے ہیں شمشاد و قمر کہاں
اسلئے آنکھ سے دیکھا نہ دل زار کا حال — کہ دکھاتے نہیں بیمار کو بیمار کا حال
سوزش ہجر نے اشکوں کو سکھایا ورنہ — دیدۂ تر کے سبب خلق میں رسوا ہوتے

(گلدستہ شوا ۱۸۶۰ء ۔ تجلیات سخن ۔ نتیجہ سخن کلکتہ)

(۲۴) ضابط ۔ چودھری اصغر علی ولد فضل حسین ۱۸۹۲ ۱۸۹۲ء موروثی

جاگیردار تھے ۔ ظریف الطبع ہیبانہ قد مبیح رنگ تھے ۔ حج و زیارت سے مشرف تھے صاحب دیوان تھے (اردو آمریکی الحسنین)

نمونۂ کلام مرا سینہ ہے مرکز حسرت و اندوہ و حرماں کا — سویدا فری دل کا نقطہ ہے پرکار دوراں کا
جنوں میں بھی نہ چھوڑی ہوشیاری ہوں وہ دیوانہ — کہ دامن پھاڑ کے پیوند کرتا ہوں گریباں کا

تاریخ دیوان مرحبا اے فکر ضابط مرحبا — حبذا اے شاعر عالی تبار
ضابط از عرش پیما طائر ذہن رسا — نامۂ رنگیں رگ ابر بہار
مولوی علی حسن مطلع مطلع دیوان حسن — مصرعہ موزوں قد رعنائے یار
احمد خاں اسیر مصرعہ تاریخ دیوان اے اسیر — جوہر تیغ زبان آمدار ۱۳۱۲ھ

(یادگار ضمیمہ العلم کراچی مارچ ۱۹۵۶ء)

(۲۵) عاصی ۔ مولوی حافظ معز علی بن اعظم علی بن جواد علی بن علی صدیق اللہ

بن قاضی علی ارشد ۔

نمونۂ کلام ساغر میں مے تو مے میں ہے عکس رخ صنم — مہتاب میں ہے لطف عجب آفتاب کا
خدا کی ہے قدرت بتو واہ واہ — یہ صورت تمہاری تمہاری نگاہ (بیاض ...)

(۲۶) عرفان حاجی عرفان علی قادری بدایونی

ن کلام

(۲۷) عطر منشی معطر حسین صدیقی بدایونی ۱۹۲۹ء بن حکیم فخرالدین منصف بن محمد سلیمان

ن محمد بحان بن محمد معین بن محمد حاکم بن محمد زاہد بن افضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں
ن کلام کہتا ہے انکے رُخ کا پسینہ غرور سے اے عطر اسطرف سے کبھی تم ادہر سے ہم (تجلیات سخن)

(۲۸) عیاں مولوی عطاء اللہ عرف قناعت شاہ صدیقی حمیدی بدایونی

ن مولوی حبیب اللہ وکیل بن نجیب اللہ بن حافظ حیات اللہ حیات بدایونی شاگرد شوق بریلوی

(۲۹) فخر شیخ افتخار الدین خلف شیخ نصیح الدین ساکن شہباز پور بدایوں

نمونہ کلام دل میں عشق بتاں سمایا ہے جان و ایماں کا اب خدا حافظ (تجلیات سخن)

(۳۰) فریدی مولوی اعتقاد اللہ بن شیخ عزیز اللہ فریدی فاروقی ساکن محلہ چاہ میر بدایوں

نمونہ کلام صورت او صورت آئینہ حیراں می کند زلف او جمعیت خاطر پریشاں می کند (اردو روش)
میسر جو نہ ہو دیدار جاناں دیر و کعبہ میں مرید شیخ کیوں ہو پیرو پیر مغاں کیوں ہو

(۳۱) فگار مولوی محمد حسن صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۱ء خلف مولوی سارک

اللہ مبارک مصنف ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نمونہ کلام آفتاب روز محشر جسکو کہتے ہیں فگار
اس سرے سے جو ہو آگاہ تو جانے زاہد
در مضمون مصنف دل سے نکلتے ہیں فگار

ایک پھاہا ہے ہمارے زخم کے ناسور کا (تجلیات سخن)
درد دل میں ہیں کہوں کیا لطافت کیا ہے
بحر مضمون معانی ہے طبیعت کیا ہے (ذخیرۂ بزم سخن)

(۴۲) قمر ۔ قاضی قمر الاسلام عباسی بدایونی م ۱۹۰۶ء خلف مولانا قاضی

عبدالسلام صاحب سلام محدث بدایونی ۔

نمونہ کلام ہے خزاں میں بھی فصل گل کی بہار زرد پتے بہار کرتے ہیں (تجلیات سخن)

۱۳۴۱ھ - ۱۹۲۵

(۴۳) کشش ۔ حکیم التفات حسین صدیقی فرشوری بدایونی وکیل تلہر فسلع

شاہجہانپور خلف شیخ مصلح الدین بن حماد الدین بن امین الدین برادر نصیح اللہ خاں جد سعید دکامل بدایونی ۔ جناب کشش کا دیوان نعتیہ گلزار رسول چھپ چکا ہے ۔ دو دیوان اردو میں مقبول احمد ہے مرتضوی محمد مطبوعہ ہیں

نمونہ کلام از تذکرہ تیرے ملنے کے مرکل میں میں ارماں کیا کیا
شوق پابوسی تمنائے کرم حسرت دید

تاریخ تذکرہ الواصلین
اللہ اللہ جناب بسمل نے
لکھی تاریخ وہ نہ دیدو شنید
جسکو سنکر کشش رسال پڑھے
واہ وا ذکر اولیا و شہید

۱۳۱۱ھ (۱۹۰۰ء) (تذکرہ الواصلین)

(۴۴) کیف سید حسن دہلوی

(۴۵) کیف مولوی عطا احمد صدیقی فرشوری بدایونی

دیکھیے صفحہ ۴۸۶

(۳۶) لطفی۔ منشی امتیاز الدین خلف شیخ کبیر الدین بدایونی از اولاد شیخ احمد غزنوی قدس سرہٗ "بہ اصابت طبع و استقامت ذہن شہرت دارد اشعارش خالی از لطف نیست" (روزِ روشن)

نمونہ کلام
وہ سرِ مہرِ غیر سے ہے گرمِ اختلاط — کیونکر نہ مشتعل ہو مرے جان و تن میں آگ (تجلیاتِ سخن)
سنبل از کاکلِ پیچاں تو پیچاں شدہ است — آئینہ از رخِ حیرانِ تو حیران شدہ است
چشم نرگس۔ دہنت غنچہ و قامت شمشاد — اے سراپائے تو رشکِ چمنستاں شدہ است (روزِ روشن)

۱۹۱۹ء م

(۳۷) محو۔ مولوی شفیع احمد صدیقی بدایونی خلف مولوی کمال احمد بن محمد اجمل بن مولانا محمد افضل صدیقی بدایونی مؤلف ہدایت المخلوق جناب محو نے تین دیوان مرتب کئے تھے۔ آخری دیوان چوری ہو گیا حضرت مذاق بدایونی اور منیر شکوہ آبادی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام
کب مجھے دعویٰ زاہدوں میں ہوں نکوکاروں میں ہوں — آسرا تیرے کرم کا ہے گنہگاروں میں ہوں
اے بتِ کافر خدا مجھ سے الٹ تو دے نقاب — حضرتِ واعظ دکھا دیجے کہ دینداروں میں ہوں

۱۸۸۴ م

(۳۸) محوی حافظ عبد العلام عباسی بدایونی خلف قاضی شمس الاسلام خلف حضرت مولانا قاضی عبد السلام سلام بدایونی۔ آپ عازی آباد ضلع میرٹھ میں وکیل تھے۔

نمونہ کلام
وائے ناکامی کہ مرغِ نامہ بر — واں تلک پہنچا تو عنقا ہو گیا (تجلیاتِ سخن)

(۳۹) مذنب مولوی علی احمد محمود اللہ شاہ صدیقی حمیدی بدایونی بن مولوی علی

اسد اللہ بن علی ولی اللہ بن علی صفی اللہ صغیر بن علی ارشد مجد امجد جناب قمر بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۸۹

(۴۰) مضطر شیخ غلام باری بدایونی

(ایشن بدایوں ۱۹۳۱ء)

مشغلے ہیں یہ تیغِ قاتل کے　　اس کو بسمل اسے شہید کیا

(۴۱) مظہر مولوی مظہر حسین صدر اعلیٰ صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۲۷ء بن شیخ

عبادت اللہ بن نعمت اللہ بن عزت اللہ بن عنایت اللہ بن محمد مکرم ۔ بن محمد معظم بن خلیل اللہ بن جان محمد بن غلام محمد بن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں ۔

نمونہ کلام　کہیں خورشید کہیں رشک مسیحا کہکر　　یار کو چرخ چہارم پہ چڑھا رکھا ہے (تجلیات سخن)

میکش خان بہادر احمد علی خاں بدایونی خلف محمد علی خاں آزاد

(آبروئے شیخ محمد سعید)

نمونہ کلام

تری کافرنگاہی اور کیا ہے　　دلوں کی بے پناہی اور کیا ہے

کسی کی زلف کی آوارہ نکہت　　نسیم صبحگاہی اور کیا ہے

سمجھتا ہے ہر اک جلوے کو پردا　　بشر کی کم نگاہی اور کیا ہے

واں پہنچکر جان و دل نذر بتوں پہ کرینگے نثار　　ذوقِ پابوسی جو نذرِ پاسباں ہو جائے گا

دل ازل میں بن چکا ہو کردۂ جور و جفا　　کیا بگاڑے گا جو دشمن آسماں ہو جائے گا

مستیِ میکش بڑھے گی حد سے ذوقِ شعر میں　　جب مذاقِ نامور پیر مغاں ہو جائے گا

(شاعر بدایوں ۱۹۱۶ء)

(۴۲) نوشہ شیخ اعجاز احمد فریدی فاروقی شیخوپوری بدایونی۔

نمونہ کلام
ترجیع بند مرثیہ حضرت مذاق

منتشر ہے طبع اب جاؤں کہاں | مضطرب ہے دل الٰہی کیا کروں
تا گریباں ہاتھ جا سکتا نہیں | دامنِ دل ہے نہ اب دستِ جنوں
چشمِ ساقی کا جہاں چلتا تھا دور | ہے وہاں آنکھوں سے جاری جوئے آب
تھا کشادہ اک درِ ارشاد و فیض | آستانِ مرشدِ عالی جناب
وہ فقیرِ عاشق و معشوقِ حق | یعنی دلدار علی شاہ مذاق
اس کی صورت باعثِ حبِ خدا | اس کی صحبت دافعِ کفر و نفاق
شیخِ وقت و غوثِ عالم وہ ولی | سید الافراد دلدارِ علی رض
نورِ صورت نورِ معنیٰ نورِ حق | نور فوق النور نورِ منجلی

(۴۴) نیرؔ حافظ سید محمد فاروق ۱۸۶۲ء تا ۱۹۲۰ء خلف مولوی نظام العام خیر آبادی،

نمونہ کلام
گالیاں دشمنوں کی طعنۂ غیر | تیرا عاشق جو ہر تو کیا نہ سنے
ہم کہے جائیں گے قیامت تک | وہ سنے دردِ دل کو یا نہ سنے

(بہارِ خیر آباد صفحہ ۱۸۱)

(۴۵) نیرؔ مولوی علی حیدر بدایونی صدیقی حمیدی م ۱۸۷۶ء خلف مولوی امیر حید

نمونہ کلام
دیا قاتل کو اپنے جامِ شربتِ مہربانی سے | علی رض کو اسلئے ساقی بنایا حوضِ کوثر کا
مصنوع میں ہم دیکھتے ہیں قدرتِ صانع | کس بت سے عیاں شانِ خدائی نہیں ہوتی

(گلدستۂ ہوش افزا) (تجلیات سخن)

(۴۶) وجدؔ مولوی غلام غوث عباسی بدایونی دیکھیے صفحہ ۱۸۰

ہاشمی۔ مولوی قطب الدین عباسی بدایونی بن مولوی نظام الدین ناطق بدایونی

نمونۂ کلام (اردو)

مری جوانی و پیری کی داستاں مت پوچھ
ضعیف کیوں نہ ہوں مغلوب روزگار ہوں میں

نمونۂ کلام (فارسی)

تو زحالِ ما چہ پرسی کہ زخاک ہم نشاں نیست
خبر از بلائے ما ز صبا شنیدہ باشی

آپ کے صاحبزادے مولوی علی الدین عجز ۱۸۷۸ء تا ۱۹۶۰ء ریاست جاورہ میں مجسٹریٹ تھے اور چھوٹے صاحبزادے منشی محمد احمد افسر بدایونی حضرت فانی بدایونی کے شاگرد تھے

بسمل بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

خاں بہادر مولوی رضی الدین صدیقی فرشوری بدایونی م ۱۹۲۵ء ۱۸۴۹ء خلف حکیم سعید الدین سعید و کامل بدایونی (شاگرد عارف دہلوی) جناب بسمل نواب محمد علی خان معزول نواب ٹونک کی سرکار میں ملازم تھے اس وجہ سے آپ کا بنارس میں قیام رہا۔ اس کے بعد شاہجہانپور میں وکالت کرتے رہے۔

نمونۂ کلام

دکھلا کے آنکھ دم سے میں باہر آ ہنس سکا
مل بے بے مہری کہ مرا سر اس کے ...
لوں حال کس میں ظالم نہ ملا اس کو کوئی ہے

نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں برا ہوا ...
اور کہا تو نہ کہا اچھا ہوا اچھا ہوا
اے ستمگر بسمل دلریش حوالے ...

تاریخ تذکرۂ اہل اسلام

... رب العالمین
... ہر روشن دیں
تاریخ ایں گلزار دیں
حسن و جمال ... میں

... جسم تذکرۂ اسلام
... طریق سالکاں
گلدستۂ بسمل کاملاں
... دلاں

(۱۳۱۸ھ)

نعت و منقبت ... لوح کی ... ہے مدح کچھ دارد کمر
سلام کرتا ہے تو اوں کے اگرچہ لو ہے سر
لو دلوائی نجات اے سید روشن ضمیر
میں سر سے پا ... قرباں وارا ہے ہی سر
سب دہاں رحم مجھ کو مرتا کہیے کو میں

... سید والا ... ہے دم سے دی کہیے
کوئی ملحد مجھ کو بتلا ... کوئی ... را
میں ... کی اصلاح مری اور ... یا اصلا
دوست ... کرتے ہیں ملامت ... کرتے ہیں گلا
کیا مناسب ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

(اجلاس آل انڈیا ... کانفرنس شاہجہانپور ۱۸۹۵ء)

تلامذہ بسمل بدایونی

(۱) احمد۔ مولوی صبیح الدین بیرسٹر ایٹ لا خلف وشاگرد بسمل بدایونی۔

نمونہ کلام: اس دلِ مضطر کو اپنے ساتھ لیتے جائیے ۔۔۔ یہ بھی آمادہ بطورِ ارمغاں جانے کو ہے

(۲) امیر۔ مولوی امیر احمد بدایونی (ٹونک والے) ۱۸۷۶ء تا ۱۹۴۵ء

جناب نادم سیتاپوری لکھتے ہیں کہ فن شاعری میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ اردو زبان کے حامیوں میں ہیں۔ آپ نے آل انڈیا کانفرنس کی بنیاد ڈالی ہے جس کے آپ جنرل سکریٹری ہیں اس صدی کے آغاز میں اردو کانفرنس کی پر زور تحریک نے امیر بدایونی کو کافی مقبول بنادیا تھا مگر بدنصیب اردو کی دوسری تحریکوں کی طرح اردو کانفرنس بھی ناکام ہوگئی پھر حکومت نے شمس العلما کا خطاب دے کر انکی عملی صلاحیتوں کو اور بھی مفلوج کر دیا۔ جناب امیر بدایونی صاحب تصنیف وتالیف تھے تغزل پر غالب کا گہرا رنگ چھایا ہوا تھا۔

نمونہ کلام: بیش از گام نہ تھی گردشِ یک عمرِ رواں ۔۔۔ ذرہ ذرہ رہِ الفت کا بیاباں نکلا

شور تھا وسعتِ داماںِ قیامت کا امیر ۔۔۔ بڑھ کے دیکھا تو مرا چاک گریباں نکلا

مشاعرہ بھوپال ۱۹۱۰ء تذکرہ نما از نادم سیتاپوری اردو نامہ ستمبر ۱۹۶۳ء

مجھ سے بگڑے تھے تو خط بھی مجھے بگڑا لکھا ۔۔۔ حسنِ اخلاق نہ تھا حسنِ ترقم بھی نہ رہا

(بدایوں کے چند شعرا وادبا)

(۳) زاہد۔ منشی فدا حسین بدایونی

نمونہ کلام: میرے حصے میں نہ آئے گی کبھی شامِ وصال ۔۔۔ کیا خبر تھی دشمنِ جاں آسماں ہو جائے گا

(مشاہیر بدایوں)

(۴) فصیح ۔ مولوی فصیح الدین خلف بسمل

(۵) فوق سبزواری بدایونی

فوق سبزواری بدایونی

مفتی سید احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۰۵ء – ۱۹۵۳ء خلف حکیم محمد یسین شوق بن مفتی شرف علی بن مفتی بسیر علی بن مفتی محمد اسمعٰیل جد امجد لطف بدایونی جناب فوق بدایونی علم وادب کے بڑے محقق تھے ۔ جناب بسمل آپ کے ماموں تھے ۔

نمونۂ کلام

مری تربت پہ چادر ڈال کر شام غریباں کی ۔۔۔ وطن والے تلافی چاہتے ہیں جور ہجراں کی

جہاں رونق افروز وہ مہ جبیں ہے ۔۔۔ کئی روز سے چاندنی بھی وہیں ہے

دل خدا معلوم کیوں تہمت کشِ دیدار تھا ۔۔۔ حسن کو تو فطرتاً اک آئینہ درکار تھا

اندھیری رات ساحل دور ہمت سست دل مضطر ۔۔۔ بہت مجبور ہو کر میں نے کشتی نذرِ طوفاں کی

یہ کہکر فوق ہم نے آشیانہ خود جلا ڈالا ۔۔۔ نہ ہو زینت تو پھر خواہش بھی کیونکر ہو گلستاں کی

(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء مشاعرہ بدایوں ۱۹۴۳ء)

تلامذہ فوق سبزواری

(۱) اوج سبزواری ۔ منشی آل احمد صدیقی حمیدی بدایونی ساکن کراچی ولادت ۱۹۱ء برادر حضرت فوق سبزواری ۔

نمونۂ کلام

وہی کیف بار منظر وہی صورت گل تر ۔۔۔ جو کہیں بہار آئی مجھے آپ یاد آئے

تو مجھے ہر وقت یاد آرہا ہے اٹھتے بیٹھتے ۔۔۔ بھولنے والے کبھی تجھکو بھی یاد آتا ہوں میں

موت کہتی ہے مریضِ غم سے　　ابھی آرام ہوا جاتا ہے

مرنے والے ہم سے بہتر ہیں کہ مر جانے کے بعد　　پاؤں پھیلا کر لحد میں چین سے سویا کئے

دنیا کی آرزو میں دنیا سے جا رہا ہوں　　پھر بھی تو مجھکو دنیا بیگانہ کہہ رہی ہے

اے اوج ضبطِ غم کی تشہیر ہو نہ جائے　　تاروں سے شام فرقت افسانہ کہہ رہی ہے

(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء گلفام شکیل ۱۹۳۸ء)

جناب اوج سبزواری کے صاحبزادے طارق سبزواری (ولادت ۱۹۵۲ء) کا نمونہ کلام یہ ہے۔

وہ اشک بنکے مری چشم تر میں رہتا ہے　　عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

(۲) انجم فوقی۔ حکیم ظہور محمد بدایونی مقیم کراچی ولادت ۱۹۱۱ء مصنف مجموعہ کلام

اجالے معلومہ ۱۹۵۲ء مہر وماہ مطبوعہ ۱۹۶۱ء آتش غم "سلک پروین" اور مکتوبات کے مجموعے محاطات مکاشفات و ملاقات

نمونہ کلام　اہلِ دل شدتِ غم سے کبھی گھبراتے ہیں　　اوس پڑتی ہے تو پھول اور نکھر جاتے ہیں

ہمیں تم ہیں فسانہ در فسانہ　　کہاں تک خاک ڈالے گا زمانہ

جناب انجم فوقی کے شاگرد منشی محمد جان ممار بدایونی۔ منشی نجم الحسن نجم بدایونی۔ منشی اشرف حسن حلال سوز گلالوی بدایونی۔ منشی مشرف حسین سہیل بدایونی اور منشی وصی الدین نجم بدایونی ہیں۔

(۳) مہر فوقی۔ منشی نثار محمد بدایونی مقیم کراچی انتقال ۱۹۸۲ء آپ جناب انجم فوقی کے برادر اصغر تھے۔

نمونہ کلام　ذرا سی فکر دنظر چاہئے اسیروں میں　　قفس کا لطف ہی کیا ہے جو اپنا گھر نہ لگے

(۴) قدر۔ منشی اقتدار الدین بدایونی والسمعی حال ساکن کراچی ولادت

نمونہ کلام :- اے قدر تا زیست مرا کچھ نہ ہوگی۔ موتی ملوص کے ہیں پیر ڈبا رہا بہت

(۵) اطہروشاہد۔ محمد اطہر حسین شاہد بدایونی خلف جناب ظفر بدایونی و شاگرد جناب ظفر بدایونی و حضرت فوق سبزواری بدایونی آپ کراچی میں ہیڈ ماسٹر ہیں

نمونۂ کلام مری بادہ کشی پہ ہنسنے والو مرے ساغر میں میرا ہی لہو ہے

(۶) شاداں۔ حافظ عبدالمجید بدایونی ولادت ۱۹۲۸ء مولوی منشی اور ادیب امتحانات پاس کرچکے ہیں۔

نمونۂ کلام عصیاں کی قدر آپ مرے دل سے پوچھئے میں جانتا ہوں رحمت پروردگار کو

(۷) شمس بدایونی۔ منشی شمس الدین قادری خلف حضرت ثاقب بدایونی ولادت ۱۹۲۶ء شاگرد جناب فوق سبزواری بدایونی۔

نمونۂ کلام چپ ہو کے بھی چپ نہیں ہیں ہم لوگ چہرہ دل پہ کہانیاں رقم ہیں

وجد بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

مولوی غلام غوث عباسی بدایونی ملازم گوالیار خلف مولوی عزیزالدین بن محمد یوسف برادر ناطق بدایونی آپ جناب ثاقب بدایونی کے ماموں تھے شاعری میں حضرت مذاق بدایونی اور مرزا داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

نمونۂ کلام نعت تم جب تھے زمانے کا نہ تھا نام و نشاں تم زمانے سے بھی ہو اگلے زمانے والے

غزلیات غیر ہم بزم تھے ہم پھر گئے شکوا کیا ہے ہم سے بیٹھا نہ گیا تم سے اٹھایا نہ گیا (تجلیات سخن)

تلامذہ وجد بدایونی

ضیائی۔ ڈاکٹر ضیائے عباسی ہاشمی بدایونی مقیم گوالیار ۱۸۸۶ء ۱۹۶۲ء خلف مولوی نورالدین خلف مولوی نظام الدین ناطق بدایونی۔ آپ کا مجموعہ کلام ضیائے سخن کے نام سے کراچی میں ۱۹۷۱ء میں چھپا تھا اس کا انتخاب درج ذیل ہے۔

کہیں کسی سے کہہ ہی تعبیر اک خواب عشرت کی
حسن و شباب منہ نہیں کچھ نقاب میں
معرفت تیری ازل سے ہے جنوں کا حصہ
ہمیں حیرت کہ بیکار ہے عقل کی تلاش
یا الٰہی پا شکستہ کر دے ہم سا کبھی نہ ہو
ایک دنیا کے دل ہیں زیر قدم
یہ رسم و رہ الفت وہ جانیں کہ ہم جانیں
ادعائے آشنائی ہے جسے
کبھی اقرار ہے پنہاں کبھی انکار ہے پیدا
فضائے دہر کا ایک ایک ذرہ
وفا پہ [illegible] مشتاق بانہ پرستی ہوئی
بجائے مسجد و منبر فقط اک میکدہ ہوتا
ہمارے سب عمل کہاں تک لذت غم کی
دل میں خیال عشرت گلشن لیے ہوئے
جو ٹل گل حسن تبسم رنگ بادہ کیف چشم
پھرتے ہیں تماشا ہی تماشا ہیں جہاں میں
بے واسطہ دیدار انہیں دیکھ رہا ہوں
وہ ساحلیں پہ جب تک ۲ شعلے
تمام شکوے ہوئے ختم ایک ہچکی میں

یہ آنکھوں الٹک بار ایمنہ یا من غم جہاں اپنا
سب یہ حجابیاں ہیں کسی کے حجاب میں
عقل کی نہر میں کب تیری حقیقت آئی
چلو ہم ہی اک سعی رائگاں تو کریں
سامنے منزل ہے لیکن راہ میں منزل ہیں ہم
پھر بھی تسکین نفس نہیں ہوئی
منہ پھیر کے جب نکلے اک پرسش نہاں کی
وہ بھی اک ناآشنائے راز ہے
وہ رکھتے ہیں زبان گویا نگاہ و تبسم سے ہیں
مجھے دیتا ہے پیغام محبت
ترے ستم کا اگر احتساب ہو نہ سکا
گریہ آویزہ کہ با ہم تراضی کر دو
یہ ناکامی یہ محرومی یہ پابندی چمن تک ہے
بیٹھے ہیں ہم قفس میں نشیمن لیے ہوئے
انکے تیر انداز کا یعنی جدا اک نام ہے
دیکھو تو ذرا وسعت داماں نظر کو
تخیل کی خلوت میں نہیں دخل نظر کو
مرغ دل اسے جستے ہی جب تک تیغ کے
وہ آگئے وہ ہم آخر مرحلہ تمام ہوا

مجھکو ڈرتا دیکھکر وہ آج خود ڈرنے لگے
دل تڑپ کر رہ گیا یہ طرز تسکیں دیکھکر

بزم گلشن بزم انجم بزم دشمن بزم دوست
جسکو دیکھو ہنس رہا ہے مجھکو غمگیں دیکھکر

لب پہ کسی کا نام تھا دل میں کسی کی یاد تھی
ہوگیا خاتمہ بخیر عاشق پاکباز کا

کمال عشق سمجھوں یا اسے دنیا کی ناقدری
یہ عالم ہے کہ اب کوئی نہیں درد آشنا اپنا

یہی ہے منزل مقصود الفت کی دل ناداں
نہ کوئی مدعی اپنا نہ کوئی مدعا اپنا

خطاؤں پر کرم کرنا حسینوں کی ادا ٹھہری
نہیں جرم وفا کرنا نہ احسان جفا ہوتا

ہے یقیں وعدہ پر کہ جیتے ہیں
مر نہ جائیں جو اعتبار نہ ہو

آج یہ کہکر دیا ساقی نے جام
جو نہ لے اس پر قیامت تک حرام

بات کرتے ہیں وہ اس انداز سے
جیسے بندے سے خدا ہو ہم کلام

کلام فارسی

ساقی سوئے من بیک غلط انداز نگاہے
مدہوش بیک لغزش مستانہ فروشم

بہ چہ مکرائے ضیائی تو گدائے مصطفائی
ز نبی طلب علیؑ را ز علیؑ طلب خدائی

زمانہ حق فراموش است منصور دگر باید
بہ ساز دار یک نغمہ سرودن آرزو دارم

ضیا گنجینۂ ذوق ادب از ہند آوردم
من ایں دولت بہ پاکستان سپردن آرزو دارم

صولت بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی و شاد بریلوی

مولوی سید اکبر حسین نقوی قبائی بدایونی ثم بریلوی م ۱۹۱۳ء

خلف مولوی سید دولت علی خلف حضرت سید عبد العلی قادری رزاقی قدس سرہ۔ جناب صولت حضرت مذاق بدایونی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد ریاست گوالیار میں نائب دیوان اور آپ وہاں جج تھے۔

نمونۂ کلام
ہیں گلشنِ ہستی میں خزاں دیدہ شجر ہم — کیا ڈالے نظر کوئی نہ گل ہیں نہ ثمر ہم
کر دیا موت نے محبوب سے واصل مجھکو — زیست کا لطف ہوا موت سے حاصل مجھکو
بند ہوتی ہیں جو آنکھیں مری ہنگامِ اجل — نیند آتی ہے تہِ خنجرِ قاتل مجھکو
اک تری یاد نے دونوں کو کیا محو ایسا — دل کو میں بھول گیا بھول گیا دل مجھکو
بیخودی نے مجھے ہشیار کیا ہے صولت — کر دیا تھا جو خودی نے مری غافل مجھکو
(بزمِ سخن ۱۹۱۱ء)

تلامذہ صولت بدایونی تم بریلوی شاگرد حضرت مذاق بدایونی وجناب

سرشار بریلوی۔

(۱) صادق۔ منشی صادق حسن عثمانی بریلوی خلف و شاگرد حضرت محو

بریلوی ہم شاگرد صولت بدایونی۔

نمونہ کلام
ہوا ہوگا نہ دل دے کر کوئی دنیا میں اتنا نادم — محبت کرکے ہم جیسے پشیماں ہوتے جاتے ہیں
گذرتی ہے قفس میں زندگی برچند بے کھٹکے — مگر رہ رہ کے یاد آتا ہے اپنا آشیاں پھر بھی (انہاں سخن ۱۹۱۱ء)
بہارِ زندگی گویا طلسمِ طرفہ ساماں تھا — مری روداد ہستی تھی کہ اک خوابِ پریشاں تھا
ملتا نہیں ہے منزلِ مقصود کا پتہ — روزِ ازل سے روح ہماری سفر میں ہے
دم پہ بنتی ہے تو بن جائے بلا سے صادق — ہم نہیں چاہتے منتِ کشِ درماں ہونا
ننگِ جنوں ہیں جیب و گریباں مرے لئے — کافی ہے ایک تارِ رگِ جاں مرے لیے
جیتا ہوں انتظار میں وعدہ ہائے شوق کے — دشواریٔ حیات ہے آساں مرے لیے
یہ اور بات ہے کہ نہیں تابِ دید کی — ہے شمعِ طور اب بھی فروزاں مرے لیے

(۲) اطہر مولوی سید اطہر حسن سنہ ۱۹۱۰ء سنہ ۱۹۱۷ء خلف شاگرد حضرت صولت بدایونی۔ علیگڑھ میں زیر تعلیم ہے۔

نمونہ کلام

خدا جانے یہ کیا کرتے اگر ان کی زبان ہوتی — قیامت ڈھاتے ہیں آنکھوں تک ہے زبان پر بھی

لے جاتا ہے تو اس بزم میں لے دل مجھکو — کر نہ دینا کہیں رسوا سر محفل مجھکو

بھرے ہیں آنکھ میں کہو اور بناے ہوا کہاں — ہاں سمجھ لیجئے ہر نقش میں کامل مجھکو

کیا شگفتہ آکے تربت پر مری ہوتا وہ گل — کچھ تھے باس پھول کچھ کلیاں تھیں پھولی ہوئی

(۳) سید مولوی سید حسن بریلوی

نمونہ کلام

نہ آیا تھا نہ آیا یہ حالت کا یقین انکو — کئے سوا انتہاں لیکن رہے وہ بدگماں مجھ پر

کبھی بتخانے کو جاتا ہوں کبھی مسجد کو — سوچتا ہوں کہ ملے ذوق حق و باطل مجھکو

(۴) حلیم سید حکیم احمد نقوی بدایونی ثم گوالیاری برادر و شاگرد صولت بدایونی

نمونہ کلام

کیا ہوئے وہ صنم خدا جانے — جن سے آباد تھے صنم خانے

نہ وہ ساقی رہے نہ میخانے — نہ وہ بادہ رہی نہ پیمانے

ہوئے آوارہ جہاں میخوار — تھے کبھی رند اب ہیں دیوانے

دل کی حالت کبھی نہ تھی ایسی — آج کیا ہو گیا خدا جانے

مجھے بچھڑے ہوؤں کی نغمہ سنجی یاد آتی ہے — چمن میں بلبلوں کو جب غزلخواں دیکھ لیتا ہوں

نظیر بر موقع — نہ پوچھو کس جہاں رنگ و بو سے ہو کے آئے ہیں — جہاں دل ہی تماشے بے بہا ہم کھو کے آئے ہیں

مرحوم جنت مکانی ۱۹۵۶ء — قیامت تھا نظارہ اس گلستان محبت کا — نم رخسار گل سے چشم تر ہم دھو کے آئے ہیں

فدا اس غنچۂ گلزار کو پھولا پھلا رکھے — جہاں ہر ذرہ زمزمۂ محبت ہو رہے ہیں
محبت کرنے والوں کی محبت سے بہت کم تھا — دمِ رخصت ہم ان کے آگے جتنا رو چکے ہیں
ہمارے خواب کی رنگینیوں کا پوچھنا کیا ہے — محبت کی فضا میں فرشِ گل پر سو گئے ہیں
ہنستے ہی ہنستے یہ ملے شباب بھرے کا — جگا سے دن ہو تو صبح ہم کر کے ہی ہوتے ہیں

[illegible]

ذائق بدایونی خلف و شاگردِ حضرت مذاق بدایونی

مولوی ایثار علی خلف حضرت مولانا دلدار علی مذاق بدایونی

نمونہ کلام (نعت)
زمیں سے آسماں تک ہر جگہ جلوہ اسی کا ہے — خدائی میں خدا کے نام کے بعد نقش محمد کا
درود و نعت اے ذائق رہے ورد زباں ہر دم — تمام اذکار سے بس ذکر ہے احسن محمد کا

تلامذہ ذائق بدایونی

(۱) فائق. مولوی اخیار علی ۱۸۹۳ء – ۱۹۵۲ء خلف ذائق بدایونی

نمونہ کلام
یہ منظر ہے نہ دیکھو پیار سے منہ داد خواہوں کا — وہ دنیا تھی جہاں چلتا رہا جادو نگاہوں کا

(بدایوں کے چند شعراء و ادبا)

(۲) شائق. مولوی اسرار علی ۱۸۹۸ء – ۱۹۷۸ء خلف و شاگرد حضرت ذائق بدایونی

نمونہ کلام
مہرباں جب وہ بتِ نامہرباں ہو جائے گا — دیکھنا پھر مہرباں سارا جہاں ہو جائے گا

تلامذہ اسرار علی شائق بدایونی

(۱) ابرار علی ابرار بدایونی خلف شائق۔ ہم شاگرد لطف بدایونی دیکھئے صفحہ ۲۵۷

(۲) حامد ـ منشی رئیس الاسلام خلف معین الاسلام ہاشمی بدایونی جناب شائق بدایونی آپ کے پھوپھا تھے

کیفؔ بدایونی شاگرد حضرت مذاقؔ بدایونی

مولوی عطا احمد صدیقی فرشوری بدایونی وکیل تلہر ضلع شاہجہانپور خلف مولوی نورالدین ۔

نمونہ کلام تاریخ تذکرۃ الواصلین

آفریں بر فکر لبسمل آفریں صد آفریں ۔۔۔ کرد تالیفے عجب آں صوفی صافی بیاں
جستجو بنمود بہر سال تالیفش چو کیفؔ ۔۔۔ ہلم بیبی بگفتا خضرِ راہِ طالباں

۱۸۹۹ء

تلامذہ کیفؔ بدایونی

(۱) مناظر ـ منشی مناظر الحسن صدیقی فرشوری بدایونی

نمونہ کلام
اٹھا کر ناز ہم نے نار ڈالا کر دیا ان کو ۔۔۔ ہمارے ناز کرنے پر وہ نازاں ہوئے جاتے ہیں

(۲) سرور ـ پروفیسر آل احمد صدیقی فرشوری بدایونی ولادت ۱۹۱۲ء خلف منشی (ریاض حسن بدایونی ۱۹۱۱ء) محمد ابن کرم احمد ابن شفیع احمد ابن شفیع احمد ابن شیخ محمد احمد ابن شیخ احسان اللہ احسانؔ شاگرد حضرت مذاقِ بدایونی ابن شاہ شکر اللہ شکر بدایونی ابن شاہ ذکر اللہ صاحب بدایونی بن محمد اشرف ابن محمد اعظم ابن محمد افضل ابن عظمت اللہ ابن محمد اولیا بن محمد درویش بن کمال محمد بن شیخ منصور برادر جمال خاں ناصحی بدایونی آپ نے علیگڑھ میں اعلیٰ تعلیم پائی ۔ وہیں شعبہ اُردو کے صدر رہے ۔ آپ کے کلام کے دو مجموعے سلسبیل ۱۹۳۵ء اور ذوق جنوں ۱۹۵۵ء شائع ہو چکے ہیں ۔
سلسبیل کی شاعری شباب کی شاعری ہے ۔ سرور صاحب ۱۹۳۳ء میں کشمیر گئے تھے ۔ اپنی نظموں میں مناظرِ کشمیر کو بیان کیا ہے ۔ سونا مرگ کا منظر دیکھکر وہ کہتے ہیں ۔

یارب یہاں شباب برستا ہوا رہے ۔۔۔ دوشیزۂ بہار کا دامن بھرا رہے

رعنائیاں تمام یہ بکھری ہوئی رہیں دل خوش جنبوں کے مزے لوٹتا رہے

سنامرگ سے رخصت ہوتے ہوئے پیمانِ وفا اس طرح باندھا ہے ع

اے موجِ سندھ تیرا میں مدح خواں رہوں گا تو بھی جواں رہے گی میں بھی جواں رہوں گا

پانچ سال بعد ۱۹۳۸ء میں کشمیر کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔

بہت دن ہو گئے پھر بھی وہی تصویر پھرتی ہے نگاہوں میں ابھی تک وادیٔ کشمیر پھرتی ہے

اسی سرسبز وادی کے کنارے شعر کہتا ہوں مری دنیا وہی ہے میں اسی دنیا میں رہتا ہوں

ذوقِ جنوں میں ان کے اسلوب میں پختگی اور اندازِ بیاں میں قادر الکلامی ہے مغربی ادبیات کے وسیع اور گہرے مطالعے نے انہیں اردو شاعری کی روایات سے بدظن نہیں کیا بلکہ ان کے تخمینے میں مدد دی۔ سرور دورِ جدید کے ان شعرا میں ہیں جو شاعری کی تمام فنی تحریکات سے واقف ہونے کے باوجود فنی حیثیت سے اپنے لئے کلاسیکی طرز کو پسند کرتے ہیں سرور کا انسان کی عظمت پر عقیدہ ہے اس جذبے کا سب سے بڑا محرک یہ ہے "ہجر کی رات ہوئی ہے تو سحر بھی ہوگی"

کتنے خوابوں کا امیں کتنے خیالوں کا نقیب یوں تو انسان اکیلا نظر آتا ہے مجھے

کرنیں پامال بھی ہو جائیں تو برباد نہیں نقش مٹ مٹ کے سنورتا نظر آتا ہے مجھے

جانتا ہوں کہ بڑا سخت گنہگار ہوں میں اس اندھیرے میں اجالے کا پرستار ہوں میں

ایک جامع نظم "سعیِ وفا" میں فرماتے ہیں۔

انتخاب بند اول

مجھے ہر ناصحِ مشفق یہی تلقین کرتا ہے کہ بزمِ ہند میں سعیِ وفا کرنے سے کیا حاصل

مریضِ ناتواں کا حال اب نا گفتنی سمجھو دعا دینے سے کیا حاصل دوا کرنے سے کیا حاصل

خزاں میں نغمۂ اہلِ بہاراں کون سنتا ہے بیاباں میں چمن کا تذکرہ کرنے سے کیا حاصل

یہاں ہر موج کے حلقے میں سو گرداب پنہاں ہیں سفینہ نذرِ طوفانِ بلا کرنے سے کیا حاصل

بند دوم — مسعود کلیات اندھیرا ہی ہی گھر میں
نشاط و لطف شمع انجمن کچھ اور کہتی ہے

فضا یہ ساروان میں چھپ گئی منزل تو کیا غم ہے
افق سے پھوٹتی ضو کی کرن کچھ اور کہتی ہے

کہاں تک ملک پہنچی اہل دل پہ زور فرمانی ہو
حمیت عظمت اہل وطن کچھ اور کہتی ہے

بند سوم — بہاریں یہی صدیوں کی چمن بندی کا حاصل ہیں
لب تاریخ کو میرے فسانے یاد ہیں اب بھی

قفس کیا ملتوی ہائے دام کیا رہ جائے اسیری کیا
یقین کی روشنی ہائے تو روشن آرزو ہیں آج بھی

یہ صدیوں کی فضا بندی کبھی تو رنگ لائے گی
بہاروں میں مری مٹی دنیا میں جگمگائے گی

بقول جناب سید احتشام حسین یہ نظم بلند خیالی - اعلیٰ نصب العین - پختگی خیال ترقی پسندی
ہندوستانیان اور رنگین نوائی کی بہت اچھی مثال ہے۔

غزلیات سرور:-

روشن ہے جس سے بزم دنیا کے کبھی سائے
ایسے بھی دیکھے تیرے تصور نے جلوے

منزل عزل کے منزل میں نہ زنجیریں کے شیدائی
یہ دنیا اب تو دیوانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حرف آئے گا ساقی تیری نیت بخشش پر
یوں مجھ کو گوارا ہے اپنی تلخ کامی بھی

([illegible])

نظم غالب

گو آسماں کو فخر ہے ماہ تمام پر
ہندوستان کو ناز ہے غالب کے نام پر

ہے رشک مہر اسکے تخیل کی ہر کرن
حسن ادا نثار ہے اسکے کلام پر

ہے روشناس خلق سخن اسکا آج بھی
شرمندہ خود اسکی ثبات دوام پر

(آجکل اپریل ۱۹۵۸ء)

(سلسبیل ذوق جنوں تبدیلیوں کے چند شعراء ادبا - آجکل نومبر ۱۹۵۲ء)

تلامذہ آل احمد سرور

(۱) قمر امروہوی

نمونۂ کلام عدد سے ملو گے کہ مجھ سے ملو گے — میں اس بات کا فیصلہ چاہتا ہوں

تلامذہ قمر امروہوی

(۱) صبا بہاری۔ منشی نجم الحق ولد الغلام الحق ولادت ۱۹۲۵ء ہزاری باغ بہار

نمونۂ کلام تری تلاش میں نکلے ہیں یوں بھی ہم اکثر — کہ جیسے کوئی پتہ اپنا پوچھتا نکلے
میں لوٹ آیا ہوں شہرِ دوستاں سے — کوئی غم بانٹنے والا نہیں ہے

مذنب بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی

مذنب۔ مولوی قاضی علی احمد محمود اللہ شاہ صدیق حمیدی بدایونی (۱۸۵۵ء-۱۹۱۱ء)

خلف قاضی علی اسد اللہ بن علی ولی اللہ بن علی صفی اللہ بن علی ارشد بن علی اشرف بن علی مرتضیٰ بن عبد المجید بن قاضی عبد الوہاب بن قاضی دانیال بن قاضی عبد اللطیف قاضی بدایوں بن صدر العلما قاضی صدر الدین وارد ہند قاضی بدایوں عہد بلبن (دا ماد و جانشین قاضی سعد الدین عثمانی قاضی بدایوں عرف قاضی سدا بے گواہ) بن فخر العلما مولانا حمید الدین گنوری ثم بدایونی۔ جناب مذنب کو حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ سے اسنادِ حدیث حاصل ہوئیں۔ حضرت مذاق بدایونی قدس سرہ سے فنِ شاعری حاصل کیا اور انہیں سے بیعت و خلافت ملی۔ وطن میں درس و تدریس میں زندگی بسر کی۔ عربی و فارسی و اردو میں شاعری فرماتے تھے مولف

تذکرہ روز روشن نے لکھا ہے "یہ موزوں فطری اشعار عربی و فارسی و اردو بہ لطافت می نگارد"۔ آپ نے حضرت مذاق کی تاریخ وفات "مذاق عاشق" کہی تھی۔

نمونۂ کلام ہمہ زباں بار بار می آید — شاید اے دل کہ یار می آید
(فارسی) ہمہ شکیں کہ گرد وا کرد و ے — بوئے مشک تتار می آید
(اردو) تھے ہیں ہم ہو گئے فنا ایسے — تو ہی آیا نظر جہاں دیکھا

(تجلیات سخن۔ روز روشن۔ غنچۂ ارم)

تاریخ تذکرۃ الواصلین بسمل بدایونی

الا بسمل من غرائب البدایون — قریب عزیز ہے۔ عزیز تر ہے
لقد صنف العام ہذا الکتابا — بگو سال مذنب عجیب عزیز ہے

۱۳۱۶

تلامذہ حضرت مذنب بدایونی

(۱) اہر۔ منشی اطہر احمد بدایونی مقیم کلکتہ

(۲) ذبیح۔ مولوی محمد اسمٰعیل

ساکن بدایوں، ویکلی ہفتہ وار آپ نے جاری کیا، اردو کی ترقی چاہت کی شاندار مشاعرے کرائے اور اردو کی ضرورت اہمیت کو محسوس کرایا۔

نمونۂ کلام ہر شب مثال شعلہ بھڑکتی ہے اپنی آہ — مثل ابر کے فراق میں ہر روز روتے ہم

(۳) نادر۔ منشی اعجاز الدین صدیقی متوطن بدایوں خلف منشی امتیاز الدین

مصطفیٰ بدایونی۔ صاحب دیوان ہیں کی ایک "دو حصہ خواجہ بزرگ" مطبوعہ ہے۔

نمونۂ کلام خود ہی رسوا کرے گا دل زخم خوردہ کا — درخواست کیوں کریں گے کسی چارہ گر سے ہم

[illegible]

ی عسائل - شیخ ممتاز الدین فاروقی مریدی شیخوپوری

ی ہماری بات کا کیا اعتبار ہو　　　اکثر نظر نہ آئیں گو تجھ سے ہم

ظہیری - حکیم حافظ سید ظہیر احمد نقوی مودودی سہسوانی خلف سید

خلیفہ حضرت مذاق بدایونی شاعری میں حضرت مذنب بدایونی اور جناب
کے شاگرد تھے وفات سنہ ۱۹۴۲ء چار سو کتابوں کے مصنف تھے

مجھے ہمیشہ ان تکیوں پر چھیڑتے　　　دیکھو ابھی تو آتے ہیں چپکے سے ہم

عالی - مولوی حکیم فضل الرحمٰن صدیقی متوطن بدایوں سنہ ۱۸۸۴ء - سنہ ۱۹۵۸ء

ل مجاہد الدین ذاکر بدایونی تلمیذ حضرت شیفتہ دہلوی - جناب عالی بدایونی علوم
غ التحصیل، لکھنؤ کے سند یافتہ طبیب حاذق، نہایت طباع حاضر دماغ نغز
اور تھے، تاریخ گوئی میں مہارت رکھتے تھے، شعر گوئی میں تذرے دلچسپی تھی۔ علم
یا حضرت مذنب بدایونی کے شاگرد رشید تھے ان کے انتقال کے بعد حضرت
یا استفادہ کیا تھا۔

اِدھر فنا سے بھاگتے ہیں　　　سب کو دربیش یہ سفر ہے
ے زخم کو کمال　　　گر فکر علاج چارہ گر ہے
دم وہ ہے غنیمت　　　ہمدم کل کی کسے خبر ہے
لی نازِ طبع عالی　　　اے دلبر فن خوش مقالی

اے حجلہ نشینِ خلوتِ دل — اے زینتِ پردہ ہائے محمل
اے غازۂ چہرۂ معانی — اے حسنِ عروسِ نکتہ دانی
مملو ہیں حروف خوبیوں سے — یا مانگ بھری ہے موتیوں سے
الفاظ کی شان کچھ نرالی — گویا باتوں میں جان ڈالی
انجم کا نقاط پر گماں ہے — یا سطحِ فلک پہ کہکشاں ہے
شمشاد کہوں کہ سرو لکھوں — مصرعہ مصرعہ ہے قدِ موزوں
پاکر لفظوں کی چست بندش — پائے مضموں نہ پائے لغزش
اس صنعت میں ہم ردیف ہونا — ہے شوق کا بس حریف ہونا
اس بحر میں اور زمین ایسی — کشتی خشکی میں ہے چلالی

یفِ زبانِ اردو

اے شاعرِ زبانِ اردو — اے مایہ فکرِ جانِ اردو
ناظم ترے دل سے قدرداں ہیں — نثار بھی تیرے ہم زباں ہیں
اخلاقی و مذہبی رسائل — ہیں زورِ قلم کے تیرے قائل
گلدستوں کی ہے بہار تجھ سے — اخبار ہیں نذرِ نگار تجھ سے
ہے ذوق کی یادگار تجھ سے — اور داغ کی ہے بہار تجھ سے
احسن کا کمال کب چھپا ہے — تعریف جو انکی ہو بجا ہے
دلچسپ ہے لغزِ زلالی — دنیا میں ہیں یادگار حالی
ہیں خوب خیالِ شادِ جامی — لی عیش نے دادِ خوش کلامی
نوبت پہنچی تری یہاں تک — شہرت ہے زمیں سے آسماں تک

مطلب

یوں لکھتے ہیں راویانِ اخبار — یوں نوک زباں سے ہیں گہربار

سکانِ ثقیف و ذی ہوازن   دل میں رکھتے تھے شہ سے ان بن
مکہ طائف کے بیچ میں تھے   یعنی دونوں حنین میں تھے
بوئے نخوت بھری ہوئی تھی   یہ ان کے دماغ میں بھری تھی
آخر لشکر کشی کی ٹھانی   تقدیر میں تھی شکست کھانی
لڑنے نکلے شہِ عرب سے   سلطانِ جہاں رسولِ رب سے
مالک بن عوف صاحبِ زر   سردار قبیلہ میر لشکر
اموالِ کثیر لیکے نکلا   اک جمِ غفیر لیکے نکلا
اتنے میں خبر نبیؐ کو پہنچی   لڑنے آئے ہوازنی بھی
فرمانے لگے یہ سن کے حضرتؐ   اس مال کو جان لو غنیمت
نکلا تھا زبان سے نبیؐ کی   دولت گھر بیٹھے کیوں نہ ملتی
اس شان سے جاہ سے حشم سے   لڑنے کو چلے نبی حشم سے
پیچھے پیچھے رسولِ ربؐ کے   بارہ سولہ ہزار کس تھے
جب شیرِ ژیاں ہوئے مقابل   آگے آیا نہ کوئی بزدل
کچھ سنگ تبر پھینکتے تھے   کچھ دور سے تیر پھینکتے تھے
دلدل پہ سوار شاہِ دیں تھے   سفیانؓ تھے اس کی باگ تھامے
تھامے ہوئے تھے رکاب عباسؓ   جیسے ہالہ ہو ماہ کے پاس
فرمایا حضور نے چچا سے   کس جا ہیں سوار اور پیادے
پیچھے نہ ہٹیں نہ جی چرائیں   بڑھتا ہوں میں ساتھ ساتھ آئیں
عباسؓ نے ہر طرف بہ انداز   آواز دی کس طرف ہیں جانباز

بہ حکم حضورؐ جب سب آئیں — اٹھیں لبیک کی صدائیں
یکبارگی سب نے جمع ہو کر — حملہ کیا دشمنوں کی صف پر
ہوتی رہی دیر تک لڑائی — آخر دشمن نے منہ کی کھائی
پائی نصرت شہِ ہدیٰ نے — اسلام کو دی ظفر خدا نے
یوں لکھتے ہیں صاحب مدارج — یوں مظہرِ حال ہے مدارج
جب جنگ حنین فتح کرکے — طائف کو رسول پاکؐ پہنچے
حصارِ طائف کرکے قائم — تقسیم کئے یہاں غنائم
جب سب نے مراد اپنی پائی — کی عرض کہ اے حضورِ عالیؐ
اب تم سا کوئی سخی نہیں ہے — ہمت پہ ہزار آفریں ہے
انصار نبیؐ میں تھے جو عباسؓ — معروف بہ اسم ابن مرداس
کی جنگِ حنین میں جو خدمت — حصہ رسدی ملی غنیمت
پایا جو قریشیوں سے تھوڑا — عباسؓ کو ناگوار گزرا
تھے شاعر نامی و گرامی — مشہورِ جہاں تھی خوش کلامی
فوراً کہے چند شعر موزوں — اشعار کا ان کے تھا یہ مضمون
پایا ہے فلاں فلاں نے سب کچھ — محروم رہے ہیں غریب کچھ
پائی اشعار نے جو شہرت — پہنچے تا گوش پاکِ حضرتؐ
فرمایا بلا کے شاہِ دیںؐ نے — اشعار کہے ہیں یہ تمہیں نے
ہو جائے ذرا سی بات کوئی — کرنے لگتے ہو شعر گوئی
خم کرکے سرِ نیاز اپنا — عباسؓ ہوئے نبیؐ سے گویا

پھیلا جو عمل اس سے عطا و خلق خو — شاعر کا نہیں زبان پہ قابو
یہ سن کے حضور مسکرائے — پھر حکم دیا کہ داد پائے
بخشش جو خوب کی گئی ہے — تالیف قلوب کی گئی ہے
لے جائیں گے گھر وہ مال و زر کو — لیجائے گا تو رسول گھر کو
انصار میں ہے شعار تیرا — دارین میں ہے وقار تیرا
سو اونٹ کی تو نہ التجا کر — جو دے دیا اس پہ اکتفا کر
اسی دن تھی کہو اور شان عالی — دشمن بھی پھرے نہ در سے خالی
وہ دست سخا کھلا ہوا تھا — در پر میلا لگا ہوا تھا
دی جن کو خدا نے فتح و نصرت — دی جنت کو حضور نے غنیمت
ان سب کے طفیل میں الٰہی — مل جائے مراد دل کی چاہی
دارین کی خوبیاں ہمیں دے — آرام یہاں وہاں ہمیں دے
ہوں مال کثیر کا نہ قائل — دے مجھکو مری گذر کے قابل
یہ بھی ہے دعائے عاجزانہ — آباد رہے رسول خانہ
فضل کو نئی ترقیاں دے — روح بانی کو تو جناں دے
مولود کی چھپ گئی ہے یہ محفل — ان سے بھی ہے یہ گذارش دل
نظم عالی کا یہ صلہ دو — ختم مثل الشیخ مجھے دعا دو

تاریخ مثنوی از مولوی انصار حسین زلالی وکیل بدایوں

اے عزیز از جاں لکھی ہے لاجواب — جان سے بڑھکر کیوں نہ پیاری ہو مثنوی

پوچھتے کیا ہو زلالی سے ستو — مخزنِ خوبی ہے ساری مثنوی
یاد گے سرکار سے نقدِ مراد — ہے دلیلِ کامگاری مثنوی
مصرعہ تاریخ بھی انمول ہے — خوب ہے عالی تمہاری مثنوی

۱۹۳۰ء

تاریخ مثنوی از مولانا احسن مارہروی سجادہ نشین سرکار خورد

آپ کی نظم جنابِ عالی — بہت اچھی ہے نہایت مرغوب
عجب انداز کی ہے نعت شریف — ہے نیا ڈھنگ نرالا اسلوب
دیکھ کر یہ فن پاک و لطیف — سال تاریخ ہوا جب مطلوب
بے تکلف قلم احسن نے — لکھدیا مثنوی عمدہ مرغوب

۱۳۳۹ء

تاریخ مثنوی از مولوی یعقوب بخش راغب بدایونی

بلاغت کا مخزن ہے عالی کی نظم — فصاحت کا دفتر ہے یہ مثنوی
ثبوتِ لیاقت ہے یہ نظم پاک — کمالِ سخنور ہے یہ مثنوی
چمکتے ہیں الفاظ مثلِ نگیں — عجب کانِ گوہر ہے یہ مثنوی
کہا مجھ سے ہاتف نے راغب یہ سال — کہ بہتر سے بہتر ہے یہ مثنوی

۱۹۲۰

تاریخِ مثنوی از تولا بدایونی

گلِ مضموں کھلے ہیں نعت کے گلزار میں کیا کیا — خدا رکھے تمہیں اے بلبلِ ہندوستاں عالی
مرے عالی قیامت میں اٹھیں گی انگلیاں تجھ پر — وہ آیا مدح خوانِ مصطفےٰ معجز بیاں عالی
ملا ہے مادہ تاریخ کا کیا بے بہا اسدم — تولا لکھ بیاں اعلیٰ کلام افضل بیاں عالی

۱۳۳۹

امجد بدایونی شاگرد مذاق بدایونی

مولوی علی امجد حسین امجد صدیقی محمدی بدایونی ۱۸۵۱ء – ۱۹۱۹ء

خلف مولوی تفضل حسین تفضل بن شیخ علی خلیل الدین بن علی ارشد صدیقی احمد قمر بدایونی: معرکہ سخن میں اپنے وقت تھے: اخبار نور بدایوں آپ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ خوش مزاج آدمی تھے۔ عربی، فارسی، اردو، بھاشا اور انگریزی میں طبع آزمائی کرتے تھے: اخبار نور کے علاوہ ہفتہ وار البیان مجریہ یکم اپریل ۱۸۸۹ء ہفتہ وار گلدستہ مجریہ یکم مئی ۱۸۸۳ء اور ماہانہ اخبار الامصار مجریہ فروری ۱۸۸۶ء اور گلدستہ چمن مجریہ جولائی ۱۸۸۶ء بھی آپ نے جاری کئے تھے۔ دیوان اول ۱۹۱۱ء دیوان دوم ۱۹۱۳ء دیوان سوم ۱۹۱۳ء مکمل گروہ سے طبع ہو چکے ہیں ان کے علاوہ آپ ذریعہ بھاشا اور مرکتول وغیرہ کتابوں کے مصنف تھے۔ مولف تذکرہ ... کی نظر سے آپ کا ایک مختصر دیوان گذرا تھا۔ مولوی حافظ فضل کریم صدیقی فرشوری بدایونی ۱۹۱۲ء مولف تذکرہ ذوقی و مذاق میں لکھتے ہیں کہ جناب امجد فارسی میں زیادہ اور اردو میں کم کہتے تھے:

نمونۂ کلام اردو

بعد رخصت خدا جانے حال کیا ہوگا	جواب دیویں گے ہم کیا سوال کیا ہوگا
بیگانہ ہو گئے اپنوں کے ہم آپ سے مل کے	چھوڑا نہ کہیں آپ نے بیگانہ نہ اپنا
اوروں کو ملے پیار سے حاصل ہوا ثواب	ایک گھونٹ پیا مجھی کو پلا نا گناہ تھا

فارسی

لائق فضل تو ام قابل عدل تو نہ ام	اے خطا پوش خطا بخش بس ارحم ارحم
گو ہمہ میان انجمن ہا	از بے کسئی من سخن ہا
رحم فرما بحال زار من	رد مکن جان من نگار من

(یادگار شعرا بخط خاص بجا دید عنبر ارم: دونوں سروقلم تذکرہ ذوقی و مذاق)

تلامذہ امجد بدایونی شاگرد مذاق بدایونی

(۱) ارشد۔ مولوی قاضی علی ارشد حسین برادر امجد بدایونی اڈیٹر امجد الاخبار بدایوں۔

نمونہ کلام ناصح تمہیں بتاؤ کہ سمجھائیں کسکو ہم تابو میں اپنے جب نہ دل بے قرار ہو

(۲) امداد۔ منشی امداد حسین بن سعید اللہ بن جمیل اللہ برادر حضرت نوا بدایونی

(۳) ثریا۔ مولوی عنایت احمد عرف علی جان صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۲۹ء ابن احمد حسن بن امیر اللہ ابن جمیل اللہ برادر حضرت نوا بدایونی۔

نمونہ کلام کسی ڈھب کوئے قاتل سے میں بیدم اپنی جان لیکر

چلا تو جاؤں لیکن جب دل بیمار جانے دے

(۴) تحسین مولوی عبدالحمید بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۹۹

(۵) تاثیر۔ مولوی امتیاز احمد بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰۰

(۶) ثابت۔ منشی عاشق حسین بدایونی

(۷) جلیل۔ مولوی محمود حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰۲

(۸) جعفر۔ سید جعفر علی ساکن ادیسہ ضلع بدایوں شاگرد امجد بدایونی و گوہر فرخ آبادی۔

نمونہ کلام) خانۂ دل تھا ہمارا مسکنِ عیش و سرور — کر دیا پیرِ فلک نے ظلم سے ویرانہ آج
(نجیب بابت ۱۸۹۶ء)

(۹) دولھا۔ منشی علی امجد صدیقی حمیدی بدایونی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۵۰۵

(۱۰) رفعت۔ مولوی رفعت اللہ صدیقی حمیدی بدایونی بن شیخ عبد اللہ بن ریاست اللہ بن حشمت اللہ بن عزت اللہ بن عنایت اللہ بن محمد مکرم بن محمد معظم بن خلیل اللہ بن جان محمد بن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں قاضی بدایوں۔

نمونہ کلام) جا گزیں ہیں سینکڑوں اصنام کیوں دل میں خیال — بن رہا ہے دل میں کیسا اے خدا بت خانہ آج
محوِ حسنِ یار کچھ شیخ و برہمن ہی نہیں — ہوش گم کردہ ہے مرزئ عقل ہر فرزانہ آج
(نجیب ۱۸۹۶ء)

(۱۱) رسا۔ منشی مقبول غنی خلف رفعت اللہ رفعت بدایونی۔

نمونہ کلام) گلوں کو دیکھکر خوش ہونے والو — گلوں کی چاک دامانی تو دیکھو
(رسالہ لطیف ۱۹۰۶ء)

تحسین بدایونی شاگرد امجد بدایونی

تحسین۔ حکیم مولوی عبد الحمید بدایونی شاگرد حضرت امجد بدایونی

نمونہ کلام) بزمِ طرب میں شیشہ و ساغر ضرور ہو — لانا وہ جام جس میں شرابِ طہور ہو
نامِ خدا ابھی ہیں موسم شباب کا — بچپن سے ہی مزاجِ اہلِ شعور ہو
(طالب دیدار میرٹھ فروری ۱۹۱۸ء)

تلامذہ محسن بدایونی

(۱) حبیب و وفا ۔ منشی محمد احمد بدایونی ثم امروہوی

چھوٹا ڈر کے کلمۂ ہستی کو عشق نے
اس بحر بے کنار سے کچھ لگو عبور ہو

جلوہ بے واسطہ دیدۂ بینا دیکھیں
تم تو ہم سے کہو جیسا اہل تماشا دیکھیں

(۲) انور ۔ منشی عبد المجید بدایونی

یوں چھپا رہ کہ نہ آئے نظر میں غیر
بیٹھ نگاہ و سب میں اسی کا ظہور ہو

(۳) مسلم ۔ منشی اجمل حسین بدایونی

مسلم ملا نے یعجز ہی پاک چاہیئے
عاشق ہے نور کا وہی جس کا دل ہے نور

تاثیر بدایونی شاگرد حضرت ماجد بدایونی

تاثیر مولوی امتیاز احمد صدیقی دانشمند بدایونی ۱۳۲۱ھ ساکن مولود محلہ خلف مولوی احسان اللہ وکیل ابن وہاب الدین ابن نصیر اللہ ابن حافظ عزیز اللہ ابن ولی اللہ بن مولانا محمد سعید بن حافظ عبد الرسول ابن حافظ محمد یعقوب ابن حافظ عبد الصمد ابن حافظ معین الدین ابن حافظ فرید الدین ابن محمد عبد اللہ ابن محمد اسمٰعیل ابن محمد الیاس ابن حافظ حبیب اللہ بہادر محمد یعقوب مورث خاندان صدیقیان متولیان ساکنان بدایوں ہے ۔

جناب تاثیر عربی و فارسی کے فاضل تھے۔ درس و تدریس کا شغل تھا۔ بدایوں کے صاحبِ طرز انشا پرداز پیر محفوظ علی صاحب کے شاگرد تھے۔ پیر صاحب کی تحریک پر آپ ریاست خیرپور سندھ میں منشی مقرر ہو گئے۔ کوئی اولادِ نرینہ نہیں چھوڑی۔ آپ کی تحریک پر مولانا علی احمد خاں اسیر نے بدایوں میں مطبع نسیم سحر قائم کیا تھا۔ اس مطبع سے ایک اخبار نسیم سحر مدتوں تک شائع ہوتا رہا جس میں ادبی مباحث مسلسل جاری رہے۔ جب مولانا اسیر محکمۂ تعلیم میں ملازم ہو گئے تو مطبع کی ذمہ داری مولانا تاثیر سے متعلق ہو گئی۔ جب آپ بھی [illegible] میں ملازم ہو گئے تو مطبع ۱۸۹۵ء میں بند ہو گیا۔ مطبع نسیم سحر کی بزم ادب کے اہم ارکان میں مولانا اسیر، مولانا لطیف شاگرد حضرت بیدار اور مولانا تاثیر شامل تھے۔ ان تینوں حضرات سے متعدد طلبا فارسی شعر و ادب میں استفادہ کرتے تھے۔ باوصف کثیر کلام اور تصانیف کے جناب تاثیر کا صرف مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ دستیاب ہوا ہے۔

کلام مدح احمدؐ الله الله — صلے عمدہ سا حامد کو ہو حاصل
ہوا الہام دل کو مصرعِ سال — سرورِ مدح سرورِ مرسل

۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) (کلیاتِ سخن عمدۃ الحق الہم صفحہ ۶)

تلامذۂ تاثیر بدایونی شاگرد حضرت احمد بدایونی

(۱) رضی و شرر، مولوی رضی احمد ۱۸۸۸ء–۱۹۳۵ء کورٹ انسپکٹر اناؤ

خلف مولوی رفیع احمد عالی صدیقی بدایونی شاگرد تسلیم لکھنوی۔ جناب رضی و شرر حضرت تاثیر بدایونی کے علاوہ اپنے والد ماجد کے بھی شاگرد تھے۔ ان کا ذکر جناب عالی بدایونی کے تلامذہ میں ہو گا۔ دیکھئے صفحہ ۶۲۵

(۲) امیر۔ مولوی غلام امیر ۱۹۰۱ء - ۱۹۷۳ء ساکن قاضی ٹولہ بدایوں مقیم خیرپور

برادر قاضی حب حسن اثر بدایونی شاگرد حضرت مذاق بدایونی سنہ ۱۹۲۶ء
انتخاب نظم خیر مقدم رسالہ چمن بدایوں

جان من تو ہے چمن یا چمن آرا ہے تو
چشم بد دور عجب طرفہ تماشا ہے تو

کیوں کہوں بحر فصاحت کا تجھے قطرہ ہے
بلکہ بڑھتا ہوا چڑھتا ہوا دریا ہے تو

زندہ ہوگا ترے دم سے ادب اردو بھی
پھر تو منکر بھی کہینگے کہ مسیحا ہے تو

جلیل بدایونی شاگرد امجد بدایونی

جلیل۔ مولوی محمود حسین م ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء خلف شیخ فصیح الدین ساکن رحمے
ٹولہ بدایوں جناب جلیل بدایونی نے حضرت امجد بدایونی اور جناب داغ دہلوی سے
استفادہ کیا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہ عین رحمت باری تو دیکھو (تجلیات سخن)
ہماری گریہ وزاری تو دیکھو

تلامذہ جناب جلیل بدایونی

(۱) انیس مولوی محمد انیس ساکن عارف پور نوادہ بدایوں

نمونہ کلام

(۲) حضور۔ منشی حضور احمد بدایونی

نمونہ کلام

(۳) شبلی۔ منشی محمد شبلی خلف جناب جلیل بدایونی

(الحجۃ ۱۹۱۸ء)

نمونہ کلام: کشتوں کو اپنے دم میں جلا نا رگاد ہے　　انداز یہ انہیں کے نکالے ہوئے تو ہیں

(۴) صوفی۔ مولوی شیخ نیاز علی بجنوری

نمونہ کلام

(۵) عطا۔ منشی عطا محمد صدیقی متولی بدایونی شاگرد جناب جلیل بدایونی و حضرت داغ دہلوی۔ آپ کا ذکر علیحدہ عنواں سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۵۹۲

(۶) عبدالسلام۔ حافظ عبدالسلام رئیس شاہ آباد رام پور

صفحہ ۳۲۱۴

نمونہ کلام

(۷) غنی۔ منشی عبدالغنی ڈرامہ نویس شاعری میں جناب جلیل بدایونی " ڈرامہ نویسی میں منشی نرائن پرشاد بیتاب دہلوی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام

(۸) ظفر۔ مولوی ظفر حسن خاں

دیکھئے صفحہ ۵۰۴

۱۰ محمد حسن، چودھری محمد حسن رئیس مارف پور نوادہ بدایوں

نمونۂ کلام

۱۰ محفوظ، مولوی محفوظ حسین خلف و شاگرد حضرت جلیل بدایونی

نمونۂ کلام

آپ کے شاگرد منشی محمد ابراہیم لبیب امروہوی مقیم بمبئی تھے۔

(۱۱) مخلص، مسٹر ایلن جونس بدایونی

نمونۂ کلام
محمد اللہ مرا آئینۂ دل ہے وہ آئینہ ... کہ آتی ہے نظر اس میں مجھے تصویر جاناں کی

ظفر بدایونی شاگرد جناب جلیل بدایونی

منشی ظفر حسن خاں صدیقی حمیدی بدایونی خلف مولوی مظہر حسن خاں مظہر صدر الصدور مراد آباد شاگرد جناب مذاق بدایونی۔

نمونۂ کلام (غزلیات)

بوئے زلف یار سے بے خود ہوں میں ... اب دماغ نکہت گلشن کہاں
دائے محرومی کہاں وحشت طلب ... اور اس کا گوشۂ دامن کہاں

تاریخ وفات جناب داغ دہلوی

آہ اے نواب مرزا اب کہاں پائیں تمہیں ... آہ اے داغ سخنور ہو گئے کس سمت کو
اک ظفر ہی کیا تمہارا ہر کوئی ہے گدا ... تم نے کرائے حریفوں کو بھی بخشے غم کے غم
اک قیامت کا تھا وہ ہفتہ کہ قیامت تھا وہ دن ... حسرتا اے ماہ ذوالحج آٹھ تاریخ تھی

۱۳۲۲ھ

تلامذہ جناب ظفر بدایونی

(۱) باسط مولوی عبدالباسط بدایونی

نمونہ کلام

(۲) صاحب منشی مرغوب احمد عرف صاحب حسن بدایونی

نمونہ کلام

(۳) نفیس فریدی خلف و شاگرد جناب ظفر

نمونہ کلام
مجھکو برباد کیا خودنگری نے میری — اپنی ہی راہ کا پتھر ہوں مجھے دیکھو تو

(۴) اطہر محمد اطہر حسن خلف ظفر شاگرد جناب ظفر [illegible] دیکھیے

دولھا بدایونی شاگرد امجد بدایونی

دولھا منشی علی احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۲۲ء ۱۹۴۱ء خلف خادم

حسین بن محمد رضا بن محمد علیم بن مولوی علی احمد اللہ خلف علی ارشد جد امجد جناب قمر بدایونی

نمونہ کلام
جذبہ دل اسے کہتے ہیں کہ مجنوں کیلئے — لیلی پردہ نشیں نے بھی بیاباں دیکھا
کون ہمدم ہے یہاں کس پہ بھروسہ کیجئے — دل تو دل جان بھی ہے اسکے طرفدار نہیں
کس طرح ہجر میں بہلے گی طبیعت میری — کچھ تو کر دیجیے تسکین دم رخصت میری

عید کے دن وہ رقیبوں سے بغل گیر ہوئے
ہاتھ پھیلائے ہوئے رہ گئی حسرت میری

موت یاد آ گئی شادی کا جو ساماں دیکھا
رو دیا میں جو کسی پھول کو خنداں دیکھا

آئینہ خانہ ہے یہ باغ جہاں تیرے سبب
اس چمن میں جسے دیکھا اسے حیراں دیکھا

عید کا چاند ہے یا شوخ کی تیغ ابرو
ہم نے دولھا جسے دیکھا اسے قرباں دیکھا

یہ کیا کہا کہ جفا پر جفا نہ ہو جانا
خدا گواہ ہے دل سے دعا نکلتی ہے

ہماری جان نکلتی نہیں ہے اے قاتل
یہ آرزو ترے دل مبتلا نکلتی ہے

غرور حسن سے سنتے نہیں وہ اے دولھا
مری زباں سے جب التجا نکلتی ہے

ایک دل اس پہ یہ غم ہائے ستم ہائے ستم
کاش پیدا ہی نہ سینے میں مرے دل ہوتا

جب نقاب رخ روشن وہ اٹھا دیتے ہیں
شعلہ حسن سے اک آگ لگا دیتے ہیں

اپنے مجنوں کو گرفتار کرو زلفوں میں
ایسے دیوانے کو زنجیر پنھا دیتے ہیں

تلامذہ دولھا بدایونی شاگرد امجد بدایونی

(۱) **اشرف** منشی اشرف علی خاں شاہجہانپوری ملازم پولیس متعین تھانہ نگینہ ضلع بجنور۔

(۲) حسن منشی محمد اسمعیل نجیب آبادی

نمونہ کلام کر دیا آب دم تیغ سے سیراب انہیں
زخم سر کھول کے قاتل کو دعا دیتے ہیں

شاد آباد رہیں دل کو دکھانے والے
ہم انکو شب و روز دعا دیتے ہیں

(صحن چمن نگینہ ۱۹۰۲ء)

(۳) سہا۔ منشی واحد حسین بدایونی

نمونۂ کلام کوئی بھی منزلِ مقصود پہ پہنچا نہ سہا　　جسکو دیکھا وہ الفت میں پریشاں دیکھا

(۴) شمس۔ سید آفتاب علی بریلوی محرر تھانہ نگینہ۔

نمونۂ کلام کس نے منہ موڑا وفا سے کون ہے اب بیوفا　　شمس آتے میرے مدفن پردہ شرمائے ہوئے

(۵) شیدا۔ مولوی عبدالحی بدایونی۔ شاگرد جناب دولھا بدایونی و مصطفٰی خیرآبادی و ریاض لکھنوی آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے آئے گا۔

(۶) طالب۔ منشی علی حسنین بدایونی صدیقی حمیدی بدایونی بن عزیز حسین بن قاسم علی بن عابد علی بن لطف علی بن دوست محمد بن محمد سمیع بن محمد جلال برادر جلیس بدایونی۔

(۷) فرحت۔ منشی عبدالحی بدایونی۔

(حالات از ۱۹۰۲ء)

شیدا بدایونی تلمیذ دولھا بدایونی

شیدا۔ مولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایونی مقیم نوالیہ ارخلف مولوی یونس بن احمد حسین بن غلام امام بن عبداللہ بن علیم الدین بن کلیم الدین بن محمد مکرم بن شرف الدین بن محی الدین بن محمد جان بن محمد جمل۔ حضرت دولھا بدایونی کے علاوہ آپ نے حضرت مضطر

خیرآبادی شاگرد حضرت امیر مینائی اور جناب یاس لکھنوی شاگرد حضرت جلال لکھنوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ آپ کے کلام پر حضرت مضطر خیرآبادی کا رنگِ کلام غالب ہے۔

نمونۂ کلام ایک ہم ہیں کہ تمہیں یاد کیا کرتے ہیں — ایک تم ہو کہ ہمیں دل سے بھلا رکھا ہے

نشتر و ماہلی افسوس دل میں حسرتِ دیدار لے چلا — اک لمحہ پیشتر بھی نہ آئے قضا سے آپ

اگست ۱۹۰۳ء شیدا بتوں کے آگے تو چلتی نہیں زباں — شکوہ ضرور انکا کرینگے خدا سے آپ

گلدستہ مرجع ہمہ جلوۂ سوز و گدازِ عشق ہر منزل میں ہے — اشکِ حسرت آنکھ میں ہے داغِ ہجراں دل میں ہے

اگست ۱۹۰۳ء ناتوانی مانعِ صحرا نوردی ہے تو کیا — دل بیاباں میں ہے میرا اور بیاباں دل میں ہے

حاجتِ رہبر نہیں شیدا کو راہِ عشق میں — نقشِ پائے رہروانِ عشق ہر منزل میں ہے

انوار قمر لکھنؤ دوری ۱۹۱۲ء کوئی بیخود ہوا تصویر بن کر رہ گیا کوئی — اٹھتے ہی نقابِ رخ دگرگوں رنگِ محفل تھا

وہ نخوت کسی کی وہ منت کسی کی — بگڑنا کسی کا منانا کسی کا

پیام یار مارچ ۱۹۰۲ء وہ شوخ گورِ غریباں میں آ کے کہنے لگا — یہاں کی خاک سے بوئے وفا نکلتی ہے

یاد کے تازہ ستم روز اٹھاتا شیدا — میرے پہلو میں اگر روز نیا دل ہوتا

پیام یار اکتوبر ۱۹۰۲ء جگر کاوی سے اشکِ غم فراواں ہوتے جاتے ہیں — کہ ناسورِ کہن خونابہ افشاں ہوتے جاتے ہیں

لب ہلانے کی اجازت بھی نہ تھی اس بزم میں — میں دعا کے واسطے بھی ہاتھ اٹھا کر رہ گیا

اعتبارِ وعدۂ دیدار تو جاتا رہا — رہ گیا کیا انتظارِ روزِ محشر رہ گیا

عشق میں جاتے رہے صبر و سکوں ہوش و حواس — میرے تڑپانے کو شیدا قلبِ مضطر رہ گیا

شمار اپنی جفا کا تو روز کرتا ہے — مری وفا بھی ستمگر کسی حساب میں ہے

یہ کیا معلوم تھا نیچی نگاہیں دل چرائینگی — یہ کیا معلوم تھا شوخی چھپی بیٹھی ہے چتونوں میں

وہ اٹھنا نگاہوں کا وہ گرنا مرا غش کھا کر — وہ چھپ جانا کسی کا اک جھلک دکھلا کے چلمن میں

ہوتے ہیں خانہ ویرانی کے اپنی تو ہمیں باعث
لگی ہے آگ اپنی آہ سے اپنے نشیمن میں

ایک جلوے میں رندانِ خرابات ہیں مست
جام کی نگہ نذرِ دعائے سبو کرتے ہیں

چاہیے بخیۂ وحشت کا مداوا کرنا
بخیہ گر کیوں مرے دامن کو رفو کرتے ہیں

نگہِ مست سے ساقی تری سرشار ہیں ہم
اور ہیں جو ہوسِ جام و سبو کرتے ہیں

جان بھی مر مر کے نکلی ہجر میں
یہ بھی نکلی دشمنِ جانی مری

حشر میں وہ شکل چھپ سکتی نہیں
دیکھی بھالی جانی پہچانی مری

لہو بن کے آنکھوں سے ڈھلتی رہی
یوں ہی دل کی حسرت نکلتی رہی

اثر ہے یہ بیتابیٔ عشق کا
پسِ مرگ بھی سانس چلتی رہی

مرے ہر لبِ زخم سے وقتِ قتل
صدا مرحبا کی نکلتی رہی

عرصۂ حشر میں بدنام کیا دل نے مجھے
شکوہ تیغِ ستم خنجرِ قاتل ہو کر

مرنے والوں نے لیا سر پہ نہ احسانِ قضا
زیرِ بارِ کرم خنجرِ قاتل ہو کر

تعلق واسطہ مطلب غرض جب کچھ نہیں مجھ سے
تو پھر کیوں آپ کے ارمان میرے دل میں رہتے ہیں

تماشا گاہِ محشر سے مری دلبستگی کیا ہو
کہ ایسے لطف اکثر کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

حسین اور بھی ہیں زمانے میں لیکن
یہ اندازِ یہ دلستانی نہیں ہے

ساقی نہیں بے وجہ یہ کیفیتِ مستی
تیری نگہِ ہوش ربا دیکھ رہے ہیں

یہ شمعِ بزم جو ہنستی ہوئی آتی ہے محفل میں
یہی وقتِ سحر روتی ہوئی محفل سے نکلے گی

وہ بیکس ہوں کہ میری بیکسی پر موت بھی میری
کفِ افسوس ملتی کوچۂ قاتل سے نکلے گی

طلب کو چھوڑ دوں گا میں تو مطلب ہاتھ آئے گا
بھنور میں ڈوب کر کشتی مری ساحل سے نکلے گی

مٹتے ہی گئے اہلِ وفا راہِ وفا میں
شکوے ہی رہے یاد کو اربابِ وفا کے

عاشق کے لیے ترکِ ستم اور ستم ہے — سیکھے ہیں نئے تم نے یہ انداز جفا کے
ہر رِندِ خرابات ہے اک مرشدِ کامل — واعظ یہ کرشمے ہیں مئے ہوش ربا کے
ساقی ترے میخانے سے محروم نہ جاتیں — آئے ہیں بڑی دور سے ہم آس لگا کے

تاریخِ انتقال فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ دہلوی

اے اجل افسوس تو نے کر دیا — خانۂ شعر و سخن کو بے چراغ
اے اجل سب کھو دیا لطفِ سخن — ہو گیا بزمِ عزا یہ عیش باغ
سالِ رحلت کا مجھے آیا خیال — گو کہ حاصل تھا نہ غم سے انفراغ
از سرِ افسوس شیدا نے لکھا — انتقالِ میرزا نواب داغ ریادگا

۱۹۰۵ء

تلامذہ شیدا بدایونی شاگرد دولہا بدایونی

(۱) آباد — سید بنیاد علی سہسوانی تاجرِ عطر

نمونۂ کلام: ہو گیا ہے غم کچھ ایسا مہرباں — یہ نہ جائے گا دلِ ناساز سے

(۲) بدر — منشی بدر الحسن بدایونی

نمونۂ کلام: وقتِ آخر آپ آئے ہیں تو پھر جلدی ہے کیا — جا ئیے اب دم نکلنے کا تماشا دیکھ کر
بعد مرنے کے ملے گا آج پھر لطفِ خلش — آبلے پاؤں کے خوش ہیں خارِ صحرا دیکھ کر
پھر ہجومِ نامرادی کا رفتار دل میں ہے — آرزوئے وصلِ جاناں پھر بڑی مشکل میں ہے

شب فرقت میں بھی لطفِ نظارہ مجھ کو حاصل تھا
تصور کی بدولت یار بیٹھا میرے مقابل تھا
(گلدستہ زمرصع۔ بمبئی اگست ۱۹۱۳ء)

(۳) جوشؔ۔ بابو عطا احمد بدایونی محرر تھانہ قادر چوک ضلع بدایوں

نمونۂ کلام: ملتی نہیں راحت کسی پہلو شب ہجراں
کم بخت بُری ہوتی ہے فرقت کی بلا بھی

(۴) رضا و شوخؔ۔ منشی مبین الرضا صدیقی حمیدی بدایونی خلف منشی

منقاد رضا فردوغ سے شاگرد ضیا بدایونی۔

نمونۂ کلام: حور بیجا ہیں حسینوں کے اٹھانا ر کبھی
میرے قابو میں جو اے شوخ مرا دل ہوتا
آپ کو شمع جلانے کی ضرورت کیا تھی
داغِ دل میرا فروزاں سرِ محفل ہوتا
(مجلہ الحسن ۱۹۰۲ء)

(۵) ریاضؔ۔ منشی ریاض الدین احمد صدیقی حمیدی بدایونی۔ بن مبارز الدین

بن قمرالدین بن بہاءالدین بن نجم الدین بن محمد مکرم بن شرف الدین بن محی الدین بن محمد ماہ بن محمد جمیل بن عبد الجلیل بن قاضی محمود بن قاضی فتح اللہ بن قاضی صدرالدین قاضی بدایوں ایک لڑ رالدفرزند آپ سے یادگار ہے۔

نمونۂ کلام: پوچھ لیا جائے رندوں سے تمہیں مل جائے گی
شیخ صاحب ابر مسجد سے تو مینا کے لبد
جب کبھار حم رے قاتل نے دل زار کہا
جی میں آتا ہے دل زار کے ٹکڑے کر دیں
مسکراتے جاتے ہیں کچھ منہ سے فرمانے کے بعد
بجلیاں چمکا رہے ہیں پھول برسانے کے بعد

مولانا حسرت موہانی مرحوم نے نکاتِ سخن میں مندرجہ بالا اشعار کی تعریف فرمائی

ہے پہلے دو شعروں پر شوخیٔ کلام اور رندیٔ مضمون اور تیسرے شعر پر مطابقت الفاظ و مضمون کی داد دی ہے۔

ریاض ہاتھ کچھ ایسا لگا یا قاتل نے
دہانِ زخم سے اشکِ دعا نکلتی ہے

وہ باتیں کچھ تو ہیں جنکا اثر ہے شمع پر اتنا
ابھی وہ جل کے خلوت سے اٹھی رونقِ محفل ہے

ریاض آئے تو کیونکر حشر میں آئے سرِ مالک
وہ دیوانہ ترا واقف نہیں آدابِ محفل سے

آتے ہیں تا قبر دوشا دوش احباب اے ریاض
کچھ نہ کچھ عزت تو کی یاروں نے مرجانے کے بعد

رندِ میخوار کو ہے اسلیئے توبہ کی تلاش
کہیں مل جائے تو مردار کے ٹکڑے کردوں

جوش ہے پر تو مرے دل میں یہ آتا ہے کہ شیخ
یہی بوتل ترے سر مار کے ٹکڑے کردوں

احتیاطِ توبہ لازم تھی مگر معذور ہیں
ہم کو یہ پیمان یاد آتا ہے پیمانے کے بعد

روگ تھا آزار تھا اچھا ہوا جاتا رہا
ایسے دل کا رنج کیا جاتا رہا جاتا رہا

اس طرح بے چین دل کو ڈھونڈنے نکلے ہیں ہم
پوچھتا ہے ہر حسیں گھبرا کے کیا جاتا رہا

میری صورت پر ترس کیوں دشمنوں کو آگیا
تیرے صدقے کیوں وہ اندازِ جفا جاتا رہا

دستِ شفقت اسطرح اک رند نے پھیرا ریاض
بیٹھکر یادِ خدا میں جھومتا جاتا رہا

سرگرانی آپکی دیتی ہے ہمکو کچھ پتہ
رات بھر گردش میں پیمانہ تھا پیمانے کے بعد

جذبۂ عشقِ صداقت پیش کا دیکھا اثر
شمع کیسی ہوگئی خاموش پروانے کے بعد (علم مجلسی)

(۶) شوق۔ قاضی موصوف حسین صدیقی حمیدی بدایونی

نمونۂ کلام

[illegible]

(۷) عشق منشی تعشق حسین نقل نویس تحصیل بدایوں

نمونۂ کلام: جفا و جور کا خوگر ہمیشہ سے مرا دل تھا — لگایا دل بھی اس سے جو بڑا بیدرد قاتل تھا

فصیح الملک نواب مرزا خاں داغ دہلوی۔

نواب مرزا خاں ۱۸۳۲ء – ۱۹۰۵ء خلف نواب شمس الدین خاں شہید والی لوہارو ۱۸۳۵ء خوشنویسی میں سید امیر پنجہ کش اور ان کے شاگرد مرزا عباد اللہ بیگ کے شاگرد تھے داغ تین سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ وہ نواب شمس الدین خاں ولد نواب احمد بخش خاں کی غیر قانونی اولاد تھے اس لیے ان کی والدہ چھوٹی بیگم نے جائیداد کا دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے آغا تراب علی سے عقد کر لیا۔ اور داغ کو اپنی بہن عمدہ بیگم کے حوالے کر دیا عمدہ بیگم نے نواب یوسف علی خاں والی رام پور (ولادت ۱۸۱۶ء قیام دہلی ۱۸۴۰ء مسند نشینی ۱۸۵۵ء وفات ۱۸۶۵ء) خلف نواب محمد سعید خاں (ولادت ۱۷۸۶ء مسند نشینی ۱۸۴۰ء وفات ۱۸۵۵ء) کی قیام دہلی کے زمانے میں خدمت کی تھی داغ اپنی خالہ عمدہ بیگم کے ساتھ تقریباً ۱۸۴۰ء میں رام پور آئے اور فارسی کی تحصیل مولوی غیاث الدین صاحب غیاث اللغات سے کی ۱۸۴۴ء میں چھوٹی بیگم سے فتح الملک مرزا فخرو ولی عہد بہادر شاہ ظفر نے عقد کر لیا داغ جب دہلی آئے تھے تو اپنی والدہ کے ساتھ قلعہ معلی میں رہتے تھے۔ مرزا فخرو کا انتقال ۱۸۵۶ء میں ہوا۔ داغ کے بھائی آغا مرزا شاغل مولوی تراب علی کے صلب سے اور مرزا خورشید عالم مرزا فخرو ۱۸۵۶ء کے صلب سے ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔

داغ نے فنونِ سپہ گری بھی سیکھے غدر کے بعد رام پور گئے وہاں نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں دونوں نے بڑی قدر دانی کی۔ نواب یوسف علی خاں دہلی میں

مرزا فتح الملک کے مصاحب تھے اس زمانے میں نواب کلب علی خاں اور مرزا داغ کا عرصے تک ساتھ رہا تھا یہ تعلقات نواب صاحب نے ساری زندگی نبھائے رام پور میں کم و بیش چالیس سال قیام رہا نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد جنرل اعظم الدین خاں سے ان کی نہ بنی اس وجہ سے دہلی چلے گئے اور مختلف شہروں کی سیر کرتے رہے آخر ۱۸۸۸ء میں حیدرآباد گئے ۱۸۹۱ء میں شرف باریابی حاصل ہوا اور نواب محبوب علی خاں والی حیدرآباد کے استاد مقرر ہوئے۔ اٹھارہ سال حیدرآباد میں نہایت عزت و آبرو سے زندگی بسر کی چار دیوان یادگار ہیں ان میں گلزار داغ اور آفتاب داغ رام پور میں چھپے تھے ان میں عجب دلکشی اور معنی آفرینی ہے ان دیوانوں پر رام پور کے شاعرانہ ماحول کا اثر غالب ہے حضرت ساز یزدانی مرحوم کی تحقیق کے مطابق رام پور میں جناب داغ نے حضرت نظام رام پوری سے استفادہ کیا تھا۔ مثنوی فریاد داغ بھی رام پور میں چھپی تھی اس میں کلکتے کی ایک طوائف منی بائی متخلص بہ حجاب سے عشق کا افسانہ ہے۔ ان کا تیسرا دیوان مہتاب داغ حیدرآباد کے قیام کا نتیجہ ہے اور وہیں چھپا تھا چوتھا دیوان یادگار داغ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے لائق شاگرد مولانا احسن مارہروی نے شائع کیا تھا۔ حضرت داغ بڑے قادر الکلام شاعر اور جملہ اصناف سخن پر قادر تھے۔

نمونہ کلام

عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں

کیسا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

ناز والے نیاز کیا جانیں
سوز بے کینہ ساز کیا جانیں

کب کسی در پہ جبہ سائی کی
شیخ صاحب نماز کیا جانیں

حضرت خضر جب شہید نہیں
لطف عمر دراز کیا جانیں

جو گذرتی ہے داغؔ کے دل پر — آپ بندہ نواز کیا جانیں
غبار آلودہ ہیں پائے حنائی — مٹا کر آتے ہو مدفن کسی کا
دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے — چپکے چپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر
پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے — اجل مر گئی تو کہاں آتے آتے
آ گئی آپ کو مسیحائی — مرنے والوں کو مرحبا کہئے
ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی — ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی
عاشقی سے ملے گا اے زاہد — بندگی سے خدا نہیں ملتا
بتوں کے کوچے سے ہم دلفگار ہو کے چلے — شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں — ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے
کیا ہے جرمِ وفا حسرت سرا کے لیے — ستم کے لطف اٹھائے تری جفا کے لیے
کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے — مجھکو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے
ساقیا تشنگی کی تاب نہیں — زہر دیدے اگر شراب نہیں
خط میں لکھے ہوئے رنجش کے پیام آتے ہیں — کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
آج راہی جہاں سے داغؔ ہوا — خانۂ عشق بے چراغ ہوا
جب پاؤں تھکے تو جستجو کی — جب دل نہ رہا تو آرزو کی

تلامذہ داغ دہلوی

(۱) حضرت احسن مارہروی دیکھیے صفحہ ۵۲۲

(۲) آرزو۔ منشی محمد علی خاں بدایونی شاگرد استاد ذوق دہلوی جناب داغ دہلوی۔ دیکھیے صفحہ ۱۳۶

(۳) برقؔ و منظورؔ. منشی منظور احمد صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۶۱ء - ۱۹۱۸ء

خلف شیخ شجاعت اللہ بن رفعت اللہ بن محمد اعظم بن بہاء الدین بن ابو سعید بن عبد الرسول (دم) بزرگوار حضرت معین بدایونی ابن عبد الجبار بن عبد السمیع بن قاضی عبد الوہاب جناب برقؔ شکوہ آباد میں مختار تھے۔ اکثر نعت کہتے تھے مولف خم خانہ جاوید فرماتے ہیں کہ آپ نے طبیعت شوخ و تیز پائی تھی۔ استاد کی تعلیم و اصلاح سونے پر سہاگا ہوگئی۔

<u>نمونہ کلام</u>

تمام شب غم فرقت سے بے قرار رہا — خیال زلف میں سانپوں سے میں دوچار رہا

دل بھی دیا جگر بھی دیا جانِ زار بھی — ہم نے تو تیرے عشق میں سب کچھ لٹا دیا

بلائے ہجر سے ضبط فغاں سے — مصیبت میں جگر آفت میں جان ہے

یہ ہے راز و نیاز حضرت عشق — کسی کا سر کسی کا آستاں ہے

بیاں کرنے کو بلبل کی زباں ہو — عجب دلکش ہماری داستاں ہے

آیا جہاں میں آتے ہی حسن بتاں نظر — ہم پہلے ہوش آنے سے بیہوش ہوگئے

آرزوئیں نکلتی ہیں دل سے — گلے مل مل کے تیغ قاتل سے

(ہر وقت شوق جلوۂ دیدار ہی رہا — موسیٰ کی طرح طالب دیدار ہی رہا) پیام یار ۱۸۸۵ء [illegible]

عاشق وہ کیا قضا کی جسے آرزو نہ ہو — مقتل میں جا کے جان نہ دے سرفروش ہو • اکتوبر ۱۸۸۵ء

ڈھونڈنے دل تری محفل میں چلے آئینگے — کافی آنے کو ہمارے ہے بہانہ دل کا • جنوری ۱۸۸۶ء

مر جانے کو بہت ہے دلِ اضطراب آنے کو ہے — آزمانے کیلئے وہ بے نقاب آنے کو ہے • اپریل ۱۸۸۷ء

وحشت دل سے ہوا ہے جنگل یہ انقلاب — آشنا ہو دوں میں ہوں نا آشنا یاروں میں ہوں • اگست ۱۸۸۹ء

اب ملے دیکھئے منظورؔ سا گم گشتہ کہاں — ایک مدت ہوئی دیوانے نے گھر چھوڑ دیا • اپریل ۱۸۸۶ء

پاسٹ جسے حسین اسی پر نثار ہو
میرے پہلو سے اٹھے ہے تو نہیں لازم تھا
سوا اسکے کہ تم پر جان دے دیں
کھلتا ہے جو اُن کا نشانا ہر دم
کریں غیروں سے وہ الفت ہمیں کیا
ہمارے واسطے منظور ہر دم
جبھی تو حسن کا چرچا ہوا زمانے میں
تمہارا شیفتہ دلدادہ کیا نہیں منظور
ان حسینوں کی کچھ ایسی گھات ہے
قصۂ عشق تو دنیا میں ہوا رفت و گزشت
گردش میں ہیں کبھی تو کبھی اضطراب میں
عکس ان سے منفعل ہے تو وہ عکس سے خجل
لیسے چلے ہیں حضرتِ ناصح سے رند برق
اندازِ جفا راستہ چلتے کبھی نہ چھوٹا
جنت کی تمنا ہے نہ حوروں کی تمنا
ان بتوں کی ہے وفا خوابِ پریشاں سر بسر
خوب دیکھا درد زقند کے سوا کچھ بھی نہیں
وعدہ رد دجزا اے یار رہنے دیجئے
لن ترانی کی میں سن لوں اپنے کانوں سے صدا

کیا شکوہ ایسے دل کا جو بے اختیار ہو (پیام یار مئی ۱۸۸۷ء)
ساعقہ لیکر دل مضطر کو سدھارے ہوتے " جون ۱۸۸۷ء
ہماری آرزو کیا مدعا کیا
کوئی ارماں دل میں رہ گیا کیا " اپریل ۱۸۸۶ء
چلے حسرت بھرے ہم تو جہاں سے
بلا آئی ہے تازہ آسماں سے " جنوری ۱۸۸۷ء
ہمارے عشق سے نام آپ کا بلند ہوا
جو اسکا قصۂ ہجراں کبھی ناپسند ہوا " فروری ۱۸۸۷ء
دل کا لے لینا ذرا سی بات ہے
داورِ حشر سے محشر میں شکایت کیسی ۱۸۹۰-۱۸۹۱ء
آ کر سوئے خراب جہاں خراب میں
آئینے کے سبب سے ہیں دونوں حجاب میں "
قابو چلے تو غسل ہی دیدیں شراب میں "
منہ پھیر لیا میرے برابر سے نکل کر
کیوں جائیں کہیں کوچۂ دلبر سے نکل کر "
ابتدا کچھ بھی نہیں ہے انتہا کچھ بھی نہیں
بیوفا سے دل لگانے کا مزا کچھ بھی نہیں "
جس میں ہو انکار رد و اقرار رہنے دیجئے
بیخودی میں اس قدر ہشیار رہنے دیجئے "

عشقِ صادق چاہتے ہو من ہو یا ہو بت پرست — امتیازِ کا فر و دیندار رہنے دیجئے ۱۸۹۰ء

بادشاہوں کے لیے چاہئے جام جمشید — خاکساروں کے لیے جام سفال اچھا ہے

(۴) برق ۔ منشی ہری شنکر سہائے سریواستو ۱۸۶۸ء بدایونی ۱۹۳۱ء

خلف منشی بلدیو سہائے مکسٹوی ۔ ملازم سررودی ۔ اصول اقلیدس پر ایک رسالہ شائع کیا تھا ۔

نمونۂ کلام

خفا کیا کیجئے پھر دیکھا نگاہ شوق سے تم کو — کہ ہم ہیں صانع قدرت کی قدرت دیکھنے والے

اللہ رے بیخودی کہ تصور میں یار کے — تصویر یار ہی سے ہم آغوش ہوگئے

سناؤں قصۂ آشفتگی گر تم سنو میری — دکھادوں دردِ دل تم کو اگر درد آشنا تم ہو

(ریاض سخن ۱۸۹۶ء خم خانۂ جاوید ص ۵۶۸)

(۵) برق ۔ منشی مہاراج بہادر ورما دہلوی ۔ حضرت داغ دہلوی اور انکے شاگرد رشید جناب آغا شاعر دہلوی کے شاگرد تھے دیکھئے صفحہ ۵۶۳

(٦) بے چین ۔ قاضی عبدالحی صدیقی حمیدی ساکن قاضی ٹولہ بدایوں دیکھئے صفحہ ۱۱

(۷) بیخود مولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد حضرت داغ دہلوی و مولانا حالی پانی پتی دیکھئے صفحہ ۵٦٦

(۸) ثاقب ۔ مولوی نجم الدین عباسی بدایونی شاگرد حضرت داغ دہلو

جناب ظہیر دہلوی ۔ دیکھئے صفحہ ۴۳۹ ۔

(۹) جلیل ۔ مولوی محمود حسین ساکن محلہ سوتہ بدایوں شاگرد حضرت داغ دہلوی و جناب امجد بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۰۲ ۔

(۱۰) حسن ۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی دیکھئے صفحہ ۱۳۶۱ ۔

(۱۱) حیرت ۔ مولوی سید عنایت احمد نقوی بدایونی شاگرد حضرت ذاق بدایونی و جناب داغ دہلوی ۔ دیکھئے صفحہ ۲۶ ۔

(۱۲) رضا ۔ قاضی عنایت رضا صدیقی حمیدی بدایونی دلیل شاہ جہانپوری شاگرد حضرت مذاق بدایونی و جناب داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۶۸ ۔

(۱۳) رسا ۔ منشی حیات بخش بلند شہری ثم رام پوری دیکھئے صفحہ ۲۲۱۲ ۔

(۱۴) سخا ۔ منشی سخاوت حسین شاہ جہانپوری شاگرد عطا شاہ جہانپوری ماہر فرخ آبادی و داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۳۵ ۲۵ ۔

(۱۵) سیماب ۔ منشی عاشق حسین اکبر آبادی دیکھئے صفحہ ۵۹۱ ۔

(۱۶) ضیا ۔ ابوالحسنات مولوی ضیا محمد صدیقی متولی بدایونی برادر رد حضرت عطا بدایونی ۔

نمونۂ کلام لیلی کیلئے چاہئیں مجنوں کی نگاہیں
آئینے میں دیکھو مری جاں میری نظر سے

نہ جینے کا سہارا ہے نہ مرنے کا ٹھکانا ہے
ہوئی ہے عشق میں مٹی مری برباد یہ کیسی

ہاں ہاں ترے دیدار کی حسرت نہیں ہے
موسیٰ کی طرح ہم کوئی دعویٰ نہیں کرتے

چھن چھن کے حسن آتا ہے باہر نقاب سے
پردہ نشیں کا حسن تو پردہ نشیں نہیں

(خم خانۂ جاوید جلد چہارم۔ احباب شملہ ۱۸۹۴ء ریاض سخن مارہرہ ۱۸۹۶ء)

(۱۷) ظہور۔ منشی محمد ظہور صدیقی حمیدی بدایونی مختار شکوہ آباد برادر جناب رق و منظور بدایونی۔

نمونۂ کلام: طبیبو تم کو بھی سودا ہوا کیا
مریض عشق ہوں میری دوا کیا

(۱۸) عزیز۔ منشی عزیز احمد خاں ساکن اوجھیانی ضلع بدایوں مصنف مجموعۂ کلام نعمۂ درد

تاریخ وفات داغ دہلوی

اسکے لب دلہجہ کی دھوم تھی آفاق میں
اس کے ترانوں سے تھا غنچۂ دل باغ باغ

دم سے اسی کے تھی بس رونق بزم جہاں
اٹھتے ہی اسکے ہوئی بزم جہاں بے چراغ

فکر میں تاریخ کے تھا متفکر عزیز
آئی یہ دل سے ندا ہائے صد افسوس داغ

۱۱۳۲۲ (یادگار داغ)

(۱۹) ظہیری حکیم حافظ سید ظہیر احمد سہسوانی شاگرد جناب داغ دہلوی

(حضرت مذنب بدایونی دیکھئے صفحہ ۴۹۱)

(۲۰) غنی ـ منشی عبدالغنی خاں خلف مولوی محمد صادق خاں بدایونی زمیندار موضع بھر پتور ضلع بدایوں ـ

نمونۂ کلام

کیا حال پوچھتے ہو تمہیں اس سے کیا غرض — اچھا ہے حال جو ہے دل بیقرار کا
اس واسطے آتے ہیں عیادت کو ہماری — دیکھیں یہ دم نزع کسے یاد کرینگے
سینکڑوں پائمال ہوتے ہیں — آپ کی چال کیا قیامت ہے
خبر سنکر مرے مرنے کی بولے — غنیؔ کیا آدمی تھا ـ مر گیا کیا؟

[illegible]

(۲۱) فانی ـ منشی شوکت علی خاں بدایونی دیکھئے صفحہ ۲ـ۶

(۲۲) فرحت ـ منشی فرحت اللہ تلہری دیکھئے صفحہ ۲۵ـ۵

(۲۳) کیف ـ مولوی اسرارالحق دیکھئے صفحہ ۵۹۸

(۲۴) متین ـ مولوی محمد متین صدیقی متولی بدایونی دیکھئے صفحہ ۶۰

(۲۵) نوح ـ سید محمد نوح ناروی دیکھئے صفحہ ۶۰۱

(۲۶) وجد ـ مولوی غلام غوث عباسی بدایونی شاگرد جناب مذاق بدایونی و حضرت داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۴۸۰

مولانا احسن مارہروی ۔

احسن ۔ مولانا سید شاہ علی احسن زیدی بلگرامی مارہروی ۱۸۷۶ء

خلف سید شاہ مجتبیٰ احسن بن شاہ سید محمد حسن بن سید شاہ امیر بن سید شاہ فقیر بن سید شاہ اما عرف شاہ گدا بن حضرت سید شاہ نجات اللہ صاحب قدس سرہ خلف حضرت صاحب البرکا سید شاہ برکت اللہ صاحب عشقی و پیمی مارہروی قدس سرہ ۔ آپ سرکار خود مارہرہ کے سجادہ نشیں تھے ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر تھے رسالہ فصیح الملک کے مالک اور ارباب نثر ار جلوۂ داغ یادگار داغ ۔ مکاتیب داغ وغیرہ کئی کتابوں کے مولف و مصنف تھے ۔ آپ جناب داغ کے بڑے محبوب شاگرد تھے ۔ اردو زبان کے نامور محقق اور شاعر تھے مارہرہ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے ۔

نمونۂ کلام

ہلال آسماں میں جام وحشت کے دو ٹکڑے
کوئی خاک سے دلمیں کا کوئی نقش بربادسا

گیا نماز کی خاطر گلے پڑے روزے
ثواب کے لیے زاہد بڑے عذاب میں ہے

یہ عدم کے جانیوالے بھی عجب بے فکر ہیں
چلدئے دنیا سے سارا ساز و ساماں رہ گیا

کون ہے دنیا میں ناکام تمنا جو نہیں
خضر کو بھی حشر تک مرنے کا ارماں رہ گیا

تلامذہ مولانا احسن مارہروی شاگرد مرزا داغ دہلوی ۔

(۱) ابر گنوری بدایونی ۔ دیکھئے صفحہ ۵۲۴

(۲) افتخار ۔ سید افتخار حسین سب جج بدایوں ۔

نمونۂ کلام

افتخار آج بہت خوش نظر آتے ہیں مجھے
کہہ دیا ان سے کسی نے کہ تقضا آتی ہے

(۳) جامی بدایونی ۔ دیکھئے صفحہ ۵۳۶

(انتقال ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(۴) شاد بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۵۵۶

(۵) رازاحسنی سہسوانی بدایونی دیکھئے صفحہ ۵۶۰

(۶) عروج زیدی بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۵۶۳

(۷) عشرت منشی عشرت علی خاں بدایونی مقیم بمبئی۔

نمونہ کلام خوگر غم کیلئے عیش ہے ہر غم عشرت عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہوجانا

(۸) محسن بدایونی۔ دیکھئے صفحہ ۵۶۰ (۹) مست گنوری۔ دیکھئے صفحہ [illegible]

(۱۰) خنجر سید عالم نقوی مارہروی ثم سہسوانی عربی اور فارسی کے جید عالم تھے۔

نمونہ کلام جس صراحی کو چھوا تم نے وہ پیمانہ ہوئی جو تمہارے منہ لگا پیالہ وہ جام جم ہوا

(۱۱) جگر سوردنوی منشی حسب حسین ... کی قصبہ سوردن ضلع ایٹہ حال ... کی ... ہیں

نمونہ کلام

تلامذہ جگر سوردنوی شاگرد حضرت احسن مارہروی

(۱) عظمت منشی عظمت اللہ بدایونی ولد مصطفیٰ اللہ خاں ساکن محلہ سرائے نو بدایوں

نمونہ کلام = حق پرستوں نے پورا ایماں سے آندھیوں میں دیئے جلائے ہیں

(۲) مشتاق بدایونی منشی مشتاق حسین خاں خلف عنایت حسین خاں ساکن محلہ سرائے نو بدایوں

نمونہ کلام یہ باتیں راز کی ناصح ہم اہل دل سمجھتے ہیں وہ جاں زندگی بھی ہے کہ جو غارتگر جاں ہے

[illegible] ۱۹۱۲ء

ابر گنوری شاگردِ احسن مارہروی

منشی احمد بخش ولد نبی بخش گنوری بدایونی ۱۸۹۸ء سنہ ۱۹۷۲ء

وطن گنور ضلع بدایوں قیام کانپور و رام پور پہلے شاہ جہانپوری کے شاگرد ہوئے آخر میں مولانا احسن مارہروی کا تلمذ اختیار کیا پانچ دیوان ان سے یادگار ہیں پہلا دیوان غزلیات موسومہ نگینے مطبوعہ رام پور ۱۹۵۲ء دوسرا دیوان قرینے مطبوعہ ۱۹۶۳ء تیسرا دیوان تبیینے مشتمل بر حمد و نعت مطبوعہ ۱۹۶۸ء چوتھا مجموعہ نظم موسومہ سفینے مطبوعہ ۱۹۵۲ء پانچواں دیوان خزینے ان کے علاوہ تین چار جلدوں موسومہ "میری اصلاحیں" میں اپنے تلامذہ کا تعارف اور ان کے کلام پر اپنی اصلاحیں تحریر کی ہیں۔ اپنے وطن گنور میں قتل ہوئے آپ ماہنامہ احسن رام پور اور رہنمائے تعلیم دہلی کے مدیر تھے۔

نمونۂ کلام

یاس و امید کے طوفان میں تا حدِ نظر
اب ڈوبتا ہے کہاں جوشِ تمنا دیکھیں

ہے دورا ہے پہ عجب کشمکشِ اہلِ نظر
کعبہ دیکھیں کہ ترا نقشِ کفِ پا دیکھیں ۱۹۳۶ء (بزمِ خیال ایڈم)

بہ حلیۂ آخری آنسو بھی مری آنکھوں سے
وہ بھی ان ڈوبتے تاروں کا تماشا دیکھیں (مشاعرہ بدایوں ۱۹۴۳ء)

مری دیوانگی ان منزلوں تک آ کر آ پہنچی
کہ شق ہوتی ہے اب ہر سانس پر دیوارِ زنداں کی (بعض اثر علی گڑھ ۱۹۴۹ء)

رہِ عشق ہے اور خطرے ہیں لاکھوں
بڑھے جا رہے ہیں مگر جانے والے

اپنے دیوانوں کا ذوقِ جستجو مجھ سے نہ پوچھ
آپ گم ہوتے رہے تیرا پتہ پوچھا کئے (گفتارِ شکیل ۱۹۴۳ء)

باوجودِ ترکِ الفت اب بھی اتنا ربط ہے
جب کوئی نام ان کا لیتا ہے تڑپ جاتا ہوں میں (آجکل اکتوبر ۱۹۵۶ء)

دے دیا ہمت نے ساحل کے قریب آ کر جواب
یاس سے ساحل کو میں تکتا رہا ساحل مجھے (مشاعرہ کمبوہ ... ۱۹۳۰ء)

انتخاب نظم تبدیلی ۱۹۴۵ء

دنیائے ستم زیر و زبر ہو کے رہے گی
اس شامِ تباہی کی سحر ہو کے رہے گی

اٹھیں گی نہ مزدور پہ دولت کی نگاہیں
تبدیل زمانے کی نظر ہو کے رہے گی

انتخاب نظم اعلانِ بغاوت ۱۹۴۲ء

ستم ہے کہ اگر فریاد کرنا ہی بغاوت ہے — گذشتہ عظمتوں کی یاد کرنا ہی بغاوت ہے

زبان سے شکوہ بیداد کرنا ہی بغاوت ہے — غلامی سے وطن آزاد کرنا ہی بغاوت ہے

تو پھر میں فخریہ اعلان کرتا ہوں کہ باغی ہوں

تلامذہ ابر گنوری

(۱) انیس۔ منشی انیس احمد گنوری ولد حکیم شاہ محمد ولادت ۱۹۲۶ء مدرسہ قادریہ بدایوں میں درسیات اور طبیہ کالج علیگڈھ میں طب کی تعلیم حاصل کی بقول ابر صاحب اچھا شعر کہتے ہیں

نمونۂ کلام

حق نہیں جب چمن پہ ہمارا انیس — تذکرے پھر چمن میں ہمارے ہیں کیوں

ہزاروں آرزوئیں زندگی کم — محبت تجھ سے ہیں بے حد خجل ہم

گرداب بھی خجل سا ہے موجیں بھی منفعل — طوفان سے جو بچ کے سفینے نکل گئے

([illegible])

(۲) افضل۔ منشی افضل حسین ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

(۳) بدر۔ منشی بدرالدین انصاری ولد حنذا بخش ساکن اعلی پور ضلع بدایوں ولادت ۱۹۰۸ء مقیم لاہور وہاں اساتذہ میں شمار ہے۔

نمونۂ کلام

تھی مری دیرینہ ساتھی میری راہ جستجو — میں پلٹ آیا جہاں منزل نظر آنے لگی

(۴) بہار۔ منشی جلیل احمد ولد قاضی محمد احمد دفا ساکن بدایوں ملازم ریلوے کوٹہ راجستھان بھارت ولادت ۱۹۳۲ء جناب ابر لکھتے ہیں کہ آپ نے سرعت سے ترقی

کی۔ بہت غور و فکر سے شعر کہتے ہیں۔

نمونہ کلام یہاں بیگانۂ الفت ہے انساں   خدا جانے یہ کیسی سرزمیں ہے
دوستوں پر ہے دشمنوں کا گماں   یہ جہاں دوستی کا دشمن ہے (میری اصلاح میں)

(۵) بزمی۔ منشی صابر علی ولد حافظ اشتیاق علی ساکن گنور ضلع بدایوں انچارج مکتبہ جامعہ دہلی ولادت سنہ ۱۹۱۳ء نظموں میں ترقی پسندانہ طرز ہوتی ہے غزل بہت پختہ اور بلند کہتے ہیں۔

نمونہ کلام نظریں مل کر جھک جاتی ہیں   اف رے انکے پیار کا عالم (میری اصلاح میں)

(۶) تسنیم۔ منشی عبدالباری بدایونی۔

نمونہ کلام

(۷) ذکی۔ منشی ذکاء اللہ صدیقی ولد ضیاء اللہ ساکن بدایوں ولادت سنہ ۱۹۲۴ء

نمونہ کلام جیسے راہِ طلب میں ٹھوکریں کھانا نہیں آتا   اسی انساں کو ناکام تمنا ہم نے دیکھا ہے (میری اصلاح میں)

(۸) سیفی پریمی۔ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن (ایم اے۔ پی ایچ ڈی) ولد مولانا حبیب الرحمٰن ساکن گنور ضلع بدایوں استاد جامعہ ملیہ دہلی ولادت سنہ ۱۹۱۲ء مصنف مجموعہ کلام موسومہ خلش مطبوعہ سنہ ۱۹۶۳ء کلام میں ترقی پسندانہ رجحان ہے بہت تلامذہ ہیں

نمونہ کلام زندگی ہے مسلسل نیا تجربہ   غیر ممکن بھی سیفی ہے ممکن یہاں
دل کی بیتابیاں وقت میں گم ہوئیں   تو ہی حسن کو بھی قرار آ گیا (میری اصلاح میں)

(۹) شرف رحمانی۔ منشی عبدالحلیم ولد مولانا عبدالحکیم ہیڈ ماسٹر پرائمری اسکول گنور استاد ابر صاحب۔ ولادت ۱۹۱۶ء۔

نمونۂ کلام
ناممکن ہے اس سے نجات — غم سے گہرا ربط حیات
ترکِ وفا کا مجھ سے گلا — دیکھو بڑھ جائے گی بات
آپ اعلانِ دار و رسن کیجیے — سارے دیوانے منصور ہو جائینگے (ایدی لمآ)

(۱۰) کلیم۔ منشی فرحت علی خاں ولد مہدی علی خاں بدایونی مقیم شاہجہاں پور۔

نمونۂ کلام
عشق شائستۂ ادراکِ حقیقت ہے مگر — عقل دیوانہ سمجھتی ہے تو دیوانہ سہی (دیدی اصلاً)

(۱۱) حیات۔ محترمہ مسعودہ ایم اے بنت مولانا عبدالحکیم گنوری معلم ایم سی گرلز کالج دہلی ولادت ۱۹۳۵ء۔

نمونۂ کلام
گل تو گل خار بھی دامن میں نہیں اپنے حیات — کیا بہاروں کو غرض سوختہ سامانوں سے
کبھی شادماں ہو کے آنسو بہائے — کبھی فرطِ غم میں بھی ہم مسکرائے (ایدی اصلاحی)

(۱۲) منزل۔ منشی جمیل الدین ولد مسیح الدین بدایونی ولادت ۱۹۳۱ء ہیڈ ٹیچر اسکول شاگرد جناب وقر سبزواری بدایونی و دار احسنی سہوانی و ابر گنوری۔ مولف تذکرہ شعرائے بدایوں "شہر نگاراں" مطبوعہ

نمونۂ کلام
جام بھر تا بھی نہیں مست بھی ہو جاتا ہوں — ایسا اکثر تری آنکھوں کی قسم ہوتا ہے (ایدی اصلاحی)

(۱۳) متین۔ منشی محمد متین خاں ولد محمد امین ساکن بسولی ضلع بدایوں۔ ملازم ریلوے بمبئی مصنف مجموعۂ کلام "نالۂ بے اختیار" مطبوعہ ۱۹۵۹ء

نمونۂ کلام
اے اہلِ عشق سوچ سمجھ کر اٹھیں قدم — کانٹے بچھے ہوئے ہیں محبت کی راہ میں (میری اصلاح میں)
اے متین انکی رضا پر ہے سرِ تسلیم خم — حادثاتِ زندگی کا کوئی مجھکو غم نہیں

(۱۴) ملک ہندی۔ منشی ضیا علی خاں ولد ناظم علی خاں بدایونی ولادت ۱۹۱۳ء۔ مصنف (۱) افسانوں کا مجموعہ "کلیاں اور کانٹے" مطبوعہ (۲) ہر راہ جدا سیمی حالانکہ ادبی مجموعے بہار

نمونۂ کلام
نظر پہچانتا ہوں ناخدا کی — سفینہ نذرِ طوفاں کر رہا ہوں (میری اصلاح میں).

(۱۵) رضی۔ منشی رضی اللہ بدایونی آپکا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۵۳۵

(۱۶) عزیز۔ مولوی عزیز اللہ خاں ساکن اسلام نگر ضلع بدایوں۔ مدرس مدرسہ اسلامیہ اچھیرا ضلع آگرہ

کلام
تب یہ غم جب بڑھے گا دل القوس سے لگا لینگے — تمہیں نے درد بخشا ہے تمہیں سے ہم دوا لینگے (میری اصلاح میں)

(۱۷) رشک۔ منشی عبد الواسع بدایونی مقیم کراچی۔

کلام
کچھ ایسے وقت اسیری کا سانحہ گذرا — بہارِ ردئی مسلسل گلے لگا کے مجھے (میری اصلاح میں)

(۱۸) قدر۔ منشی عبد القیوم بدایونی۔

چرخ کی کوئی خطا ہے نہ کچھ انکا قصور — اپنی قسمت میں تھا رونا عمر بھر رویا کئے (گفتار شکیل ۱۹۳۶ء)

(۱۹) قدسی۔ منشی محمد اسحٰق بدایونی مقیم پاکستان

نمونہ کلام: کیسا شکوہ شکر کے سجدوں کا موقع آگیا — درد جب بخشا کہ سمجھا درد کے قابل مجھے (میری اصلاح)

(۲۰) مضطر۔ منشی اشفاق حسین بدایونی مقیم پاکستان

نمونہ کلام: صدمے ملے ملال ملا داغِ دل ملا — مجھکو طفیلِ عشق میں کیا کیا نہ مل گیا (میری اصلاح میں)

(۲۱) شیدا۔ منشی عبد الماجد ولد عبد الرزاق بدایونی ولادت ۱۹۳۴ء

نمونہ کلام: سچ بتا کیا خبر اسکی تجھے ابتک نہیں — اک عذابِ مستقل ہے زندگی تیرے بغیر (میری اصلاح میں)

(۲۲) تابش۔ منشی ارمغان احمد عرف طریقت حسین خلف اکبر گنوری

ولادت ۱۹۲۶ء ملازم رضا ٹکسٹائل مل رام پور۔

نمونہ کلام: رحمت بقدرِ عصیاں محشر میں ہے نمایاں — جتنی ہوئیں خطائیں اتنی ہوئیں عطائیں (میری اصلاح میں)

(۲۳) صفدر۔ منشی صفدر علی ولد چودھری اصغر علی گنوری پیشہ زمینداری حال

مقیم پاکستان بانی رسالہ نقارہ پاکستان۔

نمونہ کلام: عبادت کی نمائش سے ریا کاری ٹپکتی ہے — جبا رِ نفس کا نقشہ بدل ڈالا نمازی نے (میری اصلاح میں)
تری چشمِ عنایت نے مری قسمت کو جب بدلا — تو خود بڑھکر مرے قدموں کو چوما سرفرازی نے ״

(۲۴) شاد۔ منشی محمد صالح ولد کلیم الدین ساکن گکرالہ ضلع بدایوں ولادت

۱۹۲۷ء مصنف دیوان اول "رازحیات" مطبوعہ۔ دیوان دوم "ساز حیات" غیر مطبوعہ

نمونہ کلام جب تمنا دی تو تکمیل تمنا کیجئے ہو سکے تو اب مکمل دل کا سودا کیجئے (میری اصلاح میں)

آپکے استاد منشی احمد سان شمسی بدایونی بی اے ولادت ۱۹۱۱ء جوائنٹ ایڈیٹر ماہنامہ روشنی ہیں۔

(۲۵) پریم۔ ڈاکٹر رادم پرکاش ساکن گکرالہ ضلع بدایوں پیشہ ڈاکٹری

نمونہ کلام انتہائے غم نے اس عالم میں پہنچایا پریم ان کے آگے میرے جیسے کا سوال آ ہی گیا (میری اصلاح میں)

(۲۶) پیام۔ پروفیسر شفیع احمد خاں گکرالوی استاد مسلم کالج بدایوں لتیل

جناب ابر گنوری بہت ذہین اور طباع آدمی ہیں اور کافی اچھا شعر کہتے ہیں آپکے شاگرد (۱) منشی اسعد احمد بی اے احمد بدایونی معاصر ۱۹۵۶ء مصنف مجموعہ کلام "دعوت سخن" (۲) ستار میراں حسین ایم اے صبا بدایونی ۱۹۲۷ء اور (۳) منشی سعادت احمد صبا بدایونی ولادت ۱۹۳۲ء مصنف مجموعہ کلام دھنک ہیں

مکتوب منظوم بنام جناب ذلاور فگار

تو تو ضرور راستے لگانے لیں آپ کا بوتل میں رکھکے شربت دیدار بھیجئے

نمونہ کلام غزلیات

یہ باغ دہر بھی تصویر شادی و غم ہے کہ پھول ہنستے ہیں شبنم کی آنکھ پرنم ہے
تری نگاہ بھی کتنی ہے انقلاب انگیز ابھی تو دل یہ گماں تھا کہ بیکر غم ہے (میری اصلاح میں)

(۲۷) قمری۔ منشی سجاد حسین بدایونی حال مقیم کراچی بانی رسالہ زینت کراچی

سب ابر گنوری لکھتے ہیں کہ آپ ترقی کے مدارج طے کرکے بلند پایہ شعر کہنے لگے۔

نمونہ کلام کیوں طور پہ جلووں کا وہ انداز نہیں ہے کیا دہر میں اب کوئی نظرباز نہیں ہے (میری اصلاح میں)

(۲۸) عرش۔ منشی صابر حسین بدایونی حال مقیم کراچی جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں بقول جناب ابر گنوری شعر بہت اچھا کہتے ہیں۔

نمونہ کلام
فریبِ دل بیقرار اللہ اللہ — ترا بے سبب انتظار اللہ اللہ
مسلم ہیں جنت کی رنگین بہاریں — مگر وہ ترا رہگزار اللہ اللہ (زیرِ اصلاح)

(۲۹) افسر۔ منشی افسر علی ولد انتظام الدین گنوری حال مقیم کراچی بقول جناب ابر گنوری کلام میں پختگی ہے۔

نمونہ کلام
اب مرے نالیں پہ رونا بھی ہے پچھتانا بھی ہے — میں نہ کہتا تھا کہ اک دن انقلاب آنا بھی ہے (زیرِ اصلاح)

(۳۰) نکہت۔ منشی محی الدین ولد کلیم الدین بدایونی حال ملازم کراچی۔ معیاری غزل کہتے ہیں۔

نمونہ کلام
دفن اس خاک میں ہے جو ناکام — غم سے لبریز جام تھا اس کا
ہر ستم پر خموشیِ پیہم — بے زباں عرفِ عام تھا اس کا

(۳۱) ضیا۔ منشی ضیا علی خاں بدایونی ملازم کلکٹری۔ بقول ابر صاحب بلند شعر کہتے ہیں۔ ایک ضخیم تاریخ بدایوں نہایت تحقیق سے لکھی ہے۔

نمونہ کلام
ملاتے ہی نظر ہر ایک دل سینے میں بسمل تھا — نگہ سے کام جو تم نے لیا خنجر سے مشکل تھا
اسیرِ رنج و غم مجھکو کیا کیا سوچ کر تم نے — کہیں جرمِ محبت بھی سزا دینے کے قابل تھا (زیرِ اصلاح)

(۳۲) خمار انصاری بدایونی

نظر کی ایک جنبش سے یہ بنتی اور بگڑتی ہے (مشاعرہ
بنی ہے کچھ عجیب ترکیب سے تقدیر انساں کی بدیوں ۱۹۳۳ء)

(۳۳) رمز بنشی منظر الاسلام ولد عبد السلام گنوری ولادت ۱۹۱۴ء داماد

جناب مست احسنی گنوری بقول ابر صاحب نہایت پختہ اور بے عیب شعر کہتے ہیں۔ شاگرد سحا
شاہ جہانپوری و ابر گنوری۔

نمونہ کلام یہ کیا وحشت ہے کیوں سب زندگی کی بات کرتے ہیں
ہزاروں غم ہیں جسکے سر اسی کی بات کرتے ہیں (دیدار اصلاح)

(۳۴) نزہت گنوری

حلف ابر گنوری ملازم پٹیالہ

نمونہ کلام سونپے تھے چند داغ کسی دن جو آپ نے
ان کو لگائے بیٹھے ہیں اپنے جگر سے ہم (مدار اصلاح)

(۳۵) نصرت بنشی مظہر علی صدیقی حمیدی مقیم کراچی ولادت ۱۹۲۲ء پیشہ مدرسی

نمونہ کلام خال خال ہوتے ہیں دہر میں دفا طینت
ہر نظر محبت کی راز داں نہیں ہوتی

(۳۶) شرر بنشی عباس علی خاں گنوری شاگرد ابر گنوری اڈیٹر

خبار شرر علی گڑھ۔

نمونہ کلام ان سے پوچھو عشق ہے کیا عشق کی لذت ہے کیا
عمر بھر جو دربدر کی ٹھوکریں کھایا کئے
مرے دل میں جلوے ہیں پنہاں کسی کے
ادھر آ ادھر طور پر جانے والے
محبت میں شامل ہیں رسوائیاں بھی
ارے او خودی سے گذر جانے والے
(گفتار شکیل علی گڑھ ۱۹۳۸ء)

(۳۷) فلک. منشی محمود احمد گنوری شاگرد ابر گنوری

نمونۂ کلام: جیب و داماں سے گریباں سے کبھی الجھا کئے ۔ ہم نے ساماں وحشت دل کیلئے پیدا کئے

(وفات [illegible] ۱۹۳۲ء)

(۳۸) نسیم ڈاکٹر احمد حسین گنوری بدایونی ولادت ۱۹۶۶

نمونۂ کلام (نعت): کہیں پہ ہے ذکر محمد کا کہیں روح کا کہیں قدر کا ۔ کلام اللہ عظمت ہے اک نعت محمد کا

روہیلکھنڈ کے دوسرے اضلاع میں جناب ابر گنوری کے تلامذہ کی تفصیل درج ذیل ہے ان کا ذکر متعلقہ ضلع کے شعرا میں ہوگا۔

ضلع مرادآباد (ص ۲۲۵)	ضلع بریلی (ص ۱۴۵)	ضلع بجنور (ص ۱۵۹۲)	ضلع رام پور (ص ۲۲۰۱)
اقبال بھارتی	حامد بریلوی	تبسم منڈاوری	سید جمیل میاں رمز رام پوری
تسنیم احمد فہمی	محمد احمد ساحر بریلوی	عروج شیرکوٹی	فرید صدیقی
عنایت حسین تاباں	رزمی بریلوی	رفیق سیوہاروی	فروغ رام پوری
جذبی وارثی	فہمی آنولوی	سعید بجنوری	اوج رام پوری

ضلع مراد آباد	ضلع بریلی	ضلع بجنور	ضلع رام پور
چندر مراد آبادی	ذکار بریلوی	شمس سیوہاروی	بحر رام پوری
قمر بارہ بنکوی ثم مراد آبادی	مختار ہاشمی آنولوی		قدیر رام پوری
نیازی امروہوی	ساحر شفائی بریلوی		تسنیم رام پوری
عاقل مراد آبادی			سلطان رام پوری
ہاشمی بچھرایونی	——	——	عزمی رام پوری
سالک بلاروی	——	——	شوق اثری
سلطان محمد خاں کلیم سنبھلی	——	——	نیاز رام پوری
انجم سنبھلی	——	——	حسین رام پوری
حیرت مراد آبادی	——	——	رہبر رام پوری
دلی مراد آبادی	——	——	حشر رام پوری
عقیل امروہوی	——	——	رفعت رام پوری
عازم مراد آبادی	——	——	ادب مخلص رام پوری
محمود ساز مراد آبادی	——	——	صعر رام پوری
ثاقب مراد آبادی	——	——	صدی رام پوری
شہاب مراد آبادی	——	——	موج رام پوری

موج رام پوری

مندرجہ بالا تلامذہ کے علاوہ پورے برصغیر ہند و پاکستان میں جناب ابر گنوری کے سینکڑوں شاگرد ہیں۔ جن کی تفصیل اس کتاب میں پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

رضی بدایونی تلمیذ جناب ابر گنوری

رضیؔ، منشی رضی اللہ بدایونی ملازم دفتر آستانہ دہلی۔ مصنف مجموعہ غزلیات چراغ رہگذر مطبوعہ ۱۹۵۲ء شاعری سے والہانہ لگاؤ ہے۔ نظموں کا ایک مجموعہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

نمونۂ کلام
گذرگاہِ تخیل کا نفاذ کہکشاں تک ہے — زمیں کے رہنے والوں کی رسائی آسماں تک ہے
آزادیاں ملی ہیں لیڈروں کے واسطے — آزاد بن کے رہ نہیں سکتے وطن میں ہم
بہار آنے سے پہلے تھی دل بیتاب دہ بہار — بہار آئی تو شوقِ بہار کھو بیٹھا

انتخاب نظم
ساری دنیا زندگی پائے تمہارے نام سے — وہ اخوت وہ مروت وہ چلن پیدا کرو
اہلِ وطن کے نام
کھیل جانا جان پر جنکے لیے اک کھیل ہو — ایسے ایسے نوجوانانِ چمن پیدا کرو
جنکے اندر گرمیِ ایثار و قربانی ہو نہاں — وہ ادائے شعر وہ طرزِ سخن پیدا کرو
اپنے ملک و قوم کی عظمت بڑھانے کیلئے — بازوؤں میں طاقتِ خیبر شکن پیدا کرو

(سلیقا اصلاحِ سخن ۔ گلزارِ سخن مرتبہ رضی بدایونی مطبوعہ دہلی ۱۹۶۷ء)

تلامذہ رضی بدایونی

(۱) **انورؔ، منشی انوار اللہ** خلف و شاگرد رضی بدایونی ولادت ۱۹۵۰ء

نمونۂ کلام
عارضی رعنائیوں پر اس قدر مغرور ہے — زرد پڑ جاتا ہے وقتِ شام روئے آفتاب

(گلزارِ سخن مرتبہ رضی بدایونی مطبوعہ دہلی ۱۹۶۷ء)

(۲) **رضوانؔ، منشی رضوان اللہ** خلف اکبر رضی بدایونی ولادت ۱۹۳۵ء

نمونۂ کلام
متاعِ دل کی قیمت اک نگاہِ لطف کیا کہنا — جہاں میں اس سے ارزاں کوئی سودا ہو بھی سکتا ہے

(گلزارِ سخن مرتبہ رضی بدایونی مطبوعہ دہلی ۱۹۶۷ء)

جامی بدایونی شاگردِ احسن مارہروی

جامی ۔مولانا عبدالجامع صدیقی متولی بدایونی ۱۸۸۰ء۔۱۹۶۸ء خلف حاجی عبدالقدیر بن عتیق اللہ بن مولوی محقق اللہ بن قطب الدین بن محمد مراد بن جان محمد بن غلام محمد بن عبدالرشید برادر عبدالحمید جد مولوی اکرام اللہ محشر۔

جناب دلاور فگار صاحب لکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیکدل۔ شریف النفس۔ عالی خاندان عالی ظرف اور پاکیزہ نفس بزرگ تھے اس کے علاوہ ایک بالغ نظر۔ پختہ کلام اور صاحب طرز شاعر تھے عروض و فنِ شعر پر قدرت تھی۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا اور نظر بڑی نکتہ رس تھی ان کی محفل میں ادبی تذکرے ہوتے تھے بحثیں چھڑتی تھیں۔ عروض کے نکات بیان کئے جاتے تھے۔ مجھے ان کے فیضانِ نظر اور فیضانِ صحبت سے بہت کچھ ملا ہے۔

آپ کے لائق شاگرد جناب رونق بدایونی نے بدایوں میں ایک انجمن میخانۂ جامی آپ کی یادگار کے طور پر قائم کی ہے اس انجمن نے جناب جامی بدایونی کا نام زندہ کیا ہے۔

آپ کے لائق فرزند جناب عبدالشافع ادیب صدیقی بدایونی بی۔اے آنرز (ولادت ۱۹۱۹ء) کراچی میں مقیم ہیں۔ اور جناب صفی لکھنوی کے تلمیذِ رشید ہیں۔

نمونۂ کلام جامی

کفن پہناؤ تو خاکِ مدینہ منہ پہ مل دینا ۔۔۔ یہی اک شکل باقی ہے خدا کو منہ دکھانے کی

(نعت) ملی نجات جو آئی قضا مدینے میں ۔۔۔ گناہ ڈوب گئے موت کے پسینے میں

انتخاب ترکیب بند "ظہور قدسی"

ربیع الاول کی بارھویں روزِ دوشنبہ کو ۔۔۔ طلوعِ مہر سے پہلے بہ ہنگامِ سحر آئے

بغیر ان کے نہیں رہتی کسی گلزار میں نزہت ۔۔۔ ریاضِ قدس میں یوں اپنا سایہ چھوڑ کر آئے

رباعی نعت آئے سرکار خیر و برکت لے کر — دنیا کے لیے دین کی نعمت لے کر
انساں کو ملا شرف بہ شکلِ انساں — رحمت آئی خدا کی رحمت لے کر

جناب جامی بدایونی کو اپنے مرشد روحانی حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی اور سرکار مارہرہ کی وابستگی پہ ناز تھا فرماتے ہیں۔

ماتھے پہ ہے غلامیِ اچھے میاںؒ کا نور — کیا خوب یہ شناخت مرے خانداں کی ہے

(غزلیات) گریباں پہ مرا دستِ جنوں اب بخیہ گری دے — کہ بہتر اس سے پیوندِ گریباں ہو نہیں سکتا
فضائیں ہو گئیں لبریزِ کیف اے جامی — شراب پی کے چھلک دی جو آستیں میں نے
جتنی وہ موجِ تجلی ہوتی جاتی ہے قریب — صبح کے تارے کی صورت ڈوبتا جاتا ہوں میں
چھپے ہوئے تھے انھیں میں حیات کے نقشے — بنا بنا کے جو شکلیں بگاڑ دیں میں نے
جامیِ میخوار کو سمجھا زمانہ پارسا — کھا گیا دھوکا لباسِ اتقا کو دیکھ کر
کس کی تصویر تصور میں نظر آتی ہے — کہ تماشا ہمہ تن چشمِ تمنائی ہے
لن ترانی سے بڑھی اور امیدِ جلوہ — شاید اس کا رِمیں ایمائے پذیرائی ہے
جتنی گری پڑی ہے مرے نصیب کی ہے — مٹنے کے بعد خاکِ میخانہ ہو گیا ہوں
قربانِ چشمِ ساقی اتنی پلا گئی ہے — مدت سے بے نیازِ پیمانہ ہو گیا ہوں
نظر کے سامنے وہ بھی ہیں ان کے جلوے بھی — حجاب اٹھ گئے آنکھیں جو بند کیں میں نے

رباعی رنگ اپنا جما گیا فسونِ توبہ — مجھکو بھی رہا بہت جنونِ توبہ
بدلی ہوئی دیکھ کر نگاہِ ساقی — اب غیظ میں پی رہا ہوں خونِ توبہ

تلامذہ حضرت جامی بدایونی

(۱) جناب رونق بدایونی (۲) دلاور فگار بدایونی دیکھئے ص ۵۵۰

(۳) اختر کمالی۔ منشی محمد اختر کمالی بدایونی شاگرد جامی بدایونی وطنی بدایونی دیکھئے صفحہ ۶۳۶

(۴) کیفی۔ منشی عبدالنافع ۱۹۰۴ء - ۱۹۷۲ء خلف حضرت جامی بدایونی

آپ نعت و منقبت زیادہ کہتے تھے فارسی پر اچھا عبور تھا۔

نمونہ کلام
عہد طفلی مثال خواب گذشت — بہترین دور در شباب گذشت
وائے قسمت زمانۂ پیری — صد عذاب و بلا عذاب گذشت

(۵) مسعود۔ منشی وحید احمد فاروقی فریدی شیخوپوری ۱۸۹۳ء - ۱۹۷۶ء برادر خان بہادر سید محمد عرف میکو میاں ہوش بدایونی۔ جناب مسعود بدایونی ماہنامہ لقیب کے مالک و مدیر تھے آپ کی کتابیں بھی یادگار ہیں۔

نمونہ کلام
بے سبب وہ جفا نہیں کرتے — ہو نہ ہو کچھ خطا ہماری ہے

(۶) فائق دیکھئے صفحہ ۵۲۹

(۷) صہبا بدایونی۔ ۱۹۱۱ء - ۱۹۸۲ء منشی منظر الدین خلف منشی جلیل الدین نو مسلم عباسی بدایونی

نمونہ کلام
سخن میں حضرت جامی سے فیض ہے صہبا — نکالتا ہوں نئے راستے زباں کے لیے

(۸) معراج بدایونی۔ منشی معراج الہدیٰ خلف مولوی لقیب الہدیٰ ساکن محلہ سوتہ بدایوں ولادت ۱۹۲۰ء

مصنف (۱) کیا تھا کیا ہو گیا (۲) سراج اولیا (۳) غنچہ لعبد اولیا (۴) گلزار قدس (۵) گلستان حسن (۶) گلدستہ شہادت

نمونہ کلام
بار صبا گذر ہو جب جانب مدینہ — اظہار حال کرنا بہ انداز با قرینہ

رونق بدایونی شاگرد جامی مہر الحا ۱۹۴۴ء ولادت

منشی رونق علی خاں بدایونی۔ بانی انجمن میخانۂ جامی بدایوں۔ آپ بہ حیثیت غزل گو ایک امتیازی درجہ رکھتے ہیں آپ کے کلام میں آمد زیادہ اور آورد کم ہے آپ کی غزل ہمیشہ صحت زبان درستی سے غزل کے علاوہ دیگر اصناف سخن پر بھی خاصی دسترس ہے

آپ نے ڈرامے بھی لکھے ہیں اور گیت بھی۔ آپ کا شمار بدایوں کے نوجواں اساتذہ میں ہوتا ہے۔

نمونۂ کلام

ہر شخص کی قسمت میں کہاں ہے غمِ جاناں — یہ دولتِ نایاب جسے چاہے خدا دے
میں نے تجھے دیکھا ہے محبت کی نظر سے — مجھکو مری گستاخ نگاہی کی سزا دے
یہ بزمِ مے ہے یہاں فرقِ خاص و عام نہیں — کھلا ہے سب کے لیے میکدے کا دروازہ
ستم شعار کی آنکھوں میں دیکھکر آنسو — ہمیں بھی آج ہوا اپنے غم کا اندازہ
اب ڈوبنے والے کو نہیں یہ بھی سہارا — آواز ہی دیدے کوئی ساحل کی طرف سے
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے آہ بھی ممکن نہیں — ہم یہ ڈرتے ہیں کہ رسمِ عاشقی ہو جائے گی
گزری ہے عمر گیسوئے جاناں سنوارتے — اب وقت ہے کہ گیسوئے دوراں سنوارتے
ہوش میں آکے کہیں راز نہ افشا کردیں — اپنے دیوانوں کو دیوانہ بنائے رکھئے
دلوں میں جنکے محبت کا درد ہوتا ہے — وہ دوسروں کا بھی غم اپنا غم سمجھتے ہیں
تلا ہوا ہے زمانہ ہمیں مٹانے کو — حطلہ یہ ہے کہ ستم کو ستم سمجھتے ہیں
پوچھا کسی نے جب مری بربادیوں کا حال — بے ساختہ زباں پہ ترا نام آگیا
جنونِ شوق نے آیا ہے مجھکو ایسی منزل پر — جہاں یہ سوچنا بھی کفر ہے انجام کیا ہوگا
ہو اختیار میں تو چلے جائیں ہم کہیں — تیری نظر سے دور تری انجمن سے دور
آؤ قفس میں بیٹھ کے روئیں بہار کو — تم بھی چمن سے دور ہو میں بھی چمن سے دور
جب پوچھنے آتا ہے کوئی حال ہمارا — بڑھ جاتی ہے کچھ تلخیِ غم اور زیادہ
اس خوف سے آنسو بھی بہاتے نہیں رو کر — بھڑکے نہ کہیں آتشِ غم اور زیادہ
ہمارے اور تمہارے غم میں اک فرق نمایاں ہے — تمہیں فکرِ نشیمن ہے ہمیں فکرِ گلستاں ہے
رسائی کی تو ہے جوشِ جنوں میں دستِ وحشت نے — مگر اب وہ ترا دامن ہے یا اپنا گریباں ہے

غم جاناں میں زندگانی ہے | کیسے سمجھاؤں غم گساروں کو
اپنے بیگانے ہو گئے رونقؔ | آگ لگ جائے ان بہاروں کو

اچھی ہوتی ہے دلِ محبت کی رہبری | ہم منزلِ طلب سے بھی آگے نکل گئے
ہر لغزشِ قدم نے دیا درسِ آگہی | ہم تو جہاں کی ٹھوکریں کھا کر سنبھل گئے

(میخانۂ جامی مطبوعہ بدایوں ۱۹۶۰ء)

تلامذہ رونقؔ بدایونی

(۱) حیرتؔ۔ مسٹر انیس جون خلف مسٹر اس جون مخلص۔ ولادت ۱۹۲۶ء اپنے والد کے زیر سایہ شاعری کی ابتدا کی پھر ان کی ہدایت پر جامیؔ صاحب سے مشورہ رہا۔ ان کے پاکستان جانے کے بعد رونقؔ صاحب سے اصلاح لینے لگے۔ آپ کے کلام میں تاثیر بھی ہے اور صحتِ زبان بھی۔ کلام سے کہنہ مشقی ظاہر ہوتی ہے۔

نمونۂ کلام:

دردِ دل دردِ جگر دردِ محبت اے دوست | جو دیا تو نے بصد شوق لیا ہے میں نے
یوں ہی ساقی کی نگاہوں سے نہیں مل جاتی | مدتوں خونِ تمنا بھی پیا ہے میں نے

پوچھتا ہے جو کوئی میری تباہی کا سبب | آپ کا نام بتاتے ہوئے جی ڈرتا ہے
ذوقِ نظارہ کا انجام نہ پوچھو ہم سے | اب نگاہیں بھی اٹھاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

اب وہ ہم میں نہ وہ گل ہیں نہ وہ اب رنگ چمن | کیوں ستانے کو نسیم سحری آتی ہے

ہوتا اگر نہ میں غمِ جاناں سے روشناس | آتا نہ زندگی کا سلیقہ کبھی مجھے

جنونِ عشق کی حد سے گزر کر | نہ پوچھو ہم کہاں تک آ گئے ہیں (میخانۂ جامی)

(۲) انورؔ قاسمی۔ منشی انور بیگ ولد انتظام بیگ ساکن محلہ سوتہ بدایوں ولادت ۱۹۲۰ء

میونسپل اسکول بدایوں میں مدرس ہیں۔ چودہ سال کی عمر سے شعر کہتے ہیں۔ کلام میں تخیل کی بلند پروازی اور فنی احتیاط دونوں خصوصیات موجود ہیں۔ کلام میں اصلاح جناب دلاور فگار اور جناب رونق بدایونی سے لی ہے۔

نمونۂ کلام

سپرد کر گئی کتنا حسین افسانہ — وہ اک نگاہ جو میری نظر سے ٹکرائی

میں نے دیکھی ہیں پھولوں کی رعنائیاں — تو کہاں اور کہاں تیری پرچھائیاں

مست نظریں وہ جب اٹھاتے ہیں — جام ہاتھوں سے چھوٹ جاتے ہیں

ان سے سیکھے کوئی شعورِ حیات — جو مصیبت میں مسکراتے ہیں

اب یہ عالم ہے اپنی وحشت کا — اپنی پرچھائیں سے بھی ڈرتے ہیں

ان کو جینے کا حق نہیں انور — جو غمِ زندگی سے ڈرتے ہیں

زندگی اک غمِ مستقل — موت اک راحتِ جاوداں

لاکھ راحت رساں ہو قفس — آشیاں پھر بھی ہے آشیاں

زندگی ایک خواب ہے انور — خواب کا کوئی اعتبار نہیں

قطعہ

خوں ٹپکتے گلوں کے سینوں کو — گلستاں کا نکھار کہتے ہیں

ہم وہ گلشن پرست ہیں انور — جو خزاں کو بہار کہتے ہیں (میخانۂ جامی)

(۳) فرید شیخوپوری۔ شیخ فرید احمد مسعودؔ ۱۹۲۶ خلف شیخ وحید احمد مسعود سابق

پارلیمنٹری سکریٹری یوپی گورنمنٹ ساکن شیخوپور ضلع بدایوں ولادت ۱۹۲۹ء پیشہ وکالت۔ فرید صاحب مزاحیہ و طنزیہ کلام اور غزل گوئی پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ آپ کا شمار بدایوں کے صفِ اول کے شعرا میں ہے۔ آپ اچھے مفکر اور مصور ہیں۔ شعر و سخن پر بیک وقت حرف

نہیں کرتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ صفیہ بیگم بھی شعور شعری اور مذاق سلیم رکھتی ہیں۔

نمونہ کلام

جہنم نہ بن جائے سارا گلستاں
جو گل دیکھتا ہوں گل آتشیں ہے

دیوانے کبھی جاتے ہیں اکثر پتے کی بات
شاید جنوں خرد کا صحیح شاہکار ہے

جاگ کر رات گذاری ہم نے
دیکھکر رنگ سحر جائینگے

مشعل راہ بنے بھی تو جنوں
عقل و دانش بھی نکھر جائینگے

شراب غم کی یہ تلخی ارے معاذ اللہ
فریدِ زہر پیا ہے کہ ہچکیاں ہیں نے

پیشتر اسکے کہ پہنچے حشر تک ابلیس کی بات
لازمی ہے آپ کی بات آپ سے کہنا مجھے (مینا جامی)

(۴) راز القادری، منشی امیر حسن خلف منشی شوکت حسین مرحوم۔ ساکن محلہ

سوتہ بدایوں۔ ولادت ۱۹۲۶ء میونسپل اسکول بدایوں میں مدرس ہیں۔ جناب جگر سورونوی۔ جناب دلاور فگار اور جناب رونق بدایونی سے باری باری کلام پر اصلاح لی۔ عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ قادریہ بدایوں میں پائی شاعری کا شوق بچپن سے ہے۔ شعر گوئی میں کافی مہارت ہے طبیعت میں شوخی و روانی اور کلام میں پستی ہے۔

نمونہ کلام

وہ سامنے ہیں اور نظر کو خبر نہیں
اے راز کچھ تو حسرت دیدار سے کہو

اپنی جگہ خوشی بھی ضروری سہی مگر
جینا پڑا ہے غم کے سہارے کبھی کبھی

پہلے مری نظر میں محبت تھی زندگی
اب جرم جانتا ہوں محبت کسی ساتھ

جہاں کی گردش پیہم کا کچھ قصور نہیں
حیات خود ہی مصیبت ہے آدمی کیلئے

تھا کثرت غم میں تو اندازۂ غم مشکل
احساس ہوا غم کا جب غم نہ رہا کوئی

دنیا میں کسی پہلو آرام نہ جب پایا
پھر لوٹ کے آنا بھی گیا بعد فنا کوئی

دل جب غمِ حیات کے سانچے میں ڈھل گیا — میری نظر میں غم کا تصور بدل گیا (میخانۂ جامی)

(۵) منور شیخوپوری۔ منشی منور حسین ولد تصدق حسین ساکن شیخوپور ضلع بدایوں

ولادت ۱۹۲۳ء شاگرد جناب وحید احمد مسعود شیخوپوری و جناب جگر سوروئی و جناب رونق بدایونی۔ خوش اخلاق اور با مروت آدمی ہیں شاعری سے کافی لگاؤ ہے۔

نمونہ کلام:
کوئی آیا نہ صبر آیا نہ نیند آئی نہ موت آئی — نہ آئے جب وہی پھر کیوں نہ شام انتظار آئے
ہو تو کیونکر ہو مذاقِ زندگی کا تکملہ — جب تصور میں وہ آتے ہیں تو کھو جاتے ہیں ہم
باغباں وہ شعور پیدا کر — خار پر بھی نکھار آجائے (میخانۂ جامی)

(۶) محبوب۔ ڈاکٹر جے۔ ولنگٹن ولد مسٹر آئی ولنگٹن۔ ساکن مشن کمپاؤنڈ سول

لائن بدایوں ولادت ۱۹۱۹ء کلام میں کہنہ مشقی ہے۔

نمونہ کلام:
نظامِ گردشِ ساغر ہے ناتمام ابھی — کہ میکدے میں ہزاروں ہیں تشنہ کام ابھی
کچھ اور غم کی ضرورت ہے زندگی کیلئے — کہ زندگی کا مکمل نہیں نظام ابھی
سوال یہ تھا کہ تسکینِ دل کہاں ڈھونڈیں — جواب یہ ہے کہ دیوانگی کے دامن میں (میخانۂ جامی)

(۷) مہدی۔ منشی مہدی حسن ولد حسام الدین ساکن محلہ کٹرہ عالم شاہ

بدایوں ولادت ۱۹۳۲ء۔ کہنہ مشق اور تعلیم یافتہ شاعر ہیں کلام میں برجستگی ہے۔

نمونہ کلام:
ہمارا اور ترا کیا ساتھ اے شمعِ فروزاں ہے — ہمیں جلنا ہے ساری عمر تو اک شب کی مہماں ہے
تڑپ تڑپ کے ہی مرنا قبول ہے لیکن — کرم کی بھیک تو مانگی نہ جائے گی ہم سے

اکھڑی ہوئی سانسوں کا نہیں کوئی بھروسہ — ہو جائے کہاں ختم سفر کہہ نہیں سکتے
ہونے کو تو ہر شب کی سحر ہوتی ہے لیکن — کیا ہو شبِ فرقت کی سحر کہہ نہیں سکتے
کچھ پرانا ہو چلا تھا قصۂ فرہاد و قیس — اب مرتب کر رہے ہیں اک نیا افسانہ ہم
اس طرح دنیا میں رہتے ہیں کہ دنیا میں نہیں — اس چمن میں ہیں بمثالِ سبزۂ بیگانہ ہم
اہلِ وفا کو دیجئے سب سے بڑی سزا — سب سے بڑا گناہ خلوص و وفا ہے آج
ہم نے وحدت کو بھی کثرت میں بدل ڈالا ہے — ایک معبود ہے اور دیر و حرم ہیں کتنے
اب ہاتھ میں آئے ہیں مرے ساغر و مینا — اب آئے ادھر گردشِ ایام کہاں ہے (امیخانہ جامی)

(۸) نسیم قریشی۔ ڈاکٹر محمد نسیم قریشی صدیقی ولد محمد قریشی ساکن محلہ ناگراں

ولادت ۱۹۳۸ء پردادا استاد جلیل مرحوم۔ دادا استاد حضرت محفوظ اور ان کے بھائی شبلی۔ شاگرد جناب اویس عارف بدایونی مقیم پاکستان بعدہٗ شاگرد جناب رونق بدایونی۔ غزل پڑھنے کا انداز سحر آگیں ہے۔

نمونۂ کلام

درد دل بڑھ کے خود زندگی بن گیا — کثرتِ غم ہی غم کی دوا ہو گئی
زندگی وقف ہے قفس کے لیے — میری تقدیر میں بہار نہیں
غم میں گذری ہے زندگی میری — میں نہیں جانتا خوشی کیا ہے
زمانے بھر کو ٹھکرا کر تری محفل میں آئے ہیں — تری محفل سے اٹھ جائیں تو دیوانے کہاں جائیں
آنسوؤں سے کبھی بجھانا نہیں اسکا ممکن — دل سے جو آگ چلے اور جگر تک پہنچے
تمام رات ترے انتظار میں گذری — سحر قریب ہے اب نیند آئی جاتی ہے
تمہاری یاد نے جب بھی ستایا — لپٹ کر رو دئے ہم بیکسی سے

(۹) شاد شیخوپوری منشی غلام جیلانی خاں ولد سمیع اللہ خاں مرحوم ساکن

شیخوپور ضلع بدایوں ولادت ۱۹۴۲ء رنگ تغزل پاکیزہ ہے کلام میں سوز و گداز ہے۔

نمونہ کلام
ماہ و انجم بھی انکے جلووں سے — پا گئے آب و تاب تھوڑی سی
پھر ہے تعمیر آشیاں کا خیال — بجلیوں کو خبر نہ ہو جائے
تیرے وعدے کا انتظار تو ہے — زندگی منتظر نہ ہو جائے
میری روداد محبت کبھی سنکر دیکھیں — کون کہتا ہے کہاں آپکا کا نام آتا ہے
شاد کیوں شکوہ کریں ساقی پیمانہ سے — اپنی قسمت ہی میں ٹوٹا ہوا جام آتا ہے
اے رات کی تنہائی کچھ تو ہی سہارا دے — میں ساز اٹھاتا ہوں تو گیت سنا کوئی (میخانہ جام)

(۱۰) عاجز مسٹر پریم جون ولد مسٹر الن جون مخلص ساکن محلہ بیدواڑی بدایوں

ولادت سنہ ۱۹۳۰ء شاگرد منشی سیوتی پرشاد صہبائی بدایونی و جناب رونق بدایونی۔

نمونہ کلام
اب شب درد حضرت عاجز — ہم ہیں اور اس گلی کے پھیرے ہیں
تیرا غم جنکو مل گیا اے دوست — ان کو دنیا میں پھر کمی کیا ہے
سجائے بیٹھا ہوں سینے کو داغ دل سے — مری بہار سے بڑھکر کوئی بہار نہیں
اُسے بھی پھونک دیا برق ناامیدی نے — خیال میں جو بنایا تھا آشیاں میں نے
آدمی ہیں ہم اس لیے عاجز — آدمیت سے پیار کرتے ہیں (میخانہ جاوید)

(۱۱) مسعود منشی امین مسعود خلف شیخ وحید احمد مسعود آنریری مجسٹریٹ ساکن

شیخوپور ضلع بدایوں۔ آپ کو فطری شاعری سے لگاؤ ہے۔ ولادت ۱۹۴۴ء

نمونۂ کلام کیوں ہنسے پھول روئی کیوں شبنم — کوئی کیا سمجھے ان اشاروں کو
اے شبِ ہجر تیری عمر دراز — آگئی نیند چاند تاروں کو
ہوش جاتے رہے جب آیا ہوش — یا الٰہی یہ آگہی کب ہے (انجار جامی)

(۱۲) فہیم۔ منشی فہیم الدین حافظ شمیع الدین ساکن شیخوپور ضلع بدایوں ولادت

۱۹۳۸ء کلام میں سوز و گداز اور شوخی ہے انداز دلکش اور اسلوب قابلِ قدر ہے۔

نمونۂ کلام یہ کیفِ انتظار کہ ڈر جاتا ہوں میں — مجھے ڈر ہے نہ جائیں کہیں انتظار سے
میں سمجھتا ہوں لگا ہوں کا بدلنا ساقی — ہار جاتا ہوں اٹھ جاتا ہوں میخانے سے
بہاروں کی محبت کا صلہ ہے — نشیمن سے قفس تک آ گئے ہیں
مرہم لطف و کرم سے اے دوست — زخم دل اور ابھر جائیں گے
پھول کھلنے لگا مرے اک جام پلا کر — اے پیر مغاں دراصل ہیں پیر مغاں اور انجار جامی

(۱۳) قمر انصاری۔ منشی قمر الدین انصاری حب جمال الدین ساکن محلہ

اور ارہ بدایوں ولادت ۱۹۴۲ء ذوق شعری فطری ہے

نمونۂ کلام اٹھے نہ میری طرف چشمِ التفات ابھی — غموں سے کھیل رہی ہے مری حیات ابھی
غم حیات کی تلخی بھی کیف پرور ہو — تمہارا غم جو نہیں حیات ہو جائے
انہیں جینے کا کوئی حق نہیں ہے — غم دوراں سے گھبرا گئے ہیں
تذکرہ جب کبھی وفا کا ہوا — میری آنکھوں میں سلسلہ جبرا سے

ہم سے پوچھو نظام میخانہ — بارہا اٹھ کے تشنہ لب آئے
پوچھا نہ کبھی تم نے بربادِ محبت کو — ناکامیِ قسمت پر روتا ہی رہا کوئی (میخانہ جامی)

(۱۴) راہب بدایونی، مسٹر جونس میسی ولد مسٹر ایس میسی ولادت ۱۹۳۷ء

ملازم گورنمنٹ روڈویز برادر مسالون زادہ حیرت بدایونی۔

نمونۂ کلام
ضبط کر کے ستم رہ گئے — بے زباں ہو کے ہم رہ گئے
روشنی کے لیے قبر میں — دل میں داغِ الم رہ گئے
صبح ہوتی ہے ترے رخ کی ضیاباری سے — شام ہو جاتی ہے زلفوں کے بکھر جانے سے (میخانہ جامی)

(۱۵) فیروز ظفر، منشی محمد فیروز ولد محمد سرور نوشوری ساکن نوشوری ٹولہ بدایوں۔ (دہلی ولادت ۱۹۵۰ء)

ان کے کلام میں تاثیر اور درسِ زندگی ہے۔ مصنف مجموعۂ کلام "شہر گل"

نمونۂ کلام
بیمارِ عشق کل نہ مرا آج مر گیا — چلئے نگاہِ ناز کا صدقہ اتر گیا
اور کیا کرتے اسیرانِ قفس — جانبِ گلشن نظر کی رو دیئے
ہیں وہ بادہ کش ہوں دنیا میں ظفر — جسکو نازِ میکشی ہے لے پئے
معیارِ محبت سے ہے آزاد زمانہ — اب عشق و ہوس میں کوئی پہچان نہیں ہے
موت جب چاہے وار کر جائے — اتنی مجبور زندگی کیوں ہے
توبہ خود جا کے اٹھا لاتی ہے پیمانہ ظفر — جب بھی ساقی کی نگاہوں کا کرم ہوتا ہے
یوں نہ ہوتی ہماری بربادی — اس میں انکا بھی کچھ اشارا ہے
باعثِ یادِ دوست ہے یعنی — دردِ دل بھی بڑا سہارا ہے (میخانہ جامی)

(۱۶) جاوید۔ جاوید اقبال ولد جناب اقبال حیدری وکیل بدایوں ولا
۱۹۵۱ء ساکن محلہ میدان ٹولہ بدایوں بزود گو شاعر ہیں۔ غزل نظم قطعات برجستہ

نمونۂ کلام
لا تو ساقی ادہر جام ے — غم نہیں آج یا غم نہیں
میرا انداز میکشی دیکھو — چشم ساقی سے کار جام لیا
ان کی محفل میں بنکے دیوانہ — ہم نے الزام اپنے نام لیا
مرگ انسانیت پر یہاں — جشن ہوتے ہیں ماتم نہیں
جس کو شبنم سمجھتے ہو تم — گل کے آنسو ہیں شبنم نہیں

(۱۷) نفیس۔ منشی نفیس احمد ولد منظور احمد صدیقی ساکن محلہ سوتہ ب

نمونۂ کلام
رہ وفا میں بہا کر دل و جگر کا لہو — ہزار شمعیں جلا دیں مری تمنا نے
پیتے تھے نفیس اکثر ان مست نگاہوں سے — اور آج یہ عالم ہے اشکوں پہ گذارا ہے
ہم بھی دامن بچائیں اگر — پھر یہ دو جہاں کس کے گھر جائینگے

(۱۸) کامل۔ مسٹر بی۔ ٹی۔ ٹر یز پادری ساکن مراد آباد مقیم بدایوں وا
۱۹۲ء پرنسپل کرسچین کالج بدایوں۔

نمونۂ کلام
کچھ اور آپ ظلم و ستم کو بڑھائیے — کم ہو نہ جائے لذت دردِ نہاں کہیں
فیض بہار عام ہے کامل چمن چمن — لیکن مرے نصیب میں کانٹے ہی آئے ہیں

(۱۹) فراست۔ منشی فراست علی صدیقی بدایونی ولادت ۱۹۳۷ء

سکریٹری ضلع بدایوں ویلفیر سوسائٹی دہلی ملازم ہمدرد دواخانہ دہلی۔

نمونۂ کلام
با ہر حریم ناز سے آئیں تو وہ کبھی — کس نے کہا ہے موت سے دیوانے ڈر گئے

(۲۰) نفیس۔ سید مظاہر علی بدایونی۔

نمونۂ کلام: آدم خاکی ابھی سمجھا نہیں رازِ حیات — زندگانی درحقیقت رنج و غم کا نام ہے

(۲۱) کیف بدایونی۔

منشی حبیب احمد خاں ولد آل رسول خاں ولادت ۱۹۱۵ء سالئن ... پور

نمونۂ کلام: کسی کی یاد نے پھر آ کے کر دیئے روشن — ابھی ابھی تو بجھائے تھے حسرتوں کے چراغ

(۲۲) منظر بدایونی۔

منشی چھوٹے لال ولد گنگا رام گپتا ولادت ۱۹۳۸ء
ہیڈ ماسٹر لاجپت رائے جونیر ہائی اسکول بدایوں

نمونۂ کلام: کچھ عرضِ تمنا کی ضرورت نہیں منظر — روشن ہے سبھی کچھ مری سرکار کے آگے

(۲۳) ممتاز بدایونی۔

منشی ممتاز حسین ولد علاء الدین ساکن محلہ شہباز پور بدایوں ولادت ۱۹۴۲ء

نمونۂ کلام: آمیزشِ حیات میں کچھ ہو نہ ہو مگر — یہ ماننا پڑے گا کہ تقویٰ بیمار ہے

(۲۴) نسیم بدایونی۔

منشی نسیم الرزاق ابن عبد الرزاق انصاری ساکن محلہ
نئی سرائے بدایوں ولادت ۱۹۴۶ء

نمونۂ کلام: تڑپتا چھوڑ کر پیاسی زمین کو — برس جاتا ہے دریاؤں پہ بادل

فائق بدایونی شاگرد جامی بدایونی

فائق منشی مصطفیٰ بخش صدیقی متولی بدایونی ۱۹۵۸ء خلف شکور بخش بن سعید بخش بن سلطان بخش برادر رسول بخش حشر بدایونی۔ جناب فائق بدایونی نے شاعری میں حضرت احسن مارہروی اور جناب جامی بدایونی سے استفادہ کیا تھا۔ انتقال ہو گیا۔

نمونۂ کلام: بد راہوں اگر میں تو کچھ غم نہیں ہے — مردوں سے انہیں ہے محبت زیادہ

(نعت) لبوں پہ ہے دم تشنگی بڑھ رہی ہے — اب اے ساقیِ کوثر چلے دورِ بادہ

بیچ ...

ادا سجدۂ شکر ہو ہر قدم پہ — مدینے کو جاؤں مگر پا پیادہ
گذر جائے یہ عمر نعت نبیؐ میں — یہی اب تو خالق ہے اپنا ارادہ

انتخاب مسدس "عزت کا بھوت ممبری کے کرتوت" مطبوعہ ۱۹۲۸ء

دن رات ووٹروں کی مدارات چاہئے — بسکٹ انہیں کھلایئے چائے پلایئے
تازہ مٹھائی انکے لیے کچھ منگایئے — جو کچھ کریں وہ ناز وہ انکے اٹھایئے
خاطر ہر اک طرح سے غرض انکی کیجئے
راضی نہ اس پہ بھی ہوں تو کچھ دام دیجئے

مجرم ہیں ووٹروں کے گنہگار ممبری — اللہ دے کسی کو نہ آزار ممبری
اے وائے رونق گرمیٔ بازار ممبری — پھرتے ہیں مارے مارے طلبگار ممبری
پرسان حال کوئی نہ ان بیکسوں کا ہے
گویا دماغ عرش پہ اب ووٹروں کا ہے

دلاور فگار بدایونی شاگرد جناب جامی بدایونی و جناب جام نوائی بدایونی و جناب جوہر بدایونی

منشی دلاور حسین خلف منشی شاکر حسین صدیقی حمیدی بدایونی۔ آپکی ولادت ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ بی اے اور ٹریننگ کورس کرکے ایک پرائمری اسکول میں ٹیچر ہو گئے بعدہٗ اسلامیہ کالج بریلی اور اسلامیہ کالج بدایوں میں ملازم رہے مجموعۂ کلام "حادثے" "انگلیاں فگار اپنی" "ستم ظریفیاں" "مطلع عرض ہے" طبع ہو چکے ہیں۔ شاعری میں جناب جامی بدایونی سے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ جناب جام نوائی بدایونی اور جناب آفتاب احمد جوہر بدایونی سے

بھی اصلاح لی ہے۔ آج کل کراچی میں قیام ہے۔

انتخاب از دوست ہوتے ہیں عموماً ... معلوم تھا
آپ بھی ان دوستوں میں ہیں یہ کیا معلوم تھا

اسنبھلنے بیکسی میں ہاتھ ار خود اٹھ گئے
ورنہ انجامِ دعا قبلِ دعا معلوم تھا

احتیاطاً مجھ کو سوزِ آرزو بخشا گیا
غالباً کم تھی سزائے زندگی میرے لیے

اپنی تباہیوں پہ ہمیں ناز ہے وہ گار
اپنی تباہیوں کے بنائے ہوئے ہیں ہم

حرف دو ہی صورتیں تھیں ترکِ غم یا ضبطِ غم
ترکِ غم ممکن نہیں تھا ضبطِ غم کرتے رہے

بہک جاتے ہیں جو بیکرہ میخانے سے اٹھ جائیں
یہ میخانہ ہے میخانے کے کچھ آداب ہوتے ہیں

مذاقِ دیدِ طور پر بھی تشنہ کام رہ گیا
بڑا حسین خواب تھا جو نا تمام رہ گیا

نظارہ کشِ حسنِ بتاں ہم بھی رہے ہیں
منجملۂ صاحب نظراں ہم بھی رہے ہیں

ویرانۂ دل میں یادِ ماضی
صحرا میں چراغ جل رہا ہے

کچھ ہم بھی فگار سست رو ہیں
کچھ وقت بھی تیز چل رہا ہے

غافل نہ ہو آزردگیِ دل کی طرف سے
طوفان بھی اٹھ سکتے ہیں ساحل کی طرف سے

رسوا ہیں کوئی عکس کو جلوہ نہ سمجھ لے
آئینوں کے رخ پھیر دو محفل کی طرف سے

زینۂ امید نہ ہونے کا اثر آنکھوں میں
نہ یہ ممکن کہ ہو عکس دل تر آنکھوں میں

پھر یہ کیا شے ہے جو آتی ہے نظر آنکھوں میں
آ گیا ہو نہ کہیں خونِ جگر آنکھوں میں

اشک میں رنگ ہے اور رنگ میں گہرائی ہے

دم نکلتا ہے دلدار سے باتیں کر لو
دمِ الفت کے خطاوار سے باتیں کر لو

نزع کا وقت ہے کچھ پیار سے باتیں کر لو
آخری رات ہے بیمار سے باتیں کر لو

اب یہ امید نہیں ہے کہ سحر ہو جائے

مندرجہ بالا ابتدائی شاعری کا کلام اور تضمین دلاور فگار صاحب کے قدرت کلام کا ثبوت ہے۔ یہ تضمین سن کر جامی صاحب بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اب دلاور فگار صاحب کے خود نوشت منظوم حالات سنئے ان اشعار سے ان کے خیالات و افکار اور شخصیت و سیرت کے خدوخال سامنے آتے ہیں۔

میں سیاست سے دور رہتا ہوں — یعنے الفت سے چور رہتا ہوں
ہے وہی شعر قدر کے قابل — جس کو سنکر تڑپ اٹھے ہر دل
جس میں انسان کی صفات نہیں — شاعری اسکے بس کی بات نہیں
میری مے واقعی شراب نہیں — میری نیت کبھی خراب نہیں
بے پئے ہیں نشے میں رہتا ہوں — ہر نفس کو شراب کہتا ہوں
کاسہ گل ہے میرا پیمانہ — بزم فطرت ہے میرا میخانہ
استعارے ہیں ساغر و مینا — مقصد میکشی نہیں پینا
مقصدی شاعری کا قائل ہوں — ادب نو کی سمت مائل ہوں
میری ہر نظم بالضرورت ہے — میرا پیغام آدمیت ہے
آپ کو داد میں سموتا ہوں — دوسروں کو ہنسا کے روتا ہوں
یاں ظرافت بھی غم کی پیداوار — طنز ہے اک دل تپاں کا بخار
جب دلاور فگار ہوتا ہے — تب ظرافت نگار ہوتا ہے

دلاور فگار صاحب کے دوسرے مجموعہ کلام "انگلیاں فگار اپنی" کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

کلام مستعار

کسی مشاعرے سے قبل اک بڑے استاد — جو اتفاق سے شاعر بھی اتفاقی ہیں
کسی سے بولے کہ دو دن کو اک غزل دیدو — مشاعرے میں فقط دو ہی روز باقی ہیں

آلۂ تفریح

غلط فہمی ہے شاعر کی اگر اسکا یہ دعویٰ ہے | کہ اہلِ ذوق فنکاروں کا استقبال کرتے ہیں
حقیقت صرف اتنی ہے کہ ہر شاعر کو اہلِ دل | بہ طورِ آلۂ تفریح استعمال کرتے ہیں

مرغے

بڑے ہی نیک دل و صلح جو ہیں یہ شاعر | مشاعروں میں یہ بالجبر لائے جاتے ہیں
بغیر وار کے ان میں جھڑپ نہیں ہوتی | یہ مرغے خود نہیں لڑتے لڑائے جاتے ہیں

رہبرانِ قوم

یہ رہبرانِ قوم جو خود محوِ خواب ہیں | بیدار کر رہے ہیں کچھ اس طرح قوم کو
جس طرح رات کو کوئی خوابیدہ پاسباں | برانے میں یہ کہنے لگے جاگتے رہو

پٹاخہ

اگرچہ پورا مسلمان تو نہیں لیکن | میں اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کچھ نہ سہی | شبِ برات پٹاخہ تو چھوڑ سکتا ہوں

یونیورسٹی

اک یونیورسٹی میں کسی سوٹ پوش سے | میں نے کہا کہ آپ ہیں کیا کوئی سارجنٹ
کہنے لگے جناب سے مسٹیک ہو گئی | آئی ایم دی ہیڈ آف دی اردو ڈپارٹمنٹ

ملاحظہ فرمائیے اردو کے پروفیسر نہیں بلکہ پروفیسروں کے قبلہ گاہ ان کا سارجنٹ جیسا لباس اور بات چیت میں انگریزی زبان کا استعمال۔

دلاور فگار صاحب کو منظر کشی میں بھی کمال حاصل ہے۔ بدایوں کی ایک لاری کا احوال سنیئے؎

جب چڑھ گئی ہر ایک سواری پہ سواری | اس وقت بریلی سے روانہ ہوئی لاری
اللہ رے لاری کی وہ اٹھلاتی ہوئی چال | میکے سے دلہن جیسے چلے جانبِ سسرال
لاری کو گوارا ہی نہ تھی منتِ مہمیز | آزاد طبیعت تھی کبھی سست کبھی تیز
رستے میں جو افتاد و مصیبت کا تھا امکاں | لاری ہی پہ لکھا تھا کہ اللہ نگہباں
یوں ہارن بجاتی تھی کہ سنکر کوئی ڈر جائے | مطلب یہ تھا راہگیر نہ مرتا ہو تو مر جائے

چلتی تھی برا لے کام پہ پیتی ہوئی پانی
چہرے سے عیاں تھا اثرِ سوزِ نہانی

دھکیلے نہ لالہ اسکو تو ہوتی نہ تھی اسٹارٹ
کیا جانیے لاری تھی کہ تھی کوئی بلیک کارٹ

کچھوے کی طرح چلتی تھی جب ناز دکھاتی
راکٹ کی طرح اڑتی تھی جو موڈ میں آتی

لاری میں مسافر تھے پریشان و زبوں حال
لے آئی تھی لاری میں ہمیں شامتِ اعمال

اک دیو قوی جثہ بھی موجود تھے ہم میں
تواروں کا خزانہ لیے بیٹھے تھے شکم میں

وہ خود کو ہماری ہی طرف پیل رہے تھے
ہم جرمِ شرافت کی سزا جھیل رہے تھے

آگے جو بڑھے ہم تو ملی راہ سو بند
لاری تھی حوالات مسافر تھے نظر بند

اتنے میں خبر آئی برا وقت پڑا ہے
پیدل ہی چلے آؤ دُھرا ٹوٹ گیا ہے

لاری نے کسی طرح قدم ہی نہ بڑھائے
ہم خود ہی بدایوں تک کس طرح چلے آئے

گھر پہنچے تھے اس شان سے ہم دھول میں اَٹ کر
جیسے ابھی آئے ہیں صحارا سے پلٹ کر

نظم "کراچی کا قبرستان" ملاحظہ ہو۔

اے کراچی ملکِ پاکستان کے شہرِ حسیں
مرنے والوں کو جہاں ملتی نہیں دو گز زمیں

قبر کا ملنا ہی ہے اول تو اک ٹیڑھا سوال
اور اگر مل جائے اس کا دخل ملنا ہے محال

ہے یہی صورت تو اک ایسا دن بھی آجائے گا
آنے والا دور مردوں پر مصیبت ڈھائے گا

مردگاں بسیار ہونگے اور جائے قبر تنگ
قبر کی تقسیم پر مردوں میں چھڑ جائے گی جنگ

سیٹ قبرستان میں پہلے وہ مردے پائیں گے
جو کسی مردہ منسٹر کی سفارش لائیں گے

کچھ پیسے کیلئے ہو جائے گی تربت الاٹ
اسکے بعد آئے گا نوٹس چھوڑ دیجیے پلاٹ

سرخیاں یہ ہونگی جنگ و حریت میں ڈان میں
ڈال لی ہیں جھگیاں مردوں نے قبرستان میں

ہم تو سمجھے تھے ہمیں ہیں اس جہاں میں بیقرار
اس جہاں والوں کو بھی ملتی نہیں جائے قرار

صرف رندوں ہی کو مگر عیش و آسائش نہیں
اب تو اس دنیا میں مردوں کی بھی گنجائش نہیں

شکر کا قحط

شکر کا قحط ہے ہر شخص بے قرار ہے آج
غذا کی مار نہیں ہے شکر کی مار ہے آج

شکر کے غم سے پریشان ہے ہر امیر و غریب
یہ کہہ رہا تھا کوئی شخص گھنٹہ گھر کے قریب

کوئی تو صورت اسباب نظر آ جائے
خدا کرے مجھے پیشاب میں شکر آ جائے

بیمار نے مار دیا ملک کے طبیبوں کو
نہ جانے کس کی نظر لگ گئی غریبوں کو

خمیرہ گاؤزباں گر ابھی بن تو جائے گا
مگر سوال یہ ہے اسکو کون کھائے گا

شکر کا قحط ہے یا روز نمک کی چائے پیو
غرض یہ ہے کہ مقدر جو کچھ پلائے پیو

کھڑا ہے راشننگ آفس پہ ناتواں بڈھو
نمک حرام شکر کھائے کیا کرے گا تو

شکر ملے گی اسے جس نے دی یہ عرضی ہے
کہ آج میرے بھتیجے کا عقیقہ فرضی ہے

اضافۂ آبادی

اب حکومت کو یہ لازم ہے بنا دے ایک لا
تاکہ بے پرمٹ کے پیدا ہی نہ ہو بچہ نیا

جو بھی یہ قانون توڑے اسکو دی جائے سزا
مجرم تخلیق پر رحم و کرم ہے ناروا

یوں ہی گھٹ سکتا ہے آبادی کا یہ جم غفیر
مجرمان کثرت اولاد ہو جائیں اسیر

کے ڈی اے سے شکوہ

شکل تک اپنی دکھاتا نہیں دن بھر پانی
رات کو ڈیڑھ بجے آتا ہے اکثر پانی

ہم کو سونے نہیں دیتا یہ مقطر پانی
بھریں کس طرح جو دفتر میں ہیں نوکر پانی

صبح درخواست میں کیا وجہ یہ لکھی جائے
میں نے کل پانی بھرا تھا مجھے چھٹی دی جائے

مہربانی سے تری انکے چمن میں شاداب
جنکے چہرہ پہ پڑی رہتی ہے دولت کی نقاب

ان کے نالوں میں بہکتے ہیں دلاویز گلاب
اور ہم خانہ بدوشوں کو فقط وعدۂ آب

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں میاں رمضانی
کاش حب ڈیم ہی بن جائے تو پی لوں پانی

پانی لینے کی ہر اسکیم بنائی ہم نے
بی ڈی ممبر سے سفارش بھی کرائی ہم نے

کے ڈی اے والوں کو دعوت بھی کھلائی ہم نے
انکو معجون جوشاندہ بھی پلائی ہم نے

پھر بھی افسوس میسر ہمیں پانی نہ ہوا | ہم نے چاہا تھا یہ ہو جائے سو وہ بھی نہ ہوا
کنز ٹول ایک دکھاوا ہے بہانے کے لیے | انسپکٹر جو بناتے ہیں دکھانے کے لیے
وہ ہیں واہور مکانوں کو گرانے کے لیے | خوب ترکیب نکالی ہے ستانے کے لیے
کے ڈی اے والو تمہارا یہ ادارہ ہے عجیب | نام تعمیر ہے اور کام تمہارا تخریب

تلامذہ جناب دلاور فگار بدایونی شاگرد جناب حامی بدایونی

(۱) راز القادری ۔ منشی امیر حسن خلف منشی منولت حسین بدایونی شاگرد جناب دلاور فگار بدایونی و جناب رونق بدایونی ۔ دیکھیے صفحہ ۵۴۲

(۲) انور قاسمی ۔ منشی انور بیگ خلف استظام بیگ بدایونی شاگرد جناب دلاور فگار بدایونی و جناب رونق بدایونی ۔ دیکھیے صفحہ ۵۲۰

(۳) عاطف بدایونی ۔ منشی عبداللہ ولد سلیم اللہ ساکن محلہ ناگران بدایوں ولادت ۱۹۳۹ء مالک و مدیر رسالہ شہاب

نمونہ کلام
جلا تھا حسن سے کل میرا آشیاں | وہی شعلے چمن تک آ گئے ہیں

(۴) عشرت بدایونی ۔ منشی عشرت اللہ ولد ریاست اللہ ساکن بدایوں ولادت ۱۹۲۰ء

نمونہ کلام
کوئی آہٹ کوئی آواز نہ دستک کوئی | دل کی دہلیز ہے اب بند مکانوں کی طرح

(۵) گلفام بدایونی ۔ منشی اصغر حسین ولد شاہ احمد تعلیم کم ہے ساکن محلہ سوتہ

نمونہ کلام
رات آخر ہوئی ہم سفر چل دئے | ماہ و انجم ہمیں چھوڑ کر چل دئے

جناب شاد بدایونی شاگرد جناب احسن مارہروی

شاد ۔ منشی اکرام احمد ۱۸۸۲ء ۔ ۱۹۶۲ء صدیقی متولی بدایونی خلف حکیم مرزا احمد بن عبدالصمد بن اظہر الدین بن امیر الدین بن مقیم الدین جد بزرگوار منشی دہاب الدین موجد بدایونی ۔ آپ کے کلام کا انتخاب "نغمات شاد" کے نام سے ۱۹۶۲ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا تھا ۔ اس کے پیش لفظ میں جناب نظامی بدایونی لکھتے ہیں کہ جناب شاد کا بچپن اپنے رشتے کے نانا حضرت ذاکر بدایونی شاگرد جناب شیفتہ دہلوی کے سائے میں گذرا انہیں

ایسے ماحول حضرت زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی سے تربیت و اصلاح کرنے کا موقع تو ملا۔ ان کی طبیعت میں شعر و سخن کا مذاق پیدا کرنے میں ان کے عم مکرم حضرت شاطر بدایونی شاگرد حضرت وحشت بدایونی کا بھی حصہ رہا تھا۔ وہ اپنے برادر نسبتی حضرت عیش بدایونی تلمیذ جناب امیر مینائی کی ادبی اور فنی صحبتوں میں شریک رہے اور اس طرح ان کو فنی معلومات حاصل کرنے کا سنہری موقع ملا۔ سونے پر سہاگا یہ کہ انہیں حضرت احسن مارہروی جانشین حضرت داغ دہلوی جیسا شفیق استاد ملا۔ ان حالات نے ان کی وطنی مناسبت پر صیقل کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام سوز و گداز کے ساتھ جذباتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس وقت تک وہ سرکاری ملازمت کے جھمیلوں سے آزاد نہ ہوئے انہیں اپنے کلام کو یکجا کرنے کا وقت نہ ملا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ان کے کلام کا عطر نغمات شاد کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ دوسرا مجموعہ [illegible] اور غیر مطبوعہ ہے

نمونۂ کلام

زمیں پہ سجدہ گہ آسماں کو ڈھونڈ لیا
مری نظر نے ترے آستاں کو ڈھونڈ لیا

نہ طور آپ کی بزم ادا نہ ہم ہیں کلیم
یہ کس سے حسن کے جلوے چھپائے جاتے ہیں

اللہ رے اپنے جوش جنوں کی ترقیاں
جو کبھی جو پاؤں میں تھا اب وہ سر میں ہے

بیٹھے رہیں وہ حسن کو پنہاں کئے ہوئے
ہر پردہ جمال کو عریاں کئے ہوئے

بہار آئی ہے ساقی بانٹتا ہے جام مستوں کو
اسی کا نام شاید دعوت تجدید ایماں ہے

طلسم دہر کی نیرنگیاں نہ مجھ سے پوچھ
تری نگاہ سے ملتا ہوا زمانہ تھا

ہر نفس کرتے ہیں ختم زندگانی کا شمار
زیست میں کہتے ہیں گویا موت کا افسانہ ہم

دے کیوں نہ حسن لالہ و گل دعوت نظر
کس کو خبر بہار میں کیا دیکھتا ہوں میں

گلستاں میں بہار باغ آئی تھی تو آئی تھی
اسیروں کے قفس میں کس نے برق آشیاں رکھ دی

ارے اے عجاز کہ جی بھر کے کبھی پی لی ہم نے
اور مے باقی ہے پینے کی پیمانے میں

اس کی نظر کو ہر ہے ذرا یہ بھی دیکھ لیں
وہ کھچتا ہے تو الفت اور کبھی مائل ہوتی ہے
بہانہ رحمت حق کو ہوں جب بشر کے گناہ
ہوتا ہے کوئی دم میں سفر ختم ہمارا
کعبے میں دیکھتا ہوں کبھی دیر میں اسے
پئے نظارہ محبت کی راہ پیدا کر
دنیا میں کس سے طے وہ ظلمات ہو سکے
دامن گل میں نہاں تھا ولولہ جوش جنوں
سجدے کرتا ہوں رہگذر میں تری
گئی ہے فصل چمن تو خزاں بھی جائے گی
عالم میں ہر اک چیز کی اک حد ہے مقرر
ٹھہرے نہ کیوں جہان غم کی نمود مجھ سے
آتے میری لحد پہ تو ٹھکرا کے چل دئے
میں تیرہ وقت بھی توڑ دوں گا ساتھ توبہ کے
نہ بزم ناز میں ہر لحظہ آتشہ دیکھو
کیوں نظر آتی ہے دنیا مجھے خالی خالی
اب کس سے پوچھیں حال نشیمن قفس نصیب
اور کیا محفل ہستی میں قیامت ہوتی
ناتوانی نے کیا خانہ نشیں

احباب نزع میں جو مجھے تبلادو کریں
کہ ہمت کو ترقی دوری منزل سے ہوتی ہے
ٹھرا گناہ تو یہ ہے کوئی گناہ نہ ہو
دیں ساتھ جنازے کا وہ دو چار قدم اور
اے شاد بتکدہ بھی حرم ہی نظر میں ہے
ہے شوق دید تو دل میں نگاہ پیدا کر
کیوں عمر جاوداں کی تمنا کرے کوئی
پھول گلشن میں کھلے جب لب دہاں ہو گیا
تیرے در تک گذر نہیں ہوتا
کہ باغ دہر میں آنا خبر ہے جانے کی
آئی ہے شب غم تو کبھی ہوگی سحر بھی
میرا وجود غم سے غم کا وجود مجھ سے
اک خانماں خراب کو تڑپا کے چل دئے
ہزار بار ہوں گا بہار سے پہلے
کہیں تمہیں کو تمہاری نظر نہ ہو جائے
کیا مرے نام کی ساقی نہیں پیمانے میں
جھونکے نسیم باغ کے آئے چلے گئے
ہم جو اس بزم میں آئے تو قضا بھی آئی
کوچہ گردی سے فراغت ہے مجھے

جیتے رہے تو عمر کا ماتم کریں گے ہم — جسکو بشر کا درد نہ ہو وہ بشر کہاں

جان جانے کیلئے دی ہے غم الفت میں — حق نے بخشا ہے تڑپنے کیلئے دل مجھکو

مجھ سا ہلاک لذت آزار کون ہے — مرتا ہوں میں سزا یہ کسی کا قصور ہو

[illegible]

اعی

جام مئے عرفاں کا مزا مل جاتا — ساقی تری الفت کا مزا مل جاتا

یہ کیا کہ غش آتے ہی بدلیں نظریں — اتنی تو پلاتا کہ خدا مل جاتا

اعی

وہ موت سے پہلے جو فنا ہو جائے — حاصل اسے جینے کا مزا ہو جائے

تکمیل ہو طاعت کی اجل کا سجدہ — جتنی ہو فرض سب وہ ادا ہو جائے

عی

مولا سے عبادت کا صلا کیا مانگوں — واقف وہ دعا سے ہے دعا کیا مانگوں

ہے اس کا کرم شاد محبت اسکی — میں اور محبت کے سوا کیا مانگوں

منقبت حضرت علی کرم اللہ

فیض مآب کون ہے علم کا باب کون ہے — علم کے گھر سے ہو پتہ علم کے شہریار کا

شاد کو شاد کیجیے داد سخن کی دیجیے — حسن قبول ہو صلہ مدحت تاجدار کا

تلامذہ جناب شاد بدایونی شاگرد جناب احسن مارہروی

(۱) ہلالی۔ مولوی سلمان احمد صاحب شاگرد جناب شاد بدایونی۔ آپ نے زیادہ استفادہ جناب زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی سے کیا تھا۔ دیکھئے صفحہ ۶۶۳

(۲) علیم۔ منشی عبد العلیم فرخ آبادی

(۳) نیاز۔ منشی نیاز احمد خلف مولوی سلمان احمد ہلالی بدایونی۔

باہر مقیم ہیں۔

نمونۂ کلام: کھوئے کھوئے بیٹھے ہیں دشتِ آگہی میں ہم — راستہ نہیں پاتے دل کی روشنی میں ہم
نکہتوں کا اک جھونکا ساتھ کھینچ لایا ہے — جان کر نہیں آئے آپ کی گلی میں ہم

(مجلہ ماہ نو ۱۹۶۱ء)

محسن بدایونی شاگرد جناب احسن مارہروی

محسن۔ منشی محمد محسن علی صدیقی حمیدی بدایونی مقیم لکھنؤ خلف مولوی اعظم علی خلف مولوی رحمت علی ذکا ابن مولوی مہدی علی مہدی ابن مصطفےٰ حسین ابن مصطفےٰ قلی ابن محمد قلی ابن محمد حاتم ابن محمد جلیس جلیس بدایونی۔ جناب محسن بدایونی نے حضرت احسن مارہروی کے علاوہ جناب اثر بدایونی شاگرد جناب حسن بریلوی سے بھی استفادہ کیا تھا۔

نمونۂ کلام: جو ہو جس کے مناسب وہ دیا روزِ ازل — غیر کو رشک ملا حسن تمہیں دل مجھکو
کون حیران رہا جلوہ بے پردا سے میں — کس کو محفل میں رہی حسرتِ محفل مجھکو
وہ تو کیا جذبِ محبت کا ہو پتھر پہ اثر — دیکھنا ہے انہیں کیونکر نہ محبت ہو گی
ٹہراؤں کس طرح دل رشید کو بزم میں — شوخی ٹپک رہی ہے تمہاری نگاہ سے

(کمال بدایونی مئی ۱۹۳۱ء)

راز احسنی سہسوانی شاگرد مولانا احسن مارہروی

راز احسنی۔ منشی نذر الحسن سہسوانی ۱۹۰۰ء تا ۱۹۶۵ء پہلے نظر تخلص کرتے تھے ۱۹۲۳ء میں احسن صاحب کے شاگرد ہوئے تو انہوں نے راز تخلص رکھا۔ شہرت سے اجتناب تھا اس لیے کلام کی اشاعت نہ ہوئی۔ ان کے خواجہ تاش جناب ابر گنوری نے مختلف جرائد میں ان کا کلام شائع کرایا۔ رسالہ پھول پٹیالہ کے مدیر اعزازی رہے وہاں سے نیاض سخن کا خطاب پایا۔ جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی غزل ہمیشہ محبوب رہی۔

نمونۂ کلام

شب غم آئی ہے تو جس طرح ہوگی بسر ہوگی
یہ ممکن ہے سحر تک ہم نہ ہوں لیکن سحر ہوگی

شب فرقت کے بننے اے معاذ اللہ ائے توبہ
انہیں سے نکا یا پیدا قیامت کی سحر ہوگی

وہ ہے بے پروا یہی ہو طلب سے بے نیاز
حسن اگر خود دار ہو تو عشق بھی خود دار ہو

اے معاذ اللہ اس مجبور کی بے چارگی
جسکو مرنا بھی ہو مشکل زیست بھی دشوار ہو

یوں تو کرنے کے لیے عرض تمنا کیجئے
وہ جواب صاف اگر دے دیں تو پھر کیا کیجئے

عشق ظاہر ہی میں آساں ہے مگر دشوار ہے
جان کی بازی لگا کر دل کا سودا کیجئے

چاند سورج میں ستاروں میں ضیا ہے اسکی
جس کی تنویر یہ ہے آپ وہ ہوگا کیسا

ذکر فردا نہ کرو نام بھی فردا کا نہ لو
حشر ہے حشر یہاں وعدۂ فردا کیسا

نہیں ہے کوئی بیگانہ جو تیرا ہے وہ میرا ہے
تجھے اپنا لیا تو سب کو اپنا کر لیا میں نے

محبت میں نہایت خندہ پیشانی سے غم جھیلا
جسے دنیا نے ٹھکرایا گوارا کر لیا میں نے

رازِ شراب و حالِ میخانہ کہہ رہی ہے
سب کچھ تری ادائے مستانہ کہہ رہی ہے

(تلمیذ حضرت نفیس از علیگڑھ ۹ مئی ۱۹۳۶ء) (بزبان حسرت جعفر سہسوانی)

تلامذہ راز احسنی سہسوانی

(۱) حضور۔ منشی حضور الحسن سہسوانی خلف و شاگرد جناب راز احسنی سہسوانی

نمونۂ کلام

ایک لفظ مبہم ہے آرزو جسے کہیئے
کاش تم سمجھ سکتے میں کیا اشارا ہے

کیوں زمانے میں ہے مشہور چمن کی خوشبو
اس نے پائی ہے کسی غنچہ دہن کی خوشبو

کون ہے شمع کی صورت مرے سینے میں حضور
کون رہتا ہے اندھیروں میں اجالوں کی طرح

(بزبان حکیم حضور سہسوانی)

(۲) کامل۔ منشی محمد علی صدیقی سہسوانی

(مشاعرہ [illegible] بدایوں ۱۹۴۲ء)

(۳) ظفر منشی ظفر الحق خلف اکبر راز احسنی

(۴) ظہیر منشی ظہیر الحسن سہسوانی

نمونہ کلام: نظر ملتے ہی دل کو محشر صد آرزو پایا — نظر پھرتے ہی دنیا لٹ گئی امیدوار مار کی

(۵) اخلاق سہسوانی

منشی اخلاق حسین ولد اشتیاق حسین قریشی ساکن سہسوان ملازم بدایوں مصنف ناول آخری راستہ و آگ اور پھول

نمونہ کلام:
نہ کیوں ہوں بھلا اپنی قسمت پہ نازاں — نہ کیوں دل میں امڈیں مسرت کے طوفاں
نہ کیوں آج گائیں خوشی کے ترانے — بہاروں کی آغوش میں ہے گلستاں

(۶) منزل بدایونی - دیکھئے صفحہ ۵۲۷

مست احسنی گنوری شاگرد جناب احسن مارہروی

۱۸۹۲ - ۱۹۶۷

مست - ابو العرفان منشی شمشاد علی انصاری گنوری بدایونی خلف شیخ کفایت اللہ - مصنف "احساب کا اثر" مطبوعہ ۱۹۴۵

([illegible] ۱۹۵۲ء)

نمونہ کلام:
عندلیبوں کا خوف صیاد کا - دورِ خزاں — ختم کیا مجھ ہی پہ دورِ آسماں ہو جائے گا
آئینہ برق جمال جلوۂ یکتا کئے — طور پر آئے تو آئے نور کا پردا کئے
کیا کرے اے آرزوئے حسن مشتاق جمال — وہ ہجوم حسن میں بھی آئے ہیں پردا کئے
کیا بتائیں مست ہم شام الم کی سوزشیں — مختصر یہ ہے سحر تک آگ سے کھیلا کئے

عروج زیدی بدایونی شاگرد جناب احسن مارہروی

عروج - سید فیاض علی زیدی بدایونی مقیم رام پور ولادت ۱۹۱۴ء

نمونہ کلام:
ازل میں تھی جگہ خالی اپنے دردِ پنہاں کی — مشیت نے ضرورت دیکھ کر تخلیق انساں کی
عروج آلامِ دنیا سے جو ہم آغوش رہتا ہے — وہ قیمت جانتا ہے حسنِ فانی کے دیوانوں کی

وہ کیا گئے کہ اپنی تو دنیا بدل گئی ۔۔۔ کیا کہئے حسنِ شام و سحر کون لے گیا

تلامذہ عروج زیدی بدایونی

اثرؔ منشی عبدالرشید خاں بدایونی مقیم کراچی ولادت ۱۹۳۲ء

نمونہ کلام) صبح کے رخ پہ یہ شوخیِ تبسم یہ نکھار ۔۔۔ رات شاید تری محفل میں گزار آئی ہے

(۲) صابرؔ بدایونی ۔ منشی قدیر صابر ولد مشتاق احمد ولادت ۱۹۳۴ء ساکن محلہ سرائے الف خاں بدایوں۔

نمونہ کلام ۔ برہم وطن کو بڑھ کے گلے سے لگا لیا ۔۔۔ قدرِ وطن ہوئی مجھے ترکِ وطن کے بعد

جناب صابر بدایونی کے شاگرد منشی انوار الدین ظفرؔ ولد حکیم عزیز فریدی ساکن محلہ سوت بدایوں ولادت ۱۹۴۸ء پیشہ مدرسی ہیں انکا نمونہ کلام درج ذیل ہے ملاحظہ ہو

ہر ایک بات کا احساس دل کو ہوتا ہے ۔۔۔ یہ اور بات ہے ہم تم سے گلا نہیں کرتے

برقؔ دہلوی شاگرد جناب داغؔ دہلوی و آغا شاعر دہلوی

برقؔ منشی مہاراج بہادر ورما دہلوی خلف منشی سرنرائن حسرتؔ ابن منشی (۱۸۹۴ء - ۱۹۳۶ء)

خوب چند وکیل شاہی وطن آبائی قصبہ سکیٹ ضلع ایٹہ تھا ۔ ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائز تھے آپ کی نیچرل نظمیں رسائل میں شائع ہو چکی ہیں ۔ پہلے حضرت داغ دہلوی اور ان کے انتقال کے بعد آغا شاعر دہلوی سے استفادہ کیا آپ کی نظموں کا مجموعہ مطلع انوار کے نام سے شائع ہو چکا ہے

نمونہ کلام

قلب سے پیدا نوائے رازِ عرفاں کیجیے ۔۔۔ محفلِ ہستی کے ہر ذرے کو رقصاں کیجیے
آئیے عشقِ مجازی سے حقیقی کی طرف ۔۔۔ داغِ الفت کو چراغِ راہِ عرفاں کیجیے
خستہ حالوں کی خوشی بھی نہیں غم سے خالی ۔۔۔ خون روئے گا لبِ زخم جو خنداں ہوگا
لذتِ کوششِ برباد سے بیگانہ ہیں ۔۔۔ نارسائی کا جو قسمت کی گلہ کرتے ہیں

(نگار جون ۱۹۳۴ء)

ہمہ تن گوش ہوں سننے کو نوائے فطرت — آشنا ساز سے یہ لغزِ خاموش نہیں (رباعیات)

مجبوریٔ حیات کا ہے نام زندگی — جب موت اپنے ہاتھ نہ ہو کیا کرے کوئی

کھلتی نہیں حقیقتِ دنیائے بے ثبات — اک خواب سا ہے دیدۂ حیراں کے سامنے

گلچیں نے پھول توڑ کے دامن میں بھر لئے — لوٹا ہے سنگدل نے خزانہ بہار کا

انتخابِ نظم دورنگیٔ زمانہ — دورنگیٔ دنیائے دوں کے تماشے — دکھاتی ہے گردش یہاں ہر کسی کو

کوئی مست ہے خندۂ جام مے کا — رلاتا ہے خوں دیدۂ تر کسی کو

گر کوئی سلطاں ہو یا بے نوا ہو — مہم ایک درپیش ہے ہر کسی کو

اجل اس جہاں سے اٹھا کر رہے گی — مقدم کسی کو موخر کسی کو

انتخابِ نظم گرونانک — شمع جاں افروز لعلِ شب چراغِ معرفت — جلوہ پاشِ نورِ حق روشن دماغِ معرفت

بے خودِ توحید سرمستِ ایاغِ معرفت — خضرِ منزل سالکِ کنجِ فراغِ معرفت (ہندو شعراء)

حکیم لکشمی نرائن جوہر بدایونی شاگرد جناب برق دہلوی

جوہر، حکیم لکشمی نرائن م ۱۹۶۲ء خلف بابو کرشن نرائن احقر پیشکار کلکٹری بدایوں آپ کا منتخب کلام آئینۂ جوہر کے نام سے جون ۱۹۶۲ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا تھا۔ شہر میں مطب تھا جہاں مریض اور شاگرد دونوں فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کی غزلیں معیاری ہیں جن میں ایک تیکھا پن ہے محاوروں کا استعمال اور زبان کی چاشنی ہے۔

نمونۂ کلام — میں رسوا ہوں سرِ محشر مگر مجھ سے فرو دل گوہ بھی — کھڑا ہوں دم بخود میں بھی کھڑے ہیں سرنگوں وہ بھی

طیورِ باغ کی سرگوشیاں صیاد کے طعنے — مری تقدیر میں لکھا تھا میں یہ بھی سنوں وہ بھی

ستا اتنا نہ صیادِ فلک جوہر کو دنیا میں — ترے فتراک میں ہے فتنہ گر صیدِ زبوں وہ بھی

ہے کیف فصلِ چمن سے کیا کہ قفس میں جسکا قیام ہے
ہمیں لطفِ سوزِ جگر میں ہے ہمیں دل کے درد سے کام ہے

سرِ حشر دیکھو نہ کر اُٹھے کہیں دل کا رازِ خاموشی
ذرا نیچی نظروں کو روک کے یہاں آج مجمعِ عام ہے

نہ جانے ظرف سے زاید ہے یا اپنے مقدر سے
لبوں تک آنے آتے میں چھلک جاتی ہے ساغر سے

خدا شاہد ہے یاد آجاتی ہے کھوئے ہوئے دل کی
جو رہ جاتا ہے دامن پر کوئی آنسو مقدر سے

تصورِ دل میں اشک آنکھوں میں لب پر مہرِ خاموشی
بنا بیٹھا ہوں ان کی یاد میں تصویر پتھر کی

ادب سے زاہدِ کعبہ نشیں بھی چوم لیتا ہے
تمہارے در سے لگ کر بڑھ گئی توقیر پتھر کی

قطعہ

زندگانی وہ عذابِ جاں ہے
جس سے مر کر بھی نہ فرصت پائینگے

قبر میں ہوگا حسابِ زندگی
حشر میں اعمال دیکھے جائینگے

آپ کی دو طویل نظمیں ابھیمنیو (مہابھارت کا ایک سین) اور اشوک واٹکا سندر کانڈ (رامائن کا ایک سین) ہیں ان کے علاوہ لوحِ وفاتِ مہاتما گاندھی۔ گلاب کا پھول۔ قوسِ قزح کلیجے کا داغ اور سال نو سے خطاب ہیں۔

نظم ابھیمنیو کا آغاز

میدانِ رزم کورو کشیتر کا وہ مقام
پانی جہاں یہ مانگتی تھی تیغِ بے نیام

دن حشر کا تھا اور قیامت کے صبح و شام
تکتی تھی منہ اجل کا جہاں گردشِ مدام

قطرے تھے خون کے کہ شرارے تھے آہ کے
درے اگل تھے ہو رزم گاہ کے

جنگ کی سرگزشت ابھمنیو کی زبانی

پھر مسکرا کے رن کا کیا ماجرا بیاں
ہونٹوں کو چومنے لگیں معصوم شوخیاں

دہرائی ایک ایک وہ امتیاز کہاں
ارجن کی وہ کہانی یدھسٹر کی داستاں

وہ بے رخی گرد کی وہ چرکے غنیم کے
جانا وہ رزم گاہ میں ہمراہ بھیم کے

ابھیمنیو کی ماں کا خطاب
اے میرے لال اے شب غم کے مہ تمام — زیور ہے راجپوت کا شمشیر بے نیام
بھارت کے جو سپوت ہیں رہتے نہیں غلام — مرنا ہے اپنے حق کے لیے زندگی کا نام

گنگا نہاؤ تو حوں سے دشمن کو مار کے
پاپھنک دو رہیں یہ بازا اتار کے

ہنومان جی کو سیتا جی کی تلاش
سب ڈھونڈ کے کوہ اور بیاباں — گنگا کی طرف چلے ہنومان
اک جست میں پار کر کے ساگر — آباد میں آ کے گھومے در در
آنکھوں سے برائے گل فشانی — پلکوں سے گھروں کی خاک چھانی
ہر گوشے میں جانکی کو پوچھا — سوسن کو قسم دلا کے پوچھا
بلبل نے ہزار کی رسائی — نکہت نہ چمن کی ہاتھ آئی
غنچہ ہمیں کوئی گل کھلاتا — یہ کبھی نہیں پتہ بتاتا

اس نظم میں گلزار نسیم کا رنگ صاف جھلکتا ہے اسکی کامیاب تقلید ہے

اقتباس نظم برموقعہ جلسہ بدایوں سنہ ۱۹۵۱ء بیادگار جلیاں والا باغ

مادر ہند و ستاں کے آہ دو دامن پہ داغ — تختۂ مشق ستم جلیان والا رام باغ
غم نصیبوں کے لہو سے جس میں جلتا ہے چراغ — عقل کھو کر جس جگہ ڈائر ہوا تھا بد دماغ

شہرۂ آفاق وہ تاریخ غم کا باب ہے
شاہد خون شہیداں عالم اسباب ہے

بدایوں [illegible] اخبار ۲۸-۵-۵۹

تلامذہ حکیم لکشمی نرائن جوہر بدایونی شاگرد برق دہلوی

(۱) ارمان بدایونی منشی کنور بہادر ایم اے ایل ایل بی ولادت سنہ ۱۹۲۹ء افسر اعلیٰ ریلوے

نمونہ کلام   میرے ہونٹوں پہ ہنسی بھی نہیں سجتی اتنی   جتنے جگتے ہیں تری آنکھوں پہ پیارے آنسو

(۲) شمیم بدایونی۔ منشی اوما شنکر ولد کشن لال ۱۹۰۴ء-۱۹۶۲ء ملازم کورٹ آف وارڈ

نمونہ کلام   میت پہ میری آکے سنو داستان دل   یہ بے زبانیاں ہیں سراپا زبان دل

(۳) مضطر۔ بابو نوکھے لال بدایونی   ولادت ۱۹۱۶ء

نمونہ کلام   مجھے کیا خود میں پروردۂ بحر حواب ہوں   مری نیّا بلائیں لے رہی ہے جوش طوفاں کی

(۴) وحشی۔ منشی کرشن موہن بدایونی   ولادت ۱۹۲۴ء

نمونہ کلام   تماشا دیکھنے سے پہلے جیسا تماشا ہو   کہ اس میں کوئی قیامت جیسی سہی ہو گی

بے چین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

قاضی عبدالحی صدیقی حمیدی م ۱۸۹۹ء خلف قاضی نذر اللہ

ساکن قاضی ٹولہ بدایوں۔

نمونہ کلام (نعت)   اصحاب مصطفیٰ سے زمیں رشک چرخ ہے   واں ایک آفتاب ہے یاں چار آفتاب

جان و دل سے میں ابھی حاضر ہوں آنے کیلئے   بھیجیئے تم عمر رفتہ کو بلانے کیلئے

غزلیات   کوئی کچھ بھی کہے مگر بے چین   اچھی صورت پہ کیوں فدا ہیں ہم

حسن پرست نہیں اپنے مجھے الزام جنوں   کسکی تقصیر ہے اور کسکو سزا دیتے ہیں

تلامذہ جناب بے چین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

(۱) سوز۔ قاضی محمد نبی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۷۸ء-۱۹۴۷ء شاگرد و برادر خالہ زاد جناب بے چین بدایونی صرف فارسی میں شعر کہتے تھے۔ مرید حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی قدس سرہ۔ بجی کی پیشکاری سے پنشن لی۔

مصنف مجموعہ کلام شاخ بنات غیر مطبوعہ

نمونہ کلام یاد آر زسوز خود منوار بہ الطافش | اے شمع مشو غافل از حالت پروانہ
اے مہہ تابان من زینت محفل زلست | زینت محفل زلست اے مہہ تابان من
حاذق من نام دلنشان من بے چارہ بیرس | این نشانم کہ ترا عاشق زارم کافی است

(تجلیات سخن)

(۲) مہر منشی عبدالرحمن خاں جلدساز م ۱۹۱۰ء ولد خیراتی خاں ساکن قاضی ٹولہ بدایوں۔

نمونہ کلام کیا بتاؤں جو دل کی حالت ہے | شکر ہے آپ کی عنایت ہے
بیوفا اس کو جانتا ہوں میں | پھر بھی اس سے مجھے محبت ہے

(تجلیات سخن)

بیخود بدایونی شاگرد داغ دہلوی

مولوی عبدالحی صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۵۷ء ۱۹۱۲ء خلف قاضی

مولوی غلام شبیر بن قاضی امام بخش بن غلام حسین بن محمد احسن بن محمد روشن بن محمد رضی بن فاضل محمد بن قاضی صدر جہاں بن قاضی عبدالوہاب قاضی بدایوں پیروی ہیں جو ڈسٹرکٹ آفیسر رہے وہاں سے ۱۸۹۱ء میں جودھپور گئے اور وہاں فوجدار (مجسٹریٹ) رہے۔ دیوان میخانہ بیخود ۱۹۱۱ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ ایک نثری کتاب "صبر وشکیب کی لوٹ اور ہوش و خرد کی دوکان" مولانا علی احمد خاں اسیر کے مطبع نسیم سحر بدایوں سے طبع ہوئی تھی اس پر مولانا اسیر نے ایک جامع مقدمہ بھی تحریر کیا تھا۔ مولانا بیخود کے بارے میں ناقدین کی آراء درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا حسرت موہانی۔ بیخود بدایونی حسن بریلوی اور بیباک شاہجہاپوری

مرحیثیت سے نیز موج و رسا۔ بیخود و دلیر اور کچھ کچھ نسیم و احسن و شرف پیروی خاص استاد کے لحاظ سے مرزا داغ کے بہترین شاگردوں میں شمار کیے جاتے ہیں
(تذکرہ حسرت موہانی ذکر رسا بلند شہری)

(۲) **جوشؔ ملسیانی**۔ داغ کے جن شاگردوں نے استاد کی زبان اور اس کا رنگ اپنی طبیعت میں زیادہ سے زیادہ جذب کیا ہے بے خود بدایونی ان میں سے ایک ہیں۔
(معزن داغ کے نامور شاگرد آجکل دسمبر ۱۹۲۶ء)

(۳) دیوان بیخود بدایونی پر بیخود دہلوی کی تقریظ منظوم

نہیں دیواں اسے گلدستۂ معنی کہیئے
نہیں دیوان یہ ہدیہ ہے پئے اہل نظر

نہیں دیوان محبت کا یہ افسانہ ہے
نہیں دیوان رگ جاں کیلئے ہے نشتر

وہی بیخود مرے استاد کے شاگرد رشید
وہی ہمنام مرے میرے عنایت گستر

شعر گوئی میں نہیں آج کوئی انکا نظیر
شعر فہمی میں نہیں اب کوئی ان سے بہتر

چار سو شہرہ ہے اب انکی سخن گوئی کا
ان کی تقریر میں تحریر میں جادو کا اثر

مولانا حسرت موہانی نے نکات سخن۔ باب سوم۔ محاسن سخن میں بیخود بدایونی کے مندرجہ ذیل اشعار پر داد دی ہے اور ان میں حسن کلام کے نکات تحریر فرماتے ہیں۔

متانت مضمون، بلندی جذبات و مذاق تصوف

وصال یار تمہید فراق ہر دو عالم ہے
جو انکا ہو گیا پھر وہ کسی کا ہو نہیں سکتا

شوخی کلام و رندی مضمون

بیٹھتا ہے ہمیشہ رندوں میں
کہیں زاہد ولی نہ ہو جائے

حسنِ ترکیب و خوبیِ استعارہ و لطفِ تشبیہ

اس ذوقِ ابتلا کا مزا اسکے دم سے ہے — سب کچھ ملا۔ ملا جو دلِ مبتلا مجھے

معاملہ بندی و واقعہ نگاری و جذبات نگاری

ساقہ ساتھ اہلِ تمنا کا وہ مضطر جانا — اللہ اللہ ترا بزم سے اٹھکر جانا

انتخاب کلام بیخود بدایونی

سیکھی ان آنکھوں نے حیرانی مری — لے اڑیں زلفیں پریشانی مری

منحصر ہے موت پر غم سے نجات — کس قدر مشکل ہے آسانی مری

یہی خوف وفا سے ڈرتا ہوں — عاشقی بندگی نہ ہو جائے

پیامِ یار جولائی ۱۸۹۵ء — دل و جان دیکھے ہیں دین و ایمان بھی تصدق ہے — بس اب کیا دینگے تجھکو رونمائی دیکھنے والے

" جون ۱۸۹۶ء — تم ستم گر ہو مگر یہ تو کہو — کچھ ستم بھی ہیں ہمارے نام کے

" فروری ۱۸۹۸ء — یہ روزِ حشر بہت مختصر ہے داورِ حشر — کہوں فسانۂ طولِ شبِ جدائی کیا

نیاز والوں سے یہ بے نیازیاں یہ غرور — بتو تمہارے ہی قبضے میں ہے خدائی کیا

یہ کون وقت ہے توبہ کا توبہ کر بیخود — خدا سے ڈر یہ جوانی میں پارسائی کیا

انتخاب دیوان — دو ہی جان صرف ہیں ورنہ دہر میں — دیکھا جسے وہ طالبِ عمرِ دراز تھا

کیفِ وصال زاہدنا فہم کچھ نہ پوچھ — وہ محوِ ناز تھا میں سراپا نیاز تھا

بیخود فراقِ یار میں ہم اور شغلِ مے — مجبور تھے مگر کہ یہ غم جانگداز تھا

دیارِ عشق کی جو بات ہے وہ اپنی ہے — کہ دل کا آنا ہے یاں نام دل کے جانے کا

مری بلا سے گرے برق یا خزاں آئے — قفس میں غم نہیں کچھ مجھکو آشیانے کا

مر رہا ہوں مگر نہیں مرتا
ہم تو جینے ابھی مگر بیخود

دفورِ شرم سے واں اجتناب مدِ نظر
بنا دیا اسے خود بین و خود نما بیخود

ان کی محفل میں میرے چرچے ہیں
کون سمجھے اس دلِ بے مدعا کا مدعا

مبتلائے عشق کا اللہ رے ذوقِ ابتلا
زاہد وہ گناہوں سے بھی بیزار ہے لیکن

منکرِ معجزۂ حسن کدہر ہیں دیکھیں
اک دھوم ہے جہاں میں ترے فیضِ عام کی

دل انکا مبتلا ہے جگر ان کا شیفتہ
بتاؤ کیا انہیں کہتے ہیں کس کا بندہ ہے

یہ دردِ دل ہی زیست کا باعث ہے چارہ گر
اس ذوقِ ابتلا کا مزہ اسکے دم سے ہے

فرقت میں بھی بیخود نے مزے وصل کے لوٹے
ہیں مائلِ بیداد وہ یوں روزِ جزا بھی

امید بھی ہے یاس بھی ہے ہجر میں دل کو
خدا کے سامنے بھی حشر میں جھکے کھڑے ہیں ہم

ادا دیکھو کہ پردے میں نگاہیں سب سے لڑتی ہیں

خلشِ انتظار نے مارا
ستمِ روزگار نے مارا

ہجومِ شوق سے یاں بیقرار دل میرا
ہوا ہے آئینۂ حسنِ یار دل میرا

مجھ سے اچھا مرا فسانہ رہا
کون پوچھے اس دلِ پر آرزو کی آرزو

غم کا غم حسرت کی حسرت آرزو کی آرزو
نفرت ہے اسے زہدِ ریائی سے زیادہ

کھینچنے والے کی ادا کھینچ گئی تصویر کے ساتھ
ساقی بھلا ہو ہم کو بھی مولا کے نام کی

دونوں میں ایک چیز نہیں میرے کام کی
فرشتے قبر میں یہ کیا سوال کر بیٹھے

مر جاؤنگا جو آئی موافق دوا مجھے
سب کچھ ملا ملا جو دلِ مبتلا مجھے

جب بند ہوئی آنکھ نہیں تم نظر آئے
گویا کہ انہیں کا تھا طرفدار خدا بھی

جینے کی تمنا بھی ہے مرنے کی دعا بھی
بھلا رازِ محبت آشکارا ہم سے ہوتا ہے

حیا دیکھو بھری محفل میں پردا ہم سے ہوتا ہے

آئنے بدنام ہوئے عشقِ بتاں میں بیخود
منہ دکھانے کی خدا کو کوئی صورت نہ رہی

کیا حشر کیا ہے نگہِ شرم نے برپا
اتنا تو ذرا آنکھ اٹھا کر کوئی دیکھے

جینے کے مزے وصل میں جی کر کوئی لوٹے
مرنے کے مزے ہجر میں مر کر کوئی دیکھے

تمنا کیا ہو نہیں سکتی ہمیں لیکن نہیں ہوتی
دوا کیا کر نہیں سکتے ہیں ہم لیکن نہیں کرتے

جولائی ۱۸۹۰ — راہ پر زاہدِ ناداں کو لگا لو رندو
یہ بھی کیا بات ہے ہم سا نہ رہے ہم میں رہے

دی سوزِ تپِ فرقت دی بیتابیِ دل
ہم تو جنت میں رہے تو بھی جہنم میں رہے

راحت و رنجِ دو عالم کی خبر کیا بیخود
یہ بھی معلوم نہیں کون سے عالم میں رہے

۱۰ مارچ ۱۸۸۶ — جو کچھ گذری وہ اپنے دل سے پوچھو
ہمارا حال ہم سے پوچھا کیا

فلک تیرے ستم کا سہنے والا
کوئی باقی نہیں مرے سوا کیا

۱۸۹۱ — روپوش ہو کے رہ نہ سکے وہ حجاب میں
ڈالے نگاہِ شوق نے رخنے نقاب میں

زاہد ہوا ہے تارکِ لذات بہرِ خلد
اچھا ثواب نے اسے ڈالا عذاب میں

شامت تو دیکھنا مجھے آتا ہے پیار اور
جب دیکھتا ہوں میں انہیں برہم عتاب میں

خواہاں تھے حور کے نہ شرابِ طہور کے
ہم توبہ کر کے پھنس گئے ناحق عذاب میں

آنسو مری آنکھوں میں ہیں نالے مرے لب پر
سودا مرے سر میں ہے تمنا مرے دل میں

خلوت میں بھی جلوت کے مزے لوٹ رہا ہوں
دنیا مرے دل میں ہے زمانہ مرے دل میں

جس میں سودا نہیں وہ سر ہی نہیں
درد جس میں نہیں جگر ہی نہیں

آہ کرتا دلِ حزیں نہ کہیں
آگ لگ جاتی کہیں نہ کہیں

یوں ترستے ہیں مے کو ہم
پیرِ میخانہ کے مرید نہیں

سچ تو کہتے ہیں انہیں جور و ستم سے کیا کام
وہ مجھے جرمِ محبت کی سزا دیتے ہیں

دل لگا ان ناز و ادا اور بھی تو ہیں
ہم پہ رہی کیوں ہے جور و جفا اور بھی تو ہیں

آیا سوئے جگر جو وہ پیکانِ دل نشیں
بیتاب ہو کے دل نے کہا اور بھی تو ہیں

واہ رے شوقِ لقا اللہ رے جوشِ جنوں
جلوۂ جاناں کا طالب پردۂ محمل سے ہوں

ان کو دماغِ پرسشِ اہلِ سخن کہاں
یہ بھی سہی تو ہم کو مجالِ سخن کہاں

بیخود نہ کیوں ہو دوری استاد سے ملول
سوچو تو مارواڑ کہاں ہے دکن کہاں

پھر دیکھنا تم اپنے تصور کی شوخیاں
دو چار دن رہے تو دلِ بیقرار میں

میں تو اس بات سے ہوں شاد کہ او محو جفا
لوگ کہتے ہیں ترا چاہنے والا مجھ کو

ملک الموت کے قدموں پہ گرے پڑتے ہیں
جان پر کھیلنے والوں کا تماشا دیکھو

غم ہی غم ہیں مرے فسانے میں
دکھ ہی دکھ ہیں اسے جہاں سے سنو

سنو مجھ سے تم اپنے جی کا حال
راز کی بات راز داں سے سنو

آئینہ لیکے پہلے اپنی نظر کو دیکھو
پھر میرے دل کو دیکھو میرے جگر کو دیکھو

کیا کہوں ہمدم دل پر آرزو کی آرزو
آرزو اور اس بت بیگانہ خو کی آرزو

ساقی بیگانہ نوش کو ایک جرعہ بھی دریغ
میکشوں کو جام کی خم کی سبو کی آرزو

اف رے ناآشنائیاں اس کی
چار دن بھی تو آشنا نہ رہا

خیال میں نہ رہیں صورتیں عزیزوں کی
وطن سے چھوٹے ہوئے اسقدر زمانہ ہوا

اللہ رے میری بے قراری
چین ان کو بھی رات بھر نہ آیا

غفلت کے پڑے ہوئے تھے پردے
وہ پاس رہا نظر نہ آیا

خدا وہ دن بھی دکھائے کہیں کہ بیخود
جناب داغ سے ملنے میں رامپور آیا

سرِ شوریدہ کو تسکین تو ہو جاتی تھی
کچھ نتیجہ نہ سہی ناصیہ فرسائی کا

ان کی حسرت بھی نہیں میں بھی نہیں دل بھی نہیں
اب تو بیخود یہ ہے عالم مری تنہائی کا

دلِ مضطر کی تڑپ سے جو میں تڑپا بیخود
چارہ گر غش میں گیا بیمار نے پہلو بدلا

داغ کم حوصلگی دل کو گوارا نہ ہوا
ورنہ کچھ ہجر میں دشوار نہ تھا مر جانا

یہی ہے رونقِ جاوید جو مر جائے فرقت میں
یہی بیمار اچھا ہے جو اچھا ہو نہیں سکتا

شیوۂ مہر و مروت تمہیں آتا ہی نہیں
کسی ناشاد کا دل شاد کرو گے کیا تم

تمہارا جلوۂ رخ بے نقاب دیکھے کون
نگاہ بھر کے سوئے آفتاب دیکھے کون

یہاں یہ دید کی حسرت کہ دم ہے آنکھوں میں
وہاں یہ شرم الٹ کر نقاب دیکھے کون

یہ ساری پردہ دری ہے تمہارے پردے کی
الٹ دو چہرے سے گر تم نقاب دیکھے کون

ہاتھ یہ رشتۂ عشاق سے ہے ناک میں دم
تنگ آئے ہیں پریشان ہوئے جاتے ہیں

میکدے والوں میں جاتے ہیں پیئیں یا نہ پیئیں
شیخ صاحب بھی انسان ہوئے جاتے ہیں

(دیکھو تذکرہ شعرائے دہلی ... ۱۹۱۶ء ... منتخبات بیخود ختم ہوا ...)

تلامذہ بیخود بدایونی شاگرد مرزا داغ دہلوی

(۱) افضل۔ منشی افضل حسین جے پوری شاگرد جناب بیخود بدایونی
وجناب رسوا بریلوی آپ کا تذکرہ جناب رسوا بریلوی کے تلامذہ میں ہوگا۔ دیکھیے صفحہ ۶۰۴

(۲) تمنا۔ مولوی تمنا حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۴۴ء

برادر اکبر جناب تولا بدایونی۔

تاریخ وفات تمنا بدایونی از جناب عیش بدایونی

شب بست و ہشتم محرم کی تھی
جو دنیا سے اٹھا وہ بازیب و زین

دعا بھی ہے تاریخ بھی ہے یہ عشق — کہو خلد میں ہو تمنا حسین

۱۳۶۲ھ — ۱۹۴۳ء

(... [illegible] ... ۱۹۱۲ء)

نمونہ کلام جناب تمنا بدایونی

نعت: تمنائے نبیؐ میں اسطرح سرشار ہو جانا — کبھی مدہوش ہو جانا کبھی ہشیار ہو جانا

غزل: ہر دم تمہاری یاد میں کٹتی ہے زندگی — دل سے قریب ہو گو مری آنکھوں سے دور ہو

(۳) بیدل۔ مولوی رضائے حسین صدیقی حمیدی بدایونی

آپ کا ذکر علیحدہ عنوان سے ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۵۰۶

(۴) حسن۔ مولوی ابوالحسن صدیقی فرشوری بدایونی

سابق چیف جج حیدرآباد دکن۔ صرف فارسی میں شعر کہتے تھے۔

(نیازی ۱۳۱۲ھ)

نمونہ کلام: گل وقت تو شگفتن باشد ز حسن چوں مہر — خوشتر امید کوشد بعد از خطر نمایاں

گل زیب تازہ گیرد ز شبنم سحر گہ — زینت ز اشک آرے باید رخ حسیناں

(۵) صابر۔ منشی صابر حسین صدیقی حمیدی بدایونی

نمونہ کلام: کھڑے بیٹھے ہوئے ہیں کوئی تم کو چھیڑ کر دیکھے — بہانہ ڈھونڈتی ہے چشم تر آنسو بہانے کا

(۶) وصل۔ منشی رضی الاسلام ہاشمی بدایونی م ۱۹۵۲ء

خلف قاضی ریاض الاسلام خلف قاضی شمس الاسلام خلف مولانا قاضی عبدالسلام صاحب محدث سلام بدایونی۔

نمونہ کلام: ماجرا ہے یاد آنا سر تھا اور سجدے تھے — اب یہ بےخودی جانے کسکا آستانہ تھا

(۷) اختر۔ منشی بیتمبر پرشاد جودھپوری ۱۸۸۲ء تا ۱۹۲۰ء خلف منشی

دیبی پرشاد بشاش م ۱۹۲۳ء مولف تذکرہ شعرائے ہنود۔ اختر صاحب کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ دیوان کے علاوہ ایک مثنوی اور تضمین بے بہا آپ سے یادگار ہیں۔ اپنے والد کی حیات میں بہ عمر ۳۸ سال انتقال کیا۔

نمونۂ کلام وہ کا ذریعہ دے پیار یہ بہت دشوار ہے ہمدم ۔ میں اسکو چھوڑ بیٹھوں مجھ سے ایسا ہو نہیں سکتا
آرزوئے وصل اک آزار ہو کر رہ گئی ۔ دل کے ہاتھوں زندگی دشوار ہو کر رہ گئی

مولوی رضائے حسین بیدل بدایونی خلف و شاگرد جناب بیخود بدایونی۔

بیدل۔ مولوی رضائے حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۸۹ء تا ۱۹۴۲ء

خلف اکبر جناب بیخود بدایونی۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت جودھپور میں ہوئی۔ عربی فارسی اور اردو میں دستگاہ تھی۔ انگریزی میں بھی اچھی قابلیت تھی۔ ریاست میں ملازمت کی۔ سبکدوشی کے بعد پنشن لی جو زندگی بھر ملتی رہی۔ بچپن میں مفلوج ہو گئے تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ ایک ٹھیلے پر بیٹھ کر نقل و حرکت کرتے تھے جس کو ان کا ملازم چلاتا تھا۔ شاعری میں پہلے ذکی دہلوی سے اصلاح لی ان کے انتقال کے بعد اپنے والد ماجد سے مشورہ کیا بعد ازاں مولانا احسن مارہروی سے برائے نام مشورہ لیا۔ باوجود جسمانی معذوری ہر قسم کی علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ایک انجمن قائم کر کے ماہانہ مشاعروں کا آغاز کیا تھا۔ ان کے دم سے جودھپور میں شعر و سخن کا چرچا تھا۔ انجمن اسلامیہ نے ادبی خدمات پر آپ کو صدر الشعرا کا خطاب دیا تھا۔ آپ ہر دو تین سال بعد بدایوں جاتے۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں بدایوں سے واپس آ کر جودھپور میں انتقال فرمایا۔

جسدِ خاکی بدایوں لے جا کر سپردِ خاک کیا گیا۔

جناب بیدل خلیق بخوی کا نمونہ تھے۔ لوگوں سے ملنے میں نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے ہر چھوٹا بڑا ان سے مل کر خوش ہوتا تھا۔ ان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار تھا۔ حکام ریاست میں ان کا کافی رسوخ تھا۔ ضرورت مند اصحاب ان کو حکام کے پاس لے جاتے تھے اور آپ بخوشی ہر کام کرتے تھے کبھی معذوری کا عذر نہ کرتے تھے شاگردوں کے ساتھ دوستانہ رویہ تھا۔ آپ بلا کے ذہین قادر الکلام اور پرگو شاعر تھے ایک ہی نشست میں سیکڑوں شعر کہہ ڈالتے تھے اگرچہ آپ کا تعلق سلسلۂ داغ سے تھا جس کے آپ عمر بھر معترف اور مداح رہے مگر دراصل آپ نے مومن و غالب کو مشعلِ راہ بنایا۔

بیدل کا غیر مطبوعہ مجموعۂ کلام بڑا ضخیم ہے اور تمام اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ غزلیات رباعیات و قطعات کے علاوہ نظموں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ غزلیں زیادہ تر قدیم روایتی رنگ میں ہیں مگر نظموں کا معیار بلند ہے قومی مذہبی عاشقانہ ہر موضوع پر نظمیں کہی ہیں۔ تصانیف میں کلیات کے علاوہ میلاد شریف جو بحرِ طویل میں ایک مسلسل نظم ہے عالم آشوب ایک طویل اصلاحی مثنوی۔ مجموعۂ رقعاتِ بیدل اور مضامینِ بیدل شامل ہیں۔

نمونۂ کلام
نعت

وصف کس سے ہو بیاں حسنِ خود آرا تیرا — نقشِ ارژنگ تحیر ہے سراپا تیرا
قاب قوسین سے ظاہر تری قربت کا علو — او ادنیٰ سے عیاں رتبۂ والا تیرا
ہے بشر ہونا ترے روئے حقیقت کی نقاب — تجھ کو کیا دیکھ سکے دیکھنے والا تیرا
سنگ خارا میں امانت تری الفت کے شرر — کون سے قلب میں بھڑکا نہیں شعلہ تیرا
پردگی طور تجلی کی ہے بے پردہ وری — پردہ گر رخ سے اٹھا دے کہیں جلوہ تیرا
تو محمد ہے سزاوارِ مقامِ محمود — مشتقِ اسم احد نام ہے تیرا تیرا

احمدؐ و حامد و محمود و محمدؐ ہے تو ہی
تو وہ یکتا ہے کہ معدوم ہے سایہ تیرا

حق یہ ہے تیری حقیقت کو خدا ہی جانے
شمۂ وصف بیاں ہو نہیں سکتا تیرا

تو شجر انبیا ڈالی عرفا ہیں شاخیں
نخلِ رحمت جسے کہئے وہ ہے سایہ تیرا

شہدا گل ہیں ثمر غوث ہیں غنچے اقطاب
رنگ نیرنگ ہر اک شے سے نرالا تیرا

دل کرلائی ہے دُربائے مضامین تازہ
طبع لہرائی ہے ہاں کھنچے سراپا تیرا

ذوقِ خوبی ہے ترا حاملِ سرِ لاہوت
کنزِ مخفی کا خزانہ ہے کہ سینہ تیرا

جلوے پنہاں تری صورت میں ہیں وجہ اللہ کے
صبغۃ اللہ ہے رنگ اے گلِ رعنا تیرا

آبروئے صبحِ سعادت کی جبینِ پُر نور
اوجِ طالع کا درخشاں ہے ستارا تیرا

غیرتِ صبحِ ازل ہے ترے عارض کی بہار
رو کشِ شامِ ابد زلف کا لٹکا تیرا

قبلۂ طاعتِ عشاق ہے چشم بد دور
بے تکلف خمِ ابروئے دل آرا تیرا

دلِ یک خلقِ خدا تیرِ مژہ کا بسمل
لب اعجاز ہے اعجازِ مسیحا تیرا

ہاتھ سے تو جسے چھو لے ید بیضا ہو جائے
یدِ قدرت یہ مختصر سا ہے عصا تیرا

مدحِ انگشت میں تیری نہیں جاتے انگشت
جاری ہر ایک سے رحمت کا ہے چشمہ تیرا

گو مگو کا ہے طلب تیری کمر کا مضمون
بندھتے ہوتے یہ نکل جاتا ہے پٹکا تیرا

آئینہ کاسۂ زانو ہے تحیر کا مقام
مرآتِ سرِ حقیقت ہے یہ گویا تیرا

ساقِ پُر نور کا عالم تری چشم بد دور
جس نے دیکھا وہ ہوا والہ و شیدا تیرا

پائے نازک ترا ایں ذوق پہ خوبانِ جہاں
حوریں آنکھیں ملیں جس سے وہ ہے تلوا تیرا

وہ جگہ سجدہ گہِ اہلِ نظر ہو جائے
نظر آ جائے جہاں نقشِ کفِ پا تیرا

شورشِ روزِ قیامت ترے قامت میں نہاں
گرمِ ہنگامۂ محشر قدِ بالا تیرا

نمونۂ کلام
غزلیات

ڈالدے حسن پہ تو سایہ وہی نوری ہو جائے
یہ لطافت ہے کہ اس پر نہیں سایہ تیرا

لب اعجاز سے مردوں کو جلانے والے
لب جاں بخش کا عالم میں ہے شہرا تیرا

شب معراج کی عزت کو بڑھانے والے
مقام قوسین او ادنیٰ ہے نشانہ تیرا

اے کہ ہے کون و مکاں میں ترے اکرام کی دھوم
نا شناسائے کرم کیوں رہے بندہ تیرا

آج دامن در مقصود سے بھر دے اسکا
ہست یک موج ز توحید قبلہ حاجات را

جھولی پھیلائے برامید کرم آیا ہے
لاج رکھ لے کہ ہے بیدل ترا منگتا تیرا

گلے مل جاؤ قصہ مختصر ہو
بڑھینگے ہم کچھ گے تم جہاں تک

محبت باد باں ہے دل سفینہ
سلامت ہے کشتی باد باں تک

چمن میں اب نہ بجلی ہے نہ آندھی
بلائیں تھیں یہ میرے آشیاں تک

ہے کائنات دل کا ہر ذرہ ذرہ مضطر
اے برق حسن جاناں حد من نواز ہو جا

پھر جوش جنوں ابھرا پھر فصل بہار آئی
پھر دشت نوردی ہے پھر بادیہ پیمائی

اکھڑی ہوئی سانسیں ہیں ڈوبی ہوئی نبضیں ہیں
لے وہ سر بالیں ہیں اے طاقت گویائی

شیرازہ یہ عالم کا آخر تو بکھرتا ہے
اے حسن خمار آگیں لے چک کیوں انگڑائی

تذلیل عشق غایت تکمیل عشق ہے
جو سر تھا زیب دار وہی سرفراز تھا

دل کو ملتے رہیں رہ رہ کے محبت کے مزے
تم یوں ہی شور تبسم نمک افشاں رکھنا

ناکام تمنا ہوں ڈوبوں تو کہاں ڈوبوں
دریا بھی مقدر سے ساحل نظر آتا ہے

ان کے ہر ناز میں نیا انداز
ان کی ہر بات میں نرالی بات

دل میں آئے آنکھ سے پردا کیا
مجھ سے تم نے یہ حجاب اچھا کیا

وہ حسن میں ڈوبی ہوئی انگڑائی غضب کی
شیرازہ دو عالم کا بکھرتا نظر آیا

سمجھے تھے کہ مرکر تو طبیعت سنبھلے گی / یہ مرحلہ بھی حوصلہ فرسا نظر آیا
دل کو پابند کیا روح کو آزاد کیا / عشق نے کام بجائے اضداد کیا
دل سے بھی کچھ سوا نہ ہو کیوں داغ دل عزیز / اے ہم نشیں یہ پھول ہے انکا دیا ہوا
راحت کسے کہتے ہیں واقف ہی نہیں بیدل / بچپن ہی سے عادی ہیں ہم طولِ فرقت کے
انقلاب گردشِ دوراں کا ہم کو ڈر نہیں / فتنہ گر برسوں تری بیدل نظر دیکھا کئے
طولِ امل جیسی بھی یارب یہ ختم ہو جا / دل تنگ آگیا ہے اب طولِ زندگی سے
اے حسن و عشق دونوں خانہ خراب ہو تم / ہے آب و گل تمہارا انساں کی دشمنی سے
(بہارِ سخن)

تلامذہ بیدل بدایونی

(۱) احقر منشی شبیر محمد خاں م ۱۹۳۳ء ولد مولانا عبد الرحمان جودھپوری مرید و خلیفہ و سجادہ نشین مولانا مسیح اللہ قادری چشتی۔

نمونۂ کلام
پانی نہ مانگا کشتۂ بیداد نے ترے / تیغ نظر کا وار دہ کاری لگا کہ بس
قاتل کی تیغِ ناز سے میں خود لپٹ گیا / آئی کچھ ایسے ناز سے میری قضا کہ بس (بہارِ سخن)

(۲) تنہا حکیم عبد الباری بجنوری ثم جودھپوری ۱۹۰۵ء – ۱۹۵۸ء

ولد شیخ محمد عبد اللہ انصاری۔ آپ حضرت بیدل کے جانشین تھے۔ فارسی اور اردو بھی جناب بیدل سے پڑھی تھی۔ مدرسہ حمایت الاسلام جودھپور میں صدر مدرس تھے۔ کراچی میں وفات ہوئی۔ کلام غیر مطبوعہ ہے۔ آپ کے تلامذہ میں منشی رحمت اللہ رونق ناگوری، منشی مختار احمد رنگین جودھپوری بانی دار الادب بیدل میرپور خاص وفات میرپور خاص، منشی ظہور الدین ظفر

جودھپوری ساکن قصبہ کھانی نزد پیرپور خاص ہیں۔

نمونۂ کلام: کسی خاموش عالم میں جو بجلی دل پہ گرتی ہے — کوئی شعلہ نکلتا ہے نہ کچھ آواز ہوتی ہے

زندگی کی مشکلیں حل ہو گئیں — ان پہ مر کے ہم کو جینا آگیا

تو ہی کہہ دے کیسی آزادی ہے یہ — میں اگر جنت میں مر سکتا نہیں (بہار سخن)

(۳) تاباںؔ۔ حافظ عبدالحمید ۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۹ء خلف قاضی عبدالغفار بقیؔ جودھپوری۔ حبِ نبوی سے سرشار تھے۔ اس لیے تمام عمر نعت کے سوا کچھ نہ کہا۔ دیوان غیر مطبوعہ ہے۔

نمونۂ کلام: رخِ روشن سے اٹھا دے جو بشریت کا نقاب — دیکھ لیں طالب دیدار مدینے والے

تو ہی دیگا اسے جو دیگا تجھی سے ملیگا — منہ نہ دیکھے گا کبھی غیر کا منگتا تیرا (بہار سخن)

(۴) ابرارؔ۔ شیخ محمد ابراہیم جودھپوری ولادت ۱۹۰۱ء خلف شیخ محمد اسمٰعیل عاصیؔ جودھپوری ۲ ۱۹۴۲ء۔ صدر مدرس مدرسہ معین الاسلام و فنانشل سکریٹری مارواڑ مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی جودھپور سپرنٹنڈنٹ ریکارڈ ریاست جودھپور۔ مقیم پیرپور خاص

نمونۂ کلام: غیروں پہ کرم ہم پہ ہے بیدادؔ کسی کی — کیونکر نہ یہ بیداد رہے یاد کسی کی

آنکھوں سے چھپکے پردۂ دل میں رہا کئے — پردے کی تم نے خوب جگہ انتخاب کی (بہار سخن)

(۵) انورؔ۔ منشی ولی محمد جودھپوری ولادت ۱۹۰۰ء ولد حاجی غلام محمد ظروف ساز

آج کل جودھپور میں جناب بیدل بدایونی کے جانشین ہیں۔ بزم دارالادب جودھپور نے نجم الشعرا

کا خطاب دیا ہے۔ آپ کے تلامذہ ہیں منشی الٰہی بخش کامل احمد آبادی ثم جودھپوری۔ آزاد جودھپوری بشمس جودھپوری۔ نیرنگ جودھپوری۔ پارس رومانی وغیرہ ہیں

نمونۂ کلام میرے توحید کی اک بوند ہی انور کو ملے　　　تجھ سے طالب ہے بس اتنا ہی یہ منگتا تیرا

(نعت) کیوں ہوں گنہگار ہوں میں بندۂ احساں ہو کر　　　رہ گیا درد جگر درد کا درماں ہو کر

(غزل) فضائیں ہم کو موافق نہیں زمانے کی　　　ہجوم غم میں بھی عادت ہے مسکرانے کی

میں نے خود اپنا سفینہ نذرِ طوفاں کر دیا　　　یاس کی نظروں سے تکتا ہی رہا ساحل مجھے (بہارِ سخن)

(۶) اختر منشی محمد زماں خاں ولادت ۱۹۱۳ء ولد محمد اماں خاں جودھپوری

سابق ملازم کورٹ آف وارڈس جودھپور حال مقیم حیدرآباد سندھ۔ صاحب دیوان غیر مطبوعہ کسی زمانے میں فلمی لائن سے بھی لگاؤ تھا اس دور کی یادگار چند فلمی کہانیاں اور گانے ہیں۔

نمونۂ کلام ادا ہوتی ہیں یوں میری نمازیں　　　سراسر امداد انکا سنگِ در ہے (بہارِ سخن)

(۷) نیر منشی سید ریاض الحسن جودھپوری م ۱۹۵۳ء خلف سید عنایت

علی۔ فارسی اردو کی تعلیم اور فنِ سخن جناب بیدل بدایونی سے حاصل کیا عربی۔ حدیث اور فقہ کی تکمیل دار العلوم منظر الاسلام جامعہ رضویہ بریلی سے کی۔ حضرت فاضل بریلوی کے رنگِ سخن سے متاثر ہیں اور صرف نعت کہتے ہیں۔ حیدرآباد سندھ میں وفات پائی آپ کے ماموں سید اصغر علی اصغر شاگرد حضرت سائل دہلوی و حضرت احسن مارہروی و مولانا بیدل بدایونی اور سید راحت علی راحت قادری، شاگرد حضرت بسمل خیرآبادی تھے اور برادرِ نسبتی سید مرغوب احمد اختر جودھپوری شاگرد حضرت بیدل بدایونی ہیں۔ جناب نیر کے مسائلِ نعت پر مختلف رسائل

کے جامع تھے۔

نمونۂ کلام: آزاد نار سے ہیں غلامانِ مصطفیٰؐ — آغوش میں لئے ہے شفاعت رسول کی (بہارِ سخن)

(۸) اختر۔ منشی سید مرغوب احمد جودھپوری ولادت سنہ ۱۹۲۱ء خلف

مولانا سید محمد ایوب منشی اجمیری و نواسہ حافظ سید راحت علی راحت جودھپوری۔ فارسی و اردو کی تحصیل مولانا بیدل بدایونی سے کی اور ادیب فاضل کی سند دارالعلوم منظر الاسلام جامعہ رضویہ بریلی سے حاصل کی۔ اب حیدرآباد سندھ میں مقیم ہیں یہاں حضرت ضیاء القادری بدایونی سے اصلاحِ سخن لیتے تھے سنہ ۱۹۵۶ء میں استاد نے سندِ فراغ عطا کی آپ نے لغت اور مجاز دونوں میں کہا ہے۔ آجکل صرف نعت کہتے ہیں۔ آپ کے افسانے بھی مقبول ہوئے۔

نمونۂ کلام:
تم ہر جگہ ہو دیکھنے والا کہیں بھی ہو — لیکن نگاہِ شوق میں نورِ یقین بھی ہو
والشمس و والضحیٰ کا ملا ہے کسے خطاب — طیبہ کے چاند آپ سا کوئی حسیں بھی ہو
نثار ہے قد تری ادا پر فلک بے انداز پر فریفتہ — خدا اٹھاتا ہے ناز جنکے وہ نازنین جان ناز آئے
ملا کچھ اتنا نبیؐ کے در سے کہ پھر کبھی پر طلب کی جھولی — دیا کچھ اتنا کہ ہر تکلف سے ہوگئے ہم بے نیاز آئے
اختر کی آرزو ہے الٰہی بروزِ حشر — زیرِ لوائے حضرتِ احمد رضا رہے
کہاں پناہ ہے ہم آفتوں کے ماروں کا — درِ حضور سہارا ہے بے سہاروں کا
رضا کا لطف و کرم کیوں نہ تجھ پہ ہو اختر — کہ تو غلام ہے خادم ہے چاریاروں کا

غزلیات:
آپ بھی آخری پیغامِ مسرت سن لیں — آپ کے اختر بیمار نے دم توڑ دیا
وہ سخت رہگذر ہے رہِ محبت کی — جہاں خلوص شعاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
یوں بھی ہو جاتی ہے اب اخترِ شبِ غم کی سحر — دل کو سمجھاتا ہوں میں اور مجھکو سمجھاتا ہے دل

(۹) اکبر۔ سید اکبر علی جودھپوری م تقریباً ۱۹۵۰ء شاگرد جناب بیدل

بدایونی و جناب سیماب اکبر آبادی۔

نمونۂ کلام ہوا بدنام راہِ عشق میں سب کچھ ہوا لیکن حقیقت کھول دی منصور نے اسرارِ پنہاں کی (بہارِ سخن)

(۱۰) کول۔ پنڈت موہن لال جودھپوری ولادت ۱۹۱۴ء خلف پنڈت

پیارے لال اسسٹنٹ سکریٹری جودھپور ملوسیلٹی۔ صاحب دیوان غیر مطبوعہ ۱۹۵۰ء میں ایک مختصر مجموعہ کلام "میٹھے بول" شائع کر چکے ہیں۔

نمونۂ کلام کچھ تو ترے حجاب نے پردے اٹھا دیئے کچھ میرے ذوقِ دید نے رسوا کیا مجھے

دیدۂ انتظار نے اور بڑھا دیں مشکلیں مانا کہ دل میں درد ہے درد کو دل بنا کے دیکھ

نظم اندھا اور میں

اے کہ تیری آنکھ دنیا کیلئے بے نور ہے کیا یہ کم ہے تو نظر کی الجھنوں سے دور ہے

گم محاباتِ نظر میں ہو گیا دنیا کا راز ظلم انسانوں پہ ڈھاتا ہے نظر کا امتیاز

کیا خبر تجھکو لٹا بیٹھا ہوں میں صبر و شکیب میری نظروں میں کھا چکی ہے حسن کا رنگین فریب

تو سمجھتا ہے کہ دنیا دیکھنے کی چیز ہے دل لبھانے کا تماشا دیکھنے کی چیز ہے

حسن نظر کی آرزو میں اسقدر بیتاب ہے آہ وہ دیکھا ہوا میرا پریشاں خواب ہے

میرے جیسے آنکھ والوں سے کہیں اچھا ہے تو دیکھ مجھکو اور خدا کا شکر کر اندھا ہے تو

(بہارِ سخن)

(۱۱) اختر۔ حکیم عبداللطیف خاں جے پوری ثم جودھپوری ۱۸۸۴ء۔۱۹۵۳ء

ولد حکیم عبدالحکیم انگریزی اور ادر سیری کے امتحانات پاس تھے۔ عربی فارسی اردو کی تحصیل حسب ضرورت

گھر یری۔ پی ڈبلو ڈی میں اوورسیر اور جسونت سنگھ کالج جودھپور کے لائبریرین رہے۔

نمونۂ کلام آخر جلو اب سوئے عدم دیکھ لی دنیا ہر روز یہاں رنج نیا داغ نیا ہے (بہار سخن)

(۱۲) قمر۔ منشی عبدالغفار جودھپوری۔ فارسی اور اردو کی تعلیم اور شاعری کا

فیضان مولانا مہدی بدایونی سے حاصل کیا۔ آجکل حیدرآباد سندھ میں قیام ہے۔ جودھپور میں مارواڑ مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ پاکستان میں بھی قومی و ملی امور انجام دیتے رہے ہیں۔ اچھے مقرر بھی ہیں غزل کم اور نظم زیادہ کہتے ہیں۔

نمونۂ کلام تاقیامت اک جہاں لکھے گا مضمونِ حسین رضؓ ایک جنت سے گراں ہے قطرۂ خونِ حسین رضؓ (بہار سخن)

(۱۳) عزیز۔ حکیم عزیزالرحمٰن جودھپوری خلف عبدالرحمٰن مرزا ولادت

۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء آباد اجداد کا وطن جےپور تھا انگریزی میں انٹرمیڈیٹ۔ اردو میں ادیب آرزو۔ فارسی میں منشی اور طب میں طبیب حاذق اور حکیم حاذق کی اسناد حاصل کیں۔ مختلف اسکولوں میں مدرس رہے اور مطب بھی کرتے رہے۔ حال ساکن حیدرآباد سندھ۔ لغت گوئی اور تاریخ گوئی کا شوق ہے۔

نمونۂ کلام کوشش کرو کوشش کا صلہ ملتا ہے مقصود جو ہے وہ مدعا ملتا ہے

رباعی محنت نہیں رائگاں کسی کی جاتی کوشش سے تو بندے کو خدا ملتا ہے

تاریخ وفات خبر رحلت جگر سے جو ہوا قلب محزوں کو صدمہ جانکاہ

حضرت جگر سن رحلت بہ صنعت منقوطہ کہو ثانی داغ وحسرتا ہے آہ

مرادآبادی

۱۹۶۰ (بہار سخن)

(۱۴) کفایت۔ منشی کفایت اللہ جودھپوری

(۱۵) قمر۔ منشی قمر الاسلام ولد مولانا نجم الاسلام پانی پتی ثم جودھپوری
ادت ۱۹۲۹ء پانی پت حال مقیم کراچی۔
کلام صحن گلشن میں ہنس پڑے غنچے　　جانے شبنم نے کیا دیا پیغام
راز ہستی کو پالیا جب سے　　مل گیا درد و غم میں کیفِ دوام (بہارِ سخن)

(۱۶) مقبل۔ منشی مقبول حسین خلف احمد حسین۔ ولادت ۱۹۰۵ء جودھپور
سابق ملازم محکمہ مال و بندوبست جودھپور۔ حال ساکن حیدرآباد سندھ۔
کلام خوب کھینچا ہے یہ نقشہ تونے نقاشِ ازل　　جی میں آتا ہے کہ بوسے لوں تری تصویر کے (بہارِ سخن)

(۱۷) طالب۔ سید طالب حسین سابق ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جودھپور ولادت
ب ۱۸۹۵ء۔
بطبیعت طالب تری محنت کا صلہ دیکھ لیا　　اس شوق و خلوص کا مزا دیکھ لیا
کام ایک تھا مطلب ہائے دو دو حاصل　　احمد کی زیارت میں خدا دیکھ لیا (بہارِ سخن)

(۱۸) یکتا۔ محمد شرف الدین ولد الحاج مولانا حلیم الدین۔ ولادت ۱۹۰۷ء جودھپور
حال مقیم حیدرآباد سندھ مولانا ابوالحسن شرقی اور مولانا بیدل بدرالغنی سے درسیات کی تعلیم
پائی۔ محکمہ عالیہ خاص جودھپور میں ملازم رہے مولانا عبدالباری تنہا کی شراکت میں بزمِ ادب

جودھپور قائم کی جو بعد میں انجمن اسلامیہ کے نام سے موسوم ہوئی تعانیف میں تذکرہ بہارِ سخن مطبوعہ کلیات یکتا غیر مطبوعہ تلامذۂ داغ (غیر مطبوعہ) یادگارِ شرقی (مجموعہ کلام شرقی) مطبوعہ ہیں۔

نمونۂ کلام
رنج و الم سے اب تو مجھے ہو چکا ہے انس — احسان مند ہوں الم روزگار کا
یکتا جو آج بزم ادب میں ہے بار یاب — یہ سب ہے فیض بیدلِ عالی وقار کا
صد آفریں تجھے اعجازِ لغزشِ آدم — یہ کائنات کا ہنگامہ پھر کہاں ہوتا (بہارِ سخن)

(۹) **مائل منشی مصطفیٰ حسین** برادر خورد و شاگرد جناب بیدل بدایونی۔ مولف کے ہم جماعت رہے ہیں۔ سابق حاکم جودھپور حال مجسٹریٹ کراچی۔ صرف نعت و منقبت کہتے ہیں

نعت
خوشا مدینہ جو تیرا دیار ہے اے دوست — کہ گوشے گوشے میں جسکے بہار ہے اے دوست
چمن میں پھول ترا نام لیکے کھلتے ہیں — یہ صدقے تیرے تو جان بہار ہے اے دوست
ہو جائے کرم مجھ پہ یہ آقائے مدینہ — جب آنکھ اٹھے سامنے آجائے مدینہ
واعظ لیے بیٹھا رہے جنت کے جنوں کو — ہو تجھ کو مبارک مرا سودائے مدینہ
کیا کرے توصیف انکے حسن کی کوئی بشر — جب خدا ہی خود کرے وصف جمالِ مصطفیٰ
غیرتِ حق کو نہ سایہ تک گوارا ہو سکا — دونوں عالم میں ملے کیونکر مثالِ مصطفیٰ (بہار)

جناب حسن بریلوی شاگرد جناب داغ دہلوی

مولانا حسن رضا خاں بریلوی م ۱۹۰۸ء شاگرد جناب داغ دہلوی دیکھئے صفحہ ۱۳۶۱

تلامذہ جناب حسن بریلوی

(۱) تہور سہسوانی ثم بریلوی (۲) اثر بدایونی (۳) قیصر مراد آبادی

تہور سید تہور علی سہسوانی مقیم بریلی شاگرد حسن بریلوی

دیکھئے صفحہ ۱۳۸۴

اثر مولوی محمد حسن صدیقی حمیدی بدایونی ثم بریلوی م ۱۹۲۸

خلف مولوی عظمت علی صدیقی بدایونی منصف سرکار انگریزی برادر مولوی رحمت علی ذکا علیمی بدایونی

نمونہ کلام

ہوا برباد دل میرا تو یہ نقصان کس کا ہے / تمہیں سمجھو تمہیں دیکھو کہ اس میں کون رہتا ہے
کوئی پرسان ہو تو مرنے والے کیا کریں جی کر / خدا رکھے انہیں سارا زمانہ جس پہ مرتا ہے
چلے جب چھوڑ کر بسمل تو یاد آئی وفا میری / وہ اپنے دل ہی میں کچھ پشیمان ہوئے جاتے ہیں
غم الفت کا مزا کیوں نہ ہو حاصل مجھ کو / دینے والے نے دیا درد بھرا دل مجھ کو
پڑ گیا جان کو آزار محبت کا مزا / سخت مشکل ہے کہ مرنا بھی ہے مشکل مجھ کو
گر اسی ناز سے محشر میں بھی وہ آ نکلے / دیکھنا اور قیامت میں قیامت ہوگی
نہ صبح حشر سے پہلے یہ اپنی آنکھ کھولیں گے / کچھ ایسا سوئے ہیں شام جدائی دیکھنے والے

(بیاض محسن بدایونی)

تلامذہ جناب اثر بدایونی شاگرد جناب حسن بریلوی

(۱) **محسن** منشی محسن علی صدیقی حمیدی بدایونی شاگرد جناب اثر بدایونی و جناب حسن مارہروی دیکھئے صفحہ ۵۶۰

(۲) **سحر** بابو محمد حسین صدیقی حمیدی بدایونی۔ ریلوے میں ملازم ہے۔

برادر خورد جناب اثر بدایونی۔ کلام میں متانت کے ساتھ شوخی ہے۔

نمونۂ کلام
بسمل نے کچھ ایسا نگہ یاس سے دیکھا — مقتل میں وہ قاتل بھی تڑپتا نظر آیا
سر اڑایا تو نے اسے جلا دیں ممنون ہوں — بار گردن اٹھ گیا احسانِ خنجر رہ گیا
آپ جس محفل میں پہنچے وہ چمک کر رہ گئی — آپ جس کوچے سے گذرے وہ مہک کر رہ گیا
اب ترے ظالم دکھا جا شکل دم بھر کیلئے — دم نکل کر دل سے آنکھوں میں اٹک کر رہ گیا
یہ کہکے مغفرتِ عام دی گئی مجھ کو — کہ معصیت ترے ہاتھوں بڑے عذاب میں ہے
چھڑک دے شیشے پہ ساقی نظر گذر کے لیے — بچی ہوئی جو مرے ساغرِ شراب میں ہے
وہ ظالم جبکو زمانے عنایت — نہ پوچھو اس ستم میں ہے مزا کیا
کبھی ہمدم مذاقِ دردِ الفت ہم بھی رکھتے تھے — یہی آہ و فغاں رنج و مصیبت ہم بھی رکھتے تھے
ہمارے ہوتے کیوں اغیار شایانِ ستم ٹھہرے — ترے ظلم و جفا سہنے کی طاقت ہم بھی رکھتے تھے
انہیں مستوں کو آخر محرمِ اسرارِ حق پایا — تمہاری طرح واعظ ان سے نفرت ہم بھی رکھتے تھے
دکھا دیں تجھے رندوں کی کرامت زاہد — اک اشارے میں وہ ساغر کو سبو کرتے ہیں
خم بہ خم جاتے ہیں کیوں جانبِ مسجد ساقی — غسل کرتے ہیں یہ زاہد کہ وضو کرتے ہیں
کس پہ آیا تھا کہاں رہ گیا کچھ یاد نہیں — دل کو میں بھول گیا بھول گیا دل مجھ کو
بات کرنے کا دمِ ذبح وہاں حکم نہیں — شکر اب کیسے کرونگا کہ شکایت ہوگی
میں نے ٹوٹے ہوئے ساغر پہ قناعت کرلی — یہ سمجھ کر مری پھوٹی ہوئی قسمت ہوگی

(۳) ایر۔ بابو سلطان حسن گارڈ حمیدی صدیقی بدایونی

نمونۂ کلام
منقبت
آپ کے در پہ مرمٹوں تو یہ شرف مجھے ملے — ایک جہاں کیا کرے طوف مرے مزار کا
(گلدستۂ حسینیہ بدایوں ۱۹۲۵ء)

تلامذہ جناب سحر بدایونی شاگرد جناب اثر بدایونی

(۱) حیراں۔ منشی سید احمد بریلوی — دیکھئے صفحہ ۹۵۹

(۲) قاسم۔ مولوی قاسم علی خاں بریلوی — دیکھئے صفحہ ۱۳۹۶

۱۸۹۶-۱۹۷۵ء

(۳) سید وحیرت۔ مولوی سید حسن صدیقی حمیدی بدایونی برادر زادہ و شاگرد جناب سحر بدایونی حیدرآباد دکن میں ملازمت کی وجہ سے قیام رہا۔ فانی بدایونی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ انکے فارسی کلام کا مجموعہ "ابر لیق" اور اردو کلام کا مجموعہ "آئینہ" طبع ہو چکے ہیں

منقبت
ظالموں کے اس طرف آتے تھے پیکاں ستم — اور چلتے تھے ادھر تیر دعائے اہل بیت
شرم کے مارے قیامت سامنے آتی نہیں — ہے قیامت خیز سید ماجرائے اہل بیت

غزلیات
نشۂ ہوش سے ہے عاقبت دہر تباہ — ہوش کی رسم ہی دنیا سے اٹھا دے ساقی
حرف رکھتی ہے خرابات پہ ساری دنیا — ساری دنیا کو خرابات بنا دے ساقی

([illegible] ۱۹۶۶ء)

قیصر مرادآبادی شاگرد جناب حسن بریلوی

قیصر مرادآبادی۔ حکیم اعجاز احمد۔ دیکھئے صفحہ ۳۲۷

تلامذہ قیصر مرادآبادی شاگرد حسن بریلوی و اثر مرادآبادی

قمر مرادآبادی۔ منشی احسان الحق دیکھئے صفحہ ۳۰

تلامذہ قمر مرادآبادی شاگرد جناب قیصر مرادآبادی

خیال منشی فضل رب صدیقی فرشوری بدایونی ثم کراچوی

نمونۂ کلام

رسا بلند شہری ثم رام پوری شاگرد جناب داغ دہلوی

رسا منشی حیات بخش بلند شہری ثم رام پوری دیکھئے صفحہ ۲۱۲، ۲

تلامذہ رسا بلند شہری ثم رام پوری

نشتر مقتدری بدایونی

نمونۂ کلام

تلامذہ جناب نشتر مقتدری شاگرد رسا بلند شہری ثم رام پوری

طالب پروفیسر اشتیاق طالب مرادآبادی مقیم کراچی دیکھئے صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳

جناب سیماب اکبرآبادی شاگرد جناب داغ دہلوی

سیماب منشی عاشق حسین اکبرآبادی م ۱۸۸۰ء ۱۹۵۱ء انتقال کراچی

دورِ حاضر کے ممتاز نقاد اور شاعر تھے۔ آگرہ میں ایک بزم ادب کی بھی تشکیل کی تھی۔

نمونۂ کلام طولِ رہِ حیات سے گھبرا رہا ہوں میں — گھبرا رہا ہوں اور چلا جا رہا ہوں میں

کچھ یوں بھی ہے کہ فطرتِ غم ہے سکوں پسند | کچھ یوں بھی ہے کہ ضبط کیے جا رہا ہوں میں
سیماب کس نے عرش سے آواز دی مجھے | کہہ دو کہ انتظار کرے آ رہا ہوں میں

تلامذہ جناب سیماب اکبرآبادی شاگرد جناب داغ دہلوی

۱۹۸۱ - ۱۹۱۶

(۱) رعنا منشی جسونت رائے ساکن بلسی ضلع بدایوں

نمونہ کلام: عرف بجھتے ہی نہیں بادِ حوادث سے چراغ | یہ کبھی شمع کی لو تیز بھی کر دیتی ہے

(۲) شفا گوالیاری حکیم سید محمد حسن ۱۹۱۲ء - ۱۹۶۸ء

نمونہ کلام: عدو منزلوں پر تا کجا اے کارواں والو | خود اپنی رہ تکتی ہیں کیوں رہنما لو تھام اپنا

آپ کے شاگرد بیتاب علی ایثار بدایونی مقیم اوکاڑہ ولادت ۱۹۳۰ء ہیں

نمونہ کلام ایثار:
ان کی اس پردہ نشینی کی ادا پر دل نثار | ہم سے یوں چھپتے ہیں وہ جیسے کبھی دیکھا نہ ہو
آہ محروم اثر فریاد بے تاثیر ہے | میری ہر تدبیر کی دشمن مری تقدیر ہے

عطا بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

عطا منشی عطا محمد صدیقی متولی بدایونی م ۱۹۱۷ء

خلف اور ولد وزیر الدین وکیل سرکار برادر فقیہ الدین والد مولوی عبد الحی صفا بدایونی شاگرد حضرت حضرت مذاق بدایونی۔ جناب نادم سیتاپوری نے اپنے مضمون تذکرہ نما مطبوعہ اردو نامہ کراچی ستمبر ۱۹۶۳ء میں لکھا ہے کہ جناب عطا بدایونی بہ اعتبار شاعری ممتاز درجہ رکھتے تھے اور آل انڈیا اردو کانفرنس بدایوں کے جوائنٹ سکریٹری تھے ان کا کلام کہنہ مشقی اور پختہ کاری کا ثبوت ہے

جناب عطا بدایونی کو حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب[71] سجادہ نشین مارہرہ شریف سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ مولوی بشیر حسرت بدایونی نے اپنی کتاب مدائحِ حضورِ نور میں آپ کا نام حضرت کے شمار خلفا میں تحریر کیا ہے۔

انتخاب قصیدہ مضمون بہاریہ تقریب جشن ولادت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ساقیا وہ پھول دے جس پہ ہو حسرت کی بہار
حشر تک لوٹا کریں گلہائے عشرت کی بہار

مدحتِ محبوبِ خالق میں زباں گویا رہے
غنچۂ الفاظ میں آئے فصاحت کی بہار

ساقیا دے بادۂ وحدت کا وہ لبریز جام
جس کے ہر قطرے سے پیدا ہو محبت کی بہار

ہر گلِ مضموں میں حبِ مصطفیٰ کی ہو مہک
سرزمینِ شعر میں پیدا ہو الفت کی بہار

نقشِ پائے مصطفیٰ سے ہے زمیں باغِ جناں
وحشت افزا ہے عجب گلہائے قدرت کی بہار

سنگریزوں نے پڑھا کلمہ رسول اللہ کا
جب ہوئی معجز نمایانِ نبوت کی بہار

اب نہ پائے گا نبوت کا کوئی منصب کبھی
ہیں محمد مصطفیٰ اسرارِ قدرت کی بہار

جلوہ گر حسنِ طلب ہے دیدۂ مشتاق میں
قابلِ نظارہ ہے گلزارِ الفت کی بہار

یا نبی تیرے سوا جائے کہاں تیرا گدا
تو ہی گلزارِ تمنا تو ہی حسرت کی بہار

میں بھی آیا ہوں ترے دربار میں بندہ نواز
آئے میرے باغِ مطلب میں بھی رحمت کی بہار

ہو عطا نعتِ محمد کا عطا کو یہ صلہ
گلشنِ جنت میں ہو اشعارِ مدحت کی بہار

انتخاب غزلیات

آنکھوں میں میری رہیے تم آنکھوں کا نور ہو
اس پر یہ ہے حجاب کہ آنکھوں سے دور ہو

دیکھے ہوئے ہیں جلوہ گہِ ناز کی بہار
ہم غش نہ ہوں جو سامنے پھر برقِ طور ہو

شوخی کا مدعا ہے کہ وہ بے نقاب ہوں
کہتی ہے شرم آنکھ کا پردہ ضرور ہو

دوری تمہاری قرب سے بھی ہے قریب تر
دل سے تو ہو قریب جو آنکھوں سے دور ہو

سنا ہے حشر میں جلوہ نما ہونے کو ہے کوئی
کھڑے ہیں صف بہ صف جلوہ نمائی دیکھنے والے

تلامذۂ جناب عطا بدایونی۔

(۱) آرزو۔ منشی محمد سمیع بدایونی۔

نمونۂ کلام

(۲) تمنا۔ منشی عبدالحلیم لکھنوی

نمونۂ کلام: شکلِ خیال لطفِ دلِ ناصبور ہو / ہر وقت پاس رہتے ہو کہنے کو دور ہو

(طالب ... ۱۹۱۸ء)

(۳) حمزہ و بیدل۔ منشی عبدالرزاق بدایونی ۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۵ء

نمونۂ کلام:

محبت سے مقابل کیا حقیقت دین و ایماں کی / قسم ہے آپکے سر کی قسم ہے دل و جاں کی

آئینہ کر رہا ہے قیامت کی شوخیاں / پھر کیوں نہ اپنے حسن پہ آنکھو غرور ہو

انقلاب دوستی کیا اثر طرز درد کا / دردی دل میں انقلاب آسماں ہو جائے گا

(طالب ... ۱۹۱۸ء)

(۴) جمال۔ حاجی جمال الدین مجیبی بدایونی۔

نمونۂ کلام نعت: اے خداوند دو عالم آرزو میری یہ ہے / تن سے جاں نکلے نبی کا روضہ زیبا دیکھ کر

(طالب ... ۱۹۱۸ء)

(۵) جوش۔ منشی عبدالمقتدر بدایونی

نمونۂ کلام: کیونکر کہیں نہ ان کو خدائی کا حیلہ ساز / دامِ فریبِ خلق پہ ڈالے ہوئے تو ہیں

(طالب دیدار میر نوشہ ۱۹۱۸ء)

(۶) خلیل چودھری محمد ابراہیم بدایونی۔

نمونۂ کلام: مستوں آج ساقی کچھ اسے سرد سرو — جس پر پڑے نگاہ وہ پیمانہ چور ہو
چھین لیتے ہے دریا تو اے ہجوم ... — دم ٹوٹا جاتا ہے انبوہ تمنا دیکھکر

(۸) ۲ جون ۱۹۲۵ء

(۷) درد منشی ابرار حسین بدایونی

نمونۂ کلام: وحشت قبر کس لیے دیتی ہے دھمکیاں مجھے — میں ہوں غلام کوتر ازلی خوف نہیں فشار کا

(۸) درد منشی عطا احمد بدایونی۔

نمونۂ کلام

(۹) نشاط منشی عبدالقدوس ساکن محلہ باڑہ بدایوں

نمونۂ کلام

(۱۰) راز۔ حافظ قدرت اللہ بدایونی

نمونۂ کلام: روتیں دل دھیری مصیبت پہ کیوں نہ ہم — اپنے ہی دونوں گود کے پالے ہوئے تو ہیں (طالب)

(۱۱) رعد منشی ظفریاب حسن ساکن شیخوپور ضلع بدایوں

نمونۂ کلام: کیا دیر ہے شفاعت امت کے باب میں — رحمت کی شال دوش پہ ڈالے ہوئے تو ہیں (طالب)

نعت

(۱۲) رمز۔ منشی عبدالحلیم بدایونی

نمونۂ کلام: یا الٰہی سے بڑھ کے دیکھیں مزا ہوتی نہیں — میری قضا کو آپ ہی ٹالے ہوئے تو ہیں

(طالب بدایوں ۱۹۱۳ء)

(۱۳) سخاوت۔ منشی سخاوت حسین بدایونی

نمونۂ کلام: پردہ حجاب کا مری آنکھوں سے دور ہو — محشر ہے آج وعدے کا ایفا ضرور ہو
اسکے جلوے نے اگر دیکھا نگاہ لطف سے — ارض و آبادی یہ سارا جہاں نور ہو جائے گا

(رمضان بدایوں ۱۹۱۵ء)

(۱۴) سرمد۔ حکیم مطیع احمد صدیقی حمیدی بدایونی از اولاد قاضی

صدر جہاں قاضی بدایوں

نمونۂ کلام: تیر نگاہ سینے سے واپس ہو اس طرح — پیکاں کے ساتھ میرا دل نا امید ہو

(گلدستہ ۱۹۲۵ء)

(۱۵) سعادت۔ منشی سعادت علی ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

نمونۂ کلام: دونوں جہاں میں لا کلام ہے جو امام حسن کا — میں بھی انہیں کا ہوں غلام شکر ہے کردگار کا

(۱۶) شفا۔ پادری اے۔ آر۔ بیلی بریلوی شاگرد عطا بدایونی در رمضان ۱۲۵۴

دیکھئے صفحہ

اردو آمادی ہندوستانی زبان اور مشرقی ادب کے سرگرم حامی تھے۔

نمونۂ کلام: آنکھیں لڑانے کی ہمیں عادت سی ہو گئی — ہوسی ہماری طاقت دیدار دیکھنا
بلبل و گل کو بھی دیکھ آئے چمن میں جا کر — کوئی نالاں ہے تو ہے چاک گریباں کوئی

(گلدستہ چراغ فلک سیاہ بنود)

ان کے ایک شاگرد منشی غضنفر علی وحشیؔ بجنوری تھے۔

(۱۷) شوق۔ ماسٹر ریاض احمد بدایونی

(گلدستہ بہار سخن ۱۹۱۰ء)

نمونۂ کلام

شوخی کا مدعا ہے کہ وہ بے نقاب ہوں | کہتی ہے شرم آنکھ کا پردہ ضرور ہو

کچھ دنوں جوشِ جنوں کا جو یہی حال رہا | اپنے سائے سے بھی ہمدم مجھے وحشت ہوگی

(۱۸) صبا۔ حکیم سلیمان احمد ساکن قاضی ٹولہ بدایوں

(گلدستہ حسن سخن ۱۹۲۵ء)

نمونۂ کلام منقبت

چڑھ کے نبی کے دوش پر توڑے بتوں کو جو بشر | کس سے میاں ہو مرتبہ اس شہِ ذی وقار کا

(۱۹) طاہر۔ منشی طاہر حسن ساکن محلہ شیخ پٹی بدایوں

نمونۂ کلام

آپ کے در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں میں یا علیؓ | خاکِ نجف علاج ہے قلب کے اضطرار کا

(۲۰) قدر۔ منشی عبدالقادر بدایونی

(گلدستہ بہار سخن ۱۹۱۰ء)

نمونۂ کلام

اسکو ستم کا شوق مجھے لذتِ جفا | پھر کیوں ستم اٹھانے میں مجھ سے قصور ہو

(۲۱) مست۔ مقبول حسین حمیدی

(۲۲) مسعود۔ قاضی مسعود علی بدایونی

(مشاعرہ بدایوں)

نمونۂ کلام

پھر بھی نظر کسی کی نہ چھوڑے تو کیا کریں | مسعودؔ اپنے دل کو سنبھالے ہوئے تو ہیں

(۲۳) نفیس۔ منشی غلام شہید بدایونی

(گلدستہ بہار سخن ۱۹۱۸ء)

نمونۂ کلام

طالب ہیں ہم تو اے بتِ کافر ادا ترے | زاہد ہی کے نصیب میں جنت کی حور ہو

(۲۴) نسیم سید مہربان علی بدایونی

نمونہ کلام لیتے ہیں - عدو نجھ سے وہ آسماں نا نسیم کنارہ یہ کراب ستم ہم اٹھائیں گے

(۲۵) نواب سید نواب علی طباطبائی لکھنوی

نمونہ کلام

۱۸۶۷

(۲۶) وامق منشی فدا حسین ساکن قاضی ٹولہ محلہ بدایوں

نمونہ کلام اہل وطن کو دیدار نہ ہو وامق ہمارا غم گو خار ہیں چمن کے نکالے ہوئے تو ہیں استاد ہو بدایو

منشی فرحت - اللہ فرحت تلہری شاگرد داغ دہلوی -

فرحت منشی فرحت اللہ ساکن تلہر ضلع شاہجہانپور دیکھیے صدر

تلامذہ فرحت تلہری -

سجاد منشی سجاد حسین بدایونی

نمونہ کلام - فرحت ... ہم ... گر ... (illegible)

مولوی اسرار الحق کیف بدایونی شاگرد داغ دہلوی

کیف مولوی اسرار الحق عثمانی بدایونی ۱۹۱۳ء خلف مولوی انوار الحق ...

(امیر مینائی اور ۱۹۵۸ء)

ساکن مولوی ٹولہ بدایوں۔

نمونۂ کلام

رات دن نالہ و فریاد کیا کرتے ہیں — اس بہانے سے تمہیں یاد کیا کرتے ہیں
اس قدر شوق ہے انکو ستم آرائی کا — گھر میں بیٹھے ستم ایجاد کیا کرتے ہیں

([illegible])

تلامذہ مولوی اسرار الحق کیف بدایونی

سرور۔ مولوی عبد الصمد صدیقی حمیدی قادری بدایونی خلف قاضی عبد القادر ابن قاضی عبد السلام ابن محمد علی ابن عبد المعالی ابن عبد الوالی ابن عبد الباقی ابن شاہ حسن علی صاحب چشتی نظامی فخری قدس سرہ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ فخر الدین صاحب دہلوی قدس سرہ) ابن لطف علی ابن عبد الجلیل بن شیخ عبد اللہ ابن عبد الرزاق بن قاضی عبد الوہاب۔ جناب سرور صدیقی مشاعرہ بھوپال منعقدہ ۱۸ اگست ۱۹۱۲ء کے سکریٹری تھے اس مشاعرہ کا گلدستہ آئینۂ مشاعرہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔

نمونۂ کلام

انجام کار عشق کا دل سے سوال ہے — منزل بھی پوچھتے ہو تو گم کردہ راہ سے
تم اور کار دھر کے سنو ماجرائے دل — تم کو غرض ہی کیا مرے حال تباہ سے

([illegible])

تلامذہ جناب سرور بدایونی شاگرد جناب کیف بدایونی

(۱) محو۔ مولوی برکات احمد صدیقی حمیدی بدایونی ابن مولوی فضل احمد برادر مولوی اکرام احمد لطف بدایونی۔

(۲) نظام۔ مولوی خواجہ نظام الدین دہلوی

محمود رام پوری شاگرد داغ دہلوی۔

آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۲

تلامذہ محمود رام پوری

رشید رام پوری۔ استاد رشید احمد خاں رام پوری۔
آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۵

محشر عنایتی رام پوری۔ آپ کا ذکر شعرائے رام پور میں ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۲۲۶

تلامذہ محشر عنایتی رام پوری

ایم اے ایل ایل بی ۱۹۳۳-۱۹۷۹
نور م پروفیسر نور الدین صدیقی فرشوری بدایونی مرحوم پرنسپل ایم ایم کالج بلیذ ضلع محمود خلف مولوی قمر الدین قمر فرشوری بدایونی شاگرد حضرت اکبر الہ آبادی۔

نمونۂ کلام رکھا ہے اپنے دہن کو لبے انتہا بلند میں نے وہ جام چھوڑ دیا جو چھلک گیا

متین بدایونی شاگرد داغ دہلوی

متین منشی محمد متین صدیقی متولی بدایونی م ۱۸۹۹ء خلف شیخ مبارز الدین بن محمد عطوف بن وصول محمد بن قبول محمد بن نور محمد بن غلام محمد عبد المجید جناب جامی بدایونی جناب مبین بدایونی کے صاحبزادے جناب محمد مبین نازنی ش بدایونی شاگرد حضرت داغ دہلوی تھے

نمونہ کلام: محفل تمہاری محفل اب کا ہے کو رہی ہے — سرکار ہو گئی ہے دربار ہو گئی ہے
ہے آفتاب خواہش بادہ لیے ہوئے — پھرتا ہے صبح صبح پیالہ لیے ہوئے

([illegible])

تلامذہ جناب متین بدایونی

(۱) نازو نازش۔ منشی محمد مبین صدیقی متولی بدایونی خلف و شاگرد

جناب متین بدایونی آپ نے زیادہ استفادہ جناب ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب سے لیا تھا۔
دیکھئے صفحہ ۵۰

(۲) سیماب۔ منشی سید قربان حسین شکوہ آبادی

نمونہ کلام: ننگ و ناموس کہاں عشق میں ذلت کے سوا — آبرو نام کو رکھتے نہیں عزت کیسی

([illegible])

جناب نوح ناروی شاگرد داغ دہلوی۔

نوح۔ سید محمد نوح م ۱۹۵۵ء ساکن نارہ ضلع الہ آباد

نمونہ کلام: جینے نہیں دیتے ہیں وہ مرنے نہیں دیتے — اے نوح کشاکش میں مری جان پڑی ہے
ہماری آنکھ سے دیکھے کوئی حسینوں کو — کہ ایک ایک کی صورت خدا کی قدرت ہے

([illegible])

تلامذہ نوح ناروی شاگرد داغ دہلوی

(۱) معطر بدایونی۔ منشی معطر حسین

(۲) ہاشمی بدایونی۔ منشی خلیل احمد عباسی ولادت تقریباً

۱۹۰۵ء وفات کراچی ۱۹۶۷ء والیار میں زیادہ قیام رہا آپ نے کراچی میں انجمن ناموس ادب

قائم کی تھی جس کے آپ صدر تھے۔ کراچی میں آپ کے کافی تلامذہ تھے۔

نمونۂ کلام صبحِ رخصت نہیں دیکھی جاتی — یہ قیامت نہیں دیکھی جاتی
مرنے والے ری آنکھیں ہے ہے — ان کی حسرت نہیں دیکھی جاتی
وعدہ وفا کا کرکے خفا کر رہے ہو تم — تم نے جفا کا نام وفا رکھ لیا ہے

تلامذہ جناب ہاشمی بدایونی شاگرد جناب نوح ناروی

(۱) ثمر منشی مشتاق احمد خاں خورجوی ثم کراچوی۔ آفیسر نیشنل بینک آف پاکستان عمر تقریباً چالیس سال

نمونۂ کلام نفس نفس میں یہ خوشبو دلیل ہے اسکی — بسے ہوئے ہیں خیالوں میں آپ پہلے سے
اسی لئے تو لہو سے دئے جلائے ہیں — میں سن رہا تھا ہواؤں کی چاپ پہلے سے
بے سبب آنکھ میں آنسو کب ہیں — ہم نے سوچا تھا کہ ہنس کر دیکھیں

حضرت فانی بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

فانی۔ جناب شوکت علی خاں ۱۸۷۹ء ۱۹۴۱ء خلف شجاعت علی خاں ولد امانت علی خاں برادر نواب بشارت علی خاں گورنر بدایوں ابن اکبر علی خاں تحصیلدار ان کی والدہ محترمہ مصاحب بیگم کے والد بادی یار خاں خلف نواب بشارت علی خاں تھے فانی صاحب نے گھر پر قرآن مجید۔ اردو۔ فارسی اور انگریزی کی تعلیم پائی۔ پھر بریلی کالج اور علی گڑھ میں تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کئے۔ ان کا خاندانی مکان محلہ براہم پور بدایوں میں تھا یہ وسیع حویلی محل کے نام سے موسوم تھی اور ان کے پردادا اکبر علی خاں تحصیلدار کی ملکیت تھی۔ قرض کے سلسلے میں

یہ حویلی نیلام ہوگئی۔ رمضان پور۔ سورت پور۔ سول پور۔ حاجی پور۔ گلرالہ اور خاص بدایوں میں ان کی جائداد تھی۔ فانی صاحب متمول خاندان کے فرد تھے جس کے اکثر افراد زمیندار۔ وکیل یا سرکاری عہدے دار تھے (مضمون مولانا ضیا احمد بدایونی مطبوعہ ہماری زبان جولائی ۱۹۵۶ء

فانی صاحب کے بارے میں جناب سکش اکبرآبادی سے اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے ہیں "ترکی ٹوپی۔ چست شیروانی۔ علی گڑھ تراش کا پاجامہ۔ قد مائل بہ درازی۔ چھریرا بدن گندمی رنگ۔ مناسب اعضا۔ شانے ذرا آگے کو جھکے ہوئے۔ آنکھیں چھوٹی لیکن عقاب کی طرح تیز۔ خوش گفتار۔ خوش رفتار نشست برخاست اور گفتگو میں شائستگی اور آداب کا لحاظ۔ محفل کی طرح خلوت میں بھی شائستہ اور متین کچھ کھوئے ہوئے کچھ ہوشیار"۔ (اردو ادب ۱۹۶۱ء)

مولوی امیرالدین بٹ پوری، مقیم حیدرآباد سندھ اپنے مقدمہ مطبوعہ گلدستہ مشاعرہ جولائی ۱۹۳۵ء میں فرماتے ہیں "بیگانہ متین اور اتنا متین کہ دوسرے کو خود بین ہونے کا دھوکا ہوجائے آغا صاحب تمکین کہ تمکنت کا گمان ہوجائے۔ سخنور سے زیادہ سخن فہم"۔

فانی صاحب نے گیارہ سال کی عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور ہائی اسکول کا امتحان پاس کرنے تک ایک دیوان تیار کرلیا تھا۔ ان کے والد شاعری کے سخت خلاف تھے انہوں نے دیوان جلا ۱۹۰۶ء میں جب وہ علی گڑھ میں تھے انہوں نے اپنے کلام کو دوبارا جمع کیا مگر یہ مجموعہ چوری ہوگیا حیدرآباد میں اپنا سامان کرائے کے مکان میں بند کرگئے تھے جب کرایہ ادا نہ کرسکے تو مالک مکان نے سارا سامان بیچ دیا اس میں فارسی کا دیوان اور وہ قصیدہ بھی تھا جو امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان کی مدح میں کہا تھا۔ ان جواہر ریزوں کے ضائع ہوجانے سے انہیں سخت صدمہ ہوا (ادبی دنیا ۱۹۵۵ء

فانی صاحب نے بدایوں سے وکالت کا آغاز کیا بدایوں سے بریلی پھر لکھنؤ اٹاوہ اور آگرہ میں قسمت آزمائی کی آخر حیدرآباد گئے عقیدتاً اہل سنت اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے (ہماری

زبان جولائی ۱۹۵۶ء

فانی صاحب کے تلمذ کے بارے میں اختلاف ہے مولوی ضیا محمد صاحب نے لکھا ہے کہ وہ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ سیماب صاحب نے شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۲ء میں لکھا ہے کہ انھوں نے ایک غزل جناب داغ دہلوی کو ۱۹۰۵ء میں بہ غرض اصلاح ارسال کی تھی۔ جناب عیش بریلوی (۱۸۸۸ء-۱۹۲۵ء) شاگرد جناب داغ دہلوی فرماتے تھے کہ انھوں نے اور فانی صاحب نے مشق کے طور پر حضرت خواہاں بریلوی (وفات ۱۸۴۹ء-۱۹۳۸ء) سے فن شاعری میں استفادہ کیا تھا۔ جناب محمود اکبر آبادی انہیں حضرت تسلیم لکھنوی کا شاگرد کہتے ہیں۔

جب فانی صاحب کا کلام ملک کے طول و عرض میں پھیلا اور وہ آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمکے تو دنیا نے ان پر اعترافات کی بوچھار کردی اس ہولی میں اپنے اور بیگانے سب شریک تھے سرزمین بدایوں نے بھی اس جگر گوشے کے ساتھ سوتیلی ماں کا سا سلوک کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ع

لو آج مرگ فانیٔ بیکس سے مٹ گئی ۔۔۔ وہ اک خلش جو خاطر اہل وطن میں تھی

یہیں سے تر فانی کیا قیامت ہے معاذ اللہ ۔۔۔ مجھے اپنے وطن کی سرزمین معلوم ہوتی ہے

فانی صاحب جب لکھنؤ پہنچے اور ان کے کلام کی مقبولیت بڑھی تو اہل لکھنؤ نے متعدد مشاعرے صرف فانی کو زک دینے کے لیے منعقد کیے۔ فانی صاحب ساری عمر مقروض رہے۔ انہیں کبھی سود خوروں سے نجات نہ ملی۔ جولائی ۱۹۱۰ء میں ان کے والد کا انتقال ہوا تو قرض خواہوں نے نالش کی دھمکیاں دیں۔ مجبوراً کچھ جائداد ان کی نذر کی لیکن اس کے باوجود قرض سے نجات نہ ملی۔ خرچیلے اس قدر تھے کہ پیسہ ہاتھ میں نہ ٹھہرتا تھا۔ لکھنؤ وکالت کرنے گئے تو جاتے ہی سو اسو روپیہ ماہوار کرائے کی کوٹھی لے لی۔ بمبئی گئے تو مع اہل و عیال درجہ اول میں سفر کیا اور وہاں شاہ جہاں

پیلس میں قیام کیا اور یہیں ایک روز میں کئی ہزار روپے اڑا دیتے۔ انہیں فضول خرچیوں کی بدولت افلاس میں جکڑے رہے لیکن فقر و فاقہ پر بھی انہوں نے کبھی دست سوال دراز نہیں کیا۔ دولت سے بے نیاز رہتے تھے۔ ملازمت اور وکالت کے سلسلے میں لکھنو۔ آگرہ۔ اٹاوہ۔ اور دہلی رہے اور آخر حیدرآباد پہنچے۔ پیشہ وکالت ان کے ضمیر کے بالکل خلاف تھا فرماتے تھے کہ کچہری اور پاخانہ بڑی مجبوری سے جاتا ہوں۔ حیدرآباد میں شہزادہ معظم جاہ کے کلام پر اصلاح دیتے تھے لیکن کبھی اپنی اولاد کے لیے کوئی جاگیر طلب نہ کی آخر دارالشفا ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر مامور ہوئے لیکن کسی حاسد نے مہاراجہ کشن پرشاد سے کہکر تنخواہ بند کرادی جو وہ اپنی جیب سے دیتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی پریشانیوں کا دور شروع ہوا۔ محکمہ تعلیم کے افسران درپے آزار ہو گئے اور انہوں نے ملازمت سے سبکدوش کرادیا مہاراجہ کا بھی انتقال ہو گیا اسی زمانے میں فانی صاحب کی اہلیہ بھی فوت ہو گئیں آخر ۲۷ اگست ۱۹۴۱ء کو فانی صاحب بھی راہی ملک عدم ہو گئے (ادبی دنیا ۱۹۵۵ء)

جناب میکش اکبرآبادی فرماتے ہیں کہ انکے مکان کے سامنے رحمان ہوٹل میں سارے شہر کے شاعروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ سیماب صاحب اور ساغر صاحب بھی دور سے چل کر وہاں آتے تھے اس صحبت میں فانی صاحب کے اخلاق کا ان پر اچھا اثر پڑا۔ وہ میکش صاحب سے زیادہ مخاطب رہتے تھے اور انکی غزل کی خوب داد دیتے تھے۔ فانی صاحب اٹاوہ سے آگرہ آئے تھے وہ یہ اندازہ کرنے آتے تھے کہ وہاں انکی وکالت کامیاب ہو سکے گی یا نہیں۔ تھوڑے دن بعد وہ مستقل طور پر آگرہ آ گئے آگرہ میں ان کے خاص احباب محمود اکبرآبادی۔ فانی ہاشمی۔ آل احمد۔ نجم آفندی اور دیگر شاعر تھے مولانا سیماب سے ان کے مزاج نے میل نہ کھایا۔ ایک مشاعرے میں سیماب کی غزل پر داد نہ ملی اس لیے انہوں نے فانی صاحب کے یہاں آنا ترک کر دیا۔ میکش صاحب نے سیماب صاحب

دو فانی صاحب کو ایک دوسرے کے متعلق کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ فانی صاحب یوں بھی کسی کو برائی سے یاد نہ کرتے تھے۔

فانی صاحب آخر میں ہمیشہ علامہ اقبال کے معترف رہے اقبال کا یہ شعر ان کو بہت پسند تھا

چناں بہ پیش حریم او کشیدم نغمۂ دردے   کہ دلوم محرماں را لذت سوز جدائی ہا

مندرجہ بالا شعر سنا کر انہوں نے اپنا یہ شعر سنایا ؎

از جلوتیاں لذت ذوق نگہے پرس   بر خلوتیاں وحشت نظارہ حرام است

پروفیسر ضیا احمد صاحب نے ہماری زبان میں لکھا تھا کہ فانی صاحب کوکین کھاتے تھے جناب میکش اکبرآبادی نے اس کی تردید کی ہے شراب نوشی کی تردید بھی جوش صاحب رسالہ ساقی اگست ۱۹۵۹ء میں کر چکے ہیں (۱) دو ادب ۱۹۶۱ء)

۱۸۹۸ء تک فانی صاحب کا تخلص شوکت تھا ۱۸۹۹ء میں ایک حادثہ جانکاہ کے بعد فانی تخلص رکھا۔ تین دیوان اور تین مثنویاں تصنیف فرمائی تھیں۔ ایک مثنوی فارسی میں بھی ہے۔ دو ڈرامے بھی لکھے تھے۔ (بحوالہ سیماب صاحب مطبوعہ شاعر آگرہ جنوری ۱۹۳۳ء)

فانی صاحب کے کلام پر تبصرہ کرنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مصداق ہوگا۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنی کتاب نکات سخن کے باب سوم محاسن سخن میں فانی صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار کو تازگی زبان اور ندرت مضمون کی مثالوں میں پیش کیا ہے۔

حجاب اگر مرے تو کا نہ درمیاں ہوتا   پیام حسن نسبت کی داستاں ہوتا

اب لب پہ وہ ہنگامہ فریاد نہیں ہے   اللہ تری یاد کہ کچھ یاد نہیں ہے

جناب محشر بدایونی نے شاعر نامہ میں فانی کے بارے میں مدحت فرمایا ہے۔

ان کا ہر شعر حال کی تفسیر   ان کے لفظوں میں برق کی تاثیر

شعر ہیں ان کے یا نگینے ہیں — غم میں جینے کے سب قرینے ہیں

فانی صاحب کی شاعری کے تین دور ہیں ابتدائی دور کا کلام ماہنامہ نقیب بدایوں میں شائع ہوتا تھا اس دور کے کلام کی مثالیں یہ ہیں۔

ادا سے آڑ میں خنجر کی منہ چھپائے ہوئے — مری قضا کو وہ لائے دلہن بنائے ہوئے
دشمنِ جاں تھے تو جانِ مدعا کیوں ہو گئے — تم کسی کی زندگی کا آسرا کیوں ہو گئے
او فانی بڑھ گئی بیتابیٔ دل بعدِ مرگ — کیا نہیں مر کر گرفتارِ بلا کیوں ہو گئے

دوسرے دور میں فانی صاحب غالبیات کی سرحدوں میں داخل ہو رہے تھے اس دور کا کلام یہ ہے

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا — زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا
کس کی آنکھیں دمِ آخر مجھے یاد آئی ہیں — دل مرقع ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا

تیسرے دور میں ان کی شاعری ان کے جملہ معاصر اساتذہ کی آوازوں سے کسی طرح میل نہیں کھاتی اس دور میں انہوں نے حسرت، اصغر اور جگر کو پیچھے چھوڑ دیا تھا فرماتے ہیں۔

میری ہوس کو عیشِ دو عالم بھی تھا قبول — تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دکھا ہوا
ہر نفس آہ اور انفاس پہ جینے کا مدار — زندگی آہِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
بے کسی دیکھ کہ سو بار کیا عہد کہ اب — تجھ سے امید نہ رکھیں گے مگر رکھتے ہیں
کوئی چٹکی سی کلیجہ میں لیے جاتا ہے — ہم تری یاد سے غافل نہیں ہونے پاتے
دیکھا نہ اہلِ دل نے کسی دن اٹھا کے آنکھ — دنیا گذر گئی غمِ دنیا لیے ہوئے
مر کے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قیدِ حیات — مگر اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے
آنسو تھے سو خشک ہوئے دل ہے کہ امڈا آتا ہے — دل پہ گھٹا سی چھائی ہے کھلتی ہے نہ برستی ہے
نہیں ضرور کہ مر جائیں جاں نثار تیرے — یہی ہے موت کہ جینا حرام ہو جائے

خاکِ وطن ہی راس نہ آئی غربت تو پھر غربت ہے   فانی اپنی خانہ بدوشی خانہ خرابی کیا کیجیے

فانی صاحب کی حزنیہ شاعری کی وجہ سے ایک طرف تو ان کو یاسیات کا امام کہا جاتا ہے دوسری جانب یہی چیز قابل اعتراض قرار دی گئی ہے ان کے ہم عصر اور مخلص دوست جناب جوش ملیح آبادی نے اگرچہ اپنے تمام ہم عصروں میں انکو پورا پورا شاعر کہا ہے ل کو جو وہ عالم سوز خزاں اور ہر وقت بسورنے والا اور تمام انسانیت سے ڈرا ہوا گردانا ہے لیکن یہ عالم کہ فطرت انسانی پر غم والم کے اظہار کا زیادہ اور دیرپا اثر ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو انگریزی کے آسمان جاہ شاعر شیلے نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے " ہمارے شیریں ترین نغمات وہ ہوتے ہیں جن میں سب سے زیادہ دردانگیز خیالات کا اظہار ہوتا ہے "

فانی صاحب اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ انکے ہمدم و ہمراز اردو شعر و ادب کے بالغ نظر نقاد جناب محمد محمود مخمور اکبرآبادی نے اپنی کتاب "فانی شخصیت اور حسن بیان" میں اپنی ذاتی معلومات اکٹھی کر دی ہیں اور فانی کی شخصیت کے "خدوخال" نمایاں کر دیئے ہیں۔ مخمور صاحب نے فرمایا ہے کہ زبان کے اعتبار سے فانی صاحب اردوئے معلی کے حامی تھے۔ غالب کی فلسفیانہ فکر کے ساتھ فانی صاحب کی زبان صرف غالب کی سہل ممتنع کی ہم رنگ ہے۔ فانی کی زبان کا لوچ میر کی زبان یاد دلاتا ہے انکی شیرینی میر پر اس لیے فائق محسوس ہوتی ہے کہ بیسویں صدی کی اردو میر کے عہد کی زبان سے زیادہ ستھری اور پاکیزہ ہو گئی ہے محاورے کی اصابت میں وہ داغ کے ہم پایہ ہیں اور اس شرف میں بیسویں صدی کا کوئی شاعر مجھے ان کا شریک نظر نہیں آتا سارے اردو ادب میں فانی کی سی بے ساختہ موسیقی کہیں میسر نہیں آتی۔ فانی کی موسیقیت قلب پر جادو کا سا اثر اور سننے والے کو مسحور کر دیتی ہے محاورہ جتنا شیریں ہوتا ہے موسیقیت بھی اتنی ہی دلگداز ہو جاتی ہے۔ فانی کی لطافت طبع کلام سے صاف اور بہ شدت نمایاں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہے ٹوٹے ہوئے دل پر کرم میرا
مگر ممنونِ حملہ ہائے ادا بھولوں ہے غم میرا

رونے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں فانی
یہ انکی گلی ہے ترا غم خانہ نہیں ہے

فانی کی فطرت کے ہمہ رخ کا اندازہ ذیل کی رباعی سے ہوتا ہے۔

اے فتنۂ روزگار آہستہ گذر
آشوبِ دلِ فگار آہستہ گذر
نازک ہے بہت دماغِ اربابِ جنوں
اے نکہتِ زلفِ یار آہستہ گذر

جو شعور غالب نے فن میں رچا رکھا ہے وہ متاخرین میں فانی کے سوا کوئی نمایاں نہ کر سکا۔

غالب

نے گلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

بیا و جوشِ تمنائے دیدنم بنگر
چو اشک از سرِ مژگاں چکیدنم بنگر
زمن بہ جرمِ تپیدن کنارہ می کردی
بیا بہ خاکِ من و آرمیدنم بنگر

ہوں گرفتارِ الفتِ صیاد
ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

فانی

اب نئے سر سے چھیڑ پردۂ ساز
میں ہی تھا ایک دکھ بھری آواز

بھلا نہ دل نہ تیرگیِ شامِ غم گئی
یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں

گم کردہ راہ ہوں قدمِ اولیں کے بعد
کھو راہبر مجھے نہ ملا راہبر کو میں

مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی دیکھتے جاؤ
بھڑک اٹھی ہے شمعِ زندگانی دیکھتے جاؤ
سنے جاتے نہ تھے تم سے مرے دل کے بہت شکوے
کفن سرکا دو میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

رہ گئی تھی جو بال و پر میں سکت
ہو گئی صرفِ ہمتِ پرواز

جناب محمود اکبرآبادی فرماتے ہیں کہ میں نے فانی کو بہت قریب سے اور بہت مفصل طور پر دیکھا ہے وہ عموماً ملول ملول ہوئے ہوئے کھوئے کھوئے رہتے تھے مگر میں نے انہیں کبھی مایوس و بیزار نہ پایا۔

یارب تری رحمت سے مایوس نہیں فانی — لیکن تری رحمت کی تاخیر کو کیا کہئے
کچھ کٹ گئے زنداں میں کٹ گئے — کس کو عذرِ برہنہ پائی ہے

یہاں سپاہ کر گھر میں بیٹھ جانے کا درس نہیں ہے پامردی اور ایثار کی تلقین ہے۔

فانی کا سوز و گداز فن کی رعایت و پرداخت کا نتیجہ یا قصد و عمد کی پیداوار نہیں ہے لفظوں سے خود بخود ابلتا ہے اسی قدر فانی کو ناحق قنوطیت سمجھ لیا گیا ہے۔ شبلی، میر اور غالب کے تغزل کا جو بنیادی کردار ہے فانی بھی انہیں کے ہم رنگ ہیں۔

عشق فانی کا مشرب ہے اس میں شبِ وصل کی طرح شبِ فراق سے بھی محبت ہے اس لیے کہ تنہائی بھی ایک رابطے کا نام ہے۔

انتخابِ کلام

نام بدنام ہے ناحق شبِ تنہائی کا — وہ بھی اک رخ ہے تری انجمن آرائی کا
ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا — بات پہنچی تری جوانی تک
وہاں سجدے سے اب تک قدمیوں کے ہیں نقش اٹھے — پڑا تھا جس جگہ راہِ محبت میں قدم میرا
میں نے فانی ڈوبتی دیکھی ہے نبضِ کائنات — جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے
یاس و امید کا نام نہ نکلا دل کی تمنا دل میں رہی — ترکِ تمنا کر نہ سکے اظہارِ تمنا ہو نہ سکا
وہ پرسشِ حال وہ فرماتے ہیں حال کیا ہوجاتا ہے — کچھ یوں بھی زباں نہیں کھلتی کچھ درد سوا ہوجاتا ہے
تری آغوش میں بیگانۂ آغوش ہوجانا — کمالِ ہوش ہے تو لے نیازِ ہوش ہوجانا
گزرے گی رسمِ غم کا ادا کیے بغیر — ہستی نہیں اجل سے تقاضا کیے بغیر

تم دل میں بھی رہ کے دور سے ہو — کچھ اور قریب چاہتا ہوں

یہ شعبدے یہ کرشمے کسے میسر تھے — تری نگاہ نے سکھلا دیے زمانے کو

کی دعا یار سے ایک ایک جفا کے بدلے — ہم نے گن گن کے لیے خونِ وفا کے بدلے

مجموعۂ آدابِ دو عالم ہے محبت — مرنے کے سلیقے ہیں نہ جینے کے قرینے

پڑتا نہیں اس آئینے میں عکس کوئی اور — دل میں تری تصویر سی رکھدی ہے کسی نے

دنیا میری بلا جانے مہنگی ہے یا سستی ہے — موت ملے تو مفت نہ لوں ہستی کی کیا ہستی ہے

ہے موت ہی اک زندگیِ دل کا سہارا — جینے کی جو ایسی ہی تمنا ہے تو مرجا

مری آوارگی ہر قیس سے بیزار ہے شاید — کہ اب اس کی گلی میں بھی گذر ہوتا ہے کم میرا

غم بھی گذشتنی ہے خوشی بھی گذشتنی — کر غم کو اختیار کہ گذرے تو غم نہ ہو

آگئی ہے ترے بیمار کے منہ پر رونق — جان کیا جسم سے نکلی کوئی ارماں نکلا

مذاقِ تلخ پسندی نہ پوچھ اس دل کا — بغیر مرگ جسے زیست کا مزا نہ ملا

چمن میں دل ہے تو میری نگاہ میں ہے چمن — چمن سے تو مجھے لے جائے گا کہاں صیاد

محبت میں ہمیں بھی کھل کے رونا ہی نہیں آتا — جو چار آنسو ہیں آنکھوں میں تو دو آنسو ہیں دامن میں

تا عرضِ شوق میں نہ رہے بندگی کی لاگ — اک سجدہ چاہتا ہوں ترے آستاں سے دور

فانی دکن میں آکے یہ عقدہ کھلا ہمیں — ہندوستاں میں رہتے ہیں ہندوستاں سے دور

جو عبادت نہ ہو ترے غم سے — اہلِ دل پر وہ زندگی ہے حرام

تم یہ مرنا جنہیں نہیں آتا — زندگی کا انہیں شعور نہیں

نزع میں فانی تو نے یہ کس کا چپکے چپکے نام لیا — کیوں اے کافر تری زباں پر بھی خدا کا نام نہیں

نہ پوچھیے کہ محبت میں مجھ پہ کیا گذری — نہ چھیڑیے مرے بھولے ہوئے فسانے کو

غم اصل حاصل ہے دل جوہر حیات
لے لی ہستی سے کیا عشق نے آگاہ مجھے
بے ذوقِ نظر بزمِ تماشا نہ رہے گی
وحشتِ تازہ کا نوروز مبارک اے عشق
مانے ہیں کشتہ انداز ہوں یارب کس کا
دارِ فانی میں یہ کیا ڈھونڈ رہا ہے فانی
اسی کو تم ملا اسے اہلِ دنیا جہاں کہتے ہو
آغازِ محبت میں جینے ہی کے لالے تھے
میری نظر بھی اب مجھے پہچانتی نہیں
مایہ ادراکِ ہستی ہوں لیکن ہر طرف
رازِ آزادی فقط تیرے اسیروں پر کھلا
مژدہ جنت و مسان ہے مرت
تو کہاں تھی اے اجل اے نامرادوں کی مراد
کچھ بھی ہوں ہر دو بار ہاں ہم تو یہ جانتے ہیں
یہ نشتر ہے یہاں جو جاں رشتہ ماتم کدے
مری اک عمر فانی مرگ کے عالم میں گذری ہے
دنیا کی بلاؤں کو جب ... کیا میں نے
جل رہے ہیں آج تک دل کے چراغ

دل غم سے غم سے دل ہے مقابل جگہ جگہ
دل جب آیا تو دھڑکنے کی صدا بھی تو تھی
منہ پھیر لیا ہم نے تو دنیا نہ رہے گی
پھر بہار آئی مجھے خلعتِ عریانی دے
حور آئی مجھے لینے کو قضا کے بدلے
زندگی بھی کہیں ملتی ہے فنا سے پہلے
وہ کانٹا جو مری رگ رگ میں رہ رہ کر کھٹکتا ہے
اب خیر سے مرنا بھی مشکل نظر آتا ہے
دل کا بھی انقلاب عجب انقلاب ہے
زندگی میری دروغِ مصلحت آمیز ہے
جو ترے قدموں پہ سر ہے بے نیازِ دوش ہے
زندگی محشرِ جدائی ہے
مرنے والے راہ تیری عمر بھر دیکھا کئے
اک بے قرار تڑپا اک دلفگار رویا
وہ دنیا تھی جو بنتی ہی رہی بگڑ کر دامن پر
محبت نے مری رگ رگ سے کھینچا ہے لہو برسوں
دھندلی سی مجھے دل کی تصویر نظر آئی
طور پر اک شمع جل کر رہ گئی

تلامذہ حضرت فانی بدایونی شاگرد جناب داغ دہلوی

(۱) آرزو۔ منشی بادشاہ [illegible] سہارنپوری حال [illegible] ولادت ۱۸۹۹ء کلکتہ میں مقیم تھے

صاحب تلامذہ تھے مجموعۂ کلام الہام سحر کلکتہ سے شائع ہو چکا تھا اس مجموعے کو مصنف نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے استاد کے نام معنون کیا تھا "کمال ادب و خلوص اپنے ان چند افکار پریشاں کو مخدوم و محترم امام المتغزلین حضرت مولانا شوکت علی خاں صاحب فانی مرحوم کے نام نامی و اسم گرامی جن کی بزرگانہ شفقت اور برکات تربیت کا نتیجہ وہ سب کچھ ہے جو الہام سحر کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے اپنے قلب و روح کی گہرائیوں کے ساتھ معنون کرتا ہوں۔"

نمونۂ کلام عشق آرزو بنکر خود حجاب حائل ہے ورنہ دوری کیا ہے حسن بے نقاب کا (الہام سحر)

(۲) حیرت۔ مولوی سید حسن صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۹۰ء۔ ۱۹۵۹ء

ملازم محکمۂ امور مذہبی حیدرآباد دکن۔ خلف و شاگرد مولوی سید محمد حسین اثر بدایونی شاگرد جناب فانی بدایونی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں مدرسہ قادریہ بدایوں اور مدرسہ عالیہ رامپور میں تعلیم پائی پنجاب یونیورسٹی سے امتحانات علوم شرقیہ کی اسناد بھی حاصل کی تھیں۔

نمونۂ کلام کسی نے اک نظر عکس جہاں اپنا جو دیکھا تھا
یہ حیرت ہے کہ آئینوں کی حیرانی نہیں جاتی

انقلاب اب جو آتے ہیں آتے رہیں رنگ پر رنگ عالم بدلتا رہے
ہم سے کیا ہم پرانے گنہگار ہیں ساقیا دور پر دور چلتا رہے

قفس ہوش سے ہے عافیت دہر تک ہوش کر رہم ہی دنیا سے اٹھا دے ساقی
حرم رکھتی ہے حرابات پہ ساری دنیا ساری دنیا کو خرابات بنا دے ساقی

(نگارستان [illegible])

ہستی وہ لفظ ہے ورق روزگار پر | نا آشنائے مطلب و معنی کہیں جسے
اونچا ہے بلند ہے حیرت مقام عشق | خلوت سرائے برزخ کبریٰ کہیں جسے

(۳) فرید قادری بدایونی ۔ منشی فرید بخش صدیقی متولی بدایونی ولادت

خلف مولوی حامد بخش حامد بدایونی خلف مولوی محمد بخش صدالصدور برادر مولوی علی بخش شرر بدایونی
علی گڑھ یونیورسٹی سے ۱۹۲۹ء میں ایم اے کیا ۱۹۲۲ء میں شاعری کا آغاز کیا اور دو سال والی صاحب
کو کلام دکھایا پھر ۔۔۔ حالی ساکن محلہ ۔۔۔ ۔۔۔

نمونۂ کلام

بس قدر ہے ہاتھ آتی ہے | پھر سکے بعد گلستاں میں کیا نہ رہے
۔۔۔ محرومیوں سے ۔۔۔ ۔۔۔ | اور تکمیل حیاتِ مختصر ہو لی گئی
قفالوں کی دنیا سے گھبرا کے | خرد نے لئے ہیں جنوں کے سہارے
ہم نے خود ۔۔۔ دیکھے | ماتھا پڑتا ہے تو اپنے ہی گریبانوں پر
جو تم سے خود میاں کی شکایت بھی نہیں کرتے | وہ دیوانے مزاج گردش دوراں سمجھتے ہیں
یہ سمجھ کر موت ما نگوں | پوچھتے ہیں تری خوشی کیا ہے

(۴) ثنا لودی بدایونی ۔ منشی عابد سعید خاں ولادت ۱۹۰۵ء سکونت محلہ

۔۔۔ بدایوں نواسہ خان بہادر منشی سعادت حسین مدہوش بدایونی شاگرد حضرت غالب
دہلوی ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی ۔ انجمن تعلیم الشعرا بدایوں اور بزم ثانی
بدایوں کے صدر رہے مجموعہ کلام رنگا رنگ ۱۹۵۹ء میں شائع ہو چکا ہے

نمونۂ کلام

ہو چکیں دنیا کی جب رسوائیاں | اب ترکِ تمنا کیا کروں
ابھی تو جستجو میں آپ کی سرگرم سرگرداں ہوں | کریں گے آپ اسکے بعد میری جستجو ۔۔۔ ۱۹۵۲ء

(آجکل فروری ۱۹۶۰ء) (میگزین اسلامیہ کالج بدایوں)

(۵) مختار سبزواری بدایونی ۔ حکیم سید مختار احمد ولادت ۱۸۹۸ء خلف حکیم

سید ظہیر احمد ظہیرؔ بدایونی اولڈ انڈین میڈیکل کالج پٹیالہ سے شمس الحکما کی سند حاصل کی۔ آغاز شاعری ۱۹۱۷ء [illegible] مولانا بدایونی سے اصلاح لی۔ مجموعہ کلام "التجا" بھی شائع ہوچکا ہے حیات فانی اور یادگار ظہیر بھی مطبوعہ ہیں۔

نمونہ کلام: مضطرب سطریں میں ہر دل رہتہ ہے [illegible] — عاشقانہ سحر آرائی کی پہلی شام ہے

اس نخست لو مری [illegible] دیا دے — رنگ کا بھی حضرتا شوق کی تصویر میں

جناب محمد اکمل صاحبزادے تھے ادریس احمد آتشؔ بدایونی ولادت ۱۹۳۳ء کا نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

طعنہ دوست کا ہوا ہیں آنا حال — دوست کی بات ہر [illegible] گراں ہوتی ہے

(٦) طالب لکھنوی۔ سید قطب الدین رزاقی لکھنوی ولادت ۱۹۲۴ء

[illegible] شاگرد خاص فانی بدایونی و حیرت بدایونی۔

نمونہ کلام: [illegible] میں مسکان [illegible] — مری منزل کے قابل نہیں کوئی ستارہ

کچھ نہ سمجھ لے تو ہیں ہم مہر وماہ پر چھڑے — [illegible]

(۷) ندیم۔ میر خیرات علی حیدرآبادی [illegible] شاگرد فانی [illegible]

نمونہ کلام: [illegible] — [illegible] اختر حیدرآبادی

[illegible]

(۸) مجاز۔ منشی اسرار الحق ردولوی ۱۹۱۲ء – ۱۹۵۵ء مجموعہ کلام رنگ و سنگ مطبوعہ۔ لکھنو سے میٹرک کرکے سینٹ جانس کالج آگرہ میں تعلیم پائی آگرے میں فانی صاحب کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہا تھا۔ کلام پر فانی صاحب سے اصلاح لی۔ آگرے کے بعد علیگڑھ میں بھی تعلیم پائی۔ آپ کی ولادت ردولی [illegible] لکھنو [illegible] اور شاعری ۱۹۳۱ء میں آگرے میں کی آپ ترقی پسندوں میں فیض احمد فیض، قتیل شفائی، ساحر لدھیانوی، مجروح سلطان پوری، احمد ندیم قاسمی اور مخدوم محی الدین کے پیش رو تھے ڈاکٹر محمد حسن فرماتے ہیں کہ مجاز کی شاعری غزل گوئی سے اور غزل گوئی فانی بدایونی کے زیر اثر شروع ہوئی۔

نمونۂ کلام
سچ تو یہ ہے مجاز کی دنیا — حسن اور عشق کے سوا کیا ہے
عشق ہی عشق ہے دنیا میری — فتنۂ عقل سے بیزار ہوں میں
اہل دنیا کے لیے ننگ سہی — رونقِ انجمنِ یار ہوں میں
رشک صد ہوش ہے مستی میری — ایسی مستی ہے کہ ہشیار ہوں میں
ان بلندیوں کا عالم نہ پوچھو — صہبا کی صہبا مستی ہی مستی
وہ آ ملی جاتے وہ ہو نہیں جاتے — چشمِ تمنا پھر بھی ترسی
نگاہ سے آنکھ جب ہیں ملتی — دل سے دل ہم کلام ہوتا ہے

(فوقی بدایونی، حالات ۱۸۷۵ء)

(۹) اختر انصاری بدایونی ثم دہلوی

محمد محفوظ اللہ بدایونی ثم دہلوی ایم اے ولادت ۱۹۰۹ء

آپکی تصانیف ہیں (۱) آبگینے (۲) نیرنگِ زیست (۳) خوناب (مجموعۂ کلام) (۴) سرورِ حال (۵) خندۂ سحر (۶) روحِ عصر (۷) شعلۂ جام (۸) درد و داغ (۹) نغمۂ روح (۱۰) وبالِ زخم (۱۱) اندھی دنیا (افسانے) (۱۲) نارد (افسانے) (۱۳) حوانی (افسانے) (۱۴) ہماری ادب (۱۵) ایک ادبی ڈائری (۱۶) حالی اور سائنٹیفک تنقید شعور

نمونۂ کلام رات بھر لیتے ہیں ہمارے دل سے روداد شباب

ان کو میری وہ شباب افروز راتیں یاد ہیں

اختر مذاق درد کا مارا ہوا ہوں میں

کھاتے ہیں اہلِ درد مرے نام کی قسم

وہ معتقد ہوں اختر کلام فانی کا

کہ عیش جاودانی کے بدلے

بس یہ نا ہے اختر — اور مرا داک فسانہ ہے

اک کہانی ہے زندگی اختر — ورنہ بے مزہ کہانی ہے

(بزم ادب ۲ طبع)

(۱۰) افسر بستی محمد افسر ہاشمی بدایونی۔

مومن دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی

حکیم محمد مومن خاں ۱۸۰۰ء ۱۸۵۱ء خلف حکیم غلام نبی خاں دہلوی۔ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی اور حکیم مولوی عبداللہ خاں علوی قائم گنجوی سے تحصیل علم کیا۔ (اعجاز سخن) ۱۸۳۰ء ۱۲۴۵ھ میں خواجہ محمد نصیر رنج دہلوی نواسہ حضرت خواجہ میر درد کی دختر سے عقد کیا۔ مومن ایک متمول خاندان میں پیدا ہوئے وار اس وجہ سے شروع سے رنگ رلیوں میں پڑ گئے جو اس عہد کے امیر زادوں کی خصوصیات تھیں بقول رحمت اللہ بیگ ان کی محفل کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دربار ہو رہا ہے کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے اور بلا ضرورت بولنے کا یارا نہیں وہ خاندانی طبیب اور نامور شاعر تھے لیکن انہوں نے طبابت یا شاعری کو ذریعہ معاش بنانا پسند نہ کیا نجوم و رمل شطرنج و موسیقی وغیرہ ان کے روزمرہ کے مشاغل تھے۔ آخر میں لہو و لعب سے تائب ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے (تاریخ ادب اردو) ان سے کلیات اردو و دیوان فارسی اور کئی مثنویات یادگار رہیں۔ آپ نے سنہ ۱۸۴۳ء یا اس کے بعد رام پور و سہسوان و بدایوں کا سفر کیا۔ سہسوان کے سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ نواب محمد سعید خاں جو بعد کو نواب رام پور رہے سہسوان میں ڈپٹی کلکٹر تھے ان کی ملاقات کے لیے مومن سہسوان آئے تھے۔ حیات العلما (تذکرہ علمائے سہسوان) کے مولف نے لکھا ہے آپ مولانا سید تاج الدین حسن نقوی مودودی سہسوانی ۹۶
۱۹۰۱ء ۱۲۷۶ء شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حیات مومن کے مولف عرشی گیاوی نے لکھا ہے کہ مومن اپنے ایک ہمراز حکیم سید مظہر علی صاحب نقوی مودودی سہسوانی رئیس سہسوان کے یہاں تشریف لاتے تھے اور ان کی فرمائش پر شرح سدیدی لکھی۔ سہسوان کے متعلق آپ نے یہ شعر کہے تھے ع

چھوڑ دلی کو سہسوان آیا ہرزہ گردی میں مبتلا ہوں میں

مجھے پہنچا دو میرے صاحب تک | کہ غلام گریز پا ہوں میں

مومن بدایوں اور کھیڑہ بزرگ ضلع بدایوں میں بھی تشریف لائے تھے بدایوں کے متعلق ان کا شعر ہے۔

بدایوں میں مجھے جوشِ جنوں لایا ہے دلی سے | یہ کیونکر چارہ پندِ خردمندانِ ہوش آیا

مومن شاعری میں شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد تھے مگر تھوڑے دنوں ان کو کلام دکھایا تھا ان کی شاعری کے بارے میں نواب مصطفٰے خاں شیفتہ دہلوی لکھتے ہیں کہ شاعری ان کے لیے باعثِ عزت نہیں بے قوتِ شاعری میں ان جیسا کم پیدا ہوا ہے۔ ہر صنفِ شاعری میں ایسا مقام رکھتے ہیں جو کسی کو میسر نہیں ہوا (گلشن بیخار) غزل کے علاوہ قصائد میں ان کا خاص رنگ تھا مثنویوں میں تو بے مثل رنگ ہے تخیل اعلیٰ درجے کا ہے۔ غالب کی طرح ان کا کلام پرانا نہیں ہوا جب پڑھتے نیا لطف ملتا ہے (انتخاب زندیں)

بجز دو قصیدوں کے جو نواب ٹونک اور راجہ پٹیالہ کے لیے لکھے تھے مومن نے کوئی قصیدہ اہلِ دنیا کی تعریف میں نہیں لکھا مندرجہ بالا دونوں قصیدے کسی صلے کے قصیدے نہیں ہیں باقی تمام قصائد حمد و نعت و منقبت میں ہیں۔

ان کے کلیات میں دس مثنویاں ملتی ہیں پہلی عشقیہ اور آپ بیتی ہیں ایک مناجات اور باقی میں حمد و نعت و جہاد ہیں۔ ان تمام مثنویوں میں وقت پسندی، مضمون آفرینی تکلف، معاملہ بندی اور بدیع الاسلوبی علی وجہ الکمال نظر آتی ہیں۔

انتخاب مثنوی کیسی رسوائیاں ہوئیں ہے ہے | محشر آرائیاں ہوئیں ہے ہے

کاوشِ اقربا کی دل شکنی | طعنہ دشمناں کی نیش زنی

میں کہاں اور کہاں خود آرائی | بےخودی ہو گئی تماشائی

لذتیں شور شول پر آتی ہیں — حسرتیں جان کھاتے جاتی ہیں
منہ میں پڑتی ہیں سے کھیل اڑا کر — زندگانی ہے غصہ کھانے پر
بھوک بھی گر لگے تو غم کھاؤں — تشنگی ہو تو اشک پی جاؤں

دوسری مثنوی کا آغاز

اب عشق ہوا ہے پھر یہاں پھر — بے تاب و تواں ہے جان ناتواں پھر
پھر دل کو تپش سی ہو رہی ہے — سینے میں خلش سی ہو رہی ہے
پھر داغ ہوا ہے تازہ و تر — پھر زخم جگر ہنسے ہے گل پر
پھر دیدۂ تر ہے وقف داماں — پھر ہاتھ سے مائل گریباں

مثنوی محبوب

تے کو رکھتی آگے لا کر — اور کہتی یہ منہ سے منہ ملا کر
لو دیکھو کرو ذرا تو انصاف — ہم دونوں میں کس کا رنگ ہے صاف
پھر اپنے غرور میں جو آتی — خاطر میں کسی کو بھی نہ لاتی
خود بینی سے ہوش میں نہ رہتی — آئینے کو پھینک مجھ سے کہتی
دیکھو تو یہ غور چشم بددور — یوسف کردہ ہے جہاں میں مشہور
کیا اس کی بھی صورت ایسی ہی تھی — کیا اسکی بھی طلعت ایسی ہی تھی
یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی — یہ شوخ نگاہ تو نہ ہوگی
ایسی تو نہ ہوگی جامہ زیبی — ایسی تو نہ ہوگی دل فریبی
ایسی تو شرارتیں نہ ہوں گی — یہ گرم اشارتیں نہ ہوں گی

انتخاب غزلیات

نہ جاؤنگا کبھی جنت میں میں نہ جاؤنگا — اگر نہ ہوئے گا نقشہ تیرے گھر کا سا

تیرے پردے نے کی یہ پردہ دری — ترے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا
کیا تم نے قتل جہاں اک نظر میں — کسی نے کسی کا تماشا نہ دیکھا

ہم جان فدا کرتے گر وعدہ وفا ہوتا
مرنا ہی مقدر تھا وہ آتے تو کیا ہوتا

وصل میں احتمال شادی مرگ
چارہ گر درد بے دوا ہے عشق

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

اب کوئی کیا کرے علاج افسوس
موت نے بھی دیا جواب ہمیں

بت دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں

تا نہ پڑے خلل کہیں آپ کے خواب ناز میں
ہم نہیں چاہتے کمی اپنی شب دراز میں

ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کرکے
تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اس کا نہ دیکھنا نگہ التفات سے

مومن آؤ تمہیں بھی دکھلا دیں
سیر بت خانے میں خدائی کی

وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے
خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے

شب ہجر میں کیا ہجوم بلا ہے
زباں تھک گئی مرحبا کہتے کہتے

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
میں وہی ہوں مومن مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہم سمجھتے ہیں زمانے کو | عدو کچھ جا بیٹھے ستانے کو
بارگاہ کریں کے اب سے دعا ہم یار کی | آخر تو دشمنی ہے اس دعا کے ساتھ
جاشیہ مل جائے یا رب جلس پردہ | جیبِ نقش ہے تو ہر رو تا جائے ہے
یہ عذر امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا | میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

تلامذہ جناب مومن دہلوی رحمۃ اللہ شاگرد رشید نصیر دہلوی

(۱) شیفتہ دہلوی ۔ نواب محمد مصطفیٰ خاں سنہ ۱۸۰۶ء تا سنہ ۱۸۶۹ء خلف عظیم الدولہ

سرفراز الملک نواب مرتضیٰ خاں ان کے والد نے لارڈ لیک اور جسونت راؤ ہلکر کے مابین صلح کرائی تھی اس کے صلے میں جاگیر پائی تھی۔ شیفتہ نے سنہ ۱۸ میں حج کیا اور ایک سفرنامہ لکھا تھا جو مطبوعہ موجود ہے۔ سفر کے دوران شیخ عبداللہ سراج مکی و شیخ محمد عابد سندھی مدنی و حاجی نور محمد نقشبندی سے اجازت حدیث حاصل کی ہے۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی سنہ ۱۸۴۶ء و شاہ ابو سعید نقشبندی مجددی رام پوری ثم دہلوی سنہ ۱۸۳۵ء تا سنہ ۱۸۲۴ء شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی رام پوری ثم دہلوی سنہ ۱۸۰۲ء تا سنہ ۱۸۶۴ء و شاہ عبدالغنی صاحب نقشبندی مجددی رام پوری سنہ ۱۸۲۱ء ... سے بیعت کی۔

نواب صدیق حسن خاں نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ... اور ... قبل سے ان شخص ان کو دیکھا ہے نہیں کرسکتا تھا۔ وہ صاحب علم و فہم ... ہے۔ جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء میں جناب شیفتہ بھی ماخوذ ہوئے اور ان کی جملہ املاک و جائداد ضبط ہوگئی اور سات سال قید کا حکم ہوا لیکن دو تین ماہ کے بعد قید سے نجات مل گئی اور اس کے بعد جائیداد بھی واگذاشت ہوگئی ان کی رہائی کے سلسلے میں نواب صدیق حسن خاں نے بڑی جد وجہد کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو مشکور کیا۔

انتقال کے بعد جناب شیفتہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کی درگاہ میں مدفون ہوئے
آپ شاعری میں حضرت مومن دہلوی و جناب غالب دہلوی کے شاگرد تھے کلام میں حکمت و
تصوف و اخلاق کے علاوہ حسن و عشق کے جذبات ہیں۔ (تاریخ تمدن بلوچ کلم۔ انتخاب زریں)

نمونۂ کلام

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ — اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی
اظہار عشق اس سے نہ کرنا تھا شیفتہ — یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا
کچھ درد کے مطربوں کی لے ہیں — کچھ آگ کے مرغ دل جلے ہیں
سنا ہے ... قدم نہ رکھیں — بزم حرم دبار ... کے ہیں

تلامذہ حضرت شیفتہ دہلوی شاگرد جناب مومن دہلوی

(۱) ڈاکٹر حکیم مولوی مجاہد الدین صدیقی متولی بدایونی ۱۸۳۷-۱۹۱۴ء

خلف شیخ مبارز الدین احمد خلف شیخ رضاء الدین مرحوم بدایونی۔ آپ باکمال طبیب تھے۔
علم طب میں حکیم غلام دستگیر خاں لکھنوی و حکیم محمد یعقوب خاں لکھنوی و حکیم ثناء اللہ لکھنوی کے
شاگرد تھے طریقت میں حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحبؒ سجادہ نشین مارہرہ شریف
۱۸۶۹ء سے بیعت و خلافت حاصل تھی لیکن مرید نہیں کرتے تھے اپنے مکان واقع محلہ سوتہ
بدایوں کو خانہ موسوم کرکے معہ جائداد برائے محافل میلاد وقف کردیا تھا اس جگہ ہر سال
یکم تا دوازدہم ماہ ربیع الاول نہایت اہتمام سے محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں آپ اسی خانہ
کے گوشہ میں آسودہ ہیں قبر میں اتارنے کے بعد میت پر اس قدر پھول برسائے گئے تھے
کہ قبر اوپر تک پھولوں سے بھر گئی تھی مادۂ تاریخ وفات "مزار اقدس ذاکر" ہے آپ کی فاتحہ
۱۳۳۲ (۱۹۱۴)
چہلم میں حضرت سرکار سیدنا سید شاہ مہدی حسن صاحبؒ سجادہ نشین مارہرہ شریف ۱۸۶۵-۱۹۴۲ء

اپنے جد بزرگوار حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ کی چادر مبارک لیکر بعد دعوم ... سے تشریف لاتے تھے۔

جناب ذاکر بدایونی کی تصانیف ہیں ... ۱۸۵۹ء ۱۲۷۴ھ (۲) تنویر المحافل ۱۸۶۲ء ۱۲۹۳ھ منظوم مشتمل بر معجزات نبوی (۳) محو ترسنی (نسب نامہ متولیان بدایون) (۴) ذریعہ نجات ۱۸۹۰ء ۱۳۰۰ھ یعنی دیوان نعت و منقبت (۵) تہذیب المحافل ۱۸۹۳ء ۱۳۱۰ھ مشتمل بر آداب محفل میلاد (۶) بیاض حکمت ۱۸۹۵ء ۱۳۱۲ھ (۷) مظہر الاسلام ۱۸۹۱ء ۱۳۰۸ھ مشتمل بر سیرت نبوی ہیں (آئینہ دلدار)

نمونہ کلام

نعت گوئی اور نثر ہے اثر ہے اور چیز — اس میں ہے اعجاز شعر اس میں بیت الحاد ہیں

بدایونی خود غزل کہتا ہوں خود پڑھتا ہوں بزم میں — کون سا مداح ہے میرے برابر دونوں

تلامذہ جناب ذاکر بدایونی شاگرد شفقہ دلون

(۱) عالی۔ مولوی کفیل الدین صدیقی متولی بدایونی خلف وشاگرد حضرت

ذاکر بدایونی۔ آپ نے جناب مذنب بدایونی اور حضرت احسن مارہروی سے بھی استفادہ کیا تھا۔

دیکھئے صفحہ ۹

(۲) مورخ۔ مولوی حسنین احمد صدیقی متولی بدایونی مقیم کراچی ۱۹۶۲ء

برادر جناب اکرام احمد شاد بدایونی انتقال کراچی۔ آپ جناب دلاور دگار صدیقی بدایونی کے فرزند تھے۔ بڑے بذلہ سنج اور زندہ دل انسان اور بڑی سوجھ بوجھ کے آدمی تھے۔ مزاحیہ شاعری کرتے تھے۔ آپ کے دونوں صاحبزادگان جناب منور بدایونی م ۱۹۸۴ء اور جناب محشر بدایونی شعر و سخن میں بہت ممتاز ہیں۔

کلام یہ ترا طرز تکلم یہ ترا رنگ بیاں — یاد آئے گا مورخ تیرے مر جانے کے بعد

اسبابِ مثنوی

مرا سحر میں لوگ مانے ہوئے — مرت کھر کے جو بیٹھ بانسے ہوئے

جوبہ نامہ

شب و روز باجے بجاتے ہیں وہ — کہ برتن میرے کھڑکھڑاتے ہیں وہ

دورنئے الٰہ جو ڈالا تو اندر سے کاٹ — تو نیچے تو گیا خیرا دیر کا ٹاٹ

پکن ہاری میری جو ہے او لیا — نہ گا دس کڑھائی تو لاتے توا

وہ رکھتی نہیں ڈھک کے بس کوئی شے — کہ الفت اسے خاص چوہوں سے ہے

لگے یا خدا اس کے منہ کو لگام — جو لے سامنے میرے بلّی کا نام

مگر کینے کی موت بلّی مرے — جو چوہوں سے بیر وہ چوہی بھی کرے

خدا کی عنایت سے مانند شیر — پھریں میرے گھر میں وہ دیدہ دلیر

درخواست ملازمت بخدمت جناب آغا مرزا بریلوی اسسٹنٹ ریکارڈ آفیسر بدایوں

کہ عرضم رساند بہ آغائے من — کہ ملجائے خلق است دماوائے من

کہ ہم ان خدائی کے ماروں میں ہیں — جو درنج اب تک امیدواروں میں ہیں

زمانے میں سب سے نرالے ہیں ہم — بڑی مشکلوں کے نکالے ہیں ہم

یہی عمر بھر ہم نے کھودی ہے گھاس — کئی بدولتوں کا مارا ہے ناس

مگر با ہمہ کس نہ پرسد کہ کیست — یہاں ختم امید میں ہے یہ زیست

بہ اکرام مضمون نگاری من — ترحم بہ امیدواری من

دعا گو کی بھی کچھ دعا لیجئے — بدرخ کو بھی نوکری دیجئے

اضافۂ گرانی

ہر جنس کی بازار میں ہو کیوں نہ گرانی — جب گرمی بازار نے پایا ہے اضافہ

اللہ کرے ہو یوں ہی ہر اک کی ترقی — ہر جنس گرانبار نے پایا ہے اضافہ

سرکوبیِ عشاقِ حسینانِ جہاں سے — رنگِ درو دیوانے پایا ہے لفافہ

اب حال زمانے کی زبان سے نمایاں ہے — وہ شرفی رفتار نے پایا ہے اضافہ
باقی نہ کوئی حد بھی اب دل تنگی کی — گلستان ملک آزار نے پایا ہے انارہ
مل جائے اعادہ یہ مرثیہ قرین قبول — گویا مرے اشعار نے پایا ہے لفافہ

زبان کی سلاستی
میرے املک کی یہ رمزیں ہیں خاص — انکو کیا جانے تو درخ کوئی غیر
ہر بلا کو مرے سر سے ٹالا — پہلے آئی تھی تو ٹوٹا تھا بیر
اب کے بھی سر ہے سلامت میرا — ہاتھ ڈٹا ہے فقط جان کی خیر
خیر یہ باتیں تو جو ہوں سو ہوں — خاتمہ ہو مرا یا رب بالخیر

جناب نسیم دہلوی شاگرد حضرت مومن دہلوی

نسیم۔ مرزا اصغر علی خاں دہلوی م ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء لکھنؤ میں اکثر قیام رہتا تھا

صاحب تصانیف تھے۔ ان کی تصانیف میں الف لیلہ یادگار ہے۔

نمونۂ کلام
نام مرا سنتے ہی شرما سا گئے — تم نے تو خود آپ کو رسوا کیا
کسقدر خاطر تمہیں وہ ہے دشوار پسند — جز اجل کچھ نہیں کرتا ترا بیمار پسند
دم ان نکل جائیں کہو عاشق مضطر کے — آخر نہ مرے پوچھو رو لینے دو جی بھر کے

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

تلامذہ جناب نسیم دہلوی شاگرد حضرت مومن دہلوی (۱) بقا لکھنوی
(۲) تسلیم لکھنوی

بقا۔ خواجہ محمد مرتضی لکھنوی

نمونۂ کلام
دور میں جام شراب تو مسکرا کر لے تو دو — تالیہ مینا میں جان بادہ خوار آنے تو دو (خم خانۂ جاوید)

تلامذہ خواجہ محمد مرتضیٰ بقا لکھنوی

آسان۔ سید محمد جعفر کانپوری ۱۸۶۲ء سنہ ۱۹۱۷ء خلف میر محب علی

سلیس مرثیہ گو۔ رنگین طبع اور خوش فکر تھے تشبیہات و استعارات نہایت لطافت سے استعمال کرتے تھے۔

نمونہ کلام ہوتی نہیں آخر کسی صورت یہ خدایا / کیا صبح قیامت شب فرقت کی سحر ہے

تلامذہ جناب آسان کانپوری شاگرد بقا لکھنوی

شوق۔ منشی ابن علی بدایونی محرر کوتوالی کانپور

نمونہ کلام کشمکش حسرتوں سے تھی دل میں / تم نے بھی کس جگہ قیام کیا
آپ اور آپ سے انصاف کا دعویٰ کیا خوب / حشر پہ فیصلا اب ہم نے اٹھا رکھا ہے

(...)

تسلیم لکھنوی۔ منشی امیر اللہ انصاری دریابادی ثم لکھنوی ۱۸۱۰ء سنہ ۱۹۱۰ء

خلف مولوی عبدالصمد عربی و فارسی میں ذی استعداد اور اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے۔ پہلے محمد علی شاہ اور واجد علی شاہ والیان اودھ اور آخر میں نواب کلب علی خاں والی رام پور کے ملازم رہے اس کے بعد مطبع نول کشور لکھنؤ میں ملازم رہے کلیات کے علاوہ دو دیوان نظم ارجمند اور نظم دل افروز اور سات مثنویاں ان سے یادگار رہیں چار مثنویوں کے نام نالہ تسلیم۔ دل و جان۔ صبح خنداں اور شام ... تاریخ ریاست رام پور بھی تین جلد ... آپ نے لکھی تھی

حکیم برہم گورکھپوری نے ۱۹۱۰ء میں آپ سے رام پور میں ملاقات کی تھی اس وقت آپ بصارت اور سماعت سے محروم ہو چکے تھے فرماتے ہیں کہ جب نواب حامد علی خاں والی رام پور ولایت کو گئے تو جناب تسلیم لکھنوی نے اخبارات دیکھ دیکھ کر سفرنامہ نظم کرنا شروع کر دیا جب نواب صاحب واپس آئے تو تسلیم صاحب نے قصیدے کے بعد سفرنامہ بھی پیش کر دیا۔ نواب صاحب نے سفرنامہ لیکر بس رکھ دیا کوئی اعتنا کرتے گیا۔ آپ نے چھتیس ہزار شعر کا دوسرا سفرنامہ تیار کر لیا۔ حکیم برہم فرماتے ہیں کہ ریاست رام پور سے جناب تسلیم کو چالیس روپیہ ماہوار پنشن ملتی تھی جس سے آپ گزر اوقات کرتے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جو پڑھے لکھے نہ تھے لکھنؤ میں رہتے تھے انہوں نے شادی بھی نہیں کی تھی (مشرق گورکھپور نومبر ۱۹۱۰ء)

جناب تسلیم لکھنوی دبستان دہلی سے تعلق رکھتے تھے اس پر ان کو فخر تھا چنانچہ فرماتے ہیں

ہوا اے تسلیم شاگرد نسیم دہلوی — مجھکو طرز شاعران لکھنؤ سے کیا غرض

(انتخاب یادگار صفحہ ۹۵ یادگار ضیغم صفحہ ۷۹-۸۰ خمخانۂ جاوید صفحہ ۳۷)

نمونۂ کلام جناب تسلیم لکھنوی

جنوں میں بھی شریک بیکسی ہوں جسم عریاں کا — کبھی صدقہ ہے دامن کا کبھی ماتم گریباں کا
ہزاروں فتنے کیونکر دامن محشر سے اٹھتے ہیں — کوئی پیوند ہوگا اے جنوں میرے گریباں کا
بسر کرتا ہوں سو یاں شمل طفلاں اشک محرومی — پشیماں میں نہ دامن کا نہ شرمندہ گریباں کا
ہم پرستوں کیلئے حشر کا دھڑکا کیا ہے — غم امروز نہیں ہے غم فردا کیسا ہے
آؤ گے تم جو عیادت کو دم آخر بھی — جان کے ساتھ نکل جائے گی حسرت دید کی

تلامذہ جناب تسلیم لکھنوی

(۱) بدر، منشی حسن افضل صدیقی حمیدی بدایونی خلف مولوی افضل علی ضو بدایونی آپ نے جناب تسلیم لکھنوی کے بعد جناب قمر بدایونی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ آپ کا ذکر جناب قمر بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۲۷۱

(۲) عالی۔ مولوی رفیع احمد صاحب صدیقی بدایونی ۱۲۸۸ ۱۳۴۲ھ خلف

مولوی کمال احمد خلف منشی محمد اجمل خلف مولوی محمد افضل صاحب مولف ہدایۃ المخلوق خلیفہ حضرت سید آل احمد اچھے میاں صاحب مارہروی قدس سرہ۔ حضرت عالی بدایوں میں وکیل تھے۔ مولانا محب احمد بدایونی سے تعلیم پائی دو دیوان نور دل نظم و خانہ حیرت کے علاوہ تصحیح اللغات اور نظام الاصول آپ کی یادگار ہیں

نمونہ کلام:

اس ستم ایجاد کو نام محبت سے ہے ننگ — کیا قیامت آگئی دور وفا جاتا رہا
عالی بتوں کو دیکھ کے ہوتی ہے عقل دنگ — قربان جاؤں صنعت پروردگار پر
امید نہیں وعدہ دیدار وفا ہو — تو حشر میں کل یار سے کچھ جائے تو کیا ہو
نام یہ ہو میرا جوں سا کر — جانے دو اب اس پہ خاک ڈالو
حب دعا موت کی مانگی تو وہ زمانے لگے — خود خفا ہوتے ہو آپ تو ذات کیسی
اس نے نام دعا سے آپ کو لوٹ ہے کیوں — چل دیے اٹھ کر جہاں ذکر دعا ہونے لگا
ہی کیا تو میں یہ سمجھا ہی گیا — جیتے جی کا ذوق تھا جاتا رہا

[illegible]

(۳) حبیب ساکن سیلم پور ضلع بدایوں

تلامذہ عالی بدایونی شاگرد جناب تسلیم لکھنوی

(۱) رضی دشتر بدایونی
(۲) پیر میر ضیا احمد ضیا بدایونی ۱۳۰۶ھ

(۱) رضی دشتر بدایونی۔ مولوی رضی احمد صدیقی ۱۸۷۸ء ۱۹۳۹ء خلف و شاگرد

جناب عالی بدایونی سب انسپکٹر پولیس کے عہدے پر شاہجہانپور رائے بریلی اور اناؤ کے اضلاع میں متعین رہے ۱۹۲۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وطن میں مقیم رہے اور موروثی زمینداری کے انتظام میں مصروف رہے مدت شاعری کم و بیش پچاس سال تھی شاعری میں مومن و غالب کے پیروی کیا کرتے تھے آپ کے کلام کی خصوصیات رفعت تخیل چلتی تراکیب چستی بندش اور نزاکت تشبیہات ہیں آپ نے شاعری کی فرسودہ راہ سے الگ ہو کر جذبات کی صحیح ترجمانی اور نقوش فطرت کی حقیقی مصوری کو اپنا نصب العین قرار دیا اس لحاظ سے اپنے دور کی ممتاز ہستیوں میں سے تھے۔

نمونہ کلام: جیا بھی شوق دید کے ہاتھوں محال تھا — مرنا بھی تیرے وعدے نے دشوار کر دیا

سحرِ وصل نہ پوچھو انجمنِ عشق کا رنگ
کیا خزاں دیدہ کسی نے پھر اور پھولے پھلے

ہر پیرہن سے آتی ہے بوئے قبائے دوست
کبھی خورشید کبھی برق کبھی شعلۂ طور

سرخیِ خونِ تمنا کا اندازہ کر کے
کیا مری بے پری سے ہے صیاد مطمئن

پئے مشقِ جفائے ناز بیداد پسند آیا
قفس تو پھر قفس ہے دل ہو جب بیگانۂ راحت

شمیمِ گل کو دیوارِ چمن کب روک سکتی ہے
اے اے موجِ گردابِ فنا تو کیا ڈراتی ہے

جھانک کر کس نے درِ چاکِ جگر سے دیکھا
ہے یہی دوست ہے رگِ جاں سے قریب تر

ہنگامِ نزع وہ بھی تھا کیا بیکسی کا وقت
جھک کر طرف نگاہ کی بسمل بنا دیا

حسرتِ لذتِ تعذیر عیاذاً باللہ
آ آ کے سرِ قبر بہا جاتے ہیں آنسو

روحِ نشاط پھر ترے تغزل نے پھونک دی
رحمت ہے ہر اقتضا درہ سعیِ طلب میں

کچھ شغل چاہیے دلِ حرماں نصیب کو

ساتھ لیتا گیا سب رونقِ محفل کوئی
کرا یہ کچھ گردِ ہولہ یہ تیرا اثر آیا ہے

ہے مجاز ایک حقیقت بے لیے ہوئے
رنگ بدلے ہیں ہزاروں تری یکتائی نے

کر دیا عشق نے رنگین ترے افسانے کو
بیٹھا ہوا ہے بابِ قفس وا کیے ہوئے

مجھے یہ انتخابِ ناوکِ قاتل پسند آیا
گلستاں پر بھی اطلاقِ گلستاں ہو نہیں سکتا

سبک روحِ جنوں پابندِ زنداں ہو نہیں سکتا
ازل سے کھیلتے گزری ہو جسکو جوشِ طوفاں سے

برق کی کوندگی آج رگِ جاں کے قریب
اللہ رے بیخودی کہ ہمیں کچھ خبر نہیں

وہ مجھ سے حال پوچھتے پھرتے میں خموش تھا
آنکھوں نے اور بھی تجھے قاتل بنا دیا

خود انہیں یاد دلاتا ہوں خطائیں اپنی
مطلب ہے یہ قبر بھی آرام نہ آئے

مست ہے سازِ نوہ تیرا خموش تھا
ٹھوکر کوئی لگی ہے تو بڑھتا ہے قدم اور

کیا کیجیے جو بات تم حسرت نہ کیجیے

عجب فسانۂ بے ربط ہے بیانِ جنوں
کہیں سے سلسلۂ داستاں نہیں ملتا

ذرے ذرے میں ہیں سو در بصیرت پنہاں
ادب آموزِ وفا خاک ہے پروانوں کی

قفس تک آ گئے تھے اڑ کر چمن سے کچھ تنکے
نظر میں پھر گئی تصویر آشیانے کی

چراغِ صبح تھا میں جل کے ہو گیا خاموش
موافق آئی نہ مجھ کو ہوا زمانے کی

ناکامیِ نظر ہے تماشا کہیں جسے
خود پردہ دارِ حسن ہے جلوہ کہیں جسے

یوں آؤ سامنے کہ نہ تابِ نظر رہے
جلوے کی ہو وہ شان کہ پردا کہیں جسے

تیرا گھر ہے مری آنکھوں میں تری جا دل میں
تو ہے مختار اب آنکھوں میں رہے یا دل میں

دل ترے صدمے کرے جاں مرا دلدار ہے تو
دل کے میں صدقے کہ ہے تیری تمنا دل میں

دلِ مشتاق کبھی معشوق کا آئینہ ہے
نظر آتا ہے ہمیں یار کا جلوہ دل میں

کوئی نیرنگِ محبت کا تماشا دیکھے
دل تری زلف میں ہے زلف کا سودا دل میں

دعوتِ سعیِ عمل دیتی ہے ہر مشکل مجھے
خضرِ منزل ہے خیالِ دوریِ منزل مجھے

ایک شوقِ مضطرب ہوں ایک جوشِ مستقل
کر دیا کیفِ محبت نے سراپا دل مجھے

غم کی فطرت ہی بدل دی غم پسندی نے مری
کوئی مشکل اب نظر آتی نہیں مشکل مجھے

موجِ طوفانِ بلا تیرے کرم کا شکریہ
کر گئی تو بے نیازِ حسرتِ ساحل مجھے

کر دیا راہِ طلب میں گم فریبِ شوق نے
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اب منزل کو میں منزل مجھے

ہوں کرم پروردۂ آغوشِ طوفانِ فنا
موج ہے کشتی مجھے گرداب ہے ساحل مجھے

فیضِ حسنِ بے تماشا عام ہے لیکن رضی
خود مرا ذوقِ نظر ہے پردہ حائل مجھے

فریاد بہ حضورِ سرورِ کائنات علیہ الثنا والتحیات از شرر بدایونی

اے چارہ گرِ دردِ نہاں وقتِ مدد ہے
اے بادشہِ کون و مکاں وقتِ مدد ہے

اے قبلۂ ایمان و اماں وقتِ مدد ہے
مظلومیٔ امت پہ نظر ہے کہ نہیں ہے
شاداں ہے ہر اک دشمنِ اسلام طرب سے
خاموش ہیں خدام ترے پاسِ ادب سے
ہے تنگ جہاں حلقہ بگوشانِ وفا پر
جب تک کہ غلاموں کو رہا ضبط کا یارا
تیرے دلِ نازک کا نہ صدمہ تھا گوارا
کس سے کریں تجھ سے جو نہ فریاد کریں ہم
وہ نخل جو سینچا گیا خونِ شہدا سے
تھا جس کا نمو باغِ محبت کی فضا سے
جس نخل سے پیوند تھا گلزارِ جناں کا
ایراں میں جما روسِ سیہ رو کا قدم ہے
ترکی پہ ادھر یورشِ افواجِ ستم ہے
گھیرا ہے غم و یاس نے اپنے خدام کو
ملتان سے اب اٹھا ہے طوفانِ قیامت
افواج کے رخ ہیں طرفِ دارِ خلافت
آفت میں گرفتار ہیں جو چھوٹے بڑے ہیں
یوں سینکڑوں نکلے ہیں پریشان وطن سے

اے شمعِ شبستانِ جہاں وقتِ مدد ہے
کچھ اپنے غلاموں کی خبر ہے کہ نہیں ہے
ہے غازۂ رخ خونِ شہیدانِ عرب سے
محرم نہیں آہنگِ فغاں جنبشِ لب سے
تکیہ ہے تری ذات پہ یا فضلِ خدا پر
سو رنج سہے دل پہ مگر دم بھی نہ مارا
کیا کیجیے بجز عرض نہیں اب کوئی چارا
اس یاس و مصیبت میں کسے یاد کریں ہم
جس نخل کی تھی پرورش آہوں کی ہوا سے
جس نخل کا سایہ تھا سوا ظلِ ہما سے
پامال ہے اب دستِ درازیٔ خزاں کا
شمشیرِ فرانسیس مراکو پہ علم ہے
طوفانِ حوادث سے غرض ناک میں دم ہے
کیوں جوش نہیں آتا ہے دریائے کرم کو
آمادۂ بیداد ہیں اربابِ شرارت
اللہ ہے اس جنگ میں رہ جائے جو عزت
کعبے کے نگہبان تباہی میں پڑے ہیں
جس طرح چلے نکہتِ برباد چمن سے

ہے تفرقہ ایسا ستمِ چرخِ کہن سے
ایک ایک کو خود جان کی عزت کی پڑی ہے
ہم ہند میں محفوظ ہیں گو فتنہ و شر سے
راحت نہیں دورِ فلکِ شعبدہ گر سے
بے باکیِ اغیار کا رد کر نہیں سکتے
جس سر کو جھکایا ہے ترے نقشِ قدم پر
ہے ننگِ جبیں سجدہ درِ قیصر و جم پر
ہو جائیں اگر خاک بھی طوفانِ فنا میں
تو نوحؑ کا طوفاں میں رہا نام و حامی
موسیٰؑ تھے درِ درگہِ اقدس کے سلامی
تو چاہے تو ہر طرح کا مقدور ہے تجھکو
مولا مرے صدقہ تجھے روحِ صلحا کا
صدقہ تجھے جانبازیِ شاہِ شہدا کا
حلقومِ شش ماہۂ معصوم کا صدقہ
پھر حوصلے کو رحمتِ پرواز عطا کر
تا پائے گہِ عرشِ علا ہاتھ اٹھا کر
نالوں سے سرِ کنگرۂ عرش ہلا دے
پھر گرمیِ ہنگامۂ تصدیق و یقیں ہو
پھر خاک کو حاصل شرفِ عرشِ بریں ہو

ماں باپ میں بچوں سے جدا بھائی بہن سے
کس کا کوئی پرساں ہو قیامت کی گھڑی ہے
پھر بھی نہ کہاں گردشِ قسمت کے اثر سے
محروم ہیں طاقت سے تہیدستی میں زر سے
کچھ بھائیوں کی اپنے مدد کر نہیں سکتے
کس منہ سے جھکائیں اسے ہم پائے صنم پر
مٹ جائیں گے پروانۂ صفت شمعِ حرم پر
خاک اپنی اڑے گی ترے کوچے کی ہوا میں
آدمؑ کا وظیفہ تھا ترا اسمِ گرامی
لکھا ہے سلیماںؑ نے تجھے خطِ غلامی
برباد ہوا اسلام یہ منظور ہے تجھکو
صدقہ تجھے اصحاب کے آئینِ وفا کا
صدقہ تجھے لب تشنگیِ آلِ عباؑ کا
بے چادریِ زینبؑ و کلثومؑ کا صدقہ
تاثیر کو رہینِ کششِ دستِ دعا کر
نصرت کیلئے سعی بہ درگاہِ خدا کر
اسلام کی سوتی ہوئی قسمت کو جگا دے
پھر رونقِ گلزارِ ارم گلشنِ دیں ہو
پھر نغمۂ توحید سے معمور زمیں ہو

معدوم ہو پھر کفر کی بنیاد جہاں سے ۔۔۔ پھر گونج اٹھیں دشت و جبل بانگ اذاں سے
خود رفتگیِ غم میں قلم نے جو لکھا ہے ۔۔۔ ہے نازِ غلامانہ نہ شکوہ نہ گلا ہے
سو یہ بھی کرم نے ترے گستاخ کیا ہے ۔۔۔ میں قطرۂ ناچیز ہوں تو بحرِ سخا ہے

تحریر کی شوخی نہ جسارت پہ نظر کر
تو اپنے کرم پر مری ہمت پہ نظر کر

تلامذہ رضی بدایونی مرحوم و شاگرد عالی بدایونی

(۱) **ظفر - پیر محمد ظفر احمد صدیقی بدایونی ۱۹۱۲ء - ۱۹۷۵ء** اردو فارسی کی دینیات سے فراغت پانے اور انٹرنس کے بعد مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تعلیم پائی۔ کالج میگزین کے حصہ اردو کے مدیر رہے۔ انجمن ادب کی جانب سے آپ کی ایک نظم بہترین قرار دی گئی اور تمغہ دیا گیا۔

نمونۂ کلام

اضطرابِ زندگی سے ہے سکوں حاصل مجھے ۔۔۔ ڈوبنے دے اے فریبِ حسرتِ ساحل مجھے
میں فدائے جلوۂ معنی وہ صورت آشنا ۔۔۔ شیخ کو کعبہ مبارک ہو حریمِ دل مجھے
شرحِ صد افسانۂ ماتم ہے میری زندگی ۔۔۔ ہر نفس ہے نالۂ سازِ شکستِ دل مجھے
اب نہیں خارِ تمنا کی وہ پہلی سی خلش ۔۔۔ یاس نے کردی ظفر آسان ہر مشکل مجھے

(۲) **نشتر سلونی - منشی محمد ظہور سلونی ولادت ۱۹۰۵ء** جناب رضی بدایونی اور حضرت شفق عماد پوری کے شاگرد تھے۔

نمونۂ کلام

زبان بند کھلی آنکھیں لب پہ مہر سکوت ۔۔۔ بنا گئے ہیں وہ تصویرِ انتظار مجھے
صدائیں سنتا ہوں نشتر میں سازِ فطرت کی ۔۔۔ سنا رہا ہے کوئی نغمۂ بہار مجھے

اظہر کمالی۔ جناب محمد اظہر ولادت ۱۹۲۰ء شہزادہ و شاگرد حضرت رضی دہرر
بدایونی مقیم بدایوں و سلجھے ہوئے بڑے باکمال اور صاحب تلامذہ شاعر ہیں۔

نمونہ کلام
اٹھتی ہے دل کی جانب اسکی غلط انداز نظر — کس لئے آخر محو کرم ہے اب وہ یہاں تک آئے تو
صدمے سہنا چپ چپ رہنا کون خوشی سے چاہے گا — دل کو ہم سمجھائیں کیسے کوئی ہمیں سمجھائے تو

میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۲ء (مشاعرہ رام پور ۱۹۶۰ء)

انتخاب نظم آدمی نامہ از جناب اظہر کمالی بدایونی

اسکے کمزور شانوں پہ کب سے نظمِ عالم کا بارِ گراں ہے
ہر قدم ایک لمبی مسافت ہر گھڑی ایک دورِ زماں ہے
ہر نیا تجربہ زندگی ایک صبر آزما امتحاں ہے
اور اس سادہ دل کی نظر میں یہ بھی اک دولتِ جاوداں ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے

اس کے آوارہ قدموں کی زد میں زندگی کی ہر اک رہگذر ہے
عہدِ ماضی کی تاریخ ساری اسکی اک داستانِ سفر ہے
اسکے قدموں نے جو خاک اڑائی ہر عمل کی وہی نقش گر ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے

اس نے دیکھا ہے ہر آئینے میں اپنا ہی جلوۂ دلبرانہ
اسکی سعی تلاشِ حقیقت اپنی ہی جستجو کا بہانہ
علم و فن شعر و نغمہ میں اس جستجو کا فسانہ
اسکی روداد غم در حقیقت اپنے ہی ہجر کی داستاں ہے
آدمی کس قدر سخت جاں ہے

عزلیات جل رہے تھے مکاں اٹھ رہا تھا دھواں اسلئے شہر کو چھوڑ آئے تھے ہم
آج خانہ بدوشی بھی خطرے میں ہے آج شعلوں کا رخ ہے گھروں کی طرف
ایسا معلوم ہوتا ہے صیاد نے طائروں پر کوئی سحر سا کر دیا
دیکھ پاتے نہیں اب قفس کی طرف دیکھنا چاہیے تھا پروں کی طرف
کچھ اپنوں کے نام بھی ہوں گے ناحق کی رسوائی بھی ہوگی
دیوانہ کیسے بتا دے کس کس نے مارے پتھر
وحشت کے انداز تو دیکھو وحشت کا اعجاز تو دیکھو
دیوانے کے جسم کو چھو کر پھول بنے ہیں سارے پتھر
تم سے تر دامنی کبھی نہ ہوں گے اس سے تو انکار نہیں
ہاں دامن بے داغ ہو جس کا وہ آئے اور مارے پتھر
رازِ جنوں کا افشا ہوگا بات کھلے گی چرچے ہونگے
خیر اسی میں ہے دیوانے خاموشی سے کھالے پتھر
دل میں پاؤں سے چھو جائیں تو انگاروں سے بڑھکر حدت
شب کو تھکن میں سر کے نیچے برف کے ٹھنڈے گائے پتھر

عابہ نظم
اپنے آنچل میں چھپالے یہ لرزتے آنسو
اور چہرے کو تبسم سے فروزاں کر دے
خندہ پیشانی سے کر اذنِ سفر مجھکو عطا
اور مرے عقدۂ دشوار کو آساں کر دے
ورنہ دل کو کسی پہلو نہ قرار آئے گا
تیرے الجھے ہوئے گیسو نہیں جینے دینگے
زیست کو تلخ بنا دے گی اداسی تیری
یہ لرزتے ہوئے آنسو نہیں جینے دینگے
میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ مسافر ہوں میں

(۳۲) **عزیز سلونی۔ شیخ عزیز احمد** خلف شیخ حبیب احمد ساکن سلون ضلع رائے بریلی ولادت ۱۹۱۲ء پہلے حضرت رضی بدایونی سے ان کے زمانۂ قیام سلون میں اصلاح لی آخر میں جناب نوح ناروی سے استفادہ کیا۔

نمونۂ کلام

ڈوب کر بحرِ فنا میں مل گئی منزل مجھے — موجِ طوفاں لے چلی خود جانبِ ساحل مجھے

کشتیِ عمرِ رواں سے موجِ طوفانی عزیزؔ — دیکھتے آرے نظر کب صورتِ ساحل مجھے

(۳۳) **اختر کمالی۔ منشی محمد اختر بدایونی ولادت ۱۹۱۳ء**

نمونۂ کلام

تمام عمر یاد دورِ خزاں نماں ہو جائے گا — آشیاں جل کر چراغِ آشیاں ہو جائے گا

پروفیسر مولوی ضیا احمد ضیا بدایونی خلف و شاگرد حضرت عالی بدایونی

ضیا۔ پروفیسر مولوی ضیا احمد صدیقی بدایونی ۱۸۹۴ء ۔ ۱۹۷۳ء خلف و شاگرد حضرت عالی بدایونی عربی مولانا محب احمد بدایونی اور مولانا حامد المقتدر صاحب بدایونی سے پڑھی۔ حدیث کی سند مولانا ... بدایونی اور علی محمد ... بدایونی سے لی۔ ۱۹۱۸ء میں بریلی کالج سے بی اے اور ۱۹۲۲ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں شعبۂ اردو کے لکچرر اور بعد میں شعبۂ فارسی کے ریڈر پروفیسر اور صدرِ شعبہ رہے آخر میں دہلی یونیورسٹی سے وابستہ رہے تصانیف یہ (۱) قصائد مومن مع شرح ۱۹۲۵ء (۲) دیوانِ مومن مع شرح ۱۹۳۴ء (۳) تذکار سلف یعنی انتخاب تذکرہ سالار (۴) تصوف اور اسلام (۵) مجموعۂ نظم تجلیات ۱۹۵۴ء (۶) یادگارِ عالی (۷) لمعات کلام عالی بدایونی (۸) قولِ سدید جواب معادیہ دیترید (۹) مکتوبات ۱۹۶۷ء (۱۰) ... (۱۱) مباحث

درت میں سنہ ۱۹۷ اسے پردیش یو پی گورنمنٹ سے دو ہزار روپیہ انعام دیا تھا (۲) جلوۂ حقیقت (۳) دیوان غیر مطبوعہ

نمونۂ کلام کہوں کس سے شراب بےخودی میں جھوم دیا — [illegible] لذت ستم دنیائے خبر معلوم ہوتی ہے

دوائے درد دل سے سہر کی تاثیر پیدا کی — غرض تسلی رسمی چارہ گر معلوم ہوتی ہے

ہو [illegible] حیاسے [illegible] کے [illegible] — [illegible] گناہ [illegible] نے [illegible] مارا

نہیں کم مرگ حسرت بھی حیات تلخ کامی سے — وہ بھی دشوار دشوار نہ معلوم ہوتی ہے

خلوت خاص [illegible] جلوہ کہ [illegible] کہاں — کھینچ لایا انہیں شوق انجمن آرائی کا

کہاں وصل نظارہ جلوہ گاہ بے تماشا میں — نظر [illegible] ذوق نظر معلوم ہوتی ہے

تلامذہ جناب پروفیسر ضیا احمد ضیا بدایونی

(۱) حزیں لدھیانوی۔ شہزادہ صلاح الدین خلف شہزادہ عالی گوہر

از اولاد شہزادہ محمد حسین برادر شاہ شجاع معزول والی افغانستان [illegible] احمد شاہ ابدالی [illegible] کی ولادت سنہ ۱۹۱۱ میں ہوئی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تعلیم پائی سنہ ۱۹۴۱ میں فوج میں ملازمت کا آغاز کیا سنہ ۱۹۵۹ میں پی آئی ڈی سی میں افسر مقرر ہوئے [illegible] [illegible] صاحب ضیا بدایونی سے ان کے انتقال تک استفادہ کیا۔ ان کے بعد حضرت جگر مرادآبادی کے شاگرد ہوئے۔

نمونۂ کلام آتی ہے جب بہار تو ہوتا ہے دیدنی — کنج قفس میں [illegible] دل کا رقص

تم جان آرزو ہو متاع حیات ہو — کچھ تمہیں ہو مجھ کو زمانے سے کیا غرض

(۲) حبیب صدیقی۔ جناب حبیب احمد صدیقی بدایونی ریٹائرڈ ڈائرکٹر [illegible] پاکستان مقیم کراچی

نمونۂ کلام ان کو لئے ہوئے تو زمانہ گذر گیا — [illegible]

فردوس چشم و گوش میسر [illegible] کیا — اب اس جہان [illegible] کی دنیا ہے [illegible]

جو راز چھپ نہیں سکتا چھپاکے کیا ہوتا — پھر [illegible] مسکرا کے کیا ہوگا

ہمارے حال سے وہ بے کیسے بھی واقف ہیں — [illegible]

(۳) جوہر، جناب آفتاب احمد صدیقی بدایونی ۱۸۹۸ء تا ۱۹۸۲ء

برادر اصغر جناب حمید بدایونی ۱۹۲۱ء میں بریلی کالج سے بی اے اور ایم اے ایل ایل بی علیگڑھ سے ۱۹۲۳ء میں امتحان مقابلہ منصفی میں کامیابی حاصل کی ۱۹۲۴ء میں سرکاری ملازمت سے منسلک ہوئے اور ڈسٹرکٹ جج کے عہدے سے پنشن لی۔ بدایوں میں انتقال فرمایا۔

نمونہ کلام

قفس میں آج کیوں یاد چمن آتی ہے رہ رہ کر
کوئی بجلی نذر آشیاں معلوم ہوتی ہے

ادھر آؤ ذرا آؤ خودی کو چھوڑ کر آئیں
ابھی پردے تمہارے درمیاں معلوم ہوتا ہے

چھٹ کر چمن سے ہم کو قفس میں ہے بے کلی
تو ہم نوا وہاں سے صدا دے یہاں سے ہم

وہ خود ملیں گے نہ ہوں اہل جستجو مایوس
ابھی تو سعی طلب آزمائی جاتی ہے

میں اپنی عادت شکر ستم سے ڈرتا ہوں
جفا حدود نوازش میں آئی جاتی ہے

ہمدم اسی بہار کے آنے کی دھوم تھی
اک گوشہ قفس بھی گلستاں نہ ہو سکا

جھکنے کو لاکھ بار جھکا فرق بندگی
سجدہ حریم دوست کے شایاں نہ ہو سکا

اب تو شاید ہو سکے عشق و ہوس میں امتیاز
آپ نے اچھا کیا پاس وفا کم کر دیا

بیخودی معراج الفت تھی مگر کیا کیجئے
کچھ ہوس والوں نے معیار جنوں کم کر دیا

(میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۲ء)

آپ کے صاحبزادے جناب سہیل احمد سہیل ایم اے ولادت ۱۹۲۰ء ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ، دہلی میں ہیں۔ ان کا نمونہ کلام درج ذیل ہے:

دکھائیں شوق سے ہم کو مگر اہل چمن سن لیں
بہاریں بھی ہمارے ساتھ جائیں گی گلستاں سے

۴۔ انور۔ ڈاکٹر عشرت حسین مرادآبادی

پروفیسر فلسفہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ مصنف "دنیا ہیں جیسے" مطبوعہ علیگڑھ ۱۹۷۰ء دیکھئے صفحہ ۵۸، ۳۴۳

نمونہ کلام

مزاج گلستاں تیرا ہو بدل کر رہ گیا یکسر
مرے افکار سے شاید رسیدِ زندگی جاگے
مری مٹی میں بھی حب وطن ہے
اک عمر دشمن ہی نرقت میں نہ تھے
ماورائے مشرق و مغرب ہیں ہم

اٹھا کر لے چلا ہوں جو چمن سے آشیاں اپنا
حضور دوستاں لایا ہوں معیار سخن اپنا
میں مست کر کبھی شریک کاروان ہوں
اور کبھی غم تجھے جوڑ بانٹے رہے
بے نیازی عاشقی کا نام ہے

([illegible] مطبوعہ [illegible] ۱۹۵۵ء)

(۵) ظہیر۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی بدایونی

مقیم دہلی حلقہ جناب [illegible] پروفیسر دہلی یونیورسٹی۔ ولادت [illegible] [illegible]

نمونہ کلام

یہ زندگی ہے کہ ہے خواب زندگی ہم دم
نفس نفس ہے فسردہ نظر نظر تنہا

(۶) مبکش بدایونی

منشی رفیق احمد خلف [illegible] بدایونی مصنف مجموعہ کلام سلک گوہر (۳ اجزا) ملت (۳) مسدس [illegible]

نمونہ کلام

اسقدر کھائے ہیں معصوم اکابر کے فریب
[illegible]

تلامذہ جناب آفتاب احمد جوہر بدایونی

(۱) دلاور فگار۔ منشی دلاور حسین فگار بدایونی

شاگرد جناب حامی بدایونی و جناب جوہر بدایونی و جناب جام نوائی بدایونی۔ آپ کا ذکر جناب حامی بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۵

نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی و مرزا غالب دہلوی

عارف۔ مرزا زین العابدین خاں ۱۸۱ – ۱۸۵۲ء خلف شرف الدولہ

نواب غلام حسین سہراب جنگ تخلص سرور (ہم زلف مرزا غالب و نواب الہی بخش خاں معروف) خلف نواب فیض اللہ خاں خلف نواب قاسم جان برادر عارف جان جد نواب احمد بخش خاں و نواب الہی بخش خاں معروف۔ جناب عارف پہلے شاہ نصیر کے شاگرد ہوئے اور ان کے رنگ میں دیوان موسوم "مطلع مہر سعادت" مکمل کرلیا۔ شاہ نصیر کے دکن جانے کے بعد مرزا غالب کے شاگرد ہوئے۔ غیر مطبوعہ دیوان کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہے۔

نمونہ کلام

اے فلک خانہ خرابی کی ہے بیداد لو — دشت میں رہتے ہیں مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

دیکھ کے اک بار ہی اسکو یہ بیخود ہوئے — پھر نہ ہوا حشر تلک بار دگر دیکھنا

جیسے الم ہی نہیں نالہ دل سے عارف — کس نے رکھدی ہے مگر سینے کے اندر بجلی

غالب نے عارف کا بڑا دردناک مرثیہ لکھا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور — تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملینگے — کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

لیتے نہیں نفرت بھی سر سے برائی — بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

ہاں اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف — کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کیوں جیتے ہو غالب — قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

تیسرے شعر میں نواب ضیاء الدین خاں نیر ۱۸۲۴ء–۱۸۸۳ء اور عارف کے خورد سال بچوں باقر علی خاں کامل ۱۸۲۷ء–۱۸۷۶ء اور حسین علی خاں شاداں ۱۸۵۰ء–۱۸۸۰ء کی طرف اشارہ ہے۔

(تلامذہ غالب)

تلامذہ نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی و مرزا غالب

(۱) سعید و کامل مولوی حکیم محمد سعید الدین صدیقی فرشوری بدایونی

۱۸۳۶ء ۱۸۹۸ء خلف مولوی محمد اساس الدین ۱۸۰۲ء ابن حافظ ابوالمؤید خاں ۱۸۳۰ء ... ابن عرف فصیح اللہ خاں ابن محمد اکرم ابن محمد درویش ابن کمال محمد ابن شیخ منصور ... صمی بدایونی۔

جناب سعید و کامل نے علم فارسی اپنے جد بزرگوار سے علم عربی مولوی کریم اللہ ... اور علم طب حکیم صادق علی خاں والد ماجد حکیم محمود خاں دہلوی سے حاصل کیا۔ علم طب ... حضرت شاہ اللہ بخش چشتی نظامی تونسوی قدس سرہ سے بیعت تھے دہلی، بدایوں، آ... بنارس میں مطب کیا۔

نمونہ کلام
آج پھر طبع رسا کا مرے امڈا بادل — دیکھیں برساتا ہے کیسے دُر یکتا بادل

قصیدہ معراج
مانگتا ہے یہ مری خشک زباں سے سبزہ — بھیج یارب کسی جانب سے برستا بادل

مطلع اول
ایک دم میں یہ لگادے ابھی ساون کی جھڑی — حکم کا اسکے جو پا جائے اشارا بادل
لو مبارک ہو دعا خلق کی مقبول ہوئی — کہ گرجتا ہوا اک سمت سے آیا بادل

مطلع ثانی
جانب قبلہ سے کیا جھوم کے آیا بادل — ابھی اک پل میں بہا دیتا ہے دریا بادل
فصل دے گو ہری عملداری بہمن آئی — روز نوروز کا لایا ہے یہ مژدہ بادل
رہتی پھرتی ہے صبا صحن چمن میں جاروب — آب پاشی کے لیے بن گیا سقا بادل
کون سا جشن طرب ہونیکو ہے عالم میں — جسکی تیاری میں مصروف ہے کیا کیا بادل
آگیا شہر رجب اسکی ہے تعظیم ضرور — دل سے اس ماہ مبارک کا ہے شیدا بادل

اس مہینے میں ہے اس شاہ کی معراج شریف — جسکے حاجب ہیں سب املاک سے لے تا بادل
یعنی وہ ختم رسل ہادی کل شمع سبل — باغ توحید کا گل روح قدم کا بادل

مطلع ثانی
پائے کیا دست تمنا کا ترے رتبہ بادل — ملزم فیض ہے یہ اور وہ ذرا سا بادل
یوں نہ ہو عرش معلی پہ اسے فوقیت — سر اقدس پہ کیا کرتا ہے سایہ بادل
ساری مخلوق ہے اس ابر کرم سے شاداب — دونوں عالم ہوئے سیراب جو برسا بادل
ذات احمد میں ہے یوں نور احد کا پنہاں — جسطرح برق درخشاں کا ہے پردا بادل
وہ ترے روضۂ اقدس کی ہے رفعت جسکو — کرلیا کرتا ہے بس دور سے سجدہ بادل

(دیوان الوالعلمین)

مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

غالب اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ اکبرآبادی ثم دہلوی ۹۷ء ۱۸۶ء

خلف مرزا عبد اللہ خاں مرزا غالب کے خسر الہی بخش خاں معروف دہلوی شاگرد شاہ نصیر دہلوی تھے۔ آپ نے فارسی محمد معظم متخلص بہ معظم اکبرآبادی سے پڑھی تھی جن کا ذکر تذکرہ صبح گلشن میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

معظم محمد معظم اکبرآبادی مردے بود — معظم تخلص محمد معظم اکبرآبادی فارعہ
متوکل در نظم فارسی ورا قدرت کامل — پسند شخص تھے ان کو فارسی شاعری
بود شغلش و چند سال بر کرسی زندگی — میں قدرت کامل حاصل تھی ساٹھ اور کچھ
نشست در اوسط مائہ ثلث عشر بہ — سال زندہ رہے تیرہویں صدی کے وسط
رحمت حق پیوست — میں انتقال کیا۔

نمونۂ کلام
نظم اکبر بادی
بہر تزدیج بنی سرور ملک تقدس — افسر فرق رسل قبلہ دین راس رئیس
حضرت احمد مرسل کہ اساس افلاک — دار دار پایۂ جلوہ نورش تاسیس

مرزا غالب فارسی اور اردو کے بے مثل ادیب و شاعر تھے۔ دنیائے ادب میں غالب جیسی ہستیاں ہزاروں سال کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ غالب خوش نصیب ہیں کہ ان کے شاگرد مولانا حالی نے یادگار غالب لکھکر غالب کو زندۂ جاوید بنادیا ہے اور اس سے زیادہ ان کی خوش نصیبی یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے محاسن کلام غالب جیسی بلند پایہ کتاب لکھکر غالب کو دنیا کا عظیم ترین شاعر ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا ابتدائی جملہ مشہور ہے "ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ایک وید مقدس دوسری دیوان غالب" فارسی اور اردو نظم کے علاوہ مکاتیب غالب بھی اردو نثر کا شاہکار ہیں۔ محاسن نثر میں ان کے بارے میں صحیح لکھا ہے کہ غالب اردو انشاء پردازی کی طرز جدید کے بانی ہیں ان کے تخیل میں وہ ندرت ہوتی ہے جو کبھی پرانی ہونے والی نہیں انہوں نے نظم و نثر میں نئے اسلوب بیان کو رائج کیا۔

مرزا غالب کا دربار مغلیہ اور ریاست رام پور سے گہرا تعلق رہا۔ استاد ذوق کے انتقال کے بعد خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر اور رام پور کے نواب یوسف علی خان ناظم مرزا غالب کے شاگرد رہے اگرچہ نواب ناظم نے غالب کی زندگی ہی میں امیر لکھنوی کا تلمذ اختیار کرلیا تھا۔

دلچسپی کے لیے مرزا غالب کے ادبی معرکوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مرزا غالب نے فارسی کی مشہور لغت برہان قاطع کی تردید میں قاطع برہان لکھی تھی جس کے جواب میں آغا احمد علی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ نے مؤید برہان لکھی جس میں انہوں نے اپنا تعلق اصفہان سے بتایا تھا اور خود کو اہل زبان قرار دیا تھا۔ غالب نے ان کے دعوے کو تسلیم نہ کیا اور کہا۔

خواجہ را از اصفہان بودن چہ سود   خالقش در کشور بنگالہ پیدا کرد است

اس کا جواب عبدالصمد فدا اسلمٹی شاگرد آغا احمد علی احمد نے اس طرح دیا

ایں اگر ہیچ بود لے ناظراں باخرد   غالب ہندی چرا اوررس انشا کردہ است

غالب کے شاگرد مولوی باقر علی باقر اس دلیل کا جواب تو نہ دے سکے انہوں نے فدا سلہٹی کو برا بھلا اور بنگالی کہکر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

آں فدائے بے خرد بے چارہ بنگالی نژاد — من فدائے او چہ خوش تقریر برپا کردہ است
ہاں بیاباداں بیابا اوستادِ خود بیا — غالب استاد جہانش حق تعالیٰ کردہ است
سر بہ خاک آستانش نہ پئے عذرِ گناہ — حق پرستی با اگر دل تراجا کردہ است

غالب کے دوسرے شاگرد سید فخر الدین سخن نے بھی فدا سلہٹی کی نہمائش اسطرح کی تھی۔

مولوی احمد علی آں واقفِ شور سخن — در سخن با حد میں بیکار بے جا کردہ است
دیگرے عبد الصمد شاگرد آں زیبا بیاں — ہم دریں جنگ وجدل تا بیہ آغا کردہ است
حرمت غالب کہ یک عالم بود تلمیذِ او — وائے بر آغا کہ بادے جنگ برپا کردہ است

جواہر سنگھ جوہر لکھنوی شاگرد ناطق مکرانی نے بھی آغا احمد علی کی تائید کی تھی۔

ای خدائے نظم ماخود غالب است — احمد بنگالہ ہم پیغمبری ہا کردہ است
قائل برہان بطور خود اگر ترتیب داد — ہاں چرا قطع مروت در سخن ہا کردہ است
غالب طعنہ بر مکرنیاں ہم می زند — آرزہ شاید بجائے خود بخارا کردہ است
فیضی رہیں نازش بہ ہندوستان کند — چوں علی و چوں غنی معنی بہ پیدا کردہ است
یں بے جا است از تحقیر در حق قتیل — مقتدائے خویش ہندو زادہ را کردہ است
چرا خود را کند منسوب ایراں حیرت است — مرد ہندی جد خود چوں از بجا سا کردہ

جوہر لکھنوی کا جواب باقر علی باقر نے اس طرح دیا

ریختہ ایں ہندو بہ ہند آبروئے پارسی — طرفہ کج وا کج پریشاں گفتگو ہا کردہ است

باقر علی باقر کی تائید فخر الدین سخن نے بھی کی تھی (ہنگامہ دل آشوب)

غالب نے آغا احمد علی کے رد میں تیغ تیز لکھی اس کے جواب میں آغا صاحب نے تیغ تیز تر شائع کی غالب کی قاطع برہان کے جواب میں امین الدین لاہوری نے قاطع القاطع اور مرزا رحیم بیگ رحیم میرٹھی نے ساطع برہان لکھی۔ غالب نے مرزا رحیم بیگ پر بھی بڑی چوٹیں کی ہیں اور ان کے استاد مولانا صہبائی دہلوی کو بھی برا بھلا کہا۔ اس پورے معرکے پر بعض باتیں دونوں فریقوں کی حق بجانب تھیں۔

جہاں تک مرزا غالب کے اردو کلام کا تعلق ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کا موجودہ مجموعہ کلام ان کے پورے کلام کا عشر عشیر ہے اور اس کا بھی زیادہ حصہ بے معنی اور ناقابل فہم ہے۔ اگر مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے پر غالب سہل گوئی اختیار نہ کرتے تو شاید ان کا پورا کلام ہی بے معنی ہوتا اور غالب اس مقام پر نہ پہنچتے جس پر وہ اب فائز ہیں ان کا اچھا کلام اتنا اعلیٰ وارفع ہے جس کی مثال اردو ادب میں نہیں ملتی۔

نمونہ کلام

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

تلامذہ مرزا غالب

(۱) حکیم عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں فاروقی فریدی شیخوپوری بدایونی

خلف حافظ مسیح الدین بن شمس الدین بن بدر الدین بن نواب محمد مراد خاں

بن عبدالبادی دیوان بن نظام الدین بن فرید الدین احتشام خاں بن نواب قطب الدین کوکہ بن شیخ اعظم بن شیخ حسین بن شیخ ابراہیم بن شیخ خوندمیر بن شیخ سعد اللہ بن سلطان شاہ برادر جہاں شاہ جد امجد میاں محمدی بیدار بدایونی۔ حکیم غلام نجف خاں کے بیٹے حکیم ظہیر الدین ان کے بیٹے شفاء الملک حکیم رضی الدین دہلوی تھے۔ غالب نے اپنے ایک خط میں اپنی بیگم کو حکیم صاحب کی والدہ اور دوسرے خط میں ستانی کہا ہے (خطوطِ غالب)

حکیم صاحب نے علم طب حکیم احسن اللہ خاں اور حکیم صادق علی خاں خلف حکیم شریف خاں سے سیکھا۔ مرزا غالب کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں اور بچوں کی طرح ان سے پیش آتی تھیں۔

نمونۂ کلام (منظوم اشتہار مطبع کتاب پنج آہنگ مولفہ مرزا غالب)

مژدہ اے رہروان راہِ سخن ... پایہ سنجانِ دستگاہِ سخن
منطبع ہو رہی ہے پنج آہنگ ... گل در یحان و لالہ رنگا رنگ
نہیں اس کا جواب عالم میں ... نہیں ایسی کتاب عالم میں
نثر اسکی ہے کارنامہ راز ... نظم اسکی نگارنامہ راز
ہے سخن کی جسے طلبگاری ... کرے اس نسخے کی خریداری
میں جو ہوں در پئے حصول شرف ... نام عاصی کا ہے غلام نجف

(اکمل الاخبار دہلی ۱۲/۳/ ۱۸۶۹ء)

(۲) حالی۔ مولانا الطاف حسین پانی پتی دیکھئے ص ۱۵۶

(۳) ذکی۔ نواب سید محمد ذکریا خاں دہلوی دیکھئے ص ۶۷۷

(۴) ذکی۔ منشی اشفاق حسین مارہروی ثم بدایونی محکمہ بندوبست

بدایوں میں ملازم تھے۔ فارسی کا مذاق بھی تھا۔

نمونۂ کلام
چھوڑ آتے گر عدم ہی تو پھر رہتے چین سے
دنیا میں آئے کیوں دل مضطر لیے ہوئے (رحم خانہ جاوید)

آپ کے شاگرد آپ کے صاحبزادے منشی اخلاق حسین اخلاق بدایونی تھے جنکا نمونۂ کلام یہ ہے

دفن ہوں کنج جہاں سانپ نکلیاں ہونگے
دونوں گیسو ترے عارض کے قریں اچھے ہیں

تربیت یار پر ہمدردی ہوں اخلاق
ہیں وہ کمتر جو سمجھتے ہیں ہم اچھے ہیں

(نمونۂ جاوید بہار)

(۵) سید منشی سید احمد بدایونی ثم بریلوی م ۱۸۵۸ء

خلف سید کرامت علی سنبھلی ثم بدایونی آپ کی حقیقی نانی قاضی عبدالجلیل جنوں عثمانی بریلوی شاگرد مرزا غالب سے منسوب تھیں۔ قدرت نے حسن صوری و معنوی بدرجہ اتم دیا تھا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں شرکت کے جرم پر عبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ رہائی کے بعد ہندوستان تک آتے میں چند دن باقی تھے کہ جوان العمری میں انتقال کیا۔ آپ کی ایک مناجات اور چند اشعار جو آپ نے زمانۂ اسیری میں لکھے تھے مولف آئینۂ دلدار کے پاس محفوظ ہیں۔ آئینۂ دلدار میں مرزا غالب کا ایک خط مورخہ ۳ اکتوبر ۱۸۵۸ء آپ کے نام شامل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ مرزا غالب نے ایک خط بنام قاضی عبدالجلیل جنوں بریلوی میں لکھا تھا "صاحب وہ خط جس میں اشعار سید مظلوم کے تھے مجھے پہنچا اس کا جواب تمہیں بھیجا۔"

نمونۂ کلام
مناجات
مطبوعہ نشان

سر دھنے ہم آہیں ہے سب دست دعا
مرشد ما تھا جو کچھ وہ سب کچھ سنا
لٹا کچھ دیار و وطن کہیں چھوٹا
ہی الورئی یا ہی الورئی

رہا سید تک چند آب دعا
نہ ہوا کف جو کچھ وہ سب کچھ ہوا
چھٹنے سب کے سب دوست اور آشنا
سیں حال ما یا ہی الورئی

(۶) رشکی۔ قاضی عنایت حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۸۳۲ء-۱۹۱۸ء

خلف قاضی رحمت اللہ بن قاضی تبارک اللہ (برادر قاضی مبارک اللہ مبارک بدایونی شاگرد مولانا فضل رسول صاحب بدایونی) ابن قاضی نصراللہ بن قاضی بارک اللہ بن قاضی شیخ محمد بن قاضی حافظ درید محمد بن قاضی محمد جلیس علیس بدایونی شاگرد مولوی قدرت اللہ شوق بریلوی۔

قاضی عنایت حسین نے اپنے والد سے فارسی اور قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی سے عربی پڑھی۔ پہلے عدالت بدایوں میں سررشتہ دار رہے پھر نواب محمد علی خاں والی ٹونک کی مصاحبت اختیار کی ان کی معزولی کے بعد بھی حق رفاقت ادا کیا۔ ان کی وفات کے بعد جودھپور اور حیدرآباد میں وکالت کرنے لگے۔ ۱۹۲۸ء میں موسی ندی کی طغیانی میں گھر کے سامان کے ساتھ آپ کا کلام بھی ضائع ہوگیا۔ آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ طبیعت پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ بدایوں میں درگاہ حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ میں دفن ہوئے۔

نمونۂ کلام

دیکھ کر اغیار کو کی آنکھ بند — پردے پردے میں اشارا ہوگیا

وقت آخر ہے جو آنا ہے تو آؤ صاحب — اب نہیں ہے ہمیں جینے کا بھروسا دم بھر

دل دیا جان بھی دی وصل کا سائل نہ ہوا — اور بھی آپ نے کچھ میری خطائیں دیکھیں

وہ آئیں پس از مرگ امداد کیا ہے — ہم اپنے نصیب آزمائے ہوئے ہیں

یہ مانا ہم نہ کریں شکوۂ ستم لیکن — خدا کے سامنے ہونا کبھی جواب بھی ہے

روز گردش ہے نئی جور کے انداز نئے — پیس ڈالے نہ یہ چرخ ستم ایجاد مجھے

کسی کی یاد دل میں ہو کسی کا ذکر لب پر ہو — تر تشنگی اگر آخر سفر یوں ہو تو بہتر ہے

پاؤں سے جاتے ہو کوئے یار میں — سر اٹھا رکھا ہے کس دن کے لیے

نعت

مدینے میں نہیں جو دل وہ کیا دل — مدینہ ہے چمن دل ہے عنا دل

مٹے جو الفتِ خیر الوریٰ میں ہمیں ایسا کہیں دیدے خدا دل (نعتیہ دیوانِ ...)

(۷) شیریں ۔ حافظ احسان اللہ بدایونی م ۱۹۱۶ء مصنف مجموعہ کلام فارسی ارمغان شیریں مطبوعہ

نمونہ کلام

بتاثیرِ دعائے والدِ من ۔ ایں رتبہ رسانید ایزدِ من

توصیف حکیم و لایت علی خاں آنولوی

سخن فہم سخن سنج و سخنداں ۔ کلامش در فصاحت ہم چو سحباں

شریف القوم و عالی خانداں است ۔ رئیسِ اعظم و فخرِ زماں است

(ارمغانِ شیریں)

(۸) صادق و عزیز ۔ مولوی عزیز الدین صدیقی فرشوری بدایونی

دیکھئے صفحہ ۶۶۲

(۹) رفعت ۔ مرزا محمد عباس بھوپالی

آپ کے شاگرد منشی عبد العزیز اعجاز سہسوانی تھے ان کا ذکر امیر لکھنوی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۱۰۰

(۱۰) شہیر ۔ منشی خان محمد خان رام پوری

آپکے شاگرد سید جمیل احمد جمیل سہسوانی تھے۔ ان کا ذکر منیر شکوہ آبادی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۳۴۷

(۱۱) فدا و جمالی ۔ حکیم سید احمد حسن نقوی مودودی سہسوانی دیکھئے صفحہ ۶۶۷

(۱۲) مائل ۔ نواب میر عالم علی خاں نقوی مودودی صالحی سہسوانی م ...

سردار اول بڑودہ بن سید مودود بخش سردار اول بڑودہ بن سید عطا محی الدین بن سید غلام ولی بن سید عبد الواحد بن سید لطف اللہ بن قاضی سید محمد صالح بن قاضی سید عبد الشکور قاضی سہسوان

میر ابراہیم علی خاں وفا کے نام دو خطوط میں غالب نے عالم علی خاں کا ذکر کیا ہے مائل نے عین جوانی میں انتقال کیا۔

نمونۂ کلام: خطا ثابت کرینگے اپنی ہم ادا انکو چھیڑ نگے | سنا ہے ان کو عقبے میں نمیٹ جانے کی عادت ہے
گلپوشی بعد مرگ بھی اپنا مزار ہے | کیا لطف ہے کہ عین خزاں میں بہار ہے
آتا ہے ذرِ حسن دوسوزہ یہ کیلئے | غافل عروج نشہ کو آخر خمار ہے
کیفیتی نئی ہیں خراباتِ دہر میں | جو ہوش میں نہیں ہے وہی ہوشیار ہے
(طوالکلیم) (بزم سخن | خزینۃ الانساب، تلامذہ غالب)

(۱۳) مدہوش خاں بہادر سخاوت حسین خان انصاری بدایونی ۱۹۰۲ء

عف شیخ عنایت حسین ابن حضرت میاں جی عبدالملک انصاری بدایونی م ۱۸۴۳ء مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب مارہروی قدس سرہ جناب مدہوش شاہجہانپور میں عدالت دیوانی کے وکیل تھے عمر کا زیادہ حصہ وہیں بسر ہوا بدایوں آکر میونسپلٹی کے چیرمین اور آنریری مجسٹریٹ بھی رہے سرسید نے جب جدید تعلیم پھیلانے کی کوشش کی تو مناسبہ سے اس موضوع پر رسائل لکھے یک رسالہ جناب مدہوش نے بھی لکھا تھا جس کا ذکر سرسید نے اپنے اُ۔ رسالہ مطبوعہ بنارس ۱۸۷۲ء میں کیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں رسالہ تعلیم مسلمانان و ذرقعات مدہوش کا پتہ چلا ہے۔ اولاد میں صرف ایک بیٹی تھیں جنکے صاحبزادے جناب عابد سعید خاں عنالودی بدایونی شاگرد جناب فانی بدایونی تھے۔ آپ کے نام غالب کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جو عود ہندی اور اردوئے معلی میں شامل نہیں ہے۔ تلامذہ غالب میں بھی جناب مدہوش کے حالات درج نہیں ہیں لیکن ان کا نام تلامذہ غالب میں لکھا ہے غالب کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور خطوط کا برابر جواب دیتے تھے (آجکل فروری ۱۹۶۰ء)

نمونۂ کلام: آواز ہے یہ شیشہ ٹوٹنے کی | دل کی نہ کسی کے یہ صدا ہے

بلبلیں گل کی ہو گئیں دشمن ـ باغباں یہ چلی ہوا کیسی
خون عاشق ملا ہے ہاتھوں پر ـ صاحبو سرخی حنا کیسی
کاٹے کٹتی نہیں ہے ہجر کی شب ـ پڑ گئی ہے یہ پیچھے بلا کیسی

(۱۴) دفا. نواب سید ابراہیم علی خان لغوی مودودی صالحی سہوانی ثم ٹونکی

۱۸۲۳ء ـ ۱۸۸۷ء خلف سید اکبر علی خلف بمر سید سرفراز علی امیر ریاست بڑودہ و معافیدار گڑا و جوناگڑھ بن سید ممتاز علی بن سید ذو الفقار علی بن سید فیض علی بن سید روشن علی بن سید علی اکبر بن سید ابو العبث بن سید محمد سعید بن قاضی سید محمد صالح بن قاضی سید عبد السلام قاضی سہوان آپ کے نام ایک خط میں غالب نے صاحبزادہ کے تولد پر دو رباعیاں تحریر کی تھی ـ وہ ۱۸۶۶ء میں غالب کے شاگرد ہوئے ـ

(بہار ... مطبوعہ ۱۸۸۵)

نمونۂ کلام ـ وہاں نہ جانے کا لیتے ہو وعدہ مجھ سے ـ زباں سے لاکھ کہوں دل پہ اختیار نہیں
کب لبوں پر مرے نالے نہیں فریاد نہیں ـ کب تری وعدہ فراموشی مجھے یاد نہیں
تمہارے ہجر میں ایسی بڑھی ہے شورش وحشت ـ اجاڑا ہم نے بستی کو بسایا جا کے ویرانہ
سلامتی رہے تیری بہار کے وحشت ـ بہت ہیں چاک مقدر مری قبا کیلئے

مولانا حالی پانی پتی شاگرد مرزا غالب دہلوی

حالی. مولانا الطاف حسین انصاری پانی پتی

۱۸۳۷ء ـ ۱۹۱۴ء خلف خواجہ ایزد بخش. آپ کے جد اعلی خواجہ ملک علی نبیرہ خواجہ عبد اللہ انصاری ہراتی عہد غیاث الدین بلبن میں ہندوستان آئے وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے مولانا حالی نے مولانا نوازش علی شاگرد شاہ محمد اسحق و مولانا امیر احمد سہسوانی و مولانا فیض الحسن سہارنپوری و مولوی نذیر حسین محدث

سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا حالی کی تصانیف میں یادگارِ غالب حیاتِ جاوید۔ حیاتِ سعدی مسدس حالی مقدمہ شعر و شاعری غزلیاتِ حالی۔ مضامینِ حالی۔ مجموعہ نظمِ حالی۔ مجموعہ نظمِ فارسی کے علاوہ اور کئی کتابیں ہیں۔ (تلامذہ غالب)

نمونہ کلام

وہ امید کیا جس کی ہو انتہا
وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

جہاں میں حالی کسی پر اپنے سوا بھروسہ نہ کیجئے گا
یہ راز ہے ایک زندگی کا بس اسکا چرچا نہ کیجئے گا

لینے دو چین کوئی دم اے منکر و نکیر
آئے ہیں آج چھوٹ کے قیدِ گراں سے ہم

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

کون و مکاں سے ہے دلِ وحشی کنارہ گیر
اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو مگر کہاں

رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
زندگی موت ہے حیات نہیں

بہت تکتا ہے دل صحبت میں اسکی
وہ اپنی ذات میں اک انجمن ہے

تلامذہ مولانا حالی شاگرد مرزا غالب

(۱) شاعر منشی منوہر سہائے سہوانی بدایونی۔

نمونہ کلام

(۴) نظامی۔ مولانا نظام الدین صدیقی متولی بدایونی (شاگرد حالی پانی پتی) ۱۸۷۳ء۔۱۹۴۷ء

خلف شیخ مولوی فخرالدین ابن مولوی جلال الدین باقر ابن مستجاب الدین ابن شیخ وہاب الدین موحد بدایونی۔ جناب نظامی نے فارسی کی تحصیل اپنے والد ماجد مولوی فخرالدین سے کی انٹرینس کا امتحان پاس کرنے کے بعد بدایوں میں نظامیہ پریس قائم کیا۔ اور ۱۹۰۳ء میں اخبار ذوالقرنین نکالا۔ آپ نے قومی کاموں میں زیادہ حصہ لیا۔ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے جوائینٹ سکریٹری رہے۔ آپکی کوششوں سے بدایوں میں اسلامیہ کالج قائم ہوا جو اب انٹر کالج ہے آپ کی تحریک پر حکومت نے چھوٹے بچوں کے لیے مکتب کھولے آپ نے مفید کتابیں شائع کیں۔ قاموس المشاہیر میں تمام مشاہیر کے حالات لکھے آپ کے کلام میں حالی کا مصلحانہ رنگ ہے پہلا مجموعۂ کلام تجلیات سخن ۱۹۲۰ء میں اور دوسرا لمعات نظامی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا

دیگر تصانیف میں مثنوی صبح امید۔ مولود کی خوشی۔ قوم کی فریاد۔ انقلاب دہلی۔ بدایوں قدیم و جدید۔ نکاتِ غالب۔ نظیر کا دیس۔ مرآۃ الشعر وغیرہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولوی احمدالدین تھے ان کے دو صاحبزادے منشی جمال الدین مونس نظامی اور منشی محمد الدین وجد نظامی ہیں۔

نمونۂ کلام

ستم سے اسکے خوش ہیں اور جفا پر اسکی ہم راضی
جفاؤں پر وہ بھی کسلئے سرد رگریباں ہے

دل کے گوشے ہی میں شاید شاہدِ مقصد ملے
کرچکے برسوں طوافِ کعبۂ میخانہ ہم

اسی عالم میں ان کو دیکھا ہے
جاگتا بھی ہوں لطفِ خواب بھی ہے

دیکھنے والے شبیہہ نگہ ناز ہوتے
خود تماشا ہے وہ خود ہی تماشائی ہے

مجھسے تو دور بھی ہے اور مرے پاس بھی ہے
تیری تصویر مرے دل میں اتر آئی ہے

منصفی آپکی اور آپ کا ایمان کیا خوب
اس خطا پر مجھے مارا کہ خطاوار نہ تھا

کہیں تجھسے کیسا اپنی آشفتگی کو — تو دانا ہے ساقی تو بینا ہے ساقی
مرے خدا نے مجھکو دل سے دیا ہے غم — جیسا مرا خدا ہے کسی کا خدا نہ ہو
رو دیتا ہے سنتا ہے جو فریاد ہماری — شاید کسی ٹوٹے دل کی ہیں صدا ہم

(۳) زلالی مولوی انصار حسین صدیقی بدایونی ۱۸۵۷ء-۱۹۲۴ء

مولوی بزر حسین مختار برادر شفاعت بدایونی ابن قاضی محمد یوسفؒ قاضی عبدالجلیل ابن محمود ابن قاضی فتح اللہ ابن قاضی صدرالدین قاضی بدایوں عہد بلبن ابن مولانا حمید ا گنوری وارد بدایوں۔

جناب زلالی نے مختاری کا امتحان پاس کرنے کے بعد چالیس سال تک عدالت دیوانی بدایوں میں وکالت کی عدالتوں میں آپ کی بڑی عزت تھی آپ کے انتقال کے دن میں تعطیل رہی اور جج نے کہا آج منصف بیوہ ہوگئی۔

زلالی صاحب کی صرف ایک بیٹی تھیں جو منشی اکرام احمد شاد بدایونی کے عقد میں مولوی سلیمان احمد بلاد زلالی صاحب کے نواسے تھے۔ آپ حضرت شاہ نصیرال قدس سرہ خلیفہ اصغر حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ کے مرید تھے اس لیے تصوف کی چاشنی بھی ہے۔

زلالی صاحب نے اپنا ابتدائی کلام مولوی احمد حسن وحشت بدایونی کو دکھا جلد ہی وہ مولانا حالی کے شاگرد ہو گئے۔ آپ اپنے استاد کی زیارت کے لیے پانی پت تھے جیسا کہ خود کہتے تھے۔

گل مضمون چڑھانا مرقد پر نور خواجہ پر — زلالی سوئے پانی پت تمہارا ہو اگر جانا

بدایوں کے مشاعرہ سنہ ۱۹۲۴ء جس کا گلدستہ صبح بدایوں کے نام سے شائع ہوا تھا اسی میں بیخود دہلوی و سائل دہلوی احسن مارہروی وغیرہ شاہجہاں پور تشریف لائے تھے مشاعرے کی صدارت جناب زلالی کو تفویض کی گئی تھی۔ زلالی صاحب کے یہ اشعار حاصل مشاعرہ تھے۔

وہ لوہو نکلے جو مقتل سے سرخرو آئے   زلالی ہم تو لیے کاوش آرزو آئے

حیات و موت میں جوئیں چلیں برابر کی   ادھر سے آئی قضا اور ادھر سے تو آئے

جناب زلالی کا کلام غزلیات اور نعتیہ قصائد پر مشتمل ہے کچھ غزلیں مخزن اور خیال وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں مگر غزلیات کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ ہے قصائد کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔

انتخاب غزلیات

تمہیں کیا کوئی روکے گا تمہیں کیا کوئی روکے گا   قضا بن کر نکل جانا جہاں جانا جدھر جانا

انہیں کی زندگی ہے جو تمہارے دم سمجھتے ہیں   انہیں کی موت اچھی ہے جو تم پر مرنے والے ہیں

محو دل سے نقش آئین وفا کیوں ہو گئے   اس کا رونا ہے مرے نالے رسا کیوں ہو گئے

خدا جانے وہ کیا دعا مانگتے ہیں   کہ آمین میری قضا کہہ رہی ہے

ذرا مقتل میں ٹھہرو رقص بسمل دیکھتے جاؤ   ہمروت کی مروت ہے لاشے کا تماشا ہے

اک لگاوٹ نے کر دیا جادو   لب تک آکر گلے گلے نہ رہے

نہ سود مند محبت ہمیں ہوئی لیکن   ہمارا حال سبق ہو گیا زمانے کو

اپنی ہستی جب مٹی تو اسکی ہستی کھل گئی   لا کو جو دیکھا تو اک پردہ تھا الا اللہ کا

ہم نے بدنام کیا ذوق گنہگاری کو   ورنہ کیا فرض تھا آمادۂ عصیاں ہونا

طلب کے کیوں ہوتے محتاج دنیا ہے سوچے ڈالو   یہ کچھ دینے میں دنیا ہے کہ منہ تکتے ہو سائل کا

آجائینگے ادب کے طریقے کبھی زاہد | دو چار دن تو خدمت میخانہ کیجیے
بک کر ملیں جہاں میں غلام تم پہ نکلو تو ذرا | تم جو یوسف بنا کاروان ہو جائے گا
تجھکو آئینے سے حیرت مجھکو تیرے رنگ سے | تو بنا تصویر میں نقشہ تری تصویر کا
شاید تصور رخ روشن ہو جلوہ ریز | کچھ آس پاس دل کے اجالے ہوئے تو ہیں
آتی ہے کیوں چھیڑنے دیوانگان زلف کو | کچھ قیامت بھی نظر آتی ہے دیوانی مجھے
سو سزاؤں کی سزا تھی کہ بھری محفل میں | کھول ڈالے مرے اعمال کے دفتر تو نے
کیا میں نے تجھ سے ہو دل فدا کہ ہو حسن حور پہ مبتلا | کہا اس نے مذہب عشق میں تو حلال ہے وہ حرام ہے

جناب زلالی کی مخصوص جولاں گاہ قصیدہ نگاری ہے ان کے سات قصیدے مدحیہ ہیں۔ پانچ نعتیہ قصائد میں ساغر زلالی اور مدح پیغمبر کو زلالی کی فنکارانہ صلاحیت کا شاہکار کہا جا سکتا ہے انتخاب درج ذیل ہے۔

ہے وہ جسکے لیے خلق میں انسان آیا | ہے وہ جسکا سزاوار بنا ظرف بشر
جو حق آیا تھا جسے شعب ابی طالب میں | جس نے دکھلائے تھے کچھ غار حرا میں جوہر
جس کا دریا چمنستان مدینہ سے بہا | بھر گئے جس سے خدائی کے سبو و ساغر
جس کے نظارے سے ہر آنکھ میں سرمہ پھیلی | جسکو آنکھوں میں بسائے جاتے ہیں ارباب نظر
جس کا ساقی ہے کرم گستر و فیاض و جواد | حسن خلق عطا شان خدا کا مظہر
وہ شہنشاہ کہ خدام ہیں جس کے جبریل | وہ شہنشاہ کہ آغوش میں جسکے کوثر
جسکو اللہ نے لولاک کا خلعت بخشا | جسکی اولاد کو تطہیر کی آئی چادر
عار آتی تھی نہ ہو بند گدائے سے جسے | ننگ آتا تھا نہ جس کو غربا سے مل کر
اک دل کہتا ہے شعلے کھل کے دہائیں انگول | ایک جی کہتا ہے کیا ان کو ہے آپ خبر

بے طلب خیر سے مل جائے گی حاجت دل کی   خامشی عرض تمنا سے زلالی بہتر

مسدس ہجرت نبوی ایک سو پچاس بند پر مشتمل ہے۔ اس میں مسدس حالی کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

اردو ہے جسکا نام وہ میری زبان ہے   اعجاز جسکو کہئے وہ میرا بیان ہے
جانا مجھے جہان لئے میری یہ شان ہے   سب مہربان ہیں جو خدا مہربان رہے
یہ اوج پہ عروج بڑی بات تو نہیں
کچھ شاعری کسی کی کرامات تو نہیں

نعتیہ کلام

چاند سورج دونوں خادم روضۂ اقدس کے ہیں   ایک شب کے واسطے ہے دوسرا دن کے لیے
تازہ کروں گا یاد ثنائے رخ حضور   قرآن لا کے نور کی صورت نکالنا
آقا کے سر پہ تاج شفاعت ہے عاصیو   خوش ہو کے ٹوپیاں سر محشر اچھالنا
برکتیں قرآن و آل پاک کی قائم رہیں   اے زلالی چاہیے کیا اور مومن کیلئے
خیال شاہ دیں تنزلف لایا طلب مضطر   ہے مہمانی رسول اللہ کی ، رکھ لینا

قصیدہ ستائش بعد صحت مرض بحالت نقاہت

تشبیب

ستائش اس جنوں کو آفریں اس جوش سودا کو   دل مجنوں چلا ہے جلوہ گاہ ناز لیلا کو
زہے دیوانگی جس نے دیا دربار دکھلایا   زہے سرگشتگی جس نے ابھارا ہے ثریا کو
نہ ہوتا یاس آخر حوصلہ کیوں ناامیدی کا   ہوا ہونا تھا اک بار پھر تحمل تمنا کو
تسلی دل مضطر ملی تو بے قراری سے   عطا کی کامیابی سعی ناکام تمنا کو

مدح

مسیحا کون ہے میرا کرم کس کا ہوا مجھ پر   کیا کس نے بھلا جسکا مٹایا کس نے ایذا کو
دکھایا کس نے بے پردہ جمال جاں فزا اپنا   کرم یاب دھیان میں لایا بہر جواب اس کو

مری رنگیں بیانی آج ہے مشہور عالم میں — کیا ہے منتخب بہرِ ثنائے ذاتِ یکتا کو
مری طبعِ رواں ہے یا محیطِ علم و دانش ہے — نہ لگ بھگ اسکے جمنا ہے نہ نسبت اس سے گنگا کو
مجھے زیبا ہے نازش اپنے اندازِ تکلم پر — نمودیں مجھ سے حاصل ہو گئی ہیں لفظ و معنی کو
پسند آئے زمانے کو وہ میری نغز گوئی ہے — نگینہ سا جڑا ہے دیکھیے حسنِ لفظِ زیبا کو
فصاحت میں نہیں عاجز بلاغت میں نہیں قاصر — معانی خیز بندش ہے بھرا کوزے میں دریا کو
زبانِ خواجہ صاحب میں دکھایا رنگ غالب کا — فصاحت کا صحیفہ جانیے اس نظمِ زیبا کو
صفائی سے بندھے اشعار میں نایاب مضموں ہیں — مگر دامِ سخن میں پھانس لایا ہوں میں عنقا کو
مری رنگیں بیانی نے قلم توڑے ہیں مانی کے — مری جادو بیانی نے کیا تسخیر دنیا کو
زبانِ اہلِ دانش پر ستائش میری جاری ہے — نظر آتی ہیں میری خوبیاں ہر چشمِ بینا کو
سخن گوئی مری پوچھو تو پوچھو نوح و سائل سے — دلیر و بیخود و احسن سے پوچھو طرزِ انشا کو
ملی کیونکر مجھے یہ شانِ غالب کے تتبع سے — ملا ہے فیض کس سے میں دعا دیتا ہوں خواجہ کو

مطلعِ ثانی

حضرت شاہ نفیر الدین چشتی بریلوی قدس سرہ

شفا دم میں عطا کی ہے مریضِ بے مداوا کو — قیامت تک سدا زندہ رکھیں گے پیر مسیحا کو
نہیں زورِ کرامت تو بتا دو یہ کشش کیا ہے — لیے آتی ہے انکے در پہ جو اہلِ تمنا کو
کرامت زر خرید انکی تصرف ہے غلام انکا — سمجھتے ہیں غلام انکے ذرا سی بات القا کو
جسے چاہیں بنا دیں اک نظر میں عارف و صادق — جو چاہیں کامل و شاغل کریں مشغولِ دنیا کو
جو یہ چاہیں وہ ہو جائے جو یہ مانگیں مل جائے — بہر صورت ہے ان کی بات کہنی حق تعالیٰ کو
ولایت ایسی ہوتی ہے ولایت اسکو کہتے ہیں — بنایا ہے ولی ادنیٰ کرم سے پیر و برنا کو
فنا فی اللہ تھے حضرت بقا باللہ تھے حضرت — ثبوتِ ہستیِ واجب سمجھئے ذاتِ والا کو
انھیں کے در پہ آ کے نعمتیں دارین کی لوٹیں — کہاں رکھوں چھپا کر حاسدوں سے خوانِ یغما کو

مرادیں دل کی پائیں قبلۂ حاجات کے در سے — عطا کی کامیابی مجھ سے ناکام تمنا کو
ملا ہے فخر تم کو فخر دیں کا سلسلہ پاکر — منور حق نے فرمایا تمہارے باپ دادا کو

قصیدہ متبرک چشتیہ در مدح حضرت شاہ نصیر الدین حسین نیازی چشتی قادری بریلوی ثم بدایونی سنہ ۱۹۱۶ / ۱۳۳۵

کب کیا دوستوں سے دل بھاری — میں رہا وقفِ ناز برداری
دل شکستوں کی فرض دل جوئی — بے دلوں کی عزیز دل داری
دل وہ پایا کہ جس کو ضبط کا شوق — جی وہ جی جس کی خو میں جیداری
بے خطائی میری خطا کی دلیل — بے گناہی مری گنہگاری
خاکساری مری گواہِ عروج — شاہدِ مرتبہ نگوں ساری
اپنے منعم کی مدح خوانی ہے — صرف مقصود نغز گفتاری
کون منعم کہ جس کے ہاتھوں سے — چشمۂ فیض ہو گیا جاری
کون منعم کہ جس کا دستِ کرم — کر گیا خلق میں گہر باری
جس کی الفت کا نام ہے ایماں — جس پہ ایمان لائی دینداری
معرفت جس کے روشناسوں میں — جس کا عرفان ایک درباری
فخر کرتا ہے فقر بھی جس پر — فخر کی شان جس میں ہے ساری
قادری شان کا کمال و جلال — چشتیہ رنگ کی طرح داری
اس کے در پر شرابِ عرفاں کی — ہے شب و روز گرم بازاری

مطلع ثانی

آپ ہیں اے فروغِ دینداری — خاص خاصانِ حضرتِ باری
آپ کے در پہ ٹھوکریں کھائے — جس کو جنت کی ہو طلب گاری
آپ کی بندگی میں مولائی — عینِ وارستگی گرفتاری

مشکل آساں ہوئی ہوا جدم | اسم والا زبان پر جاری
اک مجھی پہ نہیں نگاہِ کرم | موردِ لطف خلق ہے ساری
آپ اللہ سے ملاتے ہیں | یہ وسیلہ ملا بہت بھاری
رونقِ خلد لے کے آتے ملک | آپ کے عرس کی ہے تیاری
ہے مہیا متاعِ جلوۂ حق | آنکھ والے کریں خریداری
چارہ ساز آپ ہیں ہوں بے چارہ | دور فرماؤ میری ناچاری
اے زلالی تمہارا کیا کہنا | فیضِ حالی کی بات ہے ساری

تلامذہ جناب زلالی بدایونی شاگرد مولانا حالی

(۱) جام نوائی۔ منشی ظفریاب حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھئے صفحہ ٦٦٦

(۲) راغب مولوی شمائل حسین بدایونی

نمونہ کلام

(۳) رضا مولوی رفیع الشان بدایونی

(رضا مرحوم بدایوں ۱۹۴۷ء)

نمونہ کلام
مہندی ہاتھوں میں لگا کر آئے ہیں وہ بام پر | دیکھ لینا آج خونِ عاشقاں ہو جائے گا

(۴) رضی۔ قاضی رضی باقر بدایونی شاگرد زلالی

نمونہ کلام
وقتِ آخر بھی ہے دل طالبِ دیدار رضی | ہے یہ وہ شمع دمِ صبح جو خاموش نہیں

(۵) زوار منشی زوار حسین بدایونی

(۶) شاعر۔ مولوی ابرار حسین برادر و شاگرد زلالی ساکن محلہ سید باڑہ بدایوں

نمونہ کلام: زیادہ اس سے شاعر خوں بہا عاشق کا کیا ہوگا
ہمارا سر تڑپ کر جا پڑا قاتل کے دامن پر

(۷) طفیل بدایونی مولوی طفیل احمد ساکن بدایوں اڈیٹر ہفتہ وار "مشیر سلطنت" بدایوں
آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

نمونہ کلام (خلیفہ ثانی):
وہ کون ہے شدت میں جو کا ذرہ مفقد ہے — ہاں اسکا عمر نام ہے فاروق لقب ہے
جو لینے خبر جاتا سو بیوں کے گھروں پر — مانند قمر رہتا تھا بیدار جو شب بھر

(۸) عارف (اویس عارف) منشی محمد اویس بدایونی ثم کراچوی

(۹) ہلالی۔ مولوی سلمان احمد صدیقی مثولی بدایونی۔ دیکھیے صفحہ ۶۶۲

عارف (اویس عارف) منشی محمد اویس بدایونی مقیم کراچی

نمونہ کلام:
کبھی چھپ گئے نظر سے کبھی آئے نظر میں — کبھی یہ ستم ظریفی کبھی یہ کرم نمائی
کسی آستاں سے عارف نہ ملی مراد اپنی — چلو آج ان کے در پر کریں قسمت آزمائی

(کلام ۱۹۵۹ء)

تلامذہ اویس عارف بدایونی ثم کراچوی

(۱) اسیر۔ منشی محمد ایوب علیگڑھی ولادت ۱۹۲۸ء ۔ ب کام منشی کامل

نمونہ کلام (نعت):
صبر و قرار دل کا شیرازہ منتشر ہے — مولا ترے دیوانے کا برباد گھر کا گھر ہے

(۲) مختار بدایونی۔ منشی مختار احمد ولد نثار احمد ولادت ۱۹۱۶ء
ساکن محلہ چھکلہ نیب بدایوں

(۳) نسیم۔ ڈاکٹر احمد حسین قریشی بدایونی شاگرد جناب عارف بدایونی

(۴) جناب رونق بدایونی۔ دیکھیے صفحہ ۵۲۴

(۲) **منظر ایوبی** پروفیسر عزیز احمد بدایونی ولادت ۱۹۳۲ء گورنمنٹ کالج شکارپور میں لکچرار اردو رہے حال مقیم کراچی مصنف مجموعہ کلام نظم "شناخت" مطبوعہ نثر و کلام زیر ترتیب ہے دو تین ڈرامے بھی لکھ چکے ہیں

نمونۂ کلام

ہم نے جس شوق سے لاشوں کو کیا تھا ہموار — ہم اس جذبۂ سرشار سے آگے نہ بڑھے
صرف سینچے تو ہیں دار و رسن تک منظر — لوگ ذکرِ رسن و دار سے آگے نہ بڑھے
رہروانِ رہِ غم نا امید مت ہونا — سلسلے اندھیروں کے روشنی سے ملتے ہیں
باغ دیدہ و دل کا خشک ہو گیا لیکن — پھول تیری یادوں کے آج بھی مہکتے ہیں
کتنے لالہ و گل کا سینہ چاک ہوتا ہے — تب کہیں بہاروں کے پیرہن مہکتے ہیں

انتخاب نظم "اے مری زندگی"

ذہن کی شاہراہوں پہ کب سے — گمرہی کے دیے جل رہے ہیں
کتنی معصوم امنگوں کے سورج — درد کے روپ میں ڈھل رہے ہیں
کتنے طوفانِ رنج و حوادث — دل کی آغوش میں پل رہے ہیں
ہر تمنا کی لو بجھ گئی ہے — ہر نفس آج شعلہ بجاں ہے

اے مری زندگی تو کہاں ہے

گلستاں گلستاں پھول مہکیں — صحرا صحرا چلے بادِ باراں
بزم در بزم ہو دورِ ساغر — انجمن انجمن ہو چراغاں
اپنی دنیا میں لیکن ابھی تک — شہر کے شہر سونے پڑے ہیں
قریہ قریہ اندھیروں کا مسکن — بستی بستی قیامت نشاں ہے

اے مری زندگی تو کہاں ہے

(۳) **ہلالی مولوی سلمان احمد صدیقی متولی بدایونی** ۱۹۱۳ - ۱۹۸۲ء

مصنف دو دیوان مطبوعہ موسومہ بارشِ رحمت و زبانِ رحمت نیز شرح محمدی منظو

خلف منشی اکرام احمد شاد بھمایونی، بدایوں سے ہائی اسکول بریلی کالج سے انٹر آگرہ یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی اور ناگپور یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔

نمونۂ کلام (نعت)

فرشتے تکتے ہیں یوں منہ گنہگاران امت کا | کہ جیسے مانگتے ہوں ان سے کچھ حصہ شفاعت کا
وہ جس نے حسن صورت حسن سیرت سب بنا لی ہیں | وہ ہے مداح ان کے حسن صورت حسن سیرت کا

نمونہ نات

ہر اک دل راز دار راز عرفاں ہو نہیں سکتا | بہ الفاظ دگر ہر شخص انساں ہو نہیں سکتا
ہلالی ان کو مہر نام سے یوں اور نسبت ہے | کہ اس سے تیرگی کم ہو جائے تمام ہجراں کی

انتخاب مداحی شاہنشاہ

سب کونین میں اونچا جو رہا تیر ہے | سب سے افضل ہے جو خالق کے سوا یہ ہے

اسرار آیات رسول اکرم تم ہی کو سر ۱۹۶۲

دھیان امت کا جو رکھتا ہے سدا یہ سر ہے | سہرا معراج کا ہے جیسکے بندھا یہ سر ہے

لطف دیدار میں خود ذوق نظارہ مجھے ہے
یعنی خود ہی سر بے مثل کے سر صدقے ہے

وصف چشمان شہ پاک کرول کیا میں رقم | ہیں یہ امت کے گنہگاروں کی خاطر پرنم
ان سے جاری ہیں عنایات کے چشمے پیہم | چشم الطاف ہے اک دوسری ہے چشم کرم

دونوں کو عرش نبوت کے ستارے کہئے
دین دنیا میں یہ امت کے سہارے کہئے

واہ کیا جبیں میں یہ ابروئے شاہ ذیجاہ | شکل ہے کعبے کی محرابوں کی سبحان اللہ
کعبہ کیوں انکو کہے دل ہے حقیقت آگاہ | قبلۂ تعظیم کیا کرتا ہے خود شام و پگاہ

وصف ابرو کی یہ تدبیر نظر آتی ہے
قاب قوسین کی تفسیر نظر آتی ہے

صفت زلف کے مضموں کی ہوئی مجھکو تلاش | مشک کہنے سے طبیعت نہیں ہوتی بشاش

رات بھر سوچا کوئی شکل نکلتی اے کاش　　خوب مضمون ملا طبع معلیٰ شاباش

شب معراج کی پر کیف فضا چھائی ہے
بلکہ یوں کہئے کہ رحمت کی گھٹا چھائی ہے

رُخ پُر نور کو کیا ہے مہ کامل سے مثال　　بعد تکمیل کے ہوتا ہے قمر رو بہ زوال
ماسوا اسکے ہے یہ عیب بھی خود اسکا کمال　　پھر کہا ہوں تو آجاتا ہے مفہوم جلال

مختصر یہ ہے اس رخ میں نہ زیبائی ہے
خالق حسن کو بھی جو کہ پسند آئی ہے

دہن پاک کی توصیف کو اور میرا منہ　　صاف ظاہر ہے بڑی بات ہے اور چھوٹا منہ
دھو رہا آب گل و مشک سے ہوں گویا منہ　　مجھکو ہے حشر میں ممدوح کو دکھلانا منہ

حوصلے وقت ثنا سارے بر آئیں میرے
پھول جھڑتے ہوتے منہ سے نظر آئیں میرے

دشمنوں کو بھی دعا اس دہن پاک سے ہے　　سچ یہ ہے اپنی بقا اس دہن پاک سے ہے
ہر ندا اور صدا اس دہن پاک سے ہے　　خلق میں حکم خدا اس دہن پاک سے ہے

منکر ان کا کرے امت کا کب ایسا منہ ہے
بن گئی بات کہ اللہ کو ان کا منہ ہے

منہ یہ اب وصف پدید سادات آیا　　کیف توصیف طبیعت میں بہ غایات آیا
لیکے یہ دست دعا جیب در حاجات آیا　　خوب مضمون ترے طبع رسا ہات آیا

دسترس رکھی ہے ہر اک کی خدا نے ان سے
خلق لے جاتی ہے دولت کے خزانے ان سے

دستگیری کو جو سرِ جا ہو ادا آتے ہیں | انکی امداد سے سب حوصلے بر آتے ہیں
لیکے خود سوئے گدا نعل و گہر آتے ہیں | ہر جگہ سر پہ یتیموں کے نظر آتے ہیں

ان سے نسبت ہو تو پتھر میں بھی گویائی ہے
ختم ان ہاتھوں پہ اعجازِ مسیحائی ہے

سچ یہ ہے علمِ لدنی کا یہ گنجینہ ہے | حق کے عرفاں سے اسے رشتۂ دیرینہ ہے
جب ہے بے مثل تو کیسے کہوں آئینہ ہے | نور ہی نور ہو جس میں یہ وہی سینہ ہے

کیا پتے سینۂ سرکارِ دو عالم کہئے
بزمِ کونین کا بس صدرِ معظم کہئے

شکمِ پاک کے اوصاف کروں کیا میں بیاں | جو کی روٹی ہے غذا اور شکمِ شاہِ زماں
رات بھر رہتا ہے فاقے میں خدا کا مہماں | عشق کا قول مجھے آ ہی گیا یاد یہاں

اس کی توصیف کا مضمون کوئی کیونکر باندھے
جس نے امت کے لیے پیٹ پہ پتھر باندھے

وصفِ پا لکھ کے قلم پا بہ حنا ہوتا ہے | مدح گوئی کا ہر اک فرض ادا ہوتا ہے
جب کوئی محوِ ثنائے کفِ پا ہوتا ہے | اسکے سر پہ کرم و فضلِ خدا ہوتا ہے

جس کے یہ سر پہ ہوں وہ خلق میں سردار رہے
یہ وہ ہیں عرشِ بریں جسکا طلبگار رہے

تلامذہ جنابِ ہلالی بدایونی شاگردِ جنابِ زلالی بدایونی

(۱) نیاز: منشی نیاز احمد بدایونی مقیم کراچی خلف ہلالی بدایونی عمر تقریباً

بچاس سال مجموعہ کلام "درد کی تنہائی" شائع ہو چکا ہے۔

نمونہ کلام:

کھو کے بیٹھے ہیں دشت آگہی میں ہم — راستہ نہیں پاتے دل کی روشنی میں ہم
ٹھوکروں کا اک جھونکا ساتھ کھینچ لایا ہے — جان کر نہیں آئے آپ کی گلی میں ہم

(۲) عرفان۔ منشی عرفان احمد بدایونی خلف و شاگرد جناب ہلالی بدایونی ولادت ۱۹۳۸ء

افسر اعلیٰ حکومت یوپی مصنف مجموعہ کلام "کہکشاں" مطبوعہ ۱۹۷۶ء

نمونہ کلام:

اب مجھ پہ رنج و صدمہ و غم کا اثر نہیں — پتھر بنا دیا ستم روزگار نے

جام نوائی بدایونی شاگرد زلالی بدایونی

جام۔ منشی ظفریاب حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۰۲ء-۱۹۸۱ء

خلف منشی ارشاد حسین برق بدایونی خلف حسن بخش ابن جمیل اللہ برادر مولانا شاہ دلیل اللہ والد ماجد حضرت نوا بدایونی۔ فارسی میں منشی اور منشی کامل۔ اور بیلارنس سالی میں بی اے اور ایم اے کیا ۱۹۲۶ء مختار کاری مال و فوجداری کا امتحان پاس کر کے بدایوں میں ۱۹۲۹ء تک وکالت کی اور اس کے بعد سپلائی ڈپارٹمنٹ میں سینئر انسپکٹر کے عہدے پر کام کیا۔ آخر میں پاکستان آکر اسلام آباد میں قیام کیا۔ وہیں انتقال ہوا۔ جام صاحب کے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ ۱۹۰۸ء سے بیعت تھے اور خود جام صاحب سیدی و سندی مرشدی و ملجائی حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب مارہروی قدس سرہم ۱۹۲۳ء سے بیعت تھے۔

جناب جام نوائی کی اہلیہ بھی شاعرہ تھیں انہوں نے ۱۹۸۰ء میں جام صاحب کی شدید علالت کے موقع پر جو منظوم دعا لکھی تھی وہ ادب کا انمول سرمایہ ہے ملاحظہ فرمایئے

الٰہ العالمین اپنے حبیبِ پاکؐ کا صدقہ　　انیسِ بیکساں شاہنشہِ لولاک کا صدقہ
تصدق عزتِ اطہار و آلِ مصطفیٰؐ کا　　الٰہی واسطہ شمعِ حریمِ مرتضیٰؑ کا
الٰہی نورِ چشمانِ شہِ کونینؐ کا صدقہ　　شہیدانِ رہِ صبر و رضا حسنینؑ کا صدقہ
الٰہ العالمین سرکارؐ کے اصحابؓ کا صدقہ　　ان اپنے عاشقوں کے دیدۂ بیخواب کا صدقہ
الٰہی واسطہ برجِ امامت کے ستاروں کا　　الٰہی واسطہ ختمِ رسلؐ کے جاں نثاروں کا
الٰہی ہر نحیف و دردمند و زار کا صدقہ　　الٰہی ہر ملول و عاجز و بیمار کا صدقہ
کھڑی ہوں جسکے بالیں پر اب اسکو تندرستی دے　　بدن کو پھر وہی صحت عطا کر تن کو چستی دے
اب اپنے حکم سے یارب مرض کو دور فرما دے　　ہنسا دے یہ تفکر یہ خلش مسرور فرما دے
عطا فرما شفا اس خستہ و بیمار کو مولا　　سلامت رکھ مری کشتی کے کھیون ہار کو مولا
بس اب ہے انحصارِ زیست تیری مہربانی پر　　الٰہی رحم میری بیکسی اسکی جوانی پر
یہ دم باقی طفیلِ صاحبِ معراج رکھ یارب　　مرے اٹھے ہوئے دستِ دعا کی لاج رکھ یارب
مرے معصوم بچوں پر ترحم کی نظر فرما　　دعا میں دے اثر یارب دوا کو کارگر فرما
مجھے محفوظ رکھ طوفانِ غم کی بے پناہی سے　　بچا لے میری امیدوں کی دنیا کو تباہی سے
قبولیت سے میری التجا کو سرخرو فرما　　الٰہ العالمین ان آنسوؤں کی آبرو فرما
کرم کو اپنے میرا مونس و غمخوار کر یارب　　بھنور میں ہے سفینہ خیریت سے پار کر یارب
یہ دم قائم ہے یارب جس سے میرا راج رہنے دے　　میرے سر پر یہ اپنی رحمتوں کا تاج رہنے دے

یہ نظم دسمبر ۱۹۴۰ء کے عصمت میں شائع ہوئی تھی اور رسالے کی بہترین نظم قرار دی گئی تھی۔ مرحومہ کی دعا کام آئی اور جناب جام صاحب موت کے منہ سے نکل کر صحتیاب ہوئے اب مرحومہ خود بیمار پڑ گئیں۔ اور موت و زیست کی کشمکش سے دوچار ہو گئیں اس

بے بسی کے عالم میں جام صاحب نے مندرجہ ذیل منظوم دعا لکھی۔

الٰہی تو شفا بیماریوں سے دینے والا ہے
یہ راتوں میں ترے اسمِ اعظم سے اجالا ہے

تری رحمت تسلی بخشِ جانِ زار ہوتی ہے
دعا سنتا ہے تو جب ہر دوا بیکار ہوتی ہے

ہوئی مجھ پر بھی کچھ ایسی ہی تری لطف فرمائی
عجب مایوس کن حالات میں میں نے شفا پائی

قضا لیکن مناجاتِ سحر گاہی ہوئی شاید
ترے شکرِ کرم میں مجھ سے کوتاہی ہوئی شاید

کہ دل پر از سرِ نو لشکرِ غم کی چڑھائی ہے
دہائی ہے تری شانِ ترحم کی دہائی ہے

مری تیمارداری نے کیا بیمار بخم کس کو
نہیں تھا میری بالیں پر خیال اپنا ذرا جسکو

بخار انعام ٹھہرا جذبۂ خدمت گذاری کا
یہ بدلہ شوہرِ بیمار کی تیمارداری کا

الٰہی امِ زہرا ہاشمی پر رحم فرما دے
ترے صحت مرض دور از قیاس و فہم فرما دے

الہ العلمین کامل توانائی کر اگر کی ہے
حقیقی زندگی دے اپنی رحمت سے اگر دی ہے

نہ مورد کر مجھے اس ابتلائے ناگہانی کا
نہیں مفہوم ہی کچھ اس سے چھٹ کر زندگانی کا

اسے تو چھین لے مجھ سے نہ ہو ایسا کہیں یا رب
نہیں یا رب نہیں یا رب نہیں یا رب نہیں یا رب

تری رحمت کو جب ایسا گوارا ہو نہیں سکتا
یہ ہو سکتا نہیں پروردگارا ہو نہیں سکتا

میں واقف ہوں وفا کے جوش نے مجھ پر جفا کی تھی
مرے بدلے میں خود قربان ہونے کی دعا کی تھی

خطا ہے اے خدا تجھ سے کوئی ایسی دعا کرنا
مگر فرضِ تقاضائے وفا تھا یہ خطا کرنا

نہیں مقبول کر لینا نہ اسکی یہ دعا یا رب
بحل کر جذبۂ دردِ محبت کی خطا یا رب

محبت جیتے جی چھٹتے ہوئے دیکھی نہیں جاتی
یہ دولت سامنے لٹتی ہوئی دیکھی نہیں جاتی

الٰہی تو نے اسکی بیکسی پر رحم کھایا ہے
مجھے اسکی دعا پر موت کے منہ سے بچایا ہے

ذرا میری بیکسی بے چارگی پر بھی نظر مولا
وہی لطف و نوازش آج میرے حال پر مولا

پس از احسان احسان مکرر اے خدا فرما — مجھے بخشا ہے اسکو اب سے مجھکو عطا فرما
دعا تھی میری اب اسکو عطا کر زندگی یا رب — مرے جذب محبت کو نہ ہو شرمندگی یا رب
مری فریاد اگر رنگ قبولیت نہ پائے گی — تو کیا کیا نازش عشق و وفا کو شرم آئے گی
بھنور سے جنکی کشتی کو ابھی تو نے نکالا ہے — وہی معصوم جن سے میری دنیا میں اجالا ہے
وہ پھر مایوسیوں میں آج تجھسے لو لگائے ہیں — وہ تجھ سے بھیک لینے پھر بھکاری بنکے آئے ہیں
نظر فرما کہ اس اجڑے گلستاں کی ہے — الٰہی باپ سے زاید ضرورت انکو ماں کی ہے
سنا ہے کہ یارب جب کوئی معصوم روتا ہے — قیامت کا ترے بحر کرم میں جوش ہوتا ہے
تصدق اپنی رحمت کا کہ پھر ان پر کرم فرما — نہ توڑ انکی امیدیں دفع پھر طوفان غم فرما
بماد جہ نشاط زندگانی اسکے جینے کو — بچالے ڈوبنے سے اس محبت کے سفینے کو
محبت کا یہ ربط باہمی پابندہ رکھ مولا — مجھے زندہ رکھا ہے تو اسے بھی زندہ رکھ مولا
مسرت دے ہم آہنگی سوز و ساز سے یا رب — مسرور رکھ یہ گھر اس شمع جاں افروز سے یا رب

جناب جام صاحب کی مندرجہ بالا دعا قبول نہ ہوئی اور انکی اہلیہ کا ۱۹۴۲ء میں مختصر [illegible] کے بعد انتقال ہوگیا۔ اس حادثے پر انہوں نے کئی نظمیں اور غزلیں کہی ہیں۔

ہو کے شامل کلمہ طیب میں انکا اسم پاک — وجہ ایمان جزو ایماں عین ایماں ہوگیا (شاعر بریلی)
خدا معلوم ان کے فرق اقدس کا شرف کیا ہے — کہ جسکا نقش پا تاج سر عرش معلی ہے
وہی تھے مرکز صد آرزو دل میں — اب اسکے بعد کب ہر تمنا کی تمنا ہے
عطائے بے طلب شیوہ ہے اس جود مجسم کا — کرم بے عرض مطلب شان رحمت کا تقاضا ہے
یہ عاصی جام خاک پائے سرکار ان مدینہ — برا ہے پر انہیں کا برا اچھے میاں کہا ہے

مندرجہ بالا نعت جام صاحب نے آل پاکستان نعتیہ مشاعرہ اسلام آباد میں پڑھی

اس پر وزارتِ امورِ مذہبی نے انکو حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ پر روانہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

انتخابِ غزلیات جناب جام نوائی بدایونی

بڑھا دستِ تسلی اور قیامت توڑ دی دل پر
خطا یہ تھی سکوں ملنے لگا تھا بے قراری سے

اس پہ رونا بھی بجا اس پہ تبسم بھی درست
حادثہ بھی ہے حیاتِ عشق افسانہ بھی ہے

مسلسل سعیِ ناکام طلب کیا دل نشیں پائی
ادھر کو رخ نہیں کرتا جدھر منزل سمجھتا ہوں

کیا ہے یہی اے صبحِ چمن فیضِ بہاراں
بھر لے کوئی دامن کوئی اک پھول کو ترسے

اے جام کہو یا نہ کہو چھپ نہیں سکتا
جو دل میں بھرا ہے وہ ٹپکتا ہے نظر سے

زندگی میں سحرِ عیش کے آثار کہاں
ختم ہو دیکھئے یہ غم کی شبِ تار کہاں

منہ چھپائے کو اب اس دورِ ہوس میں یارب
جائیں ہم عشق و محبت کے گنہگار کہاں

مل گیا بسترِ گل سو گئے اربابِ جنوں
جس سے بیدار تھے اب وہ خلشِ خار کہاں

زندگی دے کے روایاتِ وفا کو اے جام
ہم نے دنیا کو بتایا ہے محبت کیا ہے

نظر ہے اپنی اپنی شیخ نے دیکھا نہ کعبے میں
مگر ہم نے خدا کو جام میخانے میں دیکھا ہے

میں خود بیزار ہوں دنیا کے ذوقِ کم نگاہی سے
خفا مجھ سے نگاہِ اہلِ عالم ہے تو ہونے دو

حدودِ وسعتِ کون و مکاں میں چین نہیں
حدودِ وسعتِ کون و مکاں سے دور چلیں

قیدِ ہر رسم سے ہے فطرتِ الفت آزاد
اس کو منت کشِ پابندیِ دستور نہ کر

زباں ساکت نظر محوِ فغاں ہے
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہے

رخصت اے کاکلِ محبوب کہ دیوانوں نے
زلفِ دوراں سے الجھنے کی قسم کھائی ہے

راہِ وفا سے جام کو ممکن نہیں گریز
گردن میں کوئی ہاتھ حمائل ہے آج بھی

صلائے عام ہے خوابانِ فیض ہاتھ بڑھائیں
لچک گیا ہوں میں اک شاخِ بارور کی طرح

گئی بہار پھر آئے گی نا امید نہ ہو
نہ ڈر خزاں سے خزاں سایہ گریزاں ہے

یہ سب ہے جامِ مرے خونِ دل کی گلریزی
بہار میرے لہو کی رہینِ احساں ہے

بچا تو لائی تھی طوفاں سے قسمتِ بیدار
سلا گئے ہمیں جھونکے ہوائے ساحل کے

بزمِ دل ہے ہمہ نغمہ ہمہ نکہت ہمہ نور
کچھ عجب رنگ سے آئی ہے تری یاد کہ ()

چمن کی شادابیوں کو ہم نے خوشی خوشی لٹا دیا تھا
یہ کیا سمجھتے تھے اس چمن میں نئے گل کھلا کریں گے

دل اٹھے گا اک نہ اک دن جامِ خونِ آستیں
گو یہ سچ ہے آج خنجر کی زباں خاموش ہے

کرنے والے شبِ تیرہ کے گریباں کو چاک
جب کبھی ہونگے ہمیں چاک گریباں ہونگے

راہِ حق میں سر کٹانے سے نہ ڈر جاتے ہیں لوگ
زندگی آواز دیتی ہے تو مر جاتے ہیں لوگ

کاٹ کر قدموں پہ سر رکھ دوں خود اپنے ہاتھ سے
تیری مرضی ہے یہی ظالم تو آ یوں ہی سہی

دوائے درد سے بھی درد کا درماں نہیں ہوتا
سراپا غم ہوں لیکن کم غمِ پنہاں نہیں ہوتا

خزاں سو بار آئے اب دلِ برباد کو کیا غم
حوادث سے کوئی ویراں کدہ ویراں نہیں ہوتا

عشق کی باتیں زباں تک آ کے افسانہ بنیں
دو کہیں ہم نے تو دنیا نے بڑھا دیں چار اور

کتنی رنگیں آج تقریبِ شکستِ توبہ تھی
ہاں کہا میں نے کہا ساقی نے جتنی بار اور

اک آخری نگاہ میں بیمارِ جاں ملے
ساری حیاتِ عشق کا افسانہ کہہ گیا

سراپا درد بنکر بھی جئے جائیں مگر کیسے
فریبِ ہر نفس سے دل کو بہلائیں مگر کیسے

حیاتِ عشق ہے یکسر فسانۂ بیداد
مگر کہیں کسی بیدادگر کا نام نہیں

محروم ہے آنکھ اور وہ جلوہ ہے نظر میں
ہر ایک کو ہے ناز کہ ہوں میں عید نظر میں
دنیا میں نہ ہوں ایسے رہرو گم ہیں جو تلاش منزل میں
بالآخر انتہائے مدعا ترکِ مدعا ٹھہری
وہ باتیں راز کی جنکا تعلق دل سے ہوتا ہے
بگڑے ہوئے قاتل کے جو تیور نظر آئے
آخر کو نمودار ہوا رنگ شفق میں

برگشتگیِ طالعِ ناساز تو دیکھو
محفل میں اداتے نگہ ناز تو دیکھو
خود جسکی طلب ہو منزل کو وہ طالبِ منزل کوئی نہیں
نہ راس آیا مجھے لذت کشِ آزار ہو جانا
سناتا ہوں انہیں کو جنکو اہلِ دل سمجھتا ہوں
گھبرا کے چھپی تیغ کے دامن میں قضا بھی
چھپتا ہے کہیں خونِ شہیدانِ وفا بھی

(ماخوذ از اسلامیہ کالج جنرل بدایوں ۔ ۷۶ء)

تلامذہ جناب جام نوائی بدایونی

(۱) وکار جناب دلاور فگار بدایونی شاگرد جناب جام نوائی وجناب جامی بدایونی وجناب آفتاب احمد جوہر بدایونی ۔ آپ کا ذکر جناب جامی بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ

(۲) شکیل بدایونی شاگرد جناب جام نوائی وجناب ضیاء القادری بدایونی

آپ کا ذکر جناب ضیا القادری کے تلامذہ میں ہو چکا دیکھئے صفحہ ۶۹۲

(۳) نصیب مسٹر ای ۔ ایس بنیسن بدایونی ۔ ابتدائی تعلیم بدایوں اور اعلیٰ تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی فلسفے میں ایم اے کی ڈگری رکھتے ہیں ۔

نمونہ کلام
اٹھ گیا محفل سے وہ افسونِ جلوہ چھوڑ کر
اہلِ محفل سوچتے ہیں وہ ابھی محفل میں ہے
نصیب غور سے دیکھا تو شکلِ انساں میں
خدا تو بھی مل کبھی گیا بندۂ خدا نہ ملا

ولادت ۱۹۲۶

(۴) ضمیر جلیسی بدایونی۔ منشی ضمیر حسین صدیقی حمیدی جلیسی بدایونی

مقیم کراچی۔ پوسٹ آفس کراچی میں انسپکٹر تھے۔ ترنم بڑا دلآویز تھا۔

نمونہ کلام: میرا خودی کا ساتھ ہی کیا راہِ شوق میں — دو چار گام جائے گی وہ بھی اگر گئی

سنہ ۱۹۷۱

(۵) سبطین۔ ماسٹر سبطین احمد صدیقی متولی بدایونی خلف منشی

مصنف مجموعۂ کلام ”حسن دعا“

رضا احمد شاطر بدایونی۔ جناب سبطین کو نظم پر بڑی قدرت تھی۔ آپ کی نظم بکھاری اور چکی میں بلا کی روانی برجستگی اور سلاست ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

نمونہ کلام: میں ان سے کیا بچھڑ گئی — بنی ہوئی بگڑ گئی
دیس کی عزیز بے وفا ہوئے — قریب سب جدا ہوئے
پیا دم میں نامراد رہ گئی — کہانی یاد رہ گئی
مرے رفیق زندگی — تجھے نہ بھولوں گی کبھی
میں تجھ سے شرمسار ہوں — تری وظیفہ خوار ہوں
سکھی ری تیز چل ذرا — سحر بہت قریب ہے
وہ مجھ دکھی کا آسرا — وہ زندگی کا مشغلہ
نڈھال تھا کچھ اس قدر — کہ سو گیا ہے بے خبر
اٹھا تو جان کھوئے گا — بلک بلک کے روئے گا
کہاں سے چیز لاؤں گی — اسے میں کیا کھلاؤں گی
غریب کا نہ اعتبار — غریب کو نہ دیں ادھار
پسیری میری پیس دے — تو مل رہیں گے کچھ ٹکے
سکھی ری تیز چل ذرا — سحر بہت قریب ہے

نمونۂ کلام (عزیز بیابانی) ان کے آگے داستانِ آرزو — خود نگاہوں سے بیاں ہونے لگی
آرزا بلدں کی خیر کیجیے صیاد پھر اٹھا — کا نہ ھو دامِ زلفِ پریشاں کیے ہوئے

(۶) مہتاب۔ جناب مہتاب ظفر صدیقی خلف جناب جام نوائی۔ آپ ترقی پسند شاعر ہیں۔ ولادت ۱۹۳۱ء افسر محکمہ داخلہ حکومت پاکستان اسلام آباد

نمونۂ کلام

گل بھی فریاد بلب ہوتا ہے — اس گلستاں میں غضب ہوتا ہے
ناخداؤں پہ بھروسہ اکثر — ڈوب جانے کا سبب ہوتا ہے
ایک کا نشا بھی سرِ راہ کبھی — ناقدِ ذوقِ طلب ہوتا ہے
چھٹا جو آپ کے رخ سے خلوص کا غازہ — بکھر گیا مری خوش فہمیوں کا شیرازہ
یہ راستے کے اندھیرے یہ میری تنہائی — کہاں بہک کے ہوا رہبروں کا اندازہ

(۷) شاداں۔ منشی ظہور الاسلام ہاشمی ساکن عباسی محلہ بدایوں

(۸) دید۔ منشی ظہیر احمد ساکن محلہ مردمے ٹولہ بدایوں

(۹) اختر۔ منشی محمد احمد بدایوں شاگرد قمر بدایونی و حضرت جام نوائی بدایونی

نمونۂ کلام

خبر لے بڑھ کے اے دستِ جنوں تارِ رگِ جاں کی — کہ ہو جائے مکمل داستاں چاکِ گریباں کی
سراپا نور بھی تم ہو بہارِ مستقل بھی تم — تمہارے دم قدم سے ہیں بہاریں بزمِ امکاں کی

صادق و عزیز بدایونی شاگرد مرزا غالب دہلوی

صادق و عزیز۔ مولوی عزیز الدین صدیقی فرشوری بدایونی م ۱۸۹۲ء

ادر اصغر مولوی سعید الدین سعیدؔ و کامل شاگرد عارف دہلوی۔ دہلی کو وطن ثانی بنالیا تھا
ت عالم و فاضل شخص تھے بیلی بھیت اور ٹھیرا مؤ میں منصف رہے ان کی مروت کا ایک
اقعہ قاضی محمد خلیل حیرانؔ رئیس بریلی نے بیان کیا ان کے والد جناب قاضی عبد الجمیل جنوںؔ
یلوی کے جناب صادق و عزیز بدایونی سے گہرے مراسم تھے جناب حیراں چند گھنٹے بیلی بھیت
ں مقیم ہوئے جہاں جناب صادق منصف تھے۔ منصف صاحب کے گھر پہنچے تو وہ دسترخوان
بیٹھے تھے اور کھانا ختم کر چکے تھے۔ جناب حیراں کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ دسترخوان پر صرف
ھچڑی تھی۔ حیراں صاحب نے منہ میں نوالہ رکھا تو اس میں نمک نہ تھا جناب حیراں صاحب نے
ہا کہ کھچڑی میں نمک نہیں ہے تو نوکر کو بلا کر دریافت کیا نوکر نے کھچڑی چکھ کر اقرار کیا کہ نمک
ڈالنا بھول گیا منصف صاحب نے اچار منگوایا حالانکہ خود پیٹ بھر کر کھچڑی کھا چکے تھے۔

لے گئی دل اک نگہ میں انکی چشم نیم خواب — مست ہم سمجھے تھے اس کو پر بہت ہشیار ہے
گزر کیونکر ہو ایسے آستاں تک — تصور بھی نہیں جاتا جہاں تک
قاتل جو اپنا ہے وہی اب سوگوار ہے — اس موت پہ حیات فدا جاں نثار ہے
ہم کو نیند آئی نہ قتل سے پہلے — کچھ نہ ارمان نکلے قاتل کے (۱۸۸۶ء)
نالے آہن گداز ہیں اپنے — ہم مقید نہیں سلاسل کے (دامن گلچیں)
حوض کوثر میں بھی باقی نہ رہے گا قطرہ — واعظو خلد میں رندوں کا گذر ہونے دو (ایام یار مارچ ۱۸۸۴ء)
پیری ہوئی نمود تو صادق کھلا یہ راز — عہد شباب بھی کوئی عالم تھا خواب کا

(تلامذہ غالب۔ سخن شعرا۔ بزم اکبر۔ گلستان سخن۔ گلدستہ سخن آگرہ جولائی ۱۸۸۳ء)

تلامذہ عزیز و صادق بدایونی

(۱) ضیا۔ مولوی ضیاء الدین خلف و شاگرد عزیز و صادق بدایونی

نثر کلام - تاریخ تذکرہ الواصلین

یہ ختم خانہ معرفت وا ہوا | حقیقت سے پر جسکا ہر باب ہے
سرِ آرزو کو اٹھا لکھ ضیاؔ | چراغِ مضامینِ نایاب ہے

۱۳۱۸ (۱۹۰۱ء)

بدایونی

(۳) طالب مولوی وہاب الدین خلف و شاگرد مولوی عزیز الدین صادق

مریضانِ تپِ ہجراں سے مایوسی یہ کہتی ہے | نہ دیکھینگے سحر شام جدائی دیکھنے والے
نظر بازی کبھی کرتے نہیں حورانِ جنت سے | حسینانِ جہاں کی دلربائی دیکھنے والے
صنم سے عشق ہے ہم کو کہ ہم ہیں حق طالبؔ | بتوں کو دیکھکر شانِ خدائی دیکھنے والے
جلوۂ حسن وہ ہر شکل دکھلاتا ہے | کبھی یوسف کبھی شیریں کبھی لیلا ہو کر

(ریاض سخن - ص ۴ - ...)

فدا و جمالی سہسوانی بدایونی شاگرد مرزا غالب دہلوی

حکیم سید احمد حسن نقوی مودودی صالحی سہسوانی ۱۸۲۹ء - ۱۸۹۴ء

بن سید محمد حسن بن سید فسل امام بن سید احسن اللہ بن سید فیض اللہ بن سلطان اللہ بن عبد الواحد بن سید نور اللہ بن قاضی سید محمد صالح بن قاضی سید عبد الشکور قاضی سہسوان آپ نے حکیم ہاشم علی خاں موہانی سے بڑودہ میں طب پڑھی - ریاست بڑودہ میں ملازم تھے - آپ کا کتب خانہ مختلف علوم کی کتابوں کا ذخیرہ تھا - خطوطِ غالب مرتب کردہ مولانا غلام رسول مہر میں آپ کے نام گیارہ خط ہیں - مکتوب مورخہ ۱۸ رجون ۱۸۶۱ء میں حکیم صاحب کے نام کے دو سجعے لکھے ہیں ایک سجع " بہارِ گلستانِ احمد حسن " اور دوسرا سجع " دل حیدرؓ و جانِ احمد حسن " ہے - آپ میر ابراہیم علی خاں کے مصاحب تھے -

جناب فدا حضرت شیخ محمود میاں چشتی احمد آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے مرشد
سالگرہ ۱۸۸۹ء ۱۳۰۶ھ کے موقع پر آپ کے اشعار درج ذیل ہیں۔

کس کلیم نبوی کا ہے ظہور آج کی رات | شمع محفل ہے ہر اک شعلۂ طور آج کی رات
ہے فلک اسلئے اس بزم سے خوش مثل فدا | شیخ محمود میاں کا ہے ظہور آج کی رات

غزلیات

کہا درد کے ہیں نے شب جو اپنے غم کا افسانہ | تجاہل دیکھئے کہتے ہیں تو ہے کسکا دیوانہ
ہو سکے تو کیجئے ذھب آخری دیدار کا | لب تک آپہنچا ہے دم اس ناتواں بیمار کا
عاشقوں کا کوچۂ قاتل میں ہے یہ اژدھام | روز بہرِ امتحاں ہوتا ہے خوں دو چار کا

(حیات، اصل، تلامذہ غالب)

تلامذہ فدا و جمالی سہسوانی شاگرد غالب

(۱) **سعید منشی محمد سعید خاں مراد آبادی**۔ مقیم بڑودہ خلف حافظ احمد علی خاں خوش طبع شخص تھے۔ ٹھمری وغیرہ میں بھی مہارت تھی۔ اکثر نعت کہتے تھے دیکھئے ۳۰۹

نمونۂ کلام

نعت

نور سے کیوں نہ ہو پر نور یہ بزم میلاد | رونق افروز ہیں یاں شمعِ رسلؐ آج کی رات

غزلیات

نادم ہوا ہوں دے کے تجھے اے نگار دل | بے سمجھے بوجھے کر دیا تجھ پر نثار دل
شاکی نہیں سعید کسی حال میں ترا | جان ظلم پر فدا ہے ستم پر نثار دل
دیکھ لیتا تری صورت اگر اے آئینہ رو | صورتِ آئینہ بہزاد بھی حیراں ہوتا

(۲) **افسر سید محمود حسین** خلف و شاگرد جناب فدا و جمالی۔ آپ
کا ذکر جناب ثاقب بدایونی کے تلامذہ میں ہو چکا ہے دیکھئے صفحہ ۵۳۴

ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب

نواب سید محمد ذکریا خان ۱۸۳۹ء-۱۹۰۲ء خلف سید محمود خاں

داماد و برادر زادہ میر محمد خاں سرور مولف تذکرہ عمدہ منتخبہ خلف مختار الدولہ نواب
القاسم خاں عزیز محمد الدولہ عبد الاحد خاں وزیر شاہ عالم ثانی۔ عربی۔ فارسی منطق
ریاضی کی تعلیم مرزا غالب۔ مولانا صہبائی اور پنڈت رام کشن لال سے حاصل کی آپ حافظ
ن تھے طب۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ نجوم۔ موسیقی اور خوشنویسی میں کمال حاصل تھا۔ محکمہ
لیم یوپی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے اس تعلق سے میرٹھ۔ گورکھپور۔ بریلی۔ بدایوں اور الہ آباد
ں قیام رہا۔ پنشن کے بعد مستقل قیام بدایوں میں کر لیا۔ انتقال کے بعد درگاہ حضرت سید احمد
احب قدس سرہ بدایونی کی جنوبی دیوار کے باہر جانب مشرق دفن ہوئے۔ بہت قادر
کلام شاعر تھے۔ دیوان زندگی میں شائع ہوا تھا۔

آپ مرزا غالب کے کامیاب مقلد تھے۔ فارسی و اردو نظم و نثر میں قدرت کاملہ رکھتے
تھے آپ کے کلام میں خیالات کی تازگی۔ مضمون آفرینی نازک خیالی اور طرز ادا کی نفاست خاص
طور پر قابل داد ہے آپ قدیم تہذیب کا نمونہ تھے۔ پابندی وضع۔ انکسار خلق۔ کم سخنی سے متصف
ہونے کے علاوہ نکتہ سنج زود فہم تھے۔ فقرا سے بہت عقیدت تھی۔ حضرت مولانا دلدار علی صاحب
مذاق بدایونی قدس سرہ سے بیعت تھے۔

تاریخ دیوان جناب ذکی دہلوی از مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی

صورت نگار معنی مثل ذکی نباشد — جان کلیم طالب روح روان غالب
آب حیات تازہ معجز انثر کلامش — زندہ از و بہ گیتی نام و نشان غالب
خطش بجو ببش ناز داز شان بیرزائی — دیوان او سراپا گویا زبان غالب
در فکر سال طبعش بودم اسیر حیراں — گفتا بہ گوش ہاتف طرز بیان غالب

۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء)

نمونۂ کلام

سو رنج سو الم ہیں یہاں ہر نفس کے ساتھ — دم کا نہیں شمار تو غم کا حساب کیا
ہم جان و دل تو نذرِ غمِ یار کر چکے — حیراں ہیں اب لٹا گئے راہِ وفا میں کیا
دل فرطِ غم سے خستہ ہے ذوقِ فغاں کہاں — سچ ہے جو شیشہ ٹوٹ گیا بے صدا ہوا
مریضِ دردِ ما کا مداوا ہے مرنا — یہ اچھا بھی ہوگا تو اچھا نہ ہوگا
آوارگی تھی فطرتِ آدم کہ خلد سے — آباد ہونے آئے جہانِ خراب میں
وہی سبزہ وہی وحشت وہی ویرانی ہے — اور کیا دشت میں ہوگا جو مرے گھر میں نہیں
کر دیا خوئے خموشی کو وفا میں داخل — بے قراری میں بھی فریاد کا مقدور نہیں
داغِ حسرت دل میں نقشہ رہ گیا — مٹ گئے نقش و نگارِ انجمن
یہیں مل جاؤں گا میں خاک میں نقشِ قدم ہو کر — نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑوں گا تمہارے آستانے کو
تمہارا ذکر نہ ہو رعشۂ دشوق نہ ہو — تو یہ ہی کیوں نہ کہو کوئی بے زباں ہو جائے
نفس نفس ہے نسیمِ وفا محرکِ شوق — یہ وہ مزا ہے جسے ذوقِ جلوہ داں کہیے
دم گھٹا جاتا ہے کب تک سہے کوئی یہ عذاب — جل بھی چک اے دلِ پر سوز دھواں ہوتا ہے
محشر میں جاؤں کیا کہ بتایا نہ جائے گا — قاتل کا نام پوچھتے ہیں دادخواہ سے
تماشا عام ہوگا اور کیفِ بے خودی ارزاں — عجب کیا ہے قیامت صحبتِ رندانہ ہو جائے
دلکش اندازِ خموشی اور ادا تقریر کی — واہ کیا بات آپ کی اور آپ کی تقریر کی
بارک اللہ مرحبا اے شیوۂ حسنِ سلوک — ان کو آمرزش کی عادت ہم کو خو تقصیر کی

(تلامذۂ غالب [illegible])

تلامذہ حضرت ذکی دہلوی شاگرد مرزا غالب دہلوی

(۱) اسیر مولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی شاگرد مذاق بدایونی و ذکی دہلوی۔ دیکھیے صفحہ ۶۸۰

(۲) تولا۔ منشی تولا حسین صدیقی حمیدی بدایونی دیکھیے ص۶۹۶

(۳) نازونارسش۔ منشی محمد مبین صدیقی متولی بدایونی دیکھیے ص۵

مولوی علی احمد خاں اسیر بریلوی ثم بدایونی شاگرد مذاق بدایونی و ذکی دہلوی

اسیر۔ مولوی علی احمد خاں بریلوی ثم بدایونی ۱۸۵۴ء۔ ۱۹۲۷ء ولد

خنگ یاز خاں بریلوی ثم بدایونی مولانا اسیر نے فارسی کی تعلیم بریلی میں مولوی ہدایت علی[1] فاروقی بریلوی سے پائی۔ منقولات کی تعلیم مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۰۱ء سے بدایوں میں پائی علم حدیث مولانا محمد حسن سنبھلی[2] سے حاصل کیا پھر مدرسہ عالیہ رام پور میں مولانا عبدالحق خیرآبادی[3]

---

[1] مولوی سید ہدایت علی بریلوی م ــــ ساکن محلہ قرولان بریلی شاگرد مفتی سعداں حسن خاں عثمانی بریلوی مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل رہے۔ جنرل اعظم الدین خاں کے رویہ سے دل برداشتہ ہوکر مستعفی ہوگئے اور بریلی میں مسند درس سنبھالی آپ کے تلمیذ رشید مولانا فضل حق رام پوری م ۱۹۲۰ء تھے۔

[2] مولانا محمد حسن سنبھلی ۱۸۶۸ء ۱۳۰۵ھ حافظ قاری محدث اور فقیہ تھے۔ مولوی عبدالسلام سنبھلی سے عربی و فارسی پڑھی۔ علم حدیث کی سند مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۰۱ء سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مفتی سلطان حسن خاں عثمانی بریلوی سے پڑھیں تصانیف میں کلمۃ الحادیہ شرح قصیدہ عزیزیہ۔ حاشیہ شرح وقایہ حاشیہ ہدایہ۔ النظام فی مسند الامام۔ حاشیہ شرح عقاید نسفی۔ وغیرہ کتب کثیر کے مصنف تھے آپ کے عقائد تفضیلی تھے۔ جوانی میں انتقال ہوا۔

حاشیہ نمبر ۳ اگلے صفحہ پر

م ۱۸۹۸ء خلف مولانا فضل حق خیرآبادی م ۱۸۶۱ء معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا اسیر نے قریباً ۱۸۶۸ء میں مولوی امتیاز الدین تاثیر بدایونی کی شرکت میں مطبع نسیم سحر قائم کیا اس مطبع سے اخبار نسیم سحر عرصے تک جاری رہا جس میں ادبی مباحث مسلسل جاری رہے اس مطبع میں بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ مولوی اسیر جب ۱۸۸۱ء میں محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوگئے تو مطبع کی ذمہ داری مولوی تاثیر سے متعلق ہوگئی جب وہ بھی محکمۂ بندوبست میں چلے گئے تو مطبع ۱۸۹۵ء میں بند ہوگیا۔ مطبع نسیم سحر میں ایک بزم ادب بھی تھی جس میں بنیادی حیثیت مولانا اسیر، مولانا تاثیر اور مولانا امتیاز الدین لطفی کی تھی۔ ساتھ ساتھ درس ہوتا تھا اور فارسی کے منتہی طلبا فارسی شعر و ادب میں اسیر و تاثیر و لطفی سے استفادہ کرتے تھے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم ہونے کے بعد مولانا اسیر کا تعلق تحصیلی اسکول بدایوں سے رہا۔ ۱۹۱۳ء میں پنشن لینے کے وقت تک بدایوں میں قیام رہا۔ آپ طلبا کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے اور گھر پر بھی درس دیتے تھے ۱۹۱۳ء میں مولانا اسیر کا تقرر عربی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ میں ہوگیا۔ آگرے میں ان کے احباب میں مولوی افہام اللہ گوپاموی (جد مفتی انتظام اللہ شہابی) مولوی سعادت اللہ بیگ اسرائیلی صدر شعبۂ عربی ڈھاکہ یونیورسٹی اور مفتی انتظام اللہ شہابی تھے۔ مفتی انتظام اللہ شہابی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کو میں ان سے ملنے گیا تو دیکھا دلائل الخیرات پڑھ رہے ہیں میں نے کہا کہ صبح کو تلاوت قرآن کرنا چاہیے فرمایا وہ بھی کرتا ہوں اور یہ بھی۔ اس سے مقصد

حاشیہ مسلسل پچھلے صفحہ سے

۳؎ شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی م ۱۸۹۸ء خلف مولانا فضل حق خیرآبادی ولادت دہلی رام پور میں حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ کے پرنسپل رہے۔

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہوجاتے اور مدینے میں ٹھکانا ہوجاتے چار سال بعد ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء میں حج کو گئے وہاں سے مولانا کو خط لکھا کہ دلائل الخیرات پڑھنے سے یہاں تک آگیا ہوں خدا کرے کہ یہاں ہی رہ جاؤں آخر ان کی تمنا پوری ہوئی۔

مولانا اسیر شاہ عظیم الدین عزیزی عرف شاہ عاشق احمد بدایونی قدس سرہم ۱۸۸۵ء ساکن ترولی ضلع علی گڑھ سے بیعت تھے آپ نے خانوادہ قادریہ میں تعلیم و تربیت پائی۔ نسبت قادریہ پر شیفتہ و فریفتہ تھے۔ جذبہ اویسیہ کا غلبہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنکر رقت طاری ہوجاتی تھی۔ ۲۰ محرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۲۷ء بروز پنجشنبہ مسجد نبوی میں حالت نماز میں وصال ہوا جس کی ان کو بڑی تمنا تھی ؎

نمونۂ کلام (نعت)

زریں کلسِ گنبدِ خضرا نظر آیا — اے وصلِ علی آج مدینہ نظر آیا
اے وصلِ علی ہونے لگی بارشِ رحمت — در پہ جو یہ درویش کمینہ نظر آیا
کیوں قیدِ علائق سے رہا ہو نہ اسیر آج — یعنی رخِ سلطانِ مدینہ نظر آیا

مثنوی معراج

شبِ معراج معراجِ شب و روز — تجلی در تجلی دیدہ افروز
اندھیرا شب کا حسنِ مدعا ہے — اجالا شمعِ راہِ پر دعا ہے
ادھر شوقِ لقا میں کوئی بیتاب — ادھر کوئی ہے نقشِ بسترِ خواب
یکایک حضرت جبریل آئے — پیامِ دلربائے وصل لائے
مودب دست بسینہ سر جھکا کر — جبیں کو پائے انور سے لگا کر
شبِ اسرا کے دولھا کو جگایا — زبانِ حق کر کسی کو یہ سنایا

تاریخ وصال مولانا اسیر از مولانا ضیاء القادری

ہوگیا جب وصلِ شہ کامنات — امر یقینی ہے کہ پائی نجات

بعدِ وصال ان کو ہے گر دیکھنا　　پردۂ اسرار مکرر اٹھا

۲۰۶۷۳ = ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء)

مولانا اسیر شاعری میں حضرت مذاق بدایونی اور جناب ذکی دہلوی کے شاگرد تھے آپ کی تصانیف میں (۱) نسیم سحر کے مضامین (۲) آئینہ صدود المیدس (۳) قواعد اردو (۴) شجرۂ خاندان نقشبندیہ (۵) نظم جہان اردو مطبوعہ ۱۹۲۴ء عثمانی پریس بدایوں مشتمل بر نظم ولادت یا سعادت و معراج شریف (۶) منقبت خواجہ دلی بند مطبوعہ ۱۹۲۸ء (۷) مثنوی شیریں خسرو مع حالات حضرت امیر خسروؒ (۸) حالات حضرت سیدنا امیر ابو العلا احراری اکبرآبادی قدس سرہ (۹) سیرت نعمان یعنی حالات سیدنا نعمان اکبرآبادی قدس سرہ (۱۰) حیات شیخ یعنی حالات شیخ ابن عربی قدس سرہ (۱۱) حیات ملا عبدالقادر بدایونی (۱۲) دیوان (۱۳) کلام غیر مطبوعہ (۱۴) اولیائے بدایوں (۱۵) خلوت گاہ ناز ۱۹۰۳ء یعنی مجموعۂ تواریخ وصال مولانا عبدالقادر صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ (۱۶) قصیدۂ نعتیہ بطرز قصیدہ فاضل بریلوی قدس سرہ (۱۷) منشرستانِ اقدس (۱۸) جواب اعتراضات رسالہ منشرستانِ اقدس۔

مولانا اسیر کو تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا مکانات۔ مساجد۔ چاہ۔ قبور۔ تصانیف دواوین پر اکثر ان کی تاریخیں کہی ہوئی ہیں۔

تاریخ وصال مولانا فضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ

واحسرتا کہ مہر جلال و مہ کمال　　زیر زمیں بہ کنج لحد آرمیدہ شد
فضل رسول رحمت حق۔ لطف کردگار　　از اہل دیں بجذب الٰہی کشیدہ شد
از صرصرِ فراق برنگ شمیم گل　　رنگ از رخ بہار دو عالم پریدہ شد
سر زد بہ چرخ ماہ درخشاں زخط غم　　خورشید خوں گریست ز دیگر آمیدہ شد

۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء)

تاریخِ وصال مولانا عبد المقتدر صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ
۱۸۶۶ - ۱۹۱۵ / ۱۲۸۲ - ۱۳۳۴

وادیغا آں سراپا آئینہ قرآنِ حق — حجت الاسلام سیف اللہ برہانِ حق
وادیغا ثانی و فانی بذاتِ ذوالجلال — آفتابِ اوجِ عرفاں بدرِ گردونِ کمال
والہ و دلدادہ حسنِ ادائے مصطفٰیؐ — جاں نثارِ سید الابرار محبوبِ خدا
بادہ نوشِ ساغرِ بزمِ حضورِ غوثِ پاکؓ — شمعِ نورِ اولیا از عشقِ خود سینہ چاک
صدرِ بزمِ قدس نورِ دیدۂ اچھے میاںؒ — سید السادات فخرِ خانداں فخرِ جہاں
کرد رحلت وادیغا از جہاں سوئے جناں — الاماں از سوز دردِ ہجر یارب الاماں
گفت بہرِ یادگارِ او اسیرِ خستہ جاں — قطب الاقطاب صاحبِ سجادۂ بغداد سال

تاریخِ وفات سید منظور علی منظور بدایونی شاگرد مولانا اسیر

منظور علی کہ بود نخلِ آمال — صد حیف بخلد رفت با درد و ملال
از فکرِ اسیرِ خستہ بندِ الم — منظورِ دلِ علی بود سالِ رحال

۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء)

تاریخِ دیوان چودھری اصغر علی ضابطؔ رئیس کھیڑہ بزرگ شہر بدایوں

مرحبا اے فکرِ ضابطؔ مرحبا — حبذا اے شاعرِ عالی تبار
عرش پیما طائرِ ذہنِ رسا — خامہ رنگیں رگِ ابرِ بہار
حسنِ مطلع مطلعِ دیوانِ حسن — مصرعِ موزوں قدِ رعنائے یار
مصرعِ تاریخِ دیوان اے اسیر — جوہرِ تیغِ زبانِ آبدار

۱۸۹۳ء

تاریخ تاج مضامین یعنی دیوان منقبت مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی شاگرد مولانا اسیر

مرحبا گلگونہ روے عروس نوبہار | بارش انوار از کلک ضیا رنگیں نگار
گو اسیر از بہر تاریخش بود بیہم خیال | بارک اللہ بیت نعم دلکشا فرخندہ فال

۱۳۴۵ (سنہ ۱۹۲۶ء)

انتخاب منقبت خواجہ ولی ہند مطبوعہ سنہ ۱۳۵۷ (۱۹۳۸ء) مشتمل بر کلام مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی م سنہ ۱۹۲۷ مع مقدمہ از مولانا ضیاء القادری بدایونی و تقریظ از مولانا سید واصف علی واصف اکبرآبادی ایم اے ایل ٹی سیکنڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول بریلی تلمیذ جناب اسیر بدایونی یہ مجموعہ کلام سوز و گداز فصاحت و لطافت اور عشق و محبت کا مرقع ہے۔ (ماہنامہ المنظر بدایوں اگست سنہ ۱۹۳۸)

ہے شہنشاہ ولایت کا یہ دیواں کہ خاص | سب سے اعلیٰ ہے وہ عالی ہے جناب اجمیر
کعبہ ہند ہوا قبلہ اہل اسلام | قبلہ و کعبہ ازل سے ہے خطاب اجمیر
سنگ در ہے ترا معراج کی پہلی سیڑھی | اہل دل سے کوئی پوچھے درجات اجمیر
ظلمت دل کیلئے غسل کا پانی ہے علاج | چشمہ نور ہے کیا آب حیات اجمیر
دل ربود است بیک نیم نگاہے نازے | دلبرے عشوہ گرے شوخ نگار اجمیر
تیرے روضے کا تصور میں کھینچا ہے نقشہ | نقش آئینہ دل نقش و نگار اجمیر
اے شہ حسن بیا در دل ویرانہ ما | از تو آباد دریں سینہ دیار اجمیر
ایک سجدے میں ملے لاکھ نمازوں کا ثواب | سب نوافل سے ہے مافوق نماز اجمیر

اولیا تیرے غلاموں کی تمنا کرتے ہیں — سارے عالم کا ہے محمود ایاز اجمیر
ہند کا میکدہ آباد ہے کسکے دم سے — کون ہے پیر مغاں بادہ فروش اجمیر
سلسلہ بس ہے یہی اسکی غلامی کا اسیر — بندہ سو جان سے ہے حلقہ بگوش اجمیر
جلوہ افروز جہاں شمع جمال اجمیر — دل وہ کیا ہے کہ نہ ہو جس میں خیال اجمیر
سرنگوں رہتا ہے ہر سالک و مجذوب یہاں — اللہ اللہ ارے جاہ و جلال اجمیر
صاف کہکر یہ نکیرین سے سستے چھوٹے — کچھ نہیں یاد بجز قال و مقال اجمیر
نقش پائے تو کجا دیدۂ امید کجا — دارم از حسرت دل دیدہ براہ اجمیر
لطف کس لطف سے ہیں حال اسیر محزوں — تکیہ دارد بہ تو اے پشت و پناہ اجمیر

انتخاب مثنوی نظام الشہود بابت ولادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مثنوی بدایوں میں زبان خاص و عام ہے۔

چاند وہ نکلا آج زمیں پر — نور ہے جسکا عرش بریں پر
شافع محشر رحمت عالم — فخر ملائک نازش آدم
طور کا شعلہ عرش کا جلوہ — حسن مدینہ غازۂ کعبہ
گل کا تبسم خندۂ غنچہ — مردم دیدہ چشم تماشا
رنگ گلستاں شمع شبستاں — بلبل بطحا طوطی کنعاں
مہر نبوت ماہ رسالت — شان الہی آیۂ رحمت
آج عرب کی قسمت جاگی — کفر کی ظلمت کوسوں بھاگی
آتے جہاں میں فخر دو عالم — فرش زمیں ہے عرش معظم

خوف سے ہیں روپوش شیاطین   اوندھے ہوگئے تختِ سلاطین

آپکی مثنوی "نظام المواج" بھی ندرتِ بیان تشبیہات و استعارات سے مالامال ہے

غزلیات

دیکھکر خنجر جھکایا خود سرِ عجز و نیاز   رحم اس پر بھی نہ آیا قاتلِ خونخوار کو

ادائیں نہ کیوں چشم کی ہوں پسند   اٹھاتے ہیں سب ناز بیمار کے

خاک چھوڑے نہ غبار سرِ تربت بنکر   وہ نہ آئیں کبھی تا حشر قیامت بنکر

الجھکر رہ گیا میں وادئ طیبہ کے خاروں سے   مجھے پہنچا دیا ہے ضعفِ تن نے منزلِ جاناں تک

تاریخ وفات حضرت اسیر بدایونی از حضرت ضیاء القادری

لکھے ضیا سالِ وصالِ جناب   خاتمہ بالخیر ہوا بے حجاب

۱۹۲۷ء

تلامذہ مولانا اسیر احمد خاں اسیر بدایونی شاگرد ذکی دہلوی

(۱) انوار و حافظ ـ حافظ شیخ انوار الحق خلف شیخ غلام ربانی پیلی بھیتی دیکھئے صفحہ ۱۷۱

تاریخ بہارستانِ منقبت دیوان مولانا شاہ عبدالقادر صاحب فقیر بدایونی

مقبولِ غوثِ پاک ہے دیوانِ منقبت   قرباں ہیں وہ قلوب جو ہیں معرفت پسند

انوار دی خبر مجھے آکے سروش نے   پیرانِ پیر نے ہے یہ کی منقبت پسند

۱۲۹۹ (۱۸۸۲ء)

آپکے شاگرد آپ کے برادرِ خورد منشی منظر الحق منظر پیلی بھیتی تھے صفحہ ۱۷۰

(۲) ضیاء القادری ـ مولوی یعقوب حسین بدایونی

دیکھئے صفحہ ۶۱۸

(۳) منظور ۔ سید منظور علی بدایونی م ۱۹۲۱ء خلف سید برکات علی ساکن محلہ قاضی ٹولہ بدایوں ۔ مصنف (۱) کلام منظور اولیا (آثار اولیائے بدایوں) منظوم حالات اولیائے بدایوں (۲) حدیقۂ تاریخ طبع کردہ مولانا اسیر (۳) مختلف رسائل ان کی تاریخ وفات جو مولانا اسیر نے کہی تھی پہلے لکھی جا چکی ہے۔

نمونۂ کلام: آج خنجر لئے مقتل میں کھڑا ہے قاتل ۔ جسکی آئی ہے اسیں سامنے آتا ہیگا

(۴) واصف ۔ ماسٹر سید واصف علی مرحوم اکبرآبادی ثم بریلوی

وفات کراچی ۔ سابق پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج بریلی۔

نمونۂ کلام

مولانا ضیاء القادری بدایونی شاگرد مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی

ضیاء القادری ۔ مولوی محمد یعقوب حسین ۱۸۸۳ء - ۱۹۷۰ء خلف بادحسین

آپ مولانا اسیر کی اہلیہ کے پرورش کردہ تھے ۱۹۴۰ء میں رجسٹرار تانونگو کی حیثیت سے پنشن پائی ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب عثمانی قادری بدایونی م ۱۹۱۵ء سے بیعت تھے

آپ نے اپنے خودنوشت حالات مطبوعہ میگزین اسلامیہ کالج بدایوں ۱۹۵۳ء میں تحریر فرمایا تھا کہ اس وقت تک آپ کے سات دیوان مرتب ہوچکے تھے ان کے علاوہ

دیار نبیؐ (سفرنامہ حج منظوم) مرقع شہادت (واقعات کربلا منظوم) بہار نور (سفرنامہ عراق منظوم) مرقع شہادت (واقعات کربلا منظوم) نغمہ ربانی (میلاد شریف منظوم) تاج المضامین (مناقب منظوم) اکمل التواریخ (حالات مولانا شاہ فضل رسول صاحب عثمانی قادری بدایونی) پیمانۂ حیثیت نغمہ ہائے مبارک شب معراج، آثار بیخودی، تذکرہ طیبہ (سوانح مولانا عبدالماجد صاحب عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ) کرامات سنت احمدیت کی تصانیف میں یادگار ہیں۔ تاریخ وفات فی امان اللہ حیات نقا درش حسنت نشان

نمونہ کلام

بن گیا دامان کا ہر ذرہ فردوس جمال ۔۔۔ پھول ہی پھول برستا ہے ترے ہر پا کے

ہے مری تر دامنی غرق مئے جام طہور ۔۔۔ آرہا ہوں بندہ ساقی دولت تقوی لے کے

دل میں وہ صاحب قرآں آیا ۔۔۔ اے کعبے میں سجدہ ہو گا

جب آپ نے انا بشر متکلم تھا ۔۔۔ انسان کو حیرت کے عالم بنا دیا

کتنی محبوب ہے اللہ کو وہ شان جمال ۔۔۔ کبھی رخ کی کبھی گیسو کی قسم کھاتی ہے

لب جاں بخش میں اعجاز مسیحائی ہے ۔۔۔ مرنے والوں نے حیات ابدی پائی ہے

منقبت حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی

ہے وہ اپنے خدا سے اس افتخار کے ساتھ ۔۔۔ کہ جان بدر میں رہ کی ...... کے ساتھ

مرقع شہادت کے مقدمے میں حضرت مولانا احمد صاحب لکھتے ہیں .... کی نظموں اور جناب حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کے بعد مرقع شہادت اس سلسلے کی تیسری کڑی ہے جس میں قومی شعار ...... کو دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے مثنوی مرقع شہادت کی خصوصیات لطف زبان، صداقت واقعات اور مرقع نگاری ہے حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اس طرح بیان کی ہے ع

جہیز اللہ اکبر جو دیا حضرت نے دخترؓ کو — وہ ہر خانہ داری تھا مکمل بس ذرا سا کو
بچھونے دو یمانی چادریں دو ایک کملی تھی — پلنگ ایک چارگدے ایک تکیہ ایک چکی تھی
سبو جو ایک تھا اور ایک مشکیزہ تھا پانی کا — یہ سامان مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا
سوائی ہار گردن میں ۔ پیشانی پہ جھومر تھے — فقط چاندی کے بازوبند دو ارنیم زیور تھے
جہیز آقاؐ کی جانب سے دلہن کو مرحبا یہ تھا — ظروف و پیرہن زیور غرض جو کچھ دیا یہ تھا
علیؓ کے گھر نبیؐ کے گھر سے خاتونِ جہاں آئیں — خدا ام ایمنؓ ساتھ بنکر رازداں آئیں
علیؓ کے اس نئے گھر میں خدا بتادیں آئے — دعائے خیر دینے رحمۃ للعلمین آئے

مرقع شہادت نظامی پریس بدایوں سے سنہ ۱۹۱۲ء میں طبع ہوا تھا۔ مولانا ضیاء القادری کے برادر زادے شکیل بدایونی اس مثنوی کو آگرہ اور بدایوں میں سنایا کرتے تھے۔ خاص طور پر محرم کے مہینے میں اسکے سننے کے لیے ہزاروں کا مجمع ہو جاتا تھا۔ مولانا ضیاء القادری کا کلام شکیل صاحب کا ترنم اور پھر کربلا کے واقعات غرض اک سماں بندھ جاتا تھا اور خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی مولاناؒ نے کتاب کے آخر میں سببِ تالیف بیان فرماتے ہوئے شکیل صاحب کی دلچسپی کا ذکر کیا ہے۔

یہ اوراقِ پریشاں جو مرقع میں شہادت کے — رقم ہیں تذکرے جس میں شہیدانِ راہِ ملت کے
یقیناً مصحفِ حسنِ عقیدت کے ہیں سپارے — ہیں اس میں متعدد واقعاتِ کربلا سارے
شکیلِ خوش بیاں فرزند مولانا جمیل احمد — سخن فہم و سخنداں مست و مدہوش مئے سرمد
ہے میرا راحتِ جان و جگر گود وں کا پالا ہے — کسی مرحوم کی تصویر ہے گھر کا اجالا ہے
شکیل اللہ رکھے خوش بیاں ہیں خوب پڑھتے ہیں — سنانے کو کلامِ خاص جب منبر پہ چڑھتے ہیں
مسخر خیر سے کر لیتے ہیں اربابِ محفل کو — بقدرِ ذوق کرتے ہیں غرض محظوظ ہر دل کو

بدایوں، آگرہ، گونڈہ، علیگڑھ اور شہروں میں — شکیل اکثر اسے پڑھتے ہیں خوشیوں میں اعزا ...

آخر میں جناب شکیل بدایونی کی یہ تاریخ شامل ہے۔

فردوس نظر ہے کربلا کا منظر — اللہ غنی کمال زورِ خامہ
تاریخ کا ہے خیال دل میں جو شکیل — کہئے اسے مستند شہادت نامہ

سنہ ۱۳۶۰ھ (سنہ ۱۹۴۱ء)

تاریخ وفات حضرت ضیاء القادری از صابر برادر ضیاء القادری

سالِ رحلت بہ شہ صابر سبز گنبدی صدا — فی امان اللہ ضیاء القادری جنت مکاں

سنہ ۱۹۷۰ء

تلامذہ مولانا ضیاء القادری بدایونی

(۱) ماہر القادری۔ منشی منظور حسین سنہ ۱۹۰۴ء — ۱۹۷۸ء ولد ... علی ولد علی بخش

ساکن موضع کسیر کلاں ضلع بلند شہر مولانا عبد القدیر صاحب عثمانی قادری کے مرید تھے ان کے ساتھ حیدرآباد بھی گئے وہاں ملازمت کی۔ نظم و نثر کی بیس کتابیں ان کی ... ہیں سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے سنہ ۱۹۷۸ء میں سفرِ حج کے دوران انتقال کیا۔

نمونۂ کلام: تشنگی اس حد پہ لے آئی ہے شرماتا ہوں میں — آج بھی بار ساقی ہاتھ کو ... رہا ہیں

(۲) حشر القادری۔ منشی نزمل حسین بدایونی ملازم ... ولادت سنہ ۱۹۱۳ء

ولد عطا حسین۔ مخدوم عبد اللہ عارف باللہ بخاری ثم بدایونی کی اولاد ... ضیاء القادری بدایونی کے یک جدی ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام "میزانِ حشر" کراچی میں طبع ... ہے اس کا مقدمہ

جناب ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی بدایونی مقیم کراچی نے تحریر کیا ہے۔ حشر صاحب کا کلام جذبات کے اعتبار سے پاکیزہ اور خیالات کے اعتبار سے صاف و سادہ ہے ابتدا میں قاضی نذر الاسلام کے تاثرات دس نظموں میں بیان کئے گئے ہیں۔

انتخاب نظم

شاعر کی دنیا

افق سے دور جنت کے قریں اک ایسی بستی ہے — جہاں عرش محبت سے مئے قدرت برستی ہے
کلیم اس جادۂ مقصود میں ہر صاحب دل ہے — خدا سے اس جگہ شرف تکلم سب کو حاصل ہے
بدی کا ذکر کیا اس جا ہیں یکساں ظاہر و باطن — خیال معصیت کوشی ہے اس بستی میں ناممکن
یہی کونین کا حاصل یہی روح تمنا ہے — یہی شاعر کی دنیا ہے یہی شاعر کی دنیا ہے

نظم کیا میں کبھی نہیں یاد آتا ہوں

جب مست ہوائیں ہوتی ہیں — مے ریز صدائیں ہوتی ہیں
جب صندلی دھندلی راتوں میں — بیتاب ادائیں ہوتی ہیں
کیا میں بھی تمہیں یاد آتا ہوں
جب عشق مچلتا ہوتا ہے — اور چاند نکلتا ہوتا ہے
دریائے محبت میں پیہم — جب کیف ابلتا ہوتا ہے
کیا میں بھی تمہیں یاد آتا ہوں

انتخاب غزلیات

آخر مجھے لے ڈوبی آساں طلبی دل کی — دیکھا تو حقیقت میں طوفان ہی ساحل تھا
میں اگر چاہوں تو جی بھر کر بھی رو سکتا نہیں — دیدنی ہے اب مری بیچارگی تیرے بغیر
اے حشر زندگی ہے محبت کی زندگی — جس زندگی میں موت کوئی چیز ہی نہیں
ہاں ہاں بقدر ذوق طلب شدت ستم — مانوس ہو گئے ہیں غم دو جہاں سے ہم
بڑے خلوص سے دنیا فریب دیتی ہے — بڑے خلوص سے ہم نے فریب کھائے ہیں
گذرتی ہے جو دل پر حشر لب پر آ ہی جاتی ہے — مرا ہر شعر ہے تفسیر میرے سوز پنہاں کا

دورِ غم سے عرفاں مجھکو حاصل ہوتا جاتا ہے
سراپائے محبت اب مرا دل ہوتا جاتا ہے

(ایضاً علیگڑھ ۱۹۳۲ء)

(۳) اسرار۔ منشی اسرار احمد ساکن فرشوری ٹولہ بدایوں

نمونہ کلام
تھی تلاطم آشنا کس درجہ ساحل کی تلاش
موجِ طوفاں بن کے ہم ڈوبا کیے اچھلا کیے

(ایضاً [illegible] ۱۹۲۸ء)

(۴) رضوان ضیائی۔ حکیم رضوان احمد بدایونی

نمونہ کلام
میری قسمت پہ ہے قرباں گردشِ لیل و نہار
آ رہا ہوں میں طوافِ گنبدِ خضرا کیے

(۵) فنا۔ منشی محمد اسمٰعیل قریشی بدایونی ولادت ۱۹۱۲ء حال ساکن کراچی

نمونہ کلام
منتق یہاں ہے ہر اعشق خدا ہے میرا
میری دنیا میں نہ کعبہ ہے نہ بتخانہ ہے
کیا کہیں سوردد زیانِ عدسا شقی
حرکو جب کمریا قرآن کر یا لیے

(۶) نور۔ جناب یوسف حسین قادری بدایونی مقیم کراچی خلف جناب ضیا القادری مرحوم۔

نمونہ کلام

(۷) شکیل بدایونی۔ منشی شکیل احمد خاں ۱۹۱۶ء۔۱۹۷۰ء خلف مولانا جمیل احمد بدایونی آپ کے والد بہ سلسلہ ملازمت بمبئی میں رہتے تھے اس لیے آپ کی تربیت آپ کے عم بزرگوار جناب مولانا ضیا القادری نے فرمائی۔ میٹرک کے بعد علیگڑھ یونیورسٹی کے ماحول میں اور اسکے بعد دہلی کی ادبی زندگی میں ان کی شاعری نے جلا پائی۔ مولانا ضیا القادری سے تلمذ

حاصل ہونے کی وجہ سے ان کے کلام میں معرفت۔ تصوف اور تغزل کا امتزاج پایا جاتا ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

بارک اللہ فیض تعلیم ضیاؔ سے اسے شکیلؔ۔ خود بخود رنگ تغزل عارفانہ ہو گیا

۱۹۴۷ء میں شکیل صاحب سرکاری ملازمت چھوڑ کر فلمی دنیا میں پہنچے تو ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ انہوں نے سینکڑوں فلموں کے گانے لکھے جو سب کے سب مشہور ہوئے اور اب تک ہندوستان و پاکستان میں لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔ شکیل صاحب نے فلمی زندگی میں اپنی ادبی اور شعری صلاحیت کو برقرار رکھا اور دونوں میں ایسا امتزاج پیدا کیا کہ پڑھے لکھے لوگ۔ ادیب اور شعرا بھی حیران رہ گئے۔

شکیل صاحب کا پہلا مجموعہ کلام "رعنائیاں" ۱۹۴۲ء میں دہلی سے شائع ہوا دوسرا مجموعہ صنم و حرم ۱۹۴۶ء میں بمبئی میں چھپا۔ پاکستان میں نیا ادارہ لاہور نے ان کے دو مجموعے رنگینیاں اور شبستان شائع کئے۔ حمد و نعت کا مجموعہ "نغمۂ فردوس" اور فلمی گیتوں کا مجموعہ "دھرتی کو آکاش پکارے" بمبئی میں چھپے ۱۹۶۵ء میں شکیل صاحب پر ایک کتاب "شکیل بدایونی کی رومانی شاعری" دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر شکیل الرحمٰن ایم اے ڈی لٹ ہیں۔

شکیل صاحب میں محبت و مروت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ دل شکنی کو گناہ سمجھتے تھے۔ باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور بذلہ سنج تھے

یہ اداس اداس چہرے یہ حسیں حسیں تبسم — تری انجمن میں شاید کوئی آئینہ نہیں ہے
کوئی آرزو نہیں ہے کوئی مدعا نہیں ہے — غم عاشقی سلامت مرے دل میں کیا نہیں ہے
دنیائے رنگ و بو سے گذر کر یہ چلا — پوشیدہ کوئی روح کی گہرائیوں میں ہے
اسکے لئے شکیلؔ خزاں کیا بہار کیا — ڈوبا ہوا جو حسن کی رعنائیوں میں ہے

اٹھا جو مینا بدست ساقی رہی نہ کچھ تاب ضبط باقی
تمام میکش پکار اٹھے یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

کتنی لطیف کتنی حسیں کتنی مختصر
اک نا شگفتہ پھول کی نکہت ہے زندگی

جب سے چھایا ہے تری یاد کا عالم دل پر
ہر نفس شعلہ بداماں نظر آتا ہے مجھے

وہی کارواں وہی راستے وہی زندگی وہی مرحلے
مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں

محفل میں کوئی سوختہ جاں ہی نہیں شکیل
سوز و گداز شمع پہ آنسو بہائے کون

میں نظر سے پی رہا تھا کہ یہ دل نے بددعا دی
ترا ہاتھ زندگی بھر کبھی جام تک نہ پہنچے

ترغیب سفر ہم کو نہ دے اے غم دوراں
ہستی پہ غم عشق کے احسان بہت ہیں

نہ جانے کون خوش قسمت سے غم دوراں نے بچ نکلا
در زنداں پہ اک ٹوٹی ہوئی زنجیر دیکھی ہے

تلامذہ جناب شکیل بدایونی

(۱) **قیصر** سید صابر علی شاہجہانپوری ولادت ۱۹۲۴ء جامعہ اردو علیگڑھ سے ادیب ماہر اور ادیب کے امتحانات پاس کئے۔ مجموعہ کلام "نقوش فردا" ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

نمونۂ کلام

ابھی چمن میں گلوں کو بہت ہے ناز مگر
تم آ گئے تو بہاروں کا حال کیا ہوگا

جو جزو شوق پہ آنسو ٹپک گئے قیصر
حقیقتاً وہی عنوان ہے فسانے کا

ذرہ ذرہ ہے مرکز جلوہ
دل بینا ہی چشم بینا ہے

لطف تو جب ہے کہ آنکھوں سے غم دل کہہ دوں
وہ سمجھ جائیں مگر بات نہ ہونے پائے

چھٹے جب نشیمن سے اہل نشیمن
خیال نشیمن وہیں چھوڑ آئے

(۲) **کامل** منشی عبد المعید خاں ایم اے ساکن فراشی ٹولہ بریلی۔ حال لکچرر کالج

متاں کلام مبتدیٰ شوا شکیل صاحب بریلی میں آپ نے ڈال بر تقیہ کرتے تھے

نمونۂ کلام
ساحل سمجھ کے آئے تھے کامل یہاں پہ ہم — ساحل سے وہ کیا کہ جو طوفاں نہ کر سکے
ہزاروں میل کی دوری سے دل کب دور ہوتے ہیں — قسم ربطِ محبت کی یہاں بھی ہم تمہارے ہیں
تصور نے ابھی کامل بڑا احسان فرمایا — ابھی تو چند لمحے انکی محفل میں گذارے ہیں

(۳) حاذق جونپوری بمنشی محمد یونس بن معین الدین ولادت ۱۹۳۰ء

مقیم کلکتہ کسی اخبار کے دفتر میں کاتب ہیں۔

نمونۂ کلام
جا کے منزل سے ہم پلٹ آئے — آیا جب اپنے کارواں کا خیال

تولا بدایونی شاگرد ذکی دہلوی

تولا بمنشی تولا حسین صدیقی حمیدی بدایونی ۱۹۳۶ء خلف رشید

الہام اللہ الہام خلف مولوی شفاعت اللہ شفاعت بریلوی آپ نے تعلیم اپنے والد بزرگوار اور برادران اکبر و اوسط منشی تمنا حسین تمنا اور منشی رشید حسین رشید سے پائی۔ حضرت زلالی بدایونی آپ کے ماموں تھے۔ ابتدا میں پانچ سال ریاست ٹونک میں پولیس افسر رہے لیکن اس کو نباہ نہ سکے اور ملازمت کو خیرباد کہہ دیا اور ساری زندگی مشقِ سخن میں بسر کی۔ جناب تولا کو اپنے مرشد روحانی حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ فرماتے ہیں۔

تولا بوالحسینی ہوں پلاتا ہے مرا ساقی — مدینے والے خم سے کربلا والے کے ساغر سے

جناب تولا کا شمار اساتذہ سخن میں ہے ان کی غزلیں حسن و عشق اور تصوف و

[illegible] میں کہیں کہیں معاشرے پہ تنقید اور سیاست پہ اشارے بھی ملتے ہیں غرض کلام کے علاوہ [illegible] کا کثیر اور منتخب کلام نہایت بلند پایہ ہے آپ سخت سے سخت زمین اختیار کرتے ہیں اور اس میں ایسا نگینہ جڑ جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان پتھروں کو انہوں نے پانی کیسے بنا دیا (تعمیر کراچی جنوری ۱۹۶۳ء)

آپ کے سلام اور نعتیات کے مجموعے موج کوثر پر تقریظ لکھتے ہوئے جناب لکشمی نرائن جوہر بدایونی فرماتے ہیں کہ جناب تولا تمام اصناف سخن پر قادر تھے آپ کے قصائد میں سودا یا ذوق کی نقالی نہیں تشبیب ہے تو فلسفیانہ [illegible] گریز ہے تو عالمانہ [illegible] بلکہ مرثیہ کا بے مثال [illegible] لکھنا اور اس میں مرثیہ پیدا کر دینا آپ کے کمال فن کا کھلا ثبوت ہے آپ کی غزلوں میں حسن خیالات یا فرسودہ مضامین ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے یا جذبات یا فلسفے کے کمالات یا علوم کے گلہائے تجلیات یا تصوف وغیرہ کے خیالات یا فصیح محاورات ہوں گے یا سیاسیات کی دلخراشیاں ہوں گی یا رنگ تغزل کی جلوہ پاشیاں ہوں گی بہر حال آپ کے کلام میں حال ہوگا قال نہ ہوگا آپ اسرار حقیقت کے پردہ کشا ہیں اور جذبات حقیقی کے نغمہ سرا ہیں خانہ نشیں ہو کر بھی آپ دنیا کی نگاہوں سے نہ چھپ سکے فن کی کرامت کہیے یا کلام کی جادوگری سمجھئے شہرت ہوئی اور ایسی ہوئی کہ ملک میں نام گونج گیا"

آپ کی تصانیف جو دستیاب ہو سکیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) موج کوثر جس میں معرکۃ الآرا نعتیات ہیں یہ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۵ء میں نظامی پریس بدایوں سے طبع ہوئی تھی اس کی تقریظ جناب جوہر بدایونی نے لکھی تھی۔ اس کے نمونے درج ذیل ہیں۔

سلام اُن پر جہاں روشن ہے جنکے روئے انور سے　　سلام ان پر جدا سایہ تھا جنکے جسم اطہر سے
سلام اُن پر سلام آتے تھے جنکو خلد و کوثر سے　　سلام ان پر رسالت جنکی افضل ہر پیمبر سے
سلام ان پر جنھیں سب کچھ ملا اللہ کے گھر سے

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سلام ان پر کریں تعریف سلطان زمن جنکی　　سلام ان پر شمیم خلد بوئے پیرہن جنکی
سلام ان پر کہ شان عجز بھی اعجاز ہے جنکی　　سلام ان پر جوانی بن گئی خیبر شکن جنکی

۱۹۳۰ / ۱۳۵۰
(۲) نغمۂ نعت ۔ ایک معرکتہ آلارا غزل و تخمیس مطبوعہ الامان برقی پریس دہلی

(۳) پارہ ہائے جگر ۱۳ ۱۹ء مولانا شاہ محمد ماجد صاحب عثمانی قادری بدایونی کی وفات پر مولانا بدایونی کے جذبات غم۔ مطبوعہ ادبی پریس لکھنؤ۔ مرثیہ میں ۳۱ بند ہیں دو بند ملاحظہ ہوں ؎

کہاں ہے کاوش زخم الم کے حوصلے دل میں　　اٹھا رکھے لئے خیال زر دست پھر در پر نہاں دل میں
بھڑکا ہے شعلہ غم طور کا بھرے دھواں دل میں　　صدا ہے بیخودی ٹہرے نہ فریاد و فغاں دل میں
وہ نالے ہوں کہ ہر ذرہ تہہ غم نظر آئے
بدایوں کی زمین ساری صف ماتم نظر آئے

ہوا ہے ملک میں کیا انقلاب افسوس کیا کہئے　　لحد میں کون ہے مصروف خواب افسوس کیا کہئے
جہاں تاریک ظلمت بے حساب افسوس کیا کہئے　　چھپا کس منزلت کا آفتاب افسوس کیا کہئے
ہوا عالم تہ و بالا مصیبت اسکو کہتے ہیں
قیامت اور کیا ہوگی قیامت اسکو کہتے ہیں

۴۔ قصیدہ نعت شریف مع تخمیس مطبوعہ اسیٹم پریس بدایوں ۱۹۲۶ء

۵۔ دعوت فاطمہؓ مطبوعہ ہاشمی پریس بدایوں مع تقریظ حافظ ظہور احمد صاحب

اخترؔ بدایونی شروع میں تولا صاحب کے دو قطعات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اس نظم کا ہمسر کوئی گلزار نہیں — اس حسن کا خورشید پر انوار نہیں
کہتا ہے تولا مرا اندازِ بیاں — ٹکڑے جگر و دل کے ہیں اشعار نہیں
دل کر دیا اللہ نے شیدائے حسینؓ — آنکھوں کو کیا محو تمنائے حسینؓ
شبیرؓ کی پائی جو دلائے اعلیٰ — دنیا میں ہوا نام تولائے حسینؓ

قطعہ اول مندرجہ بالا سے مصنف کی اپنے کلام کے بارے میں ذاتی رائے اور ان کیفیات و احساسات کا اظہار ہے جو اس مسدس کے نظم کرتے پیش نظر تھے دوسرے قطعہ کے پہلے شعر میں اپنے برادران بزرگ جناب شیدا حسین شیدا اور تمنا حسین تمنا بدایونی کے اسمائے گرامی اور دوسرے شعر میں اپنا نام خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔

اس مسدس میں ۳۶ بند ہیں ان کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

عثمانؓ کے گھر دعوتِ سلطانِ عرب ہے — باعث ہے مسرت کا سعادت کا سبب ہے
سامانِ ضیافت کا جو لازم ہے وہ سب ہے — اس خانۂ پر نور کا فردوس لقب ہے
کس دھوم کی دعوت ہے کہ کس شان کی دعوت
اس گھر میں ہے معراج کے مہمان کی دعوت

اصحابؓ کو یوں لیکے شہِ کون آئے — جس طرح ستاروں میں قمر جلوہ گر آئے
صدیقؓ دیداللہ تھی آئے عمرؓ آئے — جن جن کو بلایا تھا وہ سب لیکے گھر آئے

نور رخ حضرت سے پر انوار وہ گھر تھا
[illegible] جانے کی رسالت کا گھر تھا

[illegible] مولا علی اپنے گھر آئے — [illegible] دو عالم کو لے کر گھر آئے
[illegible] کو [illegible] آثار الم کے [illegible] — پوچھا کہ بتا کیا جو حزن یاس و [illegible] آئے

کیا بات ہے کیسی یہ رنج ہے خاموش ہو حیدر
کیا فکر ہے کس غم سے ہم آغوش ہو حیدر

حضرت مولا علی نے جواب میں فرمایا عـــہ

سرمیں ہے اہل بیت کا اور رنج و الم بھی — مفلس ہیں غریبی نے گھیرا کوئی درم بھی
[illegible] جو غلاموں کی ہیں مسلم و دلام بھی — دعوت میں بلاتے شہ ذیجاہ کو ہم بھی

عثمان نے کی تھی جو مرے بنگ کی دعوت
کرتے ہم اسی طرح سے بھی [illegible] دعوت

زہرا نے کہا [illegible] پھر غصہ ور آئیں — کہہ دو مرے بابا سے کہ دعوت میں حضور آئیں
[illegible] جن جن کو بلایا تھا ضرور آئیں — کہنا کہ دو چند ان سے بیاں اہل شعور آئیں

[illegible] نہیں صاحب عرفاں ہیں جتنے
آجائیں مدینے میں مسلماں ہیں جتنے

پیغام جو زہرا کا سنا شہ نے علی سے — ارشاد کیا [illegible] بلال [illegible] سے
[illegible] مدینہ کو خبر دو یہ ابھی سے — دعوت ہیں مسلمان [illegible] سے جی سے

زہرا کے [illegible] پہ جسے جانا نہ ملے گا
دنیا میں [illegible] سے کھانا نہ ملے گا

دعوت کی خبر سنکے عجب دھوم تھی گھر گھر — حاضر ہوئے دربار میں اصحاب پیمبرؐ
لائے جو شہ دینؐ انہیں بنتؐ کے مکان پر — حیدرؑ نے کہا فاطمہ زہراؑ سے یہ جا کر

کھانے کا ابھی نام ونشاں کچھ بھی نہیں ہے
سب آ گئے مہمان یہاں کچھ بھی نہیں ہے

زہراؑ نے یہ سنتے ہی سر پاک جھکایا — کی عرض یہ دربار الٰہی میں خدایا
اے وہ کہ جو مانگا تری درگاہ سے پایا — اے وہ کہ جو بگڑا تری قدرت نے بنایا

اے وہ کہ دوائے دل بیمار تو ہی ہے
اے وہ کہ غریبوں کا مددگار تو ہی ہے

محتاج ہوں نادار ہوں افلاس سے مجبور — تو عالم و دانا ہے کہ مجبور ہوں معذور
دعوت کی نہ طاقت نہ زر و مال کا مقدور — کر اب مجھے اپنے کرم خاص سے مسرور

کی ہے یہ ضیافت تری رحمت طلبی سے
شرمندہ نہ کرنا مجھے حیدرؑ سے نبیؐ سے

سجدے میں ابھی سر تھا کہ خوان کرم آئے — جنت کے طعاموں سے بھرے دمبدم آئے
صف باندھ کے قدسی بہ وقار و حشم آئے — جبریل نے بھی آکے صدا دی کہ ہم آئے

لو کر دیا دعوت کا سرانجام خدا نے
زہراؑ کے لیے آتے ہیں فردوس سے کھانے

انتخاب غزلیات۔

اگر ہمدرد ہیں نظریں تو ہیں بے رحم نالے بھی — تڑپ جاتے ہیں تڑپا کر مجھے تڑپانے والے بھی
نہ سمجھو تم مجھے اچھا سنبھلنا بھی بگڑنا ہے — مثل مشہور ہے بیمار لیتے ہیں سنبھالے بھی

الٰہی درد دے کر بخش تو لا کے خزانے سے
یہ اپنے دل کا مقدر وہ آئینے کا نصیب
دل میں بت کُل رامنِ کلیسیں میں تو مصر میں
تیرے آتے ہی حجابِ فتنہ ساز آ ہی گیا
سے دفعا غیب سے سلطانِ کفن ہوتا ہے
نہ چھوٹی مے نہ بوتل قبر پر پیرِ مغاں رکھ دی
حسین ابنِ علیؑ نے اپنے خونِ پاک سے لکھ کر
ہم ہی ڈر بیٹھے شبِ فرقت سے بات اتنی سی تھی
دل کے اک گوشے میں موجودات عالم آ گئے
سفرِ ہستی تو لا خوابِ ہست و نیست تھا
جھلکے کہتا ہے انا الحق کوئی میخانے میں
ترکِ ہستی کی نگاہوں میں ہے بس ایک شبیہ
خوابِ تخلیقِ جنوں خاک میں ملا مٹ کر
شاد آباد ہیں دل کے جلانے والے
تا چند تعین کا شکوہ [illegible] سے رہائی مانگی تھی
ہنگامہ محشر ختم کر دکھ میری سنو کچھ اپنی کہو
موسیٰؑ تو بڑے پیغمبر تھے ان سے بھی نہ چوک ہوئی
مٹتے ہو تو لا بے حجت [illegible] تو یہ معنی ہیں حضرت
جل گیا یا جلوۂ برقِ تبسم ہو گیا
کل طوافِ ذات میں [illegible] حسن ہی
دیا غم نے حیرت [illegible] کا [illegible] کام

دعائے خیر بھی گور و کفن بھی بخشنے والے بھی
یہ پاس جانے کو ترسے وہ [illegible] آتے
جسکو دیکھا لے وطن دیکھا حسین [illegible] کے بعد
نکلے یوں لیٹے میں جیسے خواب [illegible] گیا
دیکھ زخموں کا مرے پھولوں کی چادر ہو گیا
ہمارے نام کی باقی جو تھی تو [illegible] کہاں رکھ دی
زمینِ عشق پر [illegible] کتاب [illegible] مثال رکھ دی
کٹ گئی اک سر [illegible] ہچکی سے [illegible]
اتنی وسعت پر جہاں کی کائنات اتنی سی تھی
سو رہے دو گز [illegible] کر حیات اتنی سی تھی
روحِ منصور ہے حل تو نہیں پیمانے میں
غیر کو غیر نظر آتا ہے بت خانے میں
کھینچ لائی مری ہستی مجھے ویرانے میں
بھر دیا درد مرے [illegible] کے پیمانے میں
وہ روٹھ کے یوں بیٹھے جیسے [illegible]
خلوت میں دعائیں [illegible] مانگی تھی
مانگی نہ دعائے [illegible] جلوہ [illegible] مانگی تھی
بازِ زیست پرائی لائے تھے [illegible] پرائی مانگی تھی
دیکھ تو اے آنکھ نظارہ کہاں گم ہو گیا
[illegible] ہو گیا
کہنے سننے کے لیے ذکر [illegible]

تلامذۂ نوا بدایونی

(۱) احمد بدایونی۔ منشی احمد حسن ساکن بدایوں

نمونۂ کلام: مع ذکر مرے بالیں پہ مارتی ہے [illegible] جب درد سر سے [illegible] بار [illegible]

(۲) اختر۔ منشی شیفتہ حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۷۷ء خلف

منشی شہید حسین شہید برادر جناب نوا بدایونی۔ [illegible] بادستہ

نمونۂ کلام: نظر بازی سکھاتی ہے اسے روپوش ہو جانا — [illegible] چشم حیرت بے نیاز ہوش ہو جانا

شب فرقت گذرنے کا نہ پوچھو حال تم مجھسے — کبھی مست رہ جانا کبھی بے ہوش ہو جانا

(۳) اتک حکیم فضل الرحمن بدایونی [illegible]

(۴) تاباں مولوی [illegible] بدایونی م ۱۹۴۳ء خلف شیخ

شجاع الدین ابن امان الدین ابن [illegible] شیخ [illegible] الدین جد امجد منشی عطا محمد بدایونی بقول مولوی [illegible] الدین شاغل جے پوری مشاعرے [illegible] پہلوان سخن۔ بلا کا شاعر۔ اپنی شعر خوانی اور ادا کاری سے البرٹ ہال میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ [illegible] تحسین بلند کیا جس نے دیکھا داد کے لیے چلا اٹھا۔ پرانی تہذیب کا شائستہ [illegible] ایسے [illegible] ہیں کچھ فقیری کی لٹک۔ وضعدار [illegible]

نمونۂ کلام:

سو حیات ابدی ہو [illegible] کی قرباں — کسی میت پہ کرے بال پریشاں کوئی
دیکھنے والوں کی آنکھوں پہ پڑے ہیں پردے — دیکھنے والوں سے ہوتا نہیں پنہاں کوئی
حسن کا ناز کہیں عشق کا انداز کہیں — [illegible] ہر لحظہ نیا [illegible]
کر دیا قید تعین سے جنوں نے [illegible] — [illegible] بدل کوئی
طے ہوئی منزل عرفاں جنوں اے تاباں — اب کوئی دشت ہے باقی نہ بیاباں کوئی

موت حد منزلِ مقصود تک پہنچا گئی ۔ زیست کی دشواریاں تھیں جتنے سال کٹ گئیں
بخت اسکا قسمت انکی موت ہے اسکی حیات ۔ جسکے ماتم میں تری زلفیں پریشاں ہو گئیں
اب کہاں وہ مجمع احباب وہ جلسے کہاں ۔ کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں
دم بخود ہوں منظر گورِ غریباں دیکھکر ۔ کیسی کیسی صورتیں ہونگی جو پنہاں ہو گئیں

(۵) ثریا۔ مولوی دولت علی بدایونی برادر تاباں بدایونی۔

(۶) جعفر۔ منشی جعفر حسین بدایونی مقیم کراچی۔ (۷) رضا۔ منشی رضاء اللہ خاں

(۷) ولا۔ منشی ولا حسین صدیقی حمیدی بدایونی م ۱۹۸۴ء شاگرد جناب تولا بدایونی انتقال کراچی۔

نمونہ کلام
حسن تعینات دکھانے سے کیا غرض ۔ ہم تم کو چاہتے ہیں زمانے سے کیا غرض
مرنا ہے جب ہمیں تو عبث ہے دعائے مرگ ۔ آتا ہے موت کو تو بہانے سے کیا غرض
سوزِ الم کو آپ نے قصہ سمجھ لیا ۔ دل کی لگی ہوئی کو سنانے سے کیا غرض

(۸) شاہد بدایونی۔ منشی رضا حسین بدایونی انتقال بمبئی۔

نمونہ کلام یہ تپ غم ہے لے سے عمر شاید ۔ عمر بھر کی یوں ہی بسر شاید
ان کے شاگرد منشی مرتضیٰ حسین نشاط بدایونی تصنیف مجموعہ کلام "موت کی رسی" ولادت ۱۹۲۷ء رہے۔

نمونہ کلام آ ہی جائیگی دعائے دو جہاں کبھی راس کیں ۔ زلف تم ہار ہم خسار کی باتیں کریں

حکیم فضل الرحمن بدایونی اشک بدایونی شاگرد تولا بدایونی

نمونہ کلام مانا کہ ملک بھی ہے جفا کار ستمگر ۔ سب کچھ ہے مگر آپ کا انداز نہیں ہے

زخمِ دل پر درد ہو یا زخمِ جگر ہو ہمدردکسی کی نگہ ناز نہیں ہے

تلامذہ حکیم فضل الرحمٰن اشک بدایونی شاگرد تولا بدایونی

(۱) نوری منشی افضال الرحمٰن خلف وشاگرد حکیم فضل الرحمٰن اشک بدایونی

نمونہ کلام نعت رقم اوراقِ گل پر ہے ثنائے سرورِ عالم چٹک کر پڑھتی ہیں نعت نبی کلیاں گلستاں کی (شائع ۱۹۴۴ء)

(۲) سحر حکیم افضل الرحمٰن خلف وشاگرد حکیم فضل الرحمٰن اشک بدایونی

نمونہ کلام وہ خود ہیں محوِ آرائش ہے اب تک چینا ہے کس نے انسان آسماں پر

منشی محمد مبین ناز و نازش بدایونی شاگرد حضرت ذکی دہلوی

نازو نازش منشی محمد مبین صدیقی متولی بدایونی ۱۹۳۶م خلف منشی محمد متین تمکین بدایونی (شاگرد جناب داغ دہلوی) ابن مبارزالدین ابن محمد معطوف ابن وصول محمد ابن قبول محمد ابن نور محمد ابن غلام محمد ابن عبدالرشید بن محمد سلیمان ابن مولانا محمد یوسف جدامجد شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی۔

آپ نے بدایوں۔ دہلی اور پٹودی میں مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ مختلف اخبارات کے مدیر و نائب مدیر اور نامہ نگار رہے۔ آخر میں مطبع نول کشور لکھنؤ میں ملازمت کی۔ بریلی میں انتقال ہوا اور بدایوں میں دفن ہوئے۔

انتخاب کلام

بے لطف ہو نہ جائے کہیں مرگِ بیکسی یہ کون رو رہا ہے سرہانے کھڑا ہوا
دورِ ابد خیال تو یہ کہ ہوں تشنہ کامِ عیش رکھا ہے میرے نام کا ساغر بھرا ہوا

مندرجہ بالا پہلے شعر میں نازش صاحب نے "مرگِ بیکسی" کی جگہ "لطفِ زندگی" اور دوسرے میں "دور" کی جگہ "بس" لکھا تھا ان کے استاد جناب ذکی دہلوی نے اصلاح میں "لطفِ زندگی" کی "مرگِ بیکسی" اور "بس" کی جگہ "دور" رکھدیا اور دونوں شعروں خاص طور پر پہلے شعر کا لطف دو چند کردیا (مشاط سخن ۱۹۱۷ء ۱۳۳۶ھ از صفدر مرزا پوری)

انتخاب کلام

(نعت)
وہ داس پہ ہو جس نے بتائے دین کے راز — سلام اس پہ ہو امی جسے خدا نے کیا
سنی جو نعت شہیدی کی روح لوٹ گئی — ستم حجاز میں نازش تری صدا نے کیا
وہ جنت کے داتا وہ کوثر کے ساقی — وہ دلوانے والے وہ پلوانے والے
مدینے میں روضے پہ سب کچھ ملے گا — یقیں باندھ لیں ہاتھ پھیلانے والے
وہی جادۂ عشق میں رہنما ہیں — خدا تک گئے ہیں انہیں پانے والے
ہمارے سوا خلد میں کون ہوگا — ہمیں آنے والے ہمیں جانے والے
وہ آئے تو پھلواریاں لہلہائیں — شگفتہ ہوئے پھول مرجھانے والے
یہ ہے کسکے جلوے کی سالگرہ فردزی — کہ حیرت میں ہیں آئینہ خانے والے
وہ طیبہ کی دھن میں نازش پڑا ہے — تجھے کچھ خبر بھی ہے او جانے والے

سلام
ہے یہ ستم کہ ملک خدائی پئے پانی — دو گھونٹ بھی داخل نہ ہوں بچوں کے دہن میں
تھا جو نبی ہاشمی کے گھر کا اجالا — صد حیف کہ آج آیا ہے وہ چاند گہن میں
نالوں کا تقاضا ہے کہ برپا ہو قیامت — ہیں آلِ پیمبر کے گلو طوق و رسن میں
صدقہ ہے یہ سب حضرت شبیر کا نازش — قدرت تجھے حاصل ہے جو یہ رنگ سخن میں

غزلیات
رہے گی حشر میں یاد مئے و جام — کیا ہے اور ہم نے عمر بھر کیا
وہ دامن ہو تو رونے کا مزا ہے — دکھائے جوشِ طوفاں چشم تر کیا

(دیوان نازش)

تماشا گاہِ حسرت چشم و دل ہیں
تجلی منحصر ہے طور پر کیا

سر بہ سجدہ تھی صراحی جام کے لب پر درود
کعبہ تھا میخانے میں یا کعبے میں میخانہ تھا

صبحدم آبِ وضو سے دھو رہا ہے داغِ مے
رات نازش بھی شریکِ مجلسِ رندانہ تھا

ادھر اپنی یہ تمنا کہ ہجومِ حشر کم ہو
ادھر اُن کا یہ تقاضا کہ بحالِ زار اپنا

حشر کے بعد رہی حسرتِ نظارہ مجھے
اس طرح مجمعِ خوباں میں وہ روپوش ہوا

کھینچینگے ہم نقاب کسی محوِ ناز کا
گستاخیوں میں لطف ہے ناز و نیاز کا

حسرت زدۂ شوق ہے امید ہماری
محرومِ تمنا دلِ ناکام ہمارا

ہمدوش کہیں جلوہ کہ ناز کہیں اور
اک منزلِ دشوار ہے ہر گام ہمارا

تھا جو گرہ میں نقدِ زہد نذرِ شراب کر دیا
صدقے طوافِ جام پر حج کا ثواب کر دیا

یار کے تذکرے رہے شوق کے مشورے رہے
رائگاں آرزوؤں میں عہدِ شباب کر دیا

جامِ طہور توڑ کر ایک نگاہِ مست نے
نہرِ بہشت میں رواں بادۂ ناب کر دیا

حشر میں انصاف کیا اچھا ہوا
آپ سچے اور میں جھوٹا ہوا

ہو گیا وہ بے نیازِ دو جہاں
اے خیالِ یار جو تیرا ہوا

اٹھ گیا جب انکے چہرے سے نقاب
ذرہ ذرہ دیدۂ بینا ہوا

ہوں میں ہمہ تن عکسِ عشق کی تصویر
کچھ ظلم کا شکوہ ہے نہ بیداد کی فریاد

اسکا نہ ہو کچھ ذکر جو دو نارہ کے ستائے
ہے بھی تو سہرِ ستم ایجاد کی فریاد

یہ کیا ستم ہے جہاں پھول ہوں وہاں گلچیں
یہ کیا غضب ہے جہاں صید ہو وہاں صیاد

قسمت میں ہیں بربادیاں یادِ وطن سے کیا غرض
ہیں پھول ہوں ٹوٹا ہوا مجھکو چمن سے کیا غرض

آئینہ ہوتا نہیں مستوں پہ میخانے کا حال
پوچھ لیتے ہیں لبِ ساغر سے پیمانے کا حال

ملتا نہیں ہمیں دلِ مرحوم کا مزار
یارب متاعِ درد کدھر لیکے جائیے

بنا فسانۂ رنگیں ورق ورق دل کا
رہا نہ کچھ گل و بلبل کی داستاں کے لیے

اڑائے خاک ہوا پھونک دے مجھے بجلی
نہیں چمن کے لیے ہوں نہ آشیاں کیلیے

ہم تو میخانے میں رسوا ہیں ازل کے دن سے
خانقاہوں میں بھی راتوں کو شراب آتی ہے

غم نہ کھاؤ ابھی دامن کو نچوڑو نازش
فاقہ مستی میں میسر مئے ناب آتی ہے

اب طور کا جلوہ ہے نہ ایمن میں کرشمے
کیا آگ لگانے کو وہاں برق نظر جائے

ساکن حرم و دیر ہیں شیخ و برہمن
جسکو ترے دیدار کی دھن ہو وہ کدھر جائے

کسی کو اٹھایا کسی پر گرے ہم
غرض میکدے میں بھٹکتے پھرے ہم

چلا ہاتھ سے جام ٹوٹی صراحی
سنبھالے کوئی اب گرے اب گرے ہم

نمک افشانیٔ زخمِ جگر سے کیا تسلی ہو
بھرا ہے شورِ محشر خستگانِ غم کے سینوں میں

کیا پیمانے سے پیماں رہے ساقی کے متوالے
کئی مستی میں جیتے جی نہ چھوڑا بزمِ رنداں کو

مستوں سے طلب بادۂ بے غش حضرتِ نازش
کرتا ہے جوانی میں کوئی یادِ خدا کو

حسرت سی ٹپکتی ہے مرے چاکِ جگر سے
ڈرتا ہوں کہ بدنام نہ وہ پردہ نشیں ہو

دنیا کے بکھیڑوں سے تمہیں واسطہ نازش
تم پیرِ خرابات کے سجادہ نشیں ہو

خم کے خم ہوتے ہوئے حاجت نہ رہی سجدوں کی
سر نہ اٹھا کبھی ساقی ترے احسانوں سے

کون کرتا ہے شہیدانِ وفا کا ماتم
شمع روتی ہے لپٹ کر کبھی پروانوں سے

رباعی
دنیا میں جنہیں خدا کا اقرار نہیں
شاید وہ لوگ رند مے خوار نہیں

ہر ذرۂ دُرد ہے فروغِ حکمت
اک قطرہ بھی میکدے میں بیکار نہیں

دیتے ہیں نقدِ جاں ترسنے والے
ہیں جلوۂ دخترِ رز سے جینے والے

واعظ ہو کہ شیخ یا جنابِ نازش
یہ لوگ تو ہیں مفت کی پینے والے

تلامذ نازش بدایونی

(۱) اختر۔ منشی محمود اختر صدیقی میرٹھی ثم بریلویؒ خلف مولوی عبد الکریم

اوج ممبر مجلس شوریٰ بھوپال پولیس ٹریننگ اسکول مرادآباد میں تعلیم پائی۔ دو ڈرامے طلسمی راز اور کرشمہ عشق کے مصنف تھے۔ کلام میں آمد اور زبان میں سلاست ہے۔

نمونہ کلام: چشم ساقی نے کیا مست الست ‏— تشنہ ہے اختر مجھے اس جام کا

(خمخانہ جاوید حصہ اول صفحہ ۳۳۳)

(۲) اخگر۔ منشی رضی علی کاکوروی پیشکار نظامت رام پور تلمیذ ذکی رہوی و نازش بدایونی۔

نمونہ کلام:
رنج و بلائے عالم و درد و غم زمانہ ‏— یہ کسکی جان پر ہیں سب میری جان پر ہیں
ہے تو خدا نہیں ہیں اتنی خودی یہ کیوں ہے ‏— آور دماغ انکے کیوں آسمان پر ہیں

([illegible])

(۳) جگر۔ منشی رشید الاسلام عرف محمود احمد عباسی بدایونی

نمونہ کلام: گلہ زلف عبث شکوہ سنبل بے جا ‏— ہم نے مجموعہ عالم کو پریشاں دیکھا

([illegible])

(۴) فروغ۔ منشی لطافت حسین بدایونی

نمونہ کلام: وہ ہر بات میں روٹھ جانا کسی کا ‏— وہ رو رو کے پہروں منانا کسی کا

(۵) دل۔ قاضی لطافت حسین ہاشمی ۱۸۸۵ء - ۱۹۵۴ء ساکن محلہ سید بارہ

بدایوں وفات کراچی۔ آپ نے ۱۹۴۳ء میں بدایوں سے اخبار العدل جاری کیا جو حکومت کا حامی تھا۔ دل صاحب کو خانصاحب کا خطاب بھی ملا تھا ان کی مخالف جماعت نے اخبار ذوالقرنین جاری کیا تھا۔

انتخاب نظم حیات انسانی کا ایک رخ

جوانی میں مجھے احساس ہی کب تھا جوانی کا ۔۔۔ میں بیکر بن گیا تھا اپنی خواہش ہائے فانی کا
سراب ہستی عالم کو میں نے کیف سمجھا تھا ۔۔۔ سمجھ لو اسکو دھندلا عکس میری زندگانی کا

(بدایوں [illegible])

بدایوں کے ان پڑھ شاعر

آزاد۔ محمد علی خاں م ۱۸۵۹ء ولد قادر خاں ساکن محلہ چاہ میر بدایوں باوجود کم علمی شعر خوب کہتے تھے اور پڑھتے بھی خوب تھے کلام ظریفانہ اور بہت اچھا تھا کافی ذخیرہ تھا لیکن تلف ہوگیا۔ آپ خان بہادر احمد علی خاں میکش بدایونی کے والد ماجد تھے

نمونۂ کلام

شہرہ ترے وحشی کا ہے گھر گھر کئی دن سے ۔۔۔ کوٹھوں پہ چڑھے جاتے ہیں پتھر کئی دن سے
آزادگی ہے خانہ بدوشی کا یہ عالم ۔۔۔ کاندھوں پہ لئے پھرتے ہیں چھپر کئی دن سے
خلعت برہنگی کا جو بخشا بہار نے ۔۔۔ وحشت جنوں لگے مرے کپڑے اتارنے

ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ان کے صاحبزادے خان بہادر احمد علی خاں میکش بدایونی (شاگرد حضرت مذاق بدایونی) کے پاس موجود تھی (رسالہ اردو اپریل ۱۹۴۲ء)

غالب۔ غالب علی خاں بدایونی تقریباً ۱۸۶۰ - ۱۹۳۰ء مرغباز تھے اور آخر میں برف یا کباب بیچ کر گذر اوقات کرتے تھے شاعری کا شوق تھا چست فقرے اور برجستہ جملے روزمرہ میں داخل تھے پڑھے لکھے نہ تھے لیکن شرفا کے محلے قاضی ٹولہ میں رہتے

ے صحت لفظی اور تہذیب وسلیقہ سے آشنا تھے کسی قدر حرف شناس بھی تھے۔ مذہب
یعہ تھے ساڑھے ستر سال کی عمر میں تقریباً ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔

کلام نقد کوئی نہ لے تو کیا کیجئے   آج غالب ادھائی بیچو
بادل گرج رہا ہے یہ طوفان آب ہے   غالب ہمارے برف کی مٹی خراب ہے

[illegible]

داغ۔ واجد علی خاں غالب مذکور کے لڑکے تھے۔ بے تکلے شعر کہتے تھے۔ یہ بھی

علم تھے جوانی میں ایک آوارہ عورت سے عشق کرنے لگے اور جوش عشق میں شعر کہتے تھے اپنے
مار کا مطلب طرح طرح سے بیان کرتے تھے۔

کلام رات قصے میں آکے ساقی نے   توڑ ڈالے سبو تڑاق پڑاق

[illegible]

ناسخ و راسخ۔ واجد علی غالب مذکور کے چھوٹے لڑکے اور داغ مذکور کے

ائی تھے۔ پہلے ناسخ اور بعد میں راسخ تخلص کرتے تھے۔ یہ بھی کم علم تھے۔ طبیعت موزوں تھی
عروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ زنانہ سواریوں کا دستی ٹھیلا چلا کر گذر اوقات کرتے تھے
ں اپنا ٹھیلا لیکر بریلی بھی چلے جاتے تھے ولادت قریب ۱۹۰۲ء جو تا ٹولی کی قید سے
اد تھے۔ ایک مشاعرے میں انہیں جانے کا ٹھیکہ ملا۔ حساب ہوا تو نقصان رہا فوراً
شعر پڑھا ع پیارے تیس بتیس ہم کو نہیں پیسے دیں۔ ہماری جان الہی بڑے عذاب میں ہے
اپنے پیشے کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ع

جب تلک سردی رہی تو جائے کا سودا کیا   گرمیاں آئی ہیں واحد برف کا ساماں کر

بریلی کے مشاعرہ ۱۹۲۶ء میں غزل پڑھی تھی اس کا ایک شعر یہ ہے ع

درد اٹھانے کیلئے ضعف بٹھانے کیلئے   تیرے بیمار کی یہ دو ہی خبر رکھتے ہیں

[illegible]

فہرست شعرائے ضلع بدایوں

۳۷	۷۰۴	اختر	شگفتہ حسین
۳۸	۲۹۳	اخگر	پرویز احسن
۳۹	۲۲۷	اخلاق	اخلاق حسین
۴۰	۲۶۹	اخلاق	اخلاق احمد
۴۱	۵۶۲	اخلاق سہرانی	
۴۲	۳۲۱	اداجعفری	محترمہ عزیز جہاں بیگم
۴۳	۳۲۹	ادب	مولوی سعید احمد
۴۴	۶۶۳	ادیب	مولوی عظیم الدین
۴۵	۳۲۰	ادیب	عبدالشافع
۴۶	۲۲۷	ارشد	مولوی علی ارشد
۴۷	۶۹۸	ارشد	مولوی علی ارشد حسین
۴۸	۲۶۹	ارشدکا	محبوب الحسن
۴۹	۵۶۶	ارمان	کنور بہادر
۵۰	۲۶۹	ازہر	امجد علی
۵۱	۱۲۱	اسحٰق	مولوی محمد اسحٰق
۵۲	۲۶۹	اسحٰق	محمد اسحٰق
۵۳	۶۹۳	اسرار	اسرار احمد
۵۴	۵۳	اسعد	اسعد احمد
۵۵	۶۸۰	اسیر	مولوی علی احمد خاں
۵۶	۶۹۴	اشک	مولوی محمود رضا

۵۷	۷۰۴	اشک	حکیم فضل الرحمن
۵۸	۲۵۰	اشرفی	اشرفی لال
۵۹	۶۶۴	اطہر	اطہر علی
۶۰	۵۵	اطہر	اطہر حسن
۶۱	۶۸۰	اطہر	اطہر شاہ
۶۲	۶۸۳	اطہر	سید اطہر حسن
۶۳	۱۹۱	اطہر	اطہر الدین
۶۴	۳۹۹/۳۸۲	اطہر	سید اطہر علی
۶۵	۲۶۹	اطہر	محمد اطہر فرشوری
۶۶	۶۳۴	اطہر کمالی	محمد اطہر
۶۷	۳۶۹	اظہار	اظہار حسین
۶۸	۳۱۳	اظہار	سید عبدالعلی
۶۹	۶۰۱	اعجاز	عبدالعزیز
۷۰	۲۳۶	اعلیٰ	اعلیٰ حسین
۷۱	۲۷۰	افتخار و فخر	حکیم افتخار احمد
۷۲	۵۲۲	افتخار	سید افتخار حسین
۷۳	۶۵۳	افسر	سید محمود حسین
۷۴	۳۸۳	افسر	سید افسر علی
۷۵	۶۱۶	افسر	محمد احمد
۷۶	۵۳۱	افسر گنوری	افسر علی

۷۶-الف ۳۷۲ مسرور [illegible]

۷۷	۶۴۳	افضل	مولوی محمد افضل
۷۸	۳۷۱	افضل	افضل حسین
۷۹	۲۴۶	افضل	نظام علی خاں بھوپالی
۸۰	۶۱۹	اطق	ادریس قدر
۸۱	۴۷۰	اقبال	
۸۲	۲۳۶	الہام	مولوی الہام اللہ
۸۳	۳۴۹	امتیاز	سید امتیاز علی
۸۴	۴۹۷	امجد	مولوی علی امجد حسین
۸۵	۳۴۹	امجد	مرزا امجد بیگ
۸۶	۳۶۲	امداد	امداد حسین
۸۷	۴۹۸	امداد	امداد حسین
۸۸	۱۳۶	امیر	حافظ امیر الدین
۸۹	۴۷۷	امیر	مولوی امیر احمد
۹	۵۲	امیر	قاضی غلام امیر
۰	۴۷۰	امیر	امیر احمد خاں بھوپالی
۹۲	۴۷۰	انجم	پروفیسر تقی الدین
۹۳	۴۷	انجم	رعایت احمد
۹۴	۴۷۳	انجم	پروفیسر شفیق انجم
۹۵	۴۷۹	انجم فوقی	حکیم ظہور احمد
۹۶	۳۲۳	انجم	مقصود علی خاں

۹۷	۵۰۲	انیس	محمد انیس
۹۸	۱۷۱	انور	مولوی انور الحق
۹۹	۲۵	انور	سید خورشید علی
۱۰	۴۱۲/۲۷	انور	حکیم ضمان الرحمٰن
۱۱	۵۰۰	انور	عبد المجید
۱۲	۵۳۵	انور	انور اللہ
۱۳	۵۴۰	انور قاسمی	انور بیگ
۱۴	۵۲۵	انیس گنوری	انیس احمد
۱۰۵	۲۷۱	اوج	سبحان الدین
۱۶	۴۷۸	اوج سبزواری	آل احمد
۱۷	۵۹۲	ایثار	ایثار علی
۱۸	۱۴۲	ایجاد	مولوی مبارز الدین
۱۹	۲۷۱	اپ	مادھو رام
۱۱۰	۱۴۴	باقر	مولوی جلال الدین
۱۱۱	۳۴۹	باقی دونا	مولوی عبد الباقی
۱۱۲	۵۰۵	باسط	مولوی عبد الباسط
۱۱۳	۹۹	بدر	حضرت سید بدر الدین
۱۱۴	۲۷۱	بدر	حسن افضل
۱۱۵	۵۲۵	بدر اعلی پوری	بدر الدین [illegible]
۱۱۶	۵۱۰	بدر	بدر الحسن

۱۱۷	۵۶۵م	برق	ارشاد حسین
۱۱۸	۵۱۸	برق	برج شنکر سہائے
۱۱۹	۵۱۶	برق و منظور	منظور احمد
۱۲	۴۱۱	برق	حسین خاں
۱۲۱	۲۵۳	برق	صدیق حسن
۱۲۲	۲۷۱	برق	ظہور الحسن
۱۲۳	۳۸۳	بزم	سید منظر احمد
۱۲۴	۵۲۶	بزمی گردوی	صابر علی
۱۲۵	۳۹۹	بسمل	افضال احمد
۱۲۶	۴۷۶	بسمل	رضی الدین
۱۲۷	۴۴۷	بسمل	غلام سجاد
۱۲۸	۲۴۳	بندہ و حفظ	مولوی حفظ اللہ
۱۲۹	۲۴۸	بہار	
۱۳	۵۲۵	بہار	جمیل احمد
۱۳۱	۱۸۸	بیتاب	مولانا عبداللہ شاہ
۱۳۲	۳۳۹	بیتاب	گردھاری لال
۱۳۳	۲۷۱	بیتاب	عبدالرحمن خاں
۱۳۴	۵۶۷	بے چین	قاضی عبدالحی
۱۳۵	۵۶۸	بیخود	عبدالحی
۱۳۶	۴۴۸	بیخود	نواب احمد حسین خاں
۱۳۷	۱۲۲/۲۷	بیدار	شیخ محمدی
۱۳۸	۲۵۰	بیدار	سید شاہ آل محمد
۱۳۹	۵۷۶	بیدل	رضائے حسین
۱۴۰	۵۹۴	بیدل	عبدالرزاق
۱۴۱	۲۰۲	بیڈھب	ایثار علی
۱۴۲	۲۲۷	بیرنگ	غلام مصطفٰی
۱۴۳	۷۰	پردیسی	مولوی قطب الدین
۱۴۴	۵۳	پریم ککرالوی	ڈاکٹر اوم پرکاش
۱۴۵	۵۳	پیام ککرالوی	پروفیسر شفیع احمد
۱۴۶	۷۳	تاباں	مولوی لیاقت علی
۱۴۷	۵۲۹	تابش	طریقت حسین
۱۴۸	۵۰	تاثیر	امتیاز احمد
۱۴۹	۴۹۹	تحسین	مولوی عبدالحمید
۱۵	۳۳	تسکین	کالکا پرشاد
۱۵۱	۲۸۲	تسکین	رشید احمد
۱۵۲	۳۴۱	تسلیم	انوار حسین
۱۵۳	۳۲۳	تسلیم	رام سہائے
۱۵۴	۵۲۶	تسنیم	عبدالباری
۱۵۵	۲۷۲	تفتہ	اقبال غنی
۱۵۶	۳۳۹	تمکین	رام جی مل

۱۵	۵۷۴	تمنا	تمنا حسین
۱۵۹	۶۹۶	ٹولا	ٹولا حسین
۱۵	۳۷۴	تہذیب	سید تہذیب حسین
۱۶	۵۸۸	تہور	سید تہور علی
۱۶۱	۴۹۸	ثابت	عاشق حسین
۱۶۲	۴۳۹	ثاقب	مولوی نجم الدین
۱۶۳	۴۹۸	ثریا	مفتی عنایت احمد
۱۶۴	۰۴	ثریا	مولوی دولت علی
۱۶۵	۲۷۲	ثمر	ریاض حسین
۱۶۶	۲۷۲	ثمر	محمد یسین
۱۶۷	۴۳۸	جادو	نواب سید احتشام علی
۱۶۸	۲۷۲	جادو	غلام معبود
۱۶۹	۶۶۶	جام روانی	ظفریاب حسین
۱۷	۵۳۶	جامی	مولوی عبدالجامع
۱۷۱	۵۴۸	جاوید	جاوید اقبال
۱۷۲	۳۸۹	جاہ	مخدوم حسین
۱۰۳	۴۹۸	جعفر	جعفر علی
۱۷۴	۷۴	جعفر	جعفر حسین
۱۷۵	۷۰۹	جگر عرش	رشید الاسلام
۱۷۶	۲۴۲	جلیس	محمد جلیس
۱۷۷	۵۰۲	جلیل	محمود حسین
۱۷۸	۵۹۴	جمال مجیبی	حاجی جمال الدین
۱۷۹	۳۶۲	جلیل	سید جلیل احمد
۱۸۰	۵۹۴	جمال	جمال الدین
۱۸۱	۶۰۷	جمالی دندا	حکیم سید احمد حسن
۱۸۲	۴۷	جمیل	جمیل الدین
۱۸۳	۳۷۷	جمیل	مولوی سید جمیل احمد
۱۸۴	۴۶۱	جمیل	جمیل احمد
۱۸۵	۲۷۲	جواد	سید جواد علی
۱۸۶	۵۹۴	جوشش	عبدالمقتدر
۱۸۷	۵۱۱	جوش	عطا احمد
۱۸۸	۲۷۲	جوش	مسرت حسین
۱۸۹	۳۳۲	جوش	رادھا رمن
۱۹	۲۸۴	جولاں	الف شاہ
۱۹۱	۳۳۷	جولاں	مولوی قائم علی
۱۹۲	۳۳۹	جوہر	امبکا پرت
۱۹۳	۵۶۷	جوہر	لکشمی رائن
۱۹۴	۲۷۲	جوہر	میاں حال
۱۹۵	۶۳۸	جوہر	آفتاب احمد
۱۹۶	۲۷۲	جوپخ	بابو رفیع احمد

۲۸	حاتم	مولوی علی حاتم
۳۴	حاصر	کالکا پرشاد
۴۰	حامد	مولوی حامد حسین
۱۷	حامد	مولوی حامد بخش
۱۹	حامد	مولانا عبدالحامد
۴۰	حامد	قاضی رئیس الاسلام
۶۱	حبیب	حبیب احمد
۵	حبیب دونا	محمد احمد
۶۲۰	حبیب سلیم پوری	
۲۷	حزیں	رشید الدین
۴۶	حسرت	مولوی غلام شبیر
۴۱	حسرت	شبیر حسن
۳۱	حسرت	اجتہاد الدین
۹	حسن	امام رضی الدین صغانی
۲۰	حسن	مولانا سید تاج الدین
۱۴	حسن	مولوی جمال الدین
۵۷	حسن	مولوی ابوالحسن
۲۷	حسن	ابوالحسن
۱۴	حشر	غلام رسول
۶۹	حشر القادری	سرمل حسین

۲۱۷	۲۷۳	حشم	حشمت اللہ
۲۱۸	۲۷۳	حشمت	حشمت علی خاں
۲۱۹	۴۷	حسرت	دھرم نراین
۲۲	۵۲	حضور	حضور احمد
۲۲۱	۵۶۱	حصور	حضور الحسن
۲۲۲	۳۰۳	حفظ	حفظ الکریم
۲۲۳	۶۴۵	حکیم	حکیم غلام نجف
۲۲۴	۴۸۴	حکیم	نواب سید حکیم احمد
۲۲۵	۵۹۴	حمرہ ربیل	عبدالرزاق
۲۲۶	۴۴۹	حمید	مولوی حمید الدین
۲۲۷	۲۴۲	حیات	حیات اللہ
۲۲۸	۵۲۷	حیات گوری	محترمہ مسعودہ
۲۲۹	۴۶۶	حیدر	غلام حیدر
۲۳	۴۶۴	حیرت	سید عنایت احمد
۳۱	۴۱۵	حیرت	سید شبیر حسن
۲۳۲	۵۹/۶۱۲	حیرت وسعید	سید حسن
۲۳۳	۵۴	حیرت	رانبس جرن
۲۳۴	۳۵۱	خاموش	سید یاد علی
۲۳۵	۵۹۵	خلیل	محمد ابراہیم
۲۳۶	۴۰۹	خلیل ورنگیں	خلیل الرحمن

۳۱۹	۴۱۲	سراج	سراج الدین
۳۲۰	۲۷۳	سرپٹے	عباس ل
۳۲۱	۵۹۶	سرمد	مطیع احمد
۳۲۲	۵۹۹	سرور	مولوی عبدالصمد
۳۲۳	۲۷۴	سرور	عبدالقیوم
۳۲۴	۴۸۶	سرور	پروفیسر آل احمد
۳۲۵	۲۲۷	سعادت	سعادت اللہ
۳۲۶	۵۹۲	سعادت	سعادت علی
۳۲۷	۶۴۰	سعید و کامل	مولوی سعید الدین
۳۲۸	۴۶۸	سعید	چودھری سعید الدین
۳۲۹	۱۵	سلام	قاضی عبدالسلام
۳۳۰	۲۷۴	سلطان قیس	سلطان علی خاں
۳۳۱	۱۸۵	سلیم	مولوی سلیم اللہ
۳۳۲	۴۱۱	سلیم	حکیم فیض الحسن
۳۳۳	۳۶۲	سوز	محمد امین
۳۳۴	۵۶۷	سوز	قاضی محمد نبی
۳۳۵	۴۷۹	سوز	اشرف حسن خاں
۳۳۶	۵۰۷	سہا	واحد حسین
۳۳۷	۴۷۹	سہیل	مشرف حسین خاں
۳۳۸	۶۴۷	سید	مفتی سید احمد
۳۳۹	۲۷۴	سید رشاد	سید جواد علی
۳۴۰	۴۶۹	سیف	خدا بخش
۳۴۱	۲۷۴	سیف	مسعود شاہ
۳۴۲	۵۲۶	سیفی پریمی	ڈاکٹر خلیل الرحمٰن
۳۴۳	۵۵۶	شاد	اکرام احمد
۳۴۴	۲۷۴	شاد	اصغر حسین خاں
۳۴۵	۲۷۴	شاد	محمد اصغر
۳۴۶	۳۸۴	شاد	سید اسحٰق احمد
۳۴۷	۵۳	شاد	محمد صالح
۳۴۸	۵۴۵	شاد	غلام جیلانی
۳۴۹	۴۸۰	شاراں	حافظ عبدالمجید
۳۵۰	۴۲۴	شائق	مولوی سدید الدین
۳۵۱	۴۸۵	شائق	مولوی اسرار علی
۳۵۲	۶۷۴	شاداں	ظہور الاسلام
۳۵۳	۴۴۹	شاطر	رضا احمد
۳۵۴	۶۵۲	شاعر	منوہر سہائے
۳۵۵	۶۶۱	شاعر	ابرار حسین
۳۵۶	۳۶۴	شاکر و نکہت	شاکر حسین
۳۵۷	۳۳۴	شاکر	عبدالشاکر خاں
۳۵۸	۷۰۴	شاہد	رضا حسین
۳۵۹	۳۳۲	شاہد	برج بہادر
۳۶۰	۲۷۴	شباب	نعمت اللہ

۴۰۱	[illegible]	صہبا	[illegible]
۴۰۲	۱۷۳	صمد	محمد صمد عباسی
۴۰۳	[illegible]	[illegible]	مولانا عبدالحی
۴۰۴	۵۲۹	سندرگاری	مظفر علی
۴۰۷	۲۲۶	صفی	مولانا صفی اللہ
۴۰۸	۱۹۵	[illegible]	مولانا سید [illegible]
۴۰۹	[illegible]	[illegible]	مولوی سید اکبر حسین
۴۱۰	۵۳۸	ضیا	ظہیرالدین
۴۱۱	۵۳۰	صہبا	سلطان احمد
۴۱۲	۱۲۱	صبغت	سید عبدالباقی
۴۱۳	۳۳۲	صہبائی	سیدری پرشاد
۴۱۴	۲۷۰	[illegible]	چودھری اصغر علی
۴۱۵	۲۷۳	ضمیر حسینی	ضمیر حسین
۴۱۶	۲۱۷	ضو	مولوی افضل علی
۴۱۷	۲۱۸	ضیا	مولوی راشد علی
۴۱۸	۶۲۵	ضیا	مولوی ضیاءالدین زبیری
۴۱۹	۵۱۹	ضیا	ضیاء محمد
۴۲۰	۶۲۶	ضیا	پیر محمد ضیا اسعد
۴۲۱	۶۰۸	ضیاءالقادری	یعقوب حسین
۴۲۲	۴۸۰	ضیائی	ضیائے عباس
۴۲۳	۲۷۵	ضیا	ابو ضیاء الحسن
۴۲۴	۵۳۱	ضیا	ضیا علی خاں
۴۲۵	۴۷۹	طارق سبزواری	محمد طارق
۴۲۶	۶۲۶	طالب	رباب الیاں
۴۲۷	۵۷	طالب	علی حسنین
۴۲۸	۳۳۲	طالب	گنگا ریال
۴۲۹	۶۱۶	طفیل	مولوی طفیل احمد
۴۳۰	۲۷۹	طیب	محمد طیب
۴۳۱	۵۴	ظفر	مولوی ظفر حسن صاحب
۴۳۲	۶۳۳	ظفر	ظفر احمد
۴۳۳	۵۶۲	ظفر	ظفر الحق
۴۳۴	۳۲۳	ظفر علوی	محمد ظفر
۴۳۵	۵۴	ظہور	محمد ظہور
۴۳۶	۶۳۹	ظہیر	ظہیر احمد
۴۳۷	۵۶۲	ظہیر	ظہیر الحسن
۴۳۸	۳۶۶	ظہیر	ظہیر الحسن انصاری
۴۳۹	۵۹۱	ظہیری	حکیم شاہ ظہیر احمد
۴۴۰	۵۱۳	عابد	سید عابد حسین
۴۴۱	۳۸۵	عاجز	سید لئیق احمد
۴۴۲	۲۷۵	عاجز	سید رشید علی
۴۴۳	۳۵۱	عاجز	گردھاری لال
۴۴۴	۵۷۵	عاجز	پریم جون
۴۴۵	۶۶۱	عارف	محمد ادریس
۴۴۶	۳۴۳	عاصف	اکرام حسین

۴۴۷	۵۵۶	عاطف	محمد عبداللہ
۴۴۸	۱۷۶	عاشق	عاشق حسین
۴۴۹	۴۷۰	عاصی	معز علی
۴۵۰	۳۸۶	عاقل	سید خلیل احمد
۴۵۱	۶۲۸	عالی	رفیع احمد
۴۵۲	۴۹۱	عالی	حکیم کمیل الدین
۴۵۳	۲۵۶	عالی	سید محی الدین
۴۵۴	۴۰۹	عبید	عبید الرحمن
۴۵۵	۴۷۶	عجز	مولوی علی الدین
۴۵۶	۲۷۶	عدل	فضل الرحمن
۴۵۷	۳۷۴	عرش	سید محمود علی
۴۵۸	۵۳	عرش	عابد حسین
۴۵۹	۴۷۱	عرفان	عرفان علی
۴۶۰	۶۶۶	عرفان	عرفان احمد
۴۶۱	۵۶۲	عروج زیدی	سید فیاض علی
۴۶۲	۲۴۲	عزیز	اعزالدین عثمانی
۴۶۳	۶۷۴	عزیز وصادق	مولوی عزیز الدین
۴۶۴	۵۲۰	عزیز اچھاوڑی	عزیز احمد خاں
۴۶۵	۲۵۴	عزیز	عزیز مصطفے
	۵۲۸	عزیز	عزیز اللہ خاں
۴۶۷	۳۶۳	عسکری	مفتی عسکری احمد
	۴۰	عشرت	عشرت اللہ
۶۹	۱۷۶	عشق	مولوی سراج الحق

۴۷۰	۵۱۳	عشق	تعشق حسین
۴۷۱	۴۰۰	عشرت	عبد الرشید
۴۷۲	۵۲۳	عشرت	عشرت علی خاں
۴۷۳	۵۹۲	عطا	عطا محمد
۴۷۴	۲۷۱	عطا	عطاء الرحمن
۴۷۵	۴۶۱	[illegible]	حکیم محمد عیسیٰ
۴۷۶	۵۲۳	عظمت	عظمت اللہ
۴۷۷	۳۸۶	[illegible]	[illegible]
		[illegible]	[illegible]
۴۷۸		[illegible]	[illegible]
۴۰۱		عبیدی	خواجہ عبد الرحیم
۴۸۰		عیال	قاضی عبد الرب
۴۸		عیش	مولوی محمد [illegible]
۴۸۳		غالب	غالب علی خاں
۴۸۳		غم	[illegible] الملک
۴۸۷	۵۱	غنی	عبد الغنی خاں
		غنی	عبد المغنی
	۴۵۱	[illegible]	[illegible]
		[illegible]	[illegible]
	۴۸۵	[illegible]	مولوی اقبال [illegible]
	۵۴۱	[illegible]	مصطفی [illegible]
		[illegible]	[illegible] الدین
۱۱		[illegible]	حکیم افتخار احمد
	۱۷۷	[illegible]	[illegible]

۴۹۳	۴۷۶	فدا و جلالی	حکیم سید احمد حسن
۴۹۴	۵۴۰	فراست	فراست علی
۴۹۵	۵۰۷	فرحت	عبد الحی
۴۹۶	۲۶۷	فرخ	غلام صدیق
۴۹۷	۲۴۸	فروغ	سرن لال
۴۹۸	۳۱۷	فروغ	منقاد رضا
۴۹۹	۷۹	فروغ	لطافت حسین
۵۰۰	۶۱۳	فرید	فرید بخش
۵۰۱	۵۴	فرید	فرید احمد مسعود
۵۰۲	۲۲۷	فریدی	سمیع اللہ
۵۰۳	۴۷۱	فریدی	مولوی اعتقاد اللہ
۵۰۴	۴۷۸	فصیح	مولوی فصیح الدین
۵۰۵	۲۴۷	فضل	مولوی فضل حسین
۵۰۶	۱۸۸	فضل	مولوی فضل مجید
۵۰۷	۲۵۷	فطرت	احمد بخش
۵۰۸	۱۸۹	فقیر	مولانا شاہ عبد القادر
۵۰۹	۴۶	فکر	سید حسین
۵۱۰	۴۷۱	فگار	مولوی محمد حسن
۵۱۱	۳۸۰	فگار	دلاور حسین
۵۱۲	۵۲۳	فلک	محمود احمد
۵۱۳	۳۳۳	فلک	انتظار حسین
۵۱۴	[illegible]	فنا	عابد سعید خاں
۵۱۵	۶۹۳	فنا	محمد اسمعیل
۵۱۶	[illegible]	[illegible]	[illegible] محمد
۵۱۷	[illegible]	فوق	مولوی محمد [illegible]

۵۱۸	۵۲۶	فہیم	فہیم الدین
۵۱۹	۵۲۷	فیروز ظفر	محمد فیروز
۵۲۰	۳۳۴	فیض	مولوی [illegible] الدین
۵۲۱	۱۱۶	قادری	ملا عبد القادر
۵۲۲	۱۹۳	قادری	مولانا شاہ عبد المقتدر
۵۲۳	۲۲۱	قاسم	مولوی قاسم علی
۵۲۴	۲۵	قاسم	ابو القاسم
۵۲۵	[illegible]	قدر	عبد القادر
۵۲۶	۴۷۹	قدر	اقتدار الدین
۵۲۷	۵۲۸	قدر	عبد القیوم
۵۲۸	۵۲۹	قدسی	محمد اسحٰق
۵۲۹	۱۹۵	قدر	مولانا شاہ عبد المقتدر
۵۳۰	۱۶۴	قرار	مولانا شاہ عبد المحمد
۵۳۱	۲۲	قربان	مولوی قربان حسن
۵۳۲	۵۳۰	قمری	سجاد حسین
۵۳۳	۴۷۲	قمر	مولوی قمر الاسلام
۵۳۴	۲۵۹	قمر	قمر الحسن
۵۳۵	۲۸۹	قمر	قمر الدین زبیری
۵۳۶	۱۲۶	قمر	قمر الدین
۵۳۷	۳۴۳	قمر	سید [illegible]
۵۳۸	۵۴۶	قمر انصاری	قمر الدین انصاری
۵۳۹	۱۹	قیام	مولانا عبد القیوم
۵۴۰	[illegible]	قیس	مولوی افضل الدین
[illegible]	[illegible]	قیس سعید	[illegible] علی خاں
[illegible]	[illegible]	کامل	مولوی محمد احمد
[illegible]	[illegible]	کامل	بشیر الدین
[illegible]	[illegible]	کامل سعید	محمد [illegible]

۵۴	۵۴	کامل	بسمل ٹرسر
۵۴۱	۴۲۴	کریم	عبدالکریم خاں
۵۴۲	۱۲۹/۱۲۰	کشفی	مولانا شاہ سلامت اللہ
۵۴۸	۴۲۲	کشش	التفات حسین
۵۴۹	۵۴۲	کلیم	فرحت علی خاں
۵۵۰	۱۱۸	کمترین	امیر خاں
۵۵۱	۱۲۰	کوثر	محمد علی
۵۵۲	[illegible]	کیف	عطا احمد
۵۵۳	۵۲۸	کیف	مولوی اسرار الحق
۵۵۴	۲۰	کیف	احمد علی خاں
۵۵۵	۵۲	کیف	حبیب احمد جان
۵۵۶	[illegible]	کیفی	عبد [illegible]
[illegible]		گستاخ	
۵۵۸	۵۵۱	گلفام	اصغر حسین
[illegible]	۲۰۱	گوہر	گیندے لال
۱۶	۱۳۰	گوہر	
۵۱۱	۴۱	لطافت	لطف حسن
۸۱	۲۰	لطف	منشی اکرام احمد
[illegible]	۳	لطفی	امتیاز الدین
۵۱۴	۴۱۲	لطیف	رضوان الحسن
۵۱۵	۱۹۶	ماجد	مولانا شاہ عبد الماجد
۵۶۶	۱۰۰	مائل	وجاہت علی خاں
[illegible]	[illegible]	مائل	ریاست علی خاں
		مائل	مصطفے احسن
[illegible]		سالک	مولوی [illegible] اللہ
		[illegible]	[illegible] احمد
۶	۱	منیر	محمد منیر
		[illegible]	محمد [illegible]
		محسن	نذیر [illegible]
		محب	[illegible] رحمن
		محب	مولوی محمد احمد

۵۷۶	۵۴۳	محبوب	ڈاکٹر محمد دلشن
۵۷۷	۵۶۰	محسن	محمد محسن
۵۷۸	۱۳۹	محشر	مولوی اکرام اللہ
۵۷۹	۵۵۳	محشر	فاروق احمد
[illegible]	[illegible]	محشر	میاں جان [illegible]
۵۸۱	۲۰	محسر	احتشام الدین
[illegible]	[illegible]	[illegible]	تنویر احسن
۵۸۳	۵۰۲	محمد حسن	[illegible] حسن
۵۸۴	۳۰۲	محمود	مولوی محمود حسین
۵۸۵	۴۰۳	محو	مولوی شفیع احمد
[illegible]	۵۹۹	محو	برکات احمد
[illegible]	[illegible]	محوی	قاضی عبد الصمد
[illegible]	۱۱۰	مختار	حکیم مختار احمد
	[illegible]	مختار	مختار احمد
[illegible]	[illegible]	مخلص	جمال الدین
۵۹۱	۲۰	مخمور	قمر غنی
[illegible]	[illegible]	مداح	رضی علی احمد
[illegible]	۱۰	مدرس	وہاب الدین
[illegible]	۷۸	مدہوش	سخاوت حسین
[illegible]	[illegible]	مذاق	حضرت شاہ ولایت علی
[illegible]		[illegible]	مولوی علی احمد محمود شاہ
[illegible]	۳۲۰	[illegible]	[illegible]
		مست	شمشاد علی
		مست	مقبول حسین
[illegible]	۱۰۸	مضطر	عبد الغنی خاں
[illegible]	۱۰۸	مضطر	سید ضیا علی

۶۰۲	۳۳	مسرت	مسرت الدحان	۶۲۳	۵۲۸	ماکر مندی	ضیا علی خاں
۶۰۳	۵۹۷	مسعود	قاضی مسعود علی	۶۲۴	۲۲۰	ممتاز	مولوی نجف علی
۶۰۴	۵۳۸	مسعود	وحید احمد	۶۲۵	۵۲۹	ممتاز	ممتاز حسن
۶۰۵	۵۲۳	مسعود	مسعود احمد	۶۲۶	۵۲۹	ممتاز	حکیم ممتاز الدین
۶۰۶	۵۵۵	مسعود	امین مسعود	۶۲۷	۵۸۱	مناظر	مناظر الحسن
۶۰۷	۱۱۲	مسکیں	مولوی عظیم اللہ	۶۲۸	۵۲۷	منزل	جمیل الدین
۶۰۸	۵۰	مسلم	اجمل حسین	۶۲۹	۲۵۷	منصور	مولوی منصور حسن
۶۰۹	۵۲۱	مشتاق	مشتاق حسین خاں	۶۳	۶۶۲	منظر الولی	سید عزیز احمد
۶۱۰	[illegible]	مترقی	مولوی احمد حسن	۶۳۰	۵۹۱	منظر	چھوٹے لال
[illegible]	[illegible]	مضطر	غلام [illegible]	۶۳۱	۶۸۸	منظور	سید منظور علی
[illegible]	[illegible]	مضطر	قیوم بخش	۶۳۲	۱۷۸	منظور	منظور حسین
[illegible]	[illegible]	مضطر	غلام [illegible]	۶۳۳	۳۶۳	منعم	[illegible]
[illegible]	۵۶۰	مضطر	انوکھے لال	۶۳۵	۵۱۹	منور	ثقلین احمد
		مسفر	اشفاق حسین	۶۳۶	۵۱۳	منور	منور حسین
[illegible]	[illegible]	مظہر	مولوی مظہر حسین	۶۳۷	۱۹۲	منیر	مولوی منیر الحق
[illegible]	۲۲۰	معین	شیخ معین الدین	۶۳۸	۱۶۳	موجد	وہاب الدین
۶۱۸	۸	معین	معین الدین	۶۳۹	۱۱۳	مورخ	حسین احمد
[illegible]	۳۶۶	معجز	مولوی اعجاز احمد	[illegible]	[illegible]	مونس نظامی	جمال الدین
[illegible]	۱۷۵	معجز	سید عبد [illegible]	[illegible]	[illegible]	مہتاب	مہتاب ظفر
[illegible]	[illegible]	معطر	معطر حسین	[illegible]	[illegible]	مہدی	مولوی مہدی علی
۶۲۲	[illegible]	مقبول	سید مقبول احمد	[illegible]	[illegible]	مہدی	مہدی حسن

۶۸۵	۳۷۸	نور	نور الدین
۶۸۶	۶۰۰	نور	پیر فقیر نور الدین
۶۸۷	۴۹۳	نور	یوسف حسین
۶۸۸	۷۵	نوری	افضال الرحمٰن
۶۸۹	۴۰۷	نوشہ	شیخ اعجاز احمد
۶۹۰	۴۳۵	نوشہ	خلیل الدین عباسی
۶۹۱	۱۷۶	نیاز	مولوی نیاز احمد
۶۹۲	۳۶۴	نیاز	نیاز حسین خاں
۶۹۳	۶۶۵	نیاز	نیاز احمد
۶۹۴	۴۷۵	نیر	مولوی علی حیدر
۶۹۵	۲۵۲	نیر	وزیر احمد
۶۹۶	۲۲۶	نیرنگ	غلام مصطفےٰ
۶۹۷	۱۹۷	واحد	مولوی عبد الواحد
۶۹۸	۲۷۸	وارث	عبد الحمید خاں
۶۹۹	۵۹۸	وامق	فدا حسین
۷۰۰	۱۴۳	واصل و مشتاق و وفا	مولوی محمد واصل
۷۰۱	۱۷۲	وجد	مولوی شجیع الدین
۷۰۲	۴۸۰	وجد	مولوی غلام غوث
۷۰۳	۴۵۳	وجد	حکیم مسرور احمد
۷۰۴	۲۷۸	وجد	غلام مشہود
۷۰۵	۴۵۳	وحد	نظام [illegible]

۷۰۶	۱۸۱	وحشت	مولانا احمد حسین
۷۰۷	۱۷۲	وحشی	مولوی غنی رضا
۷۰۸	۵۶۷	وحشی	کرشن موہن
۷۰۹	۲۲۶	وحید	حکیم وحید اللہ
۷۱۰	۲۷۸	وحید	غلام مشہود
۷۱۱	۵۷۵	وصل	رضی الاسلام
۷۱۲	۴۵۱	وفا	نواب میر ابراہیم علی خاں
۷۱۳	۱۹۲	وفا	غلام محمد
۷۱۴	۱۹۳	وتر	حکیم احمد خاں
۷۱۵	۳۸۹	وکیل	سید وکیل احمد
۷۱۶	۷۰۴	ولا	ولا حسین
۷۱۷	۱۲۱	وہبی	ہر سہائے
۷۱۸	۳۱۷	ہادی	ہادی علی
۷۱۹	۳۵۴	ہادی	سید ہادی علی
۷۲۰	۴۷۶	ہاشمی	مولوی قطب الدین
۷۲۱	۶۰۱	ہاشمی	خلیل احمد
۷۲۲	۲۷۹	ہلال	محمد سبطین
۷۲۳	۶۶۲	ہلالی	مولوی سلمان احمد
۷۲۴	۲۷۹	ہلچل	محمد طاہر خاں
۷۲۵	۲۷۹	ہوش	سید محمد [illegible]
۷۲۶	۴۵۳	یوسف	نواب میر یوسف علی خاں